اس سلسلہ کے علاوہ جو شخص دعوئے نبوت یا خاص دعوئے علیسویت یا مہدویت کرے باطل ہے۔

توضیح مدعا و تقریب دلیل اگرچہ اس ضمن میں ہم اپنے مدعا کو ثابت کر چکے ہیں۔ مگر مزید فائدے کی غرض سے اس کی اور توضیح کرتے ہیں۔

اور کہتے ہیں کہ لغت و محاورات عرب اور کلام اللہ و احادیث رسول خداؐ سے ثابت ہوا۔ کہ بیت چار ہیں۔ اوّل بیت سکنٰے (رہنے کا گھر) دوم بیت نسب (اولاد و احفاد و موالی)۔ سوم بیت شرف۔ اور بیت شرف نبی نبوت ہے۔ اور بیت شرف رسولؐ رسالت اور بیت شرف خاتم النبیینؐ نبوت مطلقہ خاتمیہ۔ اور ایک بیت بیت اللہ ہے۔ آیات متنازعہ میں بظاہر اشارہ اس امر کی طرف نہیں ہے۔ کہ بیت سے کونسا بیت مراد ہے۔ اور اسی لئے بظاہر نہیں معلوم ہوتا۔ کہ اہل بیت کا مصداق کون ہیں؟ اہل بیت سکنٰے یعنی سب گھر میں رہنے والے نوکر چاکر۔ لونڈی غلام۔ بھائی بند۔ کنبہ قبیلہ اور بیوی بچے بلکہ اگر لغت کو وسیع کیا جائے تو گھوڑے اونٹ وغیرہ جو گھر میں ہوں وہ بھی اہل بیت ہیں۔ یا اہل بیت نسب۔ اور کسی کے خاص خاندانی مراد ہیں یا اہل بیت شرافت اور متصف باوصاف شرافت صاحب خانہ یا اہل بیت اللہ۔ اور والیان کعبہ اور صاحب خانہ خدا۔ ہاں الف لام تعریفی سے اتنا تو ضرور معلوم ہے اور اس پر تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے۔ کہ یہ لام عوض مضاف الیہ ہے۔ اور بیت سے مراد بیت نبی ہے۔ خواہ بیت سکنٰے ہو یا بیت نسب یا بیت شرف۔ لیکن یہ بھی بعید نہیں ہے کہ بیت سے بیت اللہ مراد لیں (جیسا کہ آئے گا)۔

پہلی صورت کہ بیت سے بیت سکنٰے مراد لیا جائے۔ اور اہل بیت سے وہ سب گھر کے رہنے والے مراد ہوں۔ جو اس میں رہتے ہیں۔ خواہ نوکر ہوں یا لونڈی غلام مثل فضہ خادمہ و بلال و قنبر وغیرہم۔ اس کی طرف کوئی عالم نہیں گیا۔ اور نہ کوئی مسلمان ایسا خیال کر سکتا ہے کہ طہارت مطلقہ اور عصمت جیسی چیز جو نبی سے مخصوص ہے اس میں سب گھر والے شریک ہو جائیں۔ اور اسی لئے یہ احتمال تو بالکل غلط اور باطل ہے۔ ہاں اگر بیت سے مسجد نبوی مراد لی جائے۔ اور اہل بیت سے وہ نفوس طاہرہ مراد ہوں۔ جو جنب نہیں ہوتے۔ اور جن کو مسجد نبی میں ہر حال میں جانے کی اجازت ہے۔ اور ان کے سوا کسی کو مسجد میں گزرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض کا خیال ہے۔ اور بعض روایات میں امامؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اہل بیت (گھر والوں) سے رسول خداؐ و علی مرتضےٰ و فاطمۂ زہرا و حسنینؑ ہی مراد ہوں گے۔ جو اس صفت سے متصف تھے۔ اور جن کو ہر حالت میں مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔ اور مسجد میں رہتے سہتے تھے۔ خاص ازواج کو یہ حق حاصل نہیں ہے

ہ اس کی مصداق ہو سکتی ہیں ؛

دوسری صورت یعنی کہ بیت سے بیت نسب مراد ہو۔ تو اس صورت میں بھی ازواج کو اس
ں کوئی حصہ نہیں ملتا۔ وہ بیت نسب نبی سے نہیں ہیں۔ اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ضرور بیت نسب
سولؐ میں داخل ہیں۔ اور ایک ہی اصل سے ہیں۔ ایک نور کے اجزاء ہیں۔ اور سب مثل پیغمبرؐ طاہر و
طہر۔ جیسا کہ ہم اُوپر ذکر اور ثابت کر چکے ہیں۔ اور ایک حدیث میں ذکر آ چکا ہے۔ لیکن تمام خاندان
ں ہیں۔ اخلاء نہیں ہے ؛

تیسری صورت کہ بیت سے بیت شرف نبی مراد ہو [illegible] صدق ہے۔ اور اس معنی
کی رو سے تا حضرت مہدی آخر الزمانؑ تمام ائمہ علیہم السلام اہل بیت [illegible] اگرچہ سب عترت
رسولؐ بھی ہیں۔ کیونکہ عترت اہل بیت سے عام ہے۔ اس میں اور لوگ بھی داخل ہیں۔ گویا عترت
اہل بیت نسب ہے۔ اور اسی واسطے عترت ہی سے اہل بیت کی تخصیص کی گئی ہے۔ جیسا کہ بیان
ہو گی۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ حقیقت اہل بیت [illegible] ہے۔ کہ بیت سے بیتِ شرف مراد ہے۔ اور
اہل بیت سے اہل بیت نبوت و رسالت و وارث ولایت و امامت اور بیت شرف نبی نبوت
مطلقہ خاتمیہ ہے۔ اور مابہ النبوۃ علم ہے۔ اور اسی بیت کی طرف رسول خداؐ نے اس حدیث
مشہور و معروف میں اشارہ کیا ہے۔ اَنَا مَدِیۡنَۃُ الۡعِلۡمِ میں شہر علم ہوں۔ اَنَا دَارُ الۡحِکۡمَۃِ
میں خانہ حکمت ہوں۔ اس لئے اس کے اہل اور اس معنی میں اہل بیت کا مصداق محض وہ لوگ
ہوں گے۔ جو اس خانہ نبوت میں داخل ہیں۔ اور اوصاف نبوی سے متصف ہیں۔ اور علوم محمدی
کے وارث ہیں۔ چنانچہ ایک کی بابت حضرتؐ نے خود تخصیص فرما دی ہے۔ اور فرمایا ہے۔ اَنَا مَدِیۡنَۃُ
الۡعِلۡمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔ میں شہر علم ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ فمن یاتی
فلیاتی بالباب جو میرے پاس آئے۔ اس کو چاہئے کہ دروازے سے آئے۔ قال اللہ
تبارک وتعالیٰ واتوا البیوت من ابوابہا چاہئے کہ گھروں میں ان کے دروازوں سے
آؤ۔ وقال انا دار الحکمۃ وعلی بابہا فمن اراد الحکمۃ فلیات من الباب۔ میں خانہ
حکمت ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جو حکمت چاہتا ہے۔ وہ دروازے سے آئے۔
پس خانہ نبوت میں داخل اور اہل بیت نبوت و رسالت ابواب علوم نبی اور وارثان ولایت و
امامت اجزاء نور محمدی ہیں۔ ازواج نبی ہرگز اس شرف میں شریک نہیں ہیں۔ ہاں حضرت فاطمہؑ
بنص آیاتِ قرآن نفس نبی ہیں۔ اور علم ان کا علم نبوی۔ لیکن بوجہ عورت ہونے کے امام نہیں ہو سکیں۔

کیونکہ حجاب وعفت عورت مانع امامت ہے۔ فافہم ؛

یہی ہم بیت شرف کی تشریح کرتے وقت ثابت کر آئے ہیں اور دکھلا چکے ہیں۔ کہ بعد پیغمبر بیوت نور اور محل انوار و وارث علوم نبوی علیؑ و اولاد علیؑ ہیں۔ جو صاحبان علم کتاب اور قبل نزول ظاہری اس کے عالم اور قبل اس کے ہمیشہ سے مسلم مطلق ہیں۔ پس یقیناً بیت سے بیت شرف نبی یعنی نبوت مراد ہے۔ اور اہل بیت صاحبان علم نبوتی اور وارثان ولایت و امامت اوصیاء نبی و خاص اولاد نبی ہیں۔ وھوا المطلوب ؛

اگر بیت سے بیت اللہ مراد ہو۔ تب بھی اہل البیت یہی ثابت ہوتے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ مسلم و محقق ہے کہ اولاد حضرت اسمٰعیلؑ میں ہمیشہ ایک نہ ایک شخص وارث و والی بیت اللہ رہا ہے۔ یہاں تک کہ وہ سلسلہ حضرت ہاشمؑ تک پہنچا۔ اور بعد حضرت ہاشمؑ حضرت عبد المطلبؑ جد رسول خداؐ والی بیت اللہ ہوئے۔ اور بعد حضرت عبد المطلبؑ حضرت ابوطالبؑ والی خانہ کعبہ ہوئے۔ اور یہ بزرگوار زمانہ جاہلیت میں بھی اہل بیت اللہ ہی کے نام سے پکارے جاتے تھے جیسا کہ بعض تواریخ سے حضرت ہاشمؑ اور عبد المطلبؑ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ بزرگوار باہر جا کر اپنا تعارف اسی نام سے کراتے تھے اور اہل بیت و مجاور بیت اللہ کہا کرتے تھے۔ اور چونکہ حضرت عبد اللہؑ جناب رسولؐ مقبولؐ کے والد باپ کی زندگی ہی میں وفات پا چکے تھے۔ اور اسی وجہ سے حضرت ابوطالب ان کے جانشین قرار پائے۔ لہذا بعد ابوطالبؑ ان کے فرزند علیؑ ابن ابی طالبؑ والی بیت اللہ و اہل بیت اللہ قرار پائے۔ لیکن چونکہ تمام ولایات تحت نبوت مطلقہ خاتمیہ ہیں۔ اس لئے یہ ولایت بھی انہی حضرت ختمی مرتبتؐ کے تحت رہی۔ اور بعد وفات حضرت ختمی مرتبتؐ علیؑ استحقاق سابق و لاحق کی وجہ سے بیت اللہ کے والی قرار پاتے ہیں۔ اور بعد ازاں ان کی اولاد و اوصیاء۔ جس طرح اوصیاء اسمٰعیلؑ یکے بعد دیگرے والی بیت اللہ ہوتے رہے۔ لہذا اگر یہ معنی ہوں تب بھی اہل بیت یہی بزرگوار ہوتے ہیں۔ نہ ازواج نبی۔ ان کو ولایت بیت اللہ سے کیا تعلق۔

دوسرے اس واسطے یہ اہل بیت اللہ ہیں۔ کہ یہی وہ ذریت ابراہیمؑ و امت مسلمہ ابراہیمیؑ ہیں جس کی بابت حضرت ابراہیمؑ نے یہ فرمایا تھا۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ۔ پروردگارا میں نے اپنی بعض ذریت کو اس وادی بے زراعت میں تیرے خانہ محترم کے پاس مقیم کیا ہے۔ پروردگارا اس لئے کہ یہ دنیا میں نماز کو قائم کریں پس کچھ لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف

مائل کر حضرت اسمٰعیلؑ ہی اوّل مکہ میں آکر رہے۔ انہی سے عرب کی نسل چلی۔ اور یہی ابوالعرب ہیں۔ اور ان کی نسل اور ذریت ابراہیمؑ سے یہی نفوس وہ امت مسلمہ ہیں جنہوں نے دنیا میں نماز کو قائم کیا۔ اور جن کا پہلا فرد محمدؐ مصطفٰے اور دوسرا علیؑ مرتضٰے ہے۔ اور انہی کے واسطے حضرت ابراہیمؑ نے دُعا کی تھی۔ رَبِّ اجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ پروردگارا مجھے اور میرے بیٹوں کو عبادتِ اصنام سے محفوظ رکھ۔ حضرت رسولؐ کی بابت اتفاق ہے۔ کہ انہوں نے کبھی کسی بُت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔ اور اسی طرح حضرت علیؑ کی بابت تمام مسلمان اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ کبھی شرک و بُت پرستی سے آلودہ نہیں ہوئے۔ اور خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کیا۔ وَلَمْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا اور اسی واسطے تمام مسلمان حضرتؑ کو "كرم الله وجهه" کہتے ہیں۔ اور یہی وہ نفوس ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہُوا تھا۔ کہ خانہ کعبہ کی تطہیر کریں۔ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ "اے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ طاہر کرو میرے گھر کو اُن خاص نماز گذاروں راکعین و ساجدین کے لئے۔ جو دُنیا میں نماز کو قائم کرنے والے ہیں۔" اور حضرت علیؑ کی خانہ کعبہ میں ولادت ان کی تطہیر کی ایک حسی دلیل ہے۔ اور اس میں یہ بہتر تھا۔ کہ دکھلا دیا جائے۔ کہ طاہر و مطہر اہل البیتؑ و اہل بیت اللہ و والیٔ بیت اللہ یہی نفوس مقدسہ ہیں۔ اس لحاظ سے بھی اہل البیتؑ کا مصداق ازواج نبی نہیں ہو سکتیں بلکہ وہ نفوس جو بعد پیغمبرؐ ہادی اور امام اور دُنیا میں نماز کو قائم کرنے والے اور کلمۃ اللہ کو عالم میں بلند کرنے والے ہیں۔

تیسرے اس لئے کہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بیت اللہ حقیقی اور اوّل بیت۔ اوّل مخلوق و اوّل ماصدر حقیقتِ محمدیہ نوریہ ہے۔ اور وہی اصل قبلۃ الانام و کعبۃ الاسلام ہے۔ اور کعبہ کی طرف پانچوں وقت تمام اہل اسلام کے سر اُسی کی تعظیم کی وجہ سے جھکتے ہیں۔ لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ اسی واسطے فرزند رسولؐ جناب علیؑ بن الحسینؑ اپنے خطبہ میں فرماتے ہیں۔ انا ابن مكة ومنى وانا ابن زمزم وصفا الخ "مَیں فرزند مکہ و منےٰ ہوں اور مَیں فرزند زمزم و صفا ہوں" پس اصل بیت اللہ حقیقت محمدیہ ہے۔ بیت اللہ اور بیت شرف نبی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔ اور اس لئے اہل بیت اللہ اور اہل بیت نبیؐ کا مصداق ایک ہی ہوا۔ اور اس لئے اہل البیتؑ غیر از محمدؐ و آل محمدؐ صلے اللہ علیہ وعلیہم اجمعین اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ ہی "انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا۔" کے مصداق ہیں۔ اور وہ ہی رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت کے مورد۔ اور اسی لئے ہر ایک نماز میں

تمام اہل اسلام "صلے اللہ علے محمد و علے آل محمد" کہتے ہیں۔ اور "رحمۃ اللہ و برکاتہ" کا ورد کرتے ہیں۔ ازواج نبی کو اہل بیت ہرگز نہیں کر سکتے۔ وھو المطلوب ؛

فصل

مبحث الاحادیث

کلام حمید مجید سے تو پوری تصدیق ہو گئی۔ کہ اگر دنیا میں کوئی اہل بیتؑ کا مصداق ہے۔ تو محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ اور نبیؐ کی بیویاں کسی معنی کی رو سے اہل البیت کا مصداق نہیں ہو سکتیں اور کسی طرح اہل البیت میں داخل نہیں کی جا سکتی ہیں۔ اب ہم دیکھیں۔ کہ پیغمبر خدا صؐ جن کی صفت مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى ہے۔ اور وہ اپنی طرف سے ایک حرف نہیں فرماتے ہیں اور جو کچھ فرماتے ہیں وحی الٰہی ہوتی ہے۔ اور جن کی بابت حکم ہے کہ "مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا" "جو تمہیں رسولؐ حکم دے اس کو لے لو اور مان لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے باز رہو" اور جو بحکم قرآن و نص آیات کریمہ مبیّن و مفسر قرآن ہے۔ اور غرض بعثت یہی ہے کہ وہ قرآن کو بیان کریں اور سمجھائیں۔ "وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" (نحل) وہ اس باب اور اس آیت کی تفسیر میں کیا فرماتے ہیں۔ اور ان کے فیصلے کے بعد کسی مسلمان کو اختیار نہیں ہے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو۔ کہ ان کے حکم سے روگردانی کرے یا اس سے تخلف کرے یا اپنی رائے کو دخل دے۔ "وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا"

"جب خدا اور رسولؐ کسی امر کا فیصلہ کر دیں۔ تو کسی مومن یا مومنہ کو اختیار نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے معاملات میں دخل دیں۔ اور اپنی رائے کو داخل کریں۔ جو خدا اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے اور ان کی بات نہ مانے وہ کھلم کھلا گمراہ ہے"۔ لہذا ہم یہاں پر چند احادیث نبویؐ کو ذکر کرتے ہیں۔ تاکہ مسلمانوں کو اطمینان کلی حاصل ہو جائے کہ اہل بیتؑ کون ہیں؟ اور وہ احادیث چند طرح سے دلالت کرتی ہیں۔ کہ اہل البیتؑ صرف محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں اور بس ؛

دلیل اوّل

حدیث کساء صحیح مسلم میں جناب اُم المومنین عائشہؓ سے مروی ہے۔ کہ خَرَجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ غَدَاۃً غَدٍ وَعَلَیْہِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ مِنْ شَعْرٍ اَسْوَدَ فَجَاءَہُ الْحَسَنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَہُ الْحُسَیْنُ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَۃُ فَاَدْخَلَہَا ثُمَّ جَاءَ عَلِیٌّ فَاَدْخَلَہٗ ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا یعنی فرماتی ہیں کہ "ایک روز رسول خداؐ باہر نکلے۔ اور ان کے اوپر ایک سیاہ بالوں کی کملی تھی۔ پس حسنؑ آئے۔ حضرتؐ نے ان کو اس کملی میں داخل کر لیا۔ اور پھر حسینؑ آئے۔ تو ان کو بھی انہوں نے اسی میں داخل کر لیا۔ پھر فاطمہؑ آئیں۔ ان کو بھی اس میں لے لیا۔ اور پھر علیؑ آئے انہیں بھی اندر بُلا لیا۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ انما یرید اللہ الخ" حاکم نے بھی اس حدیث کو حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔

ترمذی میں باب مناقب اہل البیت میں عمر بن ابو سلمہؓ سے روایت ہے۔ کہ جب آیہ تطہیر اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ نازل ہوئی۔ تو حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں تھے۔ فدعا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علیا وفاطمۃ وحسنا وحسینا فجللھم بکساء وعلی خلف ظھرہ ثم قال اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا قالت ام سلمۃ انا معھم یا نبی اللہ قال انت علی مکانک وانت علی الخیر یعنی آپؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو بُلایا۔ اور ان پر ایک کملی ڈال دی۔ اور علیؑ حضرتؐ کی پشت کی طرف تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا۔ بارالہا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔ ام سلمہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا۔ تم اپنی جگہ پر رہو۔ اور تم خیر پر ہو" یہ حدیث ام سلمہؓ اور معقل بن یسار اور ابوالحمراء اور انس بن مالک سے مروی ہے۔ شرح الکبریت الاحمر میں شیخ علاء الدولہ السمنانی نے حاکم اور بیہقی کے حوالے سے ام سلمہؓ سے اسی حدیث ترمذی کو نقل کیا ہے۔ اور طبرانی وابن المنذر اور ابن جریر نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے فرمایا۔ کہ "میرے گھر میں یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ فاطمہؑ ایک ہانڈی میں کچھ مالیدہ یا روٹی کے ٹکڑے لائیں۔ حضرتؐ نے ان سے فرمایا۔ اپنے شوہر اور حسنینؑ کو بُلاؤ۔ پس انہوں نے ان کو بُلا لیا۔ وہ سب کھا ہی رہے تھے۔ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ پس حضرتؐ نے ان کو کساء خیبری میں لے لیا۔ جو اوڑھے ہوئے

تھے۔ فَقَالَ اَللّٰھُمَّ ھٰؤُلَاءِ اَھْلُبَیْتِیْ وَخَاصَّتِیْ فَاَذْھِبْ عَنْھُمُ الرِّجْسَ وَطَھِّرْھُمْ تَطْھِیْرًا ثَلٰثَ مَرَّاتٍ بارالہا! یہ میرے اہل بیتؑ اور اقرباء ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔ تین مرتبہ یہ دعا کی۔ حاکم نے اس حدیث کو سعید بن ابی وقاص سے بھی روایت کیا ہے۔ اور احمد۔ ابن ابی شیبہ۔ ابن جریر و ابن المنذر۔ حاکم۔ بیہقی۔ اور طبرانی نے واثلہ بن الاسقع سے روایت کی ہے کہ رسول خداؐ جناب فاطمہؑ کے گھر آئے۔ اور ان کے ہمراہ علیؑ و حسنینؑ تھے۔ پس آپؐ نے علیؑ و فاطمہؑ کو اپنے سامنے بٹھایا۔ اور حسنینؑ کو اپنے دونوں زانوؤں پر پھر ان پر اپنا کپڑا لپیٹ لیا۔ اور میں ان کے پیچھے تھا۔ پھر یہ آیت پڑھی اور کہا۔ بارالہا! یہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ ان سے رجس کو دور رکھ۔

امام احمد بن حنبل نے مناقب میں اور نیز ابن جریر اور طبرانی نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے کہا۔ کہ یہ آیۂ تطہیر پانچ شخصوں رسول خداؐ۔ علی مرتضےٰؑ۔ فاطمۃ الزہراؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ ہے۔ کہ آخر میں آپؐ نے یہ فرمایا۔ اللھم ھؤلاء آل محمد فاجعل صلواتک وبرکاتک علی آل محمد کما جعلتھا علی ابراھیم وآل ابراھیم انک حمید مجید بارالہا! یہ آل محمدؐ ہیں پس اپنی برکت و رحمت ان کے لئے قرار دے جیسا کہ تو نے ابراہیمؑ و آل ابراہیمؑ کے لئے قرار دی ہے۔

اور ایک روایت میں یوں ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْھُمْ فَاجْعَلْ صَلَوٰتِکَ وَبَرَکَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَغُفْرَانَکَ وَرِضْوَانَکَ عَلَیَّ وَعَلَیْھِمْ۔ خداوندا! یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ پس اپنی صلوات و برکات و رحمات و غفران و رضوان ان کے لئے قرار دے۔

اور ایک روایت میں ہے۔ ھؤلاء اھلبیتی حقا فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔

اور ایک روایت میں یہ زیادتی ہے۔ کہ بعد اس کے آپؐ نے فرمایا۔ اَنَا حَرْبٌ لِّمَنْ حَارَبْتُمْ وَسِلْمٌ لِّمَنْ سَالَمْتُمْ۔ میں خلاف ہوں اس کے جس کے تم خلاف ہو۔ اور جنگ کرو۔ اور موافق ہوں اس کے جس کے تم موافق ہو۔ اور صلح کرو۔

اور زینبؑ کی روایت میں یہ بھی ہے۔ کہ جبرئیلؑ بھی اس کساء میں داخل ہوئے۔ ان تمام احادیث و روایات سے ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے اہل البیتؑ کی تفسیر اول ان

کسہ مجباءؑ سے فرمائی ہے۔ اور اہل بیتؑ میں اپنے ساتھ صرف علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہی کو لیا ہے زوجات کو ہرگز داخل نہیں کیا۔ چنانچہ ام سلمہؓ نے خواہش کی اور کہا۔ تب بھی آپؐ نے ان کو داخل نہیں کیا۔ اور فرمایا "تم اپنی جگہ پر رہو تم خیر پر ہو" جس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ ان خمسہ نجباءؑ در پنجتن پاک میں داخل نہیں اور اہل بیتِ مجرت کا مصداق تم نہیں ہو سکتی ہو۔ کیونکہ یہ خاص ان مخصوصین کے واسطے ہے۔ اسی واسطے بعض موقع پر حضرتؐ نے "اہلبیتی" کے بعد "حامتی" اور "خاصتی" کا لفظ زیادہ کیا ہے۔ کہ میرے اقرب اقرباء اور مخصوصین ہیں۔ اور پھر اس کی تشریح یوں کی۔ کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے۔ ہم سب ایک ہی ہیں۔ اور ایک اصل اور ایک ہی نور ہیں۔ اور بعد بیاناتِ سابقہ اور ان احادیث کے یہ کہنا۔ جہالت یا عداوت پر مبنی ہے۔ کہ ان بزرگواروں کو اس لئے کساء میں داخل کر کے دعا کی۔ کہ دراصل مفہوم اہل البیت میں داخل نہ تھے۔ کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ لغتہً و محاورۃً اہل البیتؑ کا منطوق و مفہوم اوّل ہرگز ازواج نہیں ہیں۔ جو وہ منطوق آیت یا مفہوم میں داخل ہوتیں۔ اور علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ چونکہ داخل نہ تھے۔ اس لئے ان کو داخل کرنے کی ضرورت پڑتی۔ پھر عجیب بات اس قول میں یہ ہے۔ کہ آیہ تطہیر اہل البیتؑ کی شان میں خصوصیت کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اور اس قائل کے نزدیک منطوق اور مفہوم اہل البیتؑ میں یہ آل محمدؐ داخل نہیں۔ بلکہ صرف ازواج داخل ہیں۔ پھر رسول خداؐ نے ان کو کس طرح بلاحکم خدا داخل کر لیا۔ یا تو معاذ اللہ خدا کی تکذیب اور تحمیق کی۔ اور کہا۔ کہ تو نہیں سمجھا۔ جو تو نے ازواج کو میرے اہل بیت سمجھ کر ان کی شان میں آیۂ تطہیر نازل فرمائی۔ میرے اہل بیتؑ تو یہ ہیں۔ یا یہ کہ تو نے غلطی کی۔ جو ان کو اہل بیت میں داخل نہیں کیا۔ حالانکہ یہ بھی میرے اہل بیتؑ ہیں لاحول ولا قوۃ الا باللہ خدا کی پناہ ایسے اعتقادات اور خیالات سے۔ جب اصلاً یہ اہل البیتؑ میں داخل نہیں۔ لفظ اہل البیت کے مفہوم میں شامل نہیں۔ پھر رسول خداؐ نے کس طرح خلاف حکم خدا ان کو اہل بیتؑ کہا۔ اور ان کو ایک کملی میں لے کر ان کی تشخیص و تخصیص کی۔ تاکہ ہر ایک جان لے۔ کہ اہل بیتؑ یہ ہیں۔ "مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" کے لحاظ سے آنحضرتؐ کا یہ فرمانا اور ایسا کرنا اور کملی میں لینا سب وحی الٰہی اور حکم خدا سے ہے نہیں عین حکم خدا ہے۔ خدا نے یہ حکم نبیؐ کو دیا تھا۔ کہ اس طرح سے ان اہل البیتؑ کی تشخیص کر دو اور تعارف کرا دو۔ تاکہ آئندہ انکار نہ کر سکیں۔ مگر منکرین پھر بھی باز نہ آئے! اور خواہ مخواہ خلافِ حکمِ خدا و رسولؐ اہل البیتؑ کا مصداق بیویوں کو بنا دیا!

یہ بھی بالکل غلط و باطل ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اپنی زوجہ کو حضرتؐ نے اس لئے دُعا کے

وقت بیں کملی میں نہیں لیا۔ کہ وہ تو اہل البیت میں منطوق آیہ ہی سے داخل تھیں۔ اور" اَنْتِ عَلٰی مَکَانِکِ" سے یہ مطلب ہے۔ کہ تم تو اہل بیت میں پہلے ہی سے ہو۔ تم کو اس میں داخل ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ آنحضرتؐ جانتے تھے۔ کہ ایسی ایسی تاویلیں گھڑی جائیں گی۔ اور" اَنْتِ علی مکانکِ" کا یہ مطلب لیا جائے گا۔ اس لئے دوسرے موقع پر صاف اس کی تشریح کر دی۔ کیونکہ یہ حدیث کئی موقع پر بیان ہوئی ہے۔ اور حضرت نے چند مرتبہ ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ علمائے مثل علامہ طبری وغیرہ کے تصریح کی ہے۔ کہ چند مرتبہ ایسا ہوا ہے۔ کبھی خانہ ام سلمہؓ میں اور کبھی خانہ فاطمۃؑ الزہراء میں۔ پس سنن ترمذی میں باب مناقب اصحاب میں ام سلمہؓ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرتؐ نے اپنے ساتھ علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کو ایک کپڑے میں لیا۔ اور فرمایا۔ اللھم ھؤلاء اھلبیتی وخاصتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ پھر وہ فرماتی ہیں۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ فرمایا۔ قفی فی مکانک انک علی خیر۔ تم اپنی جگہ ہی کھڑی ہو۔ بیشک تم خیر پر ہو۔ جس کا صاف مطلب یہی ہے۔ کہ تم یہاں نہ آنا اور ان میں شامل نہ ہونا تم وہیں کھڑی رہو۔ تم بیشک نیک اور خیر پر ہو۔ مگر ان مخصوصین مطہرین میں داخل نہیں ہو۔ اور" انت علی مکانک" کا یہی مطلب ہے۔ نہ یہ کہ تم تو اہل بیت میں پہلے ہی سے ہو۔ اور بالفرض اگر وہ پہلے ہی سے تھیں۔ تو کیا اس کملی میں داخل ہونے سے خارج ہو جاتیں۔ اور حق تو یہ ہے۔ کہ جو اہل البیت ہیں۔ وہ پہلے ہی سے ہیں۔ نہ کہ اس وقت بنائے گئے ہیں۔ بلکہ ان کی صفت و ثنا کی ہے۔ اور رسول اللہؐ نے ان کی تخصیص کی ہے۔ اِنْ ھٰذَا اِلَّا اختلاق ۔

اور ابن عباسؓ نے عمار سے اور انہوں نے عمرہ بنت رفعی سے اور اس نے ام سلمہؓ سے جو روایت کی ہے۔ اس میں اس سے بھی زیادہ تشریح ہے۔ چنانچہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ کہ یہ آیت میرے گھر میں نازل ہوئی۔ اور گھر میں سات نفوس تھے۔ جبرئیلؑ و میکائیلؑ اور پنجتنؑ پاک۔ رسول خداؐ۔ علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ۔ اور میں دروازہ پر کھڑی تھی۔ میں نے کہا۔ یا رسول اللہؐ میں بھی اہل بیت میں سے ہوں۔ فرمایا۔ انک الی الخیر انک من ازواج النبی وما قال انک من اھل البیت۔ یعنی فرمایا "تم خیر کی طرف ہو۔ اور تم بیشک ازواج نبیؐ میں سے ہو۔ اور یہ نہ کہا۔ کہ تم اہل بیت میں سے ہو"۔ پس ہرگز ام سلمہؓ زوجہ نبی اہل بیت میں داخل نہیں۔ اور ازواج نبیؐ اہل البیت کا مصداق نہیں ہے۔ اور ایک روایت میں یہ بھی زیادتی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ام سلمہؓ سے یوں فرمایا۔ یرحمک اللہ انت علی الخیر والی الخیر وما ارضانی عنک ولکنھا خاصتی لھم اے ام سلمہؓ خدا تجھ پر رحم کرے۔

تو نیکی پر اور نیکی کی طرف ہے۔ اور مَیں تجھ سے بہت خوش ہوں۔ لیکن یہ آیت تو خاص میرے لئے اور انہی کے لئے ہے" جیسا کہ جناب حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے بھی مروی ہے۔ اور بعض روایات میں "اِبشری انتِ الی الخیر" بھی ہے:

صحیح مسلم میں یزید بن حیّان سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ ہم زید ابن ارقم کے پاس گئے۔ اور ہم نے ان سے کہا۔ تم نے بہت کچھ خیر دیکھی۔ اور رسول اللہؐ کی صحبت میں رہے ہو۔ حضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ کوئی حدیث سنائیے۔ زید بن ارقم نے کہا۔ مَیں ضعیف ہو گیا۔ بہت کچھ احادیث بھول گیا۔ اب جو مَیں بیان کروں اُس کو لو اور عمل کرو۔ اور جو مجھے یاد نہیں ہے اس کی تکلیف نہ دو۔ ایک روز مقام غدیر خم پر رسول خداؐ ہم میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے۔ اور فرمایا۔ اے لوگو! مَیں بشر ہوں۔ قریب ہے کہ مجھ کو بُلایا جائے اور مَیں جاؤں (انتقال کر دوں) اور مَیں تم میں دو بڑی بھاری چیزیں چھوڑنے جاتا ہوں۔ اوّل تو کتاب اللہ ہے۔ جس میں ہدایت و نور ہے۔ اس کو لو اور اس سے تمسک کرو۔۔۔ اور (دوسرے) میرے اہل بیتؑ۔ مَیں تمہیں اپنی اہل بیتؑ کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں (مکرر) ہم نے کہا۔ کون اہل بیتؑ کیا عورتیں؟ زید بن ارقم نے جواب دیا۔ اَیْمُ اللّٰہِ اَلْمَرْءَۃُ تَکُوْنُ مَعَ الرَّجُلِ الْعَصْرَ مِنَ الدَّھْرِ ثُمَّ یُطَلِّقُھَا فَتَرْجِعُ اِلٰی اَبِیْھَا وَقَوْمِھَا وَاَھْلُ بَیْتِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَصْلُہٗ وَعُصْبَتُہُ الَّذِیْنَ حُرِمُوا الصَّدَقَۃَ بَعْدَہٗ۔ یعنی خدا کی قسم۔ عورت کا تو یہ حال ہے۔ کہ ایک زمانے تک مرد کے ساتھ ہوتی ہے۔ پھر وہ انہیں طلاق دے دیتا ہے تو وہ اپنے باپ اور اپنی قوم کی طرف لوٹ جاتی ہے (وہ اہل بیتؑ میں کہاں ہو سکتی ہے) رسول اللہؐ کے اہل بیتؑ تو اس کی اصل اور عترت ہیں۔ جن پر آنحضرتؐ کے ساتھ صدقہ حرام ہے" اس میں زید بن ارقم صحابی رسولؐ نے صاف انکار کیا ہے۔ کہ ازواج اہل بیت میں نہیں ہیں۔ اور علت بھی بتلا دی۔ ابو جارود کہتے ہیں۔ کہ زید بن علیؑ ابن الحسینؑ نے کہا۔ ذَالِکَ جَھْلٌ مِنَ النَّاسِ الَّذِیْنَ یَزْعَمُوْنَ اَنَّمَا اَرَادَ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ اَزْوَاجَ النَّبِیِّ وَقَدْ کَذَبُوْا وَاَثِمُوْا وَاَیْمُ اللّٰہِ لَوْ عَنٰی بِھَا اَزْوَاجَ النَّبِیِّ لَقَالَ لِیُذْھِبَ عَنْکُنَّ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُنَّ تَطْھِیْرًا وَلَکَانَ الْکَلَامُ مُؤَنَّثًا یعنی یہ ان لوگوں کی جہالت ہے جو یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ اہل البیت سے خدا نے ازواج مراد لی ہیں۔ اور وہ جھوٹے اور گنہگار ہیں۔ خدا کی قسم اگر اہل بیت کے معنی ازواج نبی ہوتے۔ تو چاہیئے تھا۔ کہ کلام مؤنث ہوتا۔ اور عنکن ویطہرکن آتا:

علاوہ ازیں یہ آیت ایک بہت بڑی شرافت و فضیلت ہے۔ اور اس پر جس قدر فخر و ناز کیا جائے بجا ہے۔ کسی کی نکوکاری۔ حقانیت۔ صداقت۔ عفت اور عصمت کی اس سے بڑھ کر کوئی دلیل نہیں ہو سکتی۔ پس اگر اہل البیت کے معنی ازواج ہوتیں۔ تو ضرور تھا کہ ازواج نبی اس پر فخر کرتیں۔ اور اس فضیلت کا تذکرہ فرماتیں۔ حالانکہ کسی زوجہ رسولؐ نے اس کا دعوےٰ نہیں کیا۔ اور اس پر فخر نہیں کیا۔ کہ وہ اہل البیت ہیں یا اہل البیت میں داخل ہیں۔ درآنحالیکہ خود ہی مخدرات راوی ہیں جیسے کہ عائشہؓ اس کی راویہ ہیں۔ انہوں نے کبھی اشارۃً بھی یہ نہیں کہا۔ کہ وہ اہل البیت میں سے ہیں۔ اگر لفظ اہل البیت اور جناب رسول مقبولؐ کے جناب ام سلمہؓ سے یہ فرمانے کا مطلب کہ "انت علی مکانک" یہی ہوتا۔ کہ اہل البیت سے مراد ازواج ہیں۔ یا ازواج اس میں داخل ہیں۔ جیسا کہ ہمارے بعض معاصرین کا خیال ہے۔ تو حضرت ام سلمہؓ جو اصلاً عرب تھیں اور جن کی زبان عربی تھی اور جو صحبتِ رسولؐ میں رہتی تھیں۔ ان کے طرز بیان سے آشنا تھیں۔ وہ بہتر سمجھ سکتی تھیں۔ اور اگر ایسا ہوتا۔ تو کر سکتی تھیں۔ کہ وہ اہل بیت میں سے ہیں۔ حالانکہ کبھی انہوں نے اس کا اشارہ بھی نہیں کیا۔ اور ان اہل بیتؑ سے جو اس کے حقیقی مصداق ہیں سینکڑوں روایات مذکور ہیں۔ کہ انہوں نے بارہا فرمایا ہے۔ کہ اہل البیت ہم ہیں۔ اور ہماری ہی شان میں یہ آیہ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور دوازدہ امامؑ میں سے ہر ایک نے اس کو ظاہر کیا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث۔ اپنے پروردگار کی نعمت کو بیان کرو اخفاء نعمت کفران نعمت ہے۔ اس واسطے رسولؐ کے قول سے وہ یہی سمجھی تھیں۔ کہ آنحضرتؐ نے ان کو ان اہل البیت میں داخل نہیں کیا ہے۔ حضرت ام سلمہؓ آج کل کے عربی دانوں سے بہت بہتر عربی سمجھتی تھیں۔

شبہ نہ ہو۔ کہ بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے۔ کہ حضرت ام سلمہؓ کو بھی چادر میں لے لیا تھا۔ کیونکہ بشرطِ صحت روایت جہاں اس میں یہ ہے کہ ان کو بھی چادر میں لے لیا یہ بھی موجود ہے۔ کہ بعد انقضاء الدعاء یا بعد انقضاء الدعاء لعلی وابنیہ وبنتیہ یعنی علیؑ و فاطمہؑ اور حسنینؑ کے لئے یہ دعا کرنے کے بعد کہ اللھم ھؤلاء اھلبیتی فاذھب عنھم الرجس الخ حضرت ام سلمہؓ کو کساء میں لیا تھا۔ پس اس سے یہ استدلال نہیں ہو سکتا۔ کہ ان کو اہل بیت میں داخل کر لیا۔ اگرچہ یہ روایت صحیح ہی ہو۔ حالانکہ حدیث احاد سے ہے۔ اور اس کے خلاف بہت سی روایات و احادیث موجود ہیں۔ جن کے ہوتے ان کی طرف کوئی

توجہ نہیں ہو سکتی اور یہ روایت ان کے مقابل سند نہیں مانی جا سکتی۔ لہذا یہ بالکل غلط و باطل ہے کہ اہل البیتؑ سے مراد نبیؐ کی بیویاں ہیں یا وہ ان میں داخل ہیں۔ بلکہ اہل البیتؑ وہ ہی نفوس قدسیہ ہیں۔ جو خانہ نبوت و رسالت میں داخل اور آنحضرتؐ کے اجزاء نوریہ اور اسی اصل سے ہیں۔

دلیل دوم

امرِ صلوٰۃ و اہلِ بیتِ نبیؐ خداوند عالم اپنے کلام پاک میں اپنے حبیبؐ کے اہل کا ذکر کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا یعنی ارشاد فرماتا ہے "اے ہمارے حبیبؐ اپنے اہل کو نماز کا حکم دے اور اس پر صبر کر"۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس آیت میں اہل نبیؐ کے کیا معنی ہیں۔ اور خدا نے کس کو اہل نبیؐ کہا ہے۔ اور رسولؐ نے اس سے کیا سمجھا اور کیا عمل کیا ہے۔ چنانچہ انسؓ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَاْتِيْ سِتَّةَ اَشْهُرٍ بَابَ فَاطِمَةَ عِنْدَ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَيَقُوْلُ الصَّلٰوةُ الصَّلٰوةُ يَا اَهْلَ الْبَيْتِ النُّبُوَّةِ ثَلٰثَ مَرَّاتٍ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا یعنی "چھ مہینے تک رسول خداؐ کا یہ ورد رہا۔ کہ نماز صبح کے وقت دروازہ فاطمہؑ پر تشریف لاتے۔ اور فرماتے۔ نماز۔ نماز۔ نماز اے اہل بیت نبوت۔ اور یہ آیت پڑھتے۔ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ الخ۔ بعض روایات میں چھ ماہ ہیں اور بعض میں آٹھ اور بعض میں نو ماہ مذکور ہیں۔ صاحب ینابیع المودت فرماتے ہیں "اس حدیث کو تین سو راویوں نے بیان کیا ہے"۔ جو گویا تین سو دلیلیں ہیں اس امر پر کہ اہل بیت محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی ہیں۔ اور ازواج ان میں داخل نہیں ہیں۔ اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا۔ جیسا ہم ثابت کر آئے ہیں۔ کہ بیت سے بیت شرف نبیؐ بیت نبوت مراد ہے۔ اور اہل بیت سے اہل بیت نبوت۔ نہ کہ اہل بیت سکنٰی۔ چنانچہ اس مقام پر رسول خداؐ نے "اہل بیت النبوۃ" ہی فرمایا ہے۔

زید ابن علیؑ ابن الحسینؑ سے بھی یہی مضمون مروی ہے۔ اور امام احمد بن حنبل اور ابن ابی شیبہ نے انس بن مالک سے اس کو روایت کیا ہے۔ مگر اس میں لفظ "يَرْحَمُكُمُ اللّٰهُ" زیادہ ہے۔ اور بطریق اہل البیتؑ بہت سی روایات ہیں۔ چنانچہ ابواسحاق نے حرث سے

جناب امیرؑ کا قول روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔" رسول خداؐ ہر صبح کو ہمارے مکان پر آتے تھے اور فرماتے تھے۔ الصلوۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا" اور ابو حمراء سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے چالیس روز تک دیکھا۔ کہ آنحضرتؐ دروازۂ علیؑ و فاطمہؑ پر تشریف لاتے تھے۔ اور چوکھٹ کے بازو پکڑ کر فرماتے تھے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ الصَّلٰوۃُ یَرْحَمُکُمُ اللّٰہُ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ الخ یہی مضمون متعدد مقام پر جناب حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے مروی ہے پس تین سو صحابیوں کی شہادت اور تصدیق سے ثابت ہوا۔ کہ اس آیۂ مبارکہ وَأْمُرْ اَھْلَکَ الخ۔ میں اہل رسولؐ سے وہی اہل بیت نبوت آلؑ محمدؐ مراد ہیں۔ اور یہی اہل بیتؑ کے معنی ہیں۔ اور یہی رسولؐ نے اس آیت سے سمجھا۔ اور اسی کو بیان کیا۔ ازواج اہلبیت علیہم السلام میں ہرگز داخل نہیں ہیں۔ وھو المطلوب۔

دلیل سوم

حدیث ثقلین سنن ترمذی میں بسلسلہ روات زید ابن ارقم سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ اَحَدُھُمَا اَعْظَمُ مِنَ الْاٰخَرِ کِتَابَ اللّٰہِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَبَیْتِیْ وَلَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا یعنی فرمایا۔" میں تم میں دو چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ اور اگر اس سے تمسک رکھو گے۔ تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور ایک دوسرے سے اعظم ہے۔ ایک کتاب اللہ جو ایک رسی ہے آسمان سے زمین تک کھینچی ہوئی (ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک صاحب کتاب کے ہاتھ میں زمین پر) اور دوسری میری اہل بیتؑ عترت۔ اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس تم خیال رکھو۔ کہ میرے بعد ان دونو سے کیسا سلوک کرتے ہو۔" ابو اسحاق ثعلبی نے بھی اپنی تفسیر میں ابو سعید خدری سے اسی حدیث کو نقل کیا ہے۔

کتاب مودۃ القربےٰ میں جبیر ابن مطعمؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنِّیْ اُوْشِکُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ رَبِّنَا وَعِتْرَتِیْ

اَھْلَبَیْتِیْ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تُخَلِّفُوْنِیْ فِیْہِمَا۔" میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ ایک خدا کی کتاب دوسری اہلبیت۔ دیکھنا ان سے میرے بعد اچھا سلوک کرنا۔

مسند امام احمد بن حنبل میں ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں۔ کہ اگر تم اس سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ وہ دو بڑی بھاری چیزیں ہیں۔ اور ایک دوسری سے بڑی ہے۔ بڑی تو کتاب خدا ہے جو آسمان سے زمین تک متصل ہے۔ اور دوسری میری عترت اہل بیتؑ۔ آگاہ ہو۔ کہ یہ دونو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں"۔ اور عبداللہ ابن احمد بن حنبل نے زیادات المسند میں زید بن ارقمؓ کے حوالہ سے حدیث ثقلین کی تصحیح کی ہے۔ اور نیز زیدؓ بن ثابت سے۔ اور ابو سعیدؓ خدری سے۔

ثعلبی نے اپنی تفسیر میں ابو سعید خدریؓ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور کتاب المناقب میں سلیم بن قیس کے حوالے سے جناب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے خطبے میں فرمایا۔ کہ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ بڑی ان میں سے کتاب اللہ ہے۔ اور چھوٹی میری عترت اہلبیتؑ۔ اور خدا نے مجھ سے عہد کیا ہے۔ کہ یہ دونو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں"۔ اور اپنی کلمے کی دونو انگلیاں ملا کر دکھلایا۔ کہ "اس طرح یہ ملی ہوئی رہیں گی اور ساتھ ساتھ ہوں گی۔ اور یہ بات نہیں ہے کہ ایک دوسری سے مقدم ہے نہیں بلکہ دونو مساوی ہیں۔ ان دونو سے تمسک رکھو۔ کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور آگے نہ بڑھو۔ اور نہ ان سے پیچھے ہٹو اور انہیں ترک کرو۔ اور انہیں تعلیم نہ دو کیونکہ وہ تم سب سے زیادہ عالم ہیں"۔ اور کتاب المناقب میں حذیفہ یمانیؓ سے قریب قریب یہی مضمون مروی ہے۔ اور ابن عباسؓ سے یوں منقول ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے خطبے میں فرمایا۔ اے مسلمانو! مجھ کو وحی ہوئی ہے۔ کہ میں عنقریب کوچ کر جاؤں گا۔ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ اگر تم نے اس پر عمل کیا۔ تو نجات پائی۔ اور اگر اس کو چھوڑ دیا۔ تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ تحقیق کہ میری عترت اہلبیت میرے مخصوصین مقربین اور اقرب اقرباء ہیں۔ اور ضرور تم سے ان دو بڑی چیزوں کتاب اللہ اور میری عترت کی بابت سوال کیا جائے گا۔ اگر تم نے ان سے تمسک رکھا۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ دیکھنا تم کس طرح میرے بعد ان کے ساتھ پیش آتے ہو"۔ اور اسی کتاب میں سعدؓ ابن ابی وقاص سے

یہی حدیث مروی ہے۔ اور طبرانی نے کتاب الاوسط میں۔ اور حافظ ابو محمد عبدالعزیز الاخضر نے معالم العترۃ میں۔ اور حافظ جمال الدین محمد بن یوسف الزرندی المدنی نے دارالسمطین میں۔ اس میں یہ زیادتی ہے: "پس ان کو قتل نہ کرو۔ اور ان پر ظلم نہ کرو۔ اور ان سے کوتاہی نہ کرو۔ میں نے ان کی بابت خدا سے دُعا کی۔ کہ وہ دونو جدا نہ ہوں۔ خدا نے میری دُعا قبول کی۔ وہ دونو حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور ان دونو انگلیوں کی طرح ملے رہیں گے۔ ان کا ناصر میرا ناصر ہے۔ اور ان کا خاذل میرا خاذل۔ ان کا دوست میرا دوست ہے اور ان کا دشمن میرا دشمن۔" اور ابن عقدۃ نے کتاب الموالات میں اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ صرف بعض الفاظ کا فرق ہے۔ اور طبرانی نے جامع الکبیر میں حذیفہ بن اسید غفاری سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ مگر حدیث طویل ہے۔ نیز ابن عقدہ نے کتاب الموالات میں عامر بن ابی لیلیٰ بن حمزہ اور حذیفہ بن اسید سے اسی مضمون کو روایت کیا ہے۔ ان میں دو باتیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ کتاب اللہ کی نسبت فرمایا ہے۔ کہ ایک سرا اس کا خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک تمہارے ہاتھ میں۔ اور دوسری یہ کہ اہل بیتؑ کی نسبت فرمایا۔ ان پر سبقت نہ کرو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور ان کو نہ پڑھاؤ۔ وہ تم سے بہت زیادہ عالم ہیں۔ اور علامہ دولابی نے کتاب الذریۃ الطاہرہ میں عبداللہ بن حسن بن الحسنؑ سے روایت کی ہے۔

کتاب صواعق محرقہ میں یہ حدیث تیس صحابیوں اور تیس طریقوں سے مروی ہے۔ اور سید ابوالحسین یحییٰ بن حسن نے جابر بن عبداللہ الانصاریؓ سے اسی حدیث کو روایت کیا ہے کہ مرض الموت میں آنحضرتؐ نے یہ فرمایا۔ مگر اس میں یہ الفاظ اور زیادہ ہیں۔ فَلَا تَنَافَرُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَكُوْنُوْا اِخْوَانًا كَمَا اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اُوْصِيْكُمْ بِعِتْرَتِيْ وَاَهْلَبَيْتِيْ۔ الخ۔ اور دیلمی نے کتاب الفردوس میں اسی حدیث کو روایت کیا ہے۔ نیز ذخائر العقبےٰ میں متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مودۃ القربےٰ میں چند طرق سے منقول ہے وغیر ذالک بعض روایات میں بجائے "تمسک" "اتباع" کا لفظ ہے۔ جیسا کہ کتاب معالم العترہ میں "لَنْ تَضِلُّوْا اِنِ اتَّبَعْتُمُوْهُمَا" ہے۔

اور بطریق اہل بیتؑ خود ائمہ اہلبیتؑ اور ابو سعید خدری۔ سلمانؓ فارسی۔ ابوذر غفاریؓ۔ جابرؓ بن عبداللہ انصاری اور حذیفہ یمانی سے متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور گویا متفق علیہ جملہ اہل اسلام ہے۔ اور ہرگز قابل شک و شبہ نہیں۔ بعض احادیث مرویۂ اہل بیت علیہم السلام کو

آئندہ ذکر کریں گے۔

نتیجہ اس حدیث میں جناب رسول خدا نے کافی تشریح فرمادی ہے۔ کہ اہل بیتؑ سے مراد ازواج ہرگز نہیں ہیں۔ اور ان کو ان سے کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ اسی شبہ کے رفع کرنے کے لئے حضرتؐ نے اس حدیث میں ہر جگہ عترت کا لفظ زیادہ کیا ہے۔ اور مسلّم ہے کہ عترت میں بیویاں داخل نہیں ہوتیں۔ بلکہ عترت وہ لوگ ہیں۔ جو ایک ہی اصل سے ہوں۔ اور عترت نبی وہ ہے جو اصل پیغمبری سے ہے۔ اور چونکہ عترت عام تھا۔ نسبی رشتہ داروں کو بھی شامل ہو سکتا تھا۔ اور تمام بنی مطلب اس میں داخل ہو سکتے تھے[1] اہل بیتؑ سے تخصیص فرمائی۔ کہ تمام عترت نہیں بلکہ عترت میں سے وہ جو اہلبیتؑ ہیں۔ وہ میرے بعد واجب الطاعۃ ہیں۔ اور ان کی اتباع اور متابعت مسلمانوں پر فرض ہے۔ پھر یہ فرماکر اور تخصیص کر دی۔ کہ وہ دو فریق کتاب اللہ اور میرے اہل بیتؑ ایک دوسرے سے تا روز جزا جدا نہ ہوں گے۔ وہ کتاب کے ساتھ ہیں اور کتاب ان کے ساتھ ہے۔ اس تشریح سے اور تخصیص ہو گئی۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق بیویاں یا اور تمام رشتہ دار نہیں ہیں۔ اس لئے کہ یہ صفت ہرگز ان سب میں نہیں پائی جاتی۔ نہ ازواج حامل کتاب الٰہی ہو سکتی ہیں اور نہ تمام افراد اولاد بنی مطلب۔ ازواج کو اس میں کوئی مدخلیت نہیں۔ چنانچہ اور چند مقام پر اس کی مزید توضیح فرمائی ہے۔ کہ اہل بیتؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن اہل بیتؑ کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ صواعق محرقہ میں علامہ طبرانی کے حوالے سے مروی ہے۔ کہ ام سلمہؓ نے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ علیؑ مع القراٰن والقراٰن مع علی ؑ۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔" اور کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے مرض الموت کی حالت میں فرمایا۔ "اے لوگو میں عنقریب انتقال کر جاؤں گا۔ اور میں نے پہلے سے خبر دے دی ہے۔ کہ میں کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ کو چھوڑے جاتا ہوں۔" پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ھٰذا علی مع القراٰن والقراٰن مع علی لا یفترقان حتی یردا علی الحوض یہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے۔ یہ دونو ہرگز جدا نہ ہوں گے تاآنکہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچ جائیں پس میں ان دونوں کی بابت تم سے سوال کروں گا۔ کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا سلوک کیا۔" اور حسنؑ بن علیؑ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں سردار بنی آدم ہوں اور علیؑ سردار عرب۔" اور سب انصار کو بلایا۔

[1] تشریح آئندہ آئے گی۔

اور کہا: "یا معاشر الانصار کیا میں تم کو ایسی چیز کی طرف راہ نمائی نہ کروں۔ کہ اگر اس سے تمسک رکھو۔ تو گمراہ نہ ہو" عرض کیا: "کیوں نہیں۔ فرمائیے" فرمایا: "یہ علیؑ ہے۔ اس کو دوست رکھو۔ اور اس کا اتباع کرو۔ کیونکہ یہ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن اس کے ساتھ ہے۔ اور یہی تم کو ہدایت کی راہ دکھائے گا اور ہلاکت کی طرف نہ لے جائے گا۔ جبرئیلؑ نے مجھے یہی خبر دی ہے" اور جمع الفوائد میں ام سلمہؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے" اور اسی مضمون کو شہر بن حوشب نے ام سلمہؓ سے روایت کیا ہے۔ اور کتاب صواعق میں عروۃ بن خارجہ نے فاطمۃ الزہراؑ سے روایت کیا ہے۔ اور بعینہٖ یہی الفاظ ہیں:

اِن احادیث سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ "اہلبیتؑ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن اہلبیتؑ کے ساتھ ہے"۔ یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ اہلبیت کا ایک فرد علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور صواعق میں "عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ" بھی مروی ہے پس معلوم ہوا۔ کہ اہلبیتؑ محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ چنانچہ باقی ائمہ اہلبیتؑ کی نسبت بھی یہی فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر بن الخطاب سے جو روایت ہے اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ اس کتاب اللہ سے تمسک رکھو۔ اور تبدیل نہ کرو۔ اور دوسری چیز میری عترت اہلبیت ہیں۔ خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہؐ آپ کی عترت کون ہے۔ فرمایا: "میرے اہل بیت علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ اور نو امام اولاد حسینؑ سے۔ وہ امام ہیں نکو کاروں کے۔ وَھُمْ عِتْرَتِیْ مِنْ لَحْمِیْ وَدَمِیْ وہی میری عترت ہیں۔ میرے گوشت اور خون سے بنے ہوئے۔ اور قریب قریب یہی مضمون سلمان فارسیؓ سے مروی ہے۔ اور سلیم بن قیس الہلالی سے مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے ایک طولانی خطبے میں جبکہ بہت سے مہاجرین و انصار جمع تھے ممبر پر فرمایا اور حدیث ثقلین و غدیر خم کا ذکر کر کے فرمایا۔ لوگوں نے رسول خداؐ سے غدیر خم میں دریافت کیا۔ یا رسول اللہؐ یہ آیات آیۂ ولایت اور آیۂ اولی الامر علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ فرمایا۔ ہاں علیؑ اور اس کے بعد جو اوصیاء میرے روز قیامت تک ہوں گے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرتؐ ان کو بیان فرمائیے۔ فرمایا۔ علیؑ میرا بھائی میرا وارث میرا وصی اور تمام مومنین کا ولی۔ پھر حسنؑ۔ پھر حسینؑ۔ پھر نو امامؑ اولاد حسینؑ سے وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ نہ وہ اس سے جدا ہوں گے اور نہ وہ ان سے جدا ہو گا۔ یہاں تک کہ وہ سب حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ سب نے کہا ہاں اے علیؑ ہم نے رسولؐ خدا سے یہ سنا ہے۔ کہ انہوں نے یہ فرمایا۔ اور ہم شہادت دیتے ہیں الخ۔

پس اہل بیتؑ رسولؐ آلؑ محمدؐ ہیں۔ وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ حق انکے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ ہیں۔ اگر بفرض محال اہلبیتؑ سے ازواج نبی مراد ہوں۔ تو یا معاذ اللہ پیغمبرؐ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ کیونکہ ازواج میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ اور قرآن دنیا میں موجود ہے۔ پس وہ دونو جدا ہو گئے۔ یا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ قرآن بھی اہل بیت نبی یعنی حضرت کی بیویوں کے ساتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ قیامت آچکی۔ حساب وکتاب ہو چکا۔ اور اہلبیت نبی اور قرآن دونو حوض کوثر پر حضرت رسولؐ کی خدمت میں جا پہنچے۔ اور یہ دونو احتمال باطل محض ہیں۔ لہذا ازواج نبی کا اہلبیتؑ میں داخل یا شامل ہونا بھی غلط و باطل محض و محال ہے۔ اور اسی طرح دیگر محتملات باطل ہیں۔ نہ تمام بنی ہاشم اہل البیت ہیں اور نہ تمام بنی مطلب اور نہ کوئی فرد امت محمدی۔ وھوا المطلوب۔

تبصرہ جاننا چاہیے۔ کہ معیت قرآن اور اہل بیتؑ سے یہ مقصود نہیں ہے۔ کہ وہ ہمیشہ قرآن مجید بغل میں دبائے پھریں گے۔ اور ایک ساعت ان سے جدا نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اسی طرح بغل میں لئے ہوئے حوض کوثر پر جا پہنچیں گے۔ کوئی احمق سے احمق بھی یہ خیال نہیں کر سکتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم قرآن اہلبیتؑ کے سینوں میں ہے۔ نہ وہ اس سے جدا ہو سکتا ہے اور نہ وہ اس سے جدا ہو سکتے ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں اہلبیتؑ میں سے ایک شخص ایسا موجود رہے گا۔ جو حامل قرآن ہو۔ اور قرآن اس کے سینے میں ہو۔ کیونکہ قرآن کتاب غیر ناطق ہے۔ اس کے لئے ایک مبین کی ضرورت ہے۔ جو تمام قرآن کا علم حقیقی واقعی رکھتا ہو۔ اور علم واقعی حقیقی اس شخص کو حاصل ہو سکتا ہے جو معلم بتعلیم الٰہی اور صاحب علم موہبتی لدنی ہو۔ چنانچہ اول مبین قرآن آنحضرتؐ ہیں۔ کہ خدا ان کی بعثت کی علت بھی بیان فرماتا ہے۔ لتبین للناس ما انزل الیھم کہ "اے پیغمبرؐ ہم نے تم کو اس لئے بھیجا ہے۔ کہ تم بیان کر دو لوگوں سے جو کچھ کہ ان کو بھیجا گیا ہے" اور بعد رسول خداؐ مبین قرآن اور مفسر قرآن اور شارح قرآن وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کے سینوں میں علم قرآن من جانب اللہ موجود ہے اور ان کو بخش دیا گیا ہے۔ جن کی بابت خدا فرماتا ہے۔ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ بلکہ قرآن آیات بینات ہیں سینوں میں ان لوگوں کے جن کو علم عطا کر دیا اور بخش دیا گیا ہے" اور یہی وہ صاحبان کتاب ہیں جو قبل نزول قرآنی عالم کتاب ہیں۔ اور انہی کی شان میں من عندہ علم الکتاب" آیا ہے۔ اور وہی اوتو العلم کا مصداق ہیں۔ اور یہ اہلبیتؑ محمدؐ ہیں۔ جو قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ چنانچہ سلیم بن قیس ہلالی سے ہی مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ اللہ تعالٰے نے ہمیں ہی طاہر و مطہر و معصوم

بنایا ہے۔ اور ہمیں اپنی مخلوق پر شہید و شاہد قرار دیا ہے۔ اور اپنی زمین میں اپنی حجّت قرار دیا ہے۔ وَجَعَلَنَا مَعَ الْقُرْاٰنِ وَجَعَلَ الْقُرْاٰنَ مَعَنَا لَا نُفَارِقُہٗ وَلَا یُفَارِقُنَا اور زید بن ثابت سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ مَیں تم میں دو چیزیں چھوڑتا ہوں۔ کتاب اللہ اور علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اور علیؑ تمہارے لئے کتاب اللہ سے افضل ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے کتاب کا بیان کرنے والا اور اس کا مفسر ہے۔ اور موفق خوارزمی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے اور انہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے غدیر خم میں فرمایا۔ یہ علیؑ مولٰے ہے ہر ایک مومن اور مومنہ کا۔ اور فرمایا اے علیؑ تو مجھ سے ہے اور مَیں تجھ سے ہوں۔ تو عروۃ الوثقےٰ ہے۔ وَاَنْتَ تُبَیِّنُ مَا اشْتَبَہَ عَلَیْہِمْ مِنْ بَعْدِیْ تو میرے بعد بیان کرنے والا ہے اس چیز کا جو ان پر مشتبہ ہوگی اور انہیں معلوم نہ ہوگی۔ اور دیلمی نے یہ روایت کی ہے۔ وَاَنْتَ تُبَیِّنُ لِاُمَّتِیْ مَا اخْتَلَفُوْا فِیْہِ مِنْ بَعْدِیْ یعنی تو بیان کرے گا وہ تمام باتیں جن میں میری اُمت کے لوگ اختلاف رکھتے ہوں گے۔ اور علیؑ کے عالم قرآن ہونے اور صاحب علم موہبتی لدنی ہونے کے متعلق بہت سی آیات و روایات ہیں۔ جن کو باب متفرقات میں ہم ذکر کریں گے۔ یہاں اتنا ہی اشارہ کافی ہے۔ کہ اہلبیتؑ نبیؐ میں ایک عالم ہمیشہ موجود ہے جس کے سینے میں علم قرآن ہے۔ قرآن اس کے ساتھ ہے اور وہ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور تا روز جزا یہ دو نو جدا نہ ہوں گے۔ دنیا میں قرآن اور اہلبیتؑ ساتھ ساتھ رہیں گے۔

تکملہ ان میں سے اکثر احادیث میں کتاب اللہ کی صفت میں یہ آیا ہے۔ کہ وہ ایک حبل ممدود ہے آسمان سے زمین تک۔ ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک سرا تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ اور یہ قابل غور ہے۔ کیونکہ ظاہر میں قرآن ایسی رسی نہیں معلوم ہوتا جو ہم سے خدا تک برابر کھنچی ہوئی ہو۔ اور ایک سرا ہمارے ہاتھ میں ہو اور ایک خدا کے۔ حقیقت امر یہ ہے۔ کہ اس میں حقیقت اصلیہ کتاب کو بیان کیا گیا ہے بطور تعبیر و تمثیل۔ اس کی واقعیت ثابت کرنے کے لئے ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ یعنی اے ہمارے حبیبؐ اسی طرح سے ہم نے تجھ کو ایک روح اپنے عالم امر سے عطا کی ہے۔ تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا۔ لیکن ہم نے اس کو نور بنایا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے ہم جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت کرتے ہیں۔ اور اے حبیبؐ تم لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرتے ہو۔ اس آیۂ مبارکہ

سے ثابت ہوا۔ کہ خدا نے اپنے حبیبؐ کو ایک روح خاص اپنے عالمِ امر سے عطا کی ہے۔ اور قبل اس روح کے پیغمبرؐ کچھ نہیں جانتے تھے۔ اور حقیقت کتاب و ایمان نہ رکھتے تھے۔ اللہ نے اس روح کو نور بنا کر عطا کیا۔ پس یہ کتاب جو موقوف علیہ اور مابہ النبوۃ ہے اس روح کے ساتھ ہے۔ نہیں بلکہ علم نور ہے اور یہ روح نور۔ پس اصل کتاب وجودی یہی روح علمی نورانی ہے! اور وہی دراصل نبی ہے نہ جسم بشری اور یہی وہ اوّل مخلوق الہٰی ہے۔ جو مادۂ نورانیہ جسمانیہ محمدی سے منسوب ہوئی اور منتقل کی گئی! اور یہ روح نورانی علمی جو اصل کتاب اور اصل نبی ہے چونکہ اوّل مخلوق و مصنوع ہے۔ اس لئے اس کے اور خدا کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ یہی واسطہ مطلقہ ہے۔ اور اس روح کا مقام و مرتبہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ سے معلوم ہے۔ کہ ملائکہ مقربین کو بھی وہاں رسائی نہیں اور اسی کی طرف اس آیۂ مجیدہ میں اشارہ ہے۔ رَفِيعُ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔ خدا درجات کا بلند کرنے والا صاحب عرش علمی ہے۔ وہ اپنے عالمِ امر سے ایک روح خاص اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے القاء کرتا ہے تاکہ وہ اسی روح کے ذریعہ سے روزِ قیامت سے ڈرائے۔" پس یہ روح پیغمبرؐ بشیر و نذیر ہی سے متعلق ہوتی ہے۔ اور اس سے وہ نذیر و بشیر ہوتا ہے۔ اور تعلق اس کا عرش الہٰی سے ہے۔ وہاں سے اخذ کرتی ہے۔ اور صورتِ جسمانی بشری نبوی میں دنیا میں لوگوں کو فیض پہنچاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث نور میں یہ مضمون آچکا ہے۔ اور ہم الباب سابقہ میں ثابت کر چکے ہیں پس یہی نور حقیقت نبی اور یہی نور اصل کتاب ہے۔ اور یہی وہ رسّی ہے۔ جس کا ایک سرا خدا سے ملا ہوا ہے اور ایک بصورت جسمانی بشری نبی ہمارے پاس موجود ہے ؎

اُدھر معبود سے واصل اِدھر مخلوق سے شامل ؛ خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدّد کا

(اس کی پوری تفصیل ہماری کتاب "کشف الاسرار" سے دیکھنی چاہیئے)!

یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ نور محمدؐ و آلِ محمدؐ ایک ہی ہے۔ اور بہت سی احادیث میں اس کا بیان موجود ہے۔ چنانچہ احادیث نور میں گزرا۔ اور کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا میں نور خدا سے خلق ہوا۔ اور میرے اہلبیت میرے نور سے مخلوق ہوئے۔ اور ابن مغازلی نے اپنی کتاب مناقب میں اپنے رواۃ کے سلسلے سے سلمان فارسیؓ سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میںؐ اور علیؑ ایک نور تھے۔ خدا کے سامنے اس کی تسبیح و تقدیس و تحمید کرتے تھے۔ وغیر ذالک اور بعد آنحضرتؐ اس روح کا تعلق ان اہلبیتؑ سے ہوتا ہے۔ کیونکہ یہی اصل کتاب ہے۔ اور خدا

قرآن میں فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ذریتِ ابراہیمؑ میں نبوت وکتاب قرار دے دی ہے۔ مگر بعض آیۂ قرآن نبوت
آنحضرتؐ پر ختم ہو گئی اور کتاب تا قیامِ قیامت باقی ہے۔ اور صاحبان کتاب موجود ہیں! اور انہی کو آنحضرتؐ
نے کتاب سے قرین اور اس کا تالی قرار دیا ہے۔ پس روح نورانی علمی جو اصل کتاب ہے بعد آنحضرتؐ
انہی سے تعلق رکھتی ہے۔ اور وہی حبل ممدود ہے۔ اور مطلب پیغمبرؐ کا یہ ہے۔ کہ میں اس حقیقتِ نوریہ
کو ہمراہ نہیں لئے جاتا ہوں یہیں تم میں چھوڑے جاتا ہوں۔ اور وہ میرے اہلبیتؑ کے ساتھ ہے۔
انہی سے تمسک رکھو۔ یہ حقیقتِ نوریہ ہمیشہ زمین سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہی وہ حقیقت ہے۔
جس کی وجہ سے زمین قائم ہے۔ اور یہی امان زمین وزماں ہے۔ اس سے دنیا کبھی خالی نہیں ہو سکتی
اگر یہ حقیقت دنیا سے بالکل اُٹھ جائے۔ اور قطع تعلق ہو جائے۔ تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے
اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ چونکہ حقیقتِ کتاب اور روح نورانی نبوتی وامامتی متحد وایک ہے۔
اور اس لئے ایک سے تمسک کرنا دونو سے تمسک کرنا ہے۔ اور تمسک بالکتاب کے یہ معنی ہیں۔
کہ علم کتاب اللہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ ہی سے لو۔ اور انہی کی متابعت کرو۔ یہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن
ان کے ساتھ۔ یہ دونو کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اہل حق وہی ہیں۔ جو اہل بیت نبوت سے محبت اور
تمسک رکھتے ہیں۔ یہ حقیقت نوریہ اصل کتاب ہے۔ اور یہ روح نورانی وجود جسمانی بشری نبوی میں
ہے۔ اور قرآن اسی کتاب وجودی کی صورت مقروۃ یعنی یہ حقیقت نوریہ علمیہ بعد قرأت ائمہ پیغمبرؐ
قرآن کہلاتی ہے۔ اسی واسطے خدا فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِیْمٌۙ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ۔ تحقیق کہ
یہ قرآن کریم ہے کتاب مکنون کے اندر۔ یہ حقیقتِ قرآن اور وہ نور علمی جس کی صورت مقروۃ قرآن ہے
وجود محمدی کے اندر ہے۔ اور چونکہ یہ نور علمی موہبۃ اہل بیتؑ پیغمبرؐ میں عطا ہوا ہے اور ان کے سینوں
میں ہے جو مطہر ہیں اور اس حقیقتِ نوریہ سے وہ مس باطنی رکھتے ہیں۔ اور کوئی اس کو مس نہیں کر سکتا
وہ نور انہی میں ہے۔ یہ اس کے ساتھ ہیں اور وہ ان کے ساتھ۔ فرمایا لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ
وہ اس حقیقتِ کتاب کو سوائے مطہرون اور کوئی مس نہیں کر سکتا۔ پس یہ علم اہل بیتؑ نبیؐ میں ہے
جو مطہر ہیں۔ اور انہی سے علم قرآن لینے کا پیغمبرؐ نے حکم دیا ہے۔ اور احادیث کا یہی صریح مطلب
ہے۔ اور اسی واسطے اس حقیقت طاہرہ نوریہ کی صورت مکتوبی اور اس کے نقوش وخطوط (کتابت)
کو با طہارت وضو وغسل مس کرنا جائز نہیں ہے۔ پس نہیں ہیں مطہرین بہ تطہیر الٰہی مگر
محمدؐ وآلِ محمدؐ علیہم الصلوٰۃ والسلام وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء فافہم
وتامل فیہ ولا تکن من الغافلین ÷

دلیل چہارم

حدیث خلیفتین علامہ طبرانی نے جامع الکبیر میں اپنے ثقہ رواۃ کے سلسلے سے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الْخَلِیْفَتَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَاَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ یعنی میں تم میں اپنے دو خلیفہ اور جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ جو کتاب خدا اور میرے اہلبیت ہیں۔ اور یہ دونو ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں؛ اور بعض احادیث میں ہے۔ اِنِّی مُخْلِفٌ فِیْکُمْ الخ" یعنی تم میں دو چیزوں کو خلیفہ بنائے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور اپنی عترت اہلبیتؑ کو انہی سے تمسک رکھو" اور اسی طرح کی بعض احادیث ہیں جن میں آنحضرتؐ نے بجائے ثقلین خلیفتین فرمایا ہے۔ یا بجائے تارک مخلف فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث مثل حدیث ثقلین بالصراحۃ دال ہے۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ اور حضرتؐ کے بعد ان کی عترت ہی ان کی جانشین و خلیفہ ہے۔ ازواج حضرتؐ کی خلیفہ نہیں ہیں۔ اور نہ بنی ہاشم اور بنی مطلب خلیفہ رسولؐ ہیں۔ اور نہ کسی کی بابت حضرتؐ نے ایسا فرمایا ہے۔ اور ازواج کو تو حضرتؐ کا جانشین نہ کبھی کسی مسلمان نے کہا اور نہ کر سکتا ہے۔ اور وہ ہرگز لفظ خلیفہ کا مصداق و مورد نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے ان کو اہلبیتؑ نبیؐ ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اور ان میں کسی طرح شامل نہیں ہو سکتیں؛

دلیل پنجم

حدیث غدیر کتاب نوادر الاصول میں بسلسلہ رواۃ حذیفہ بن اسید غفاری رضہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ جب رسول خداؐ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے۔ تو خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا" مجھ کو خداوند لطیف و خبیر نے خبر دی ہے۔ کہ کسی نبی کی عمر اپنے پہلے نبی کی نصف عمر سے زیادہ نہیں ہوتی۔ قریب ہے کہ میں بلایا جاؤں اور جواب دوں۔ میں تم سے حوض کوثر پر ملوں گا۔ اور میں تم سے ثقلین کی بابت سوال کروں گا پس دھیان رکھو۔ کہ تم کس طرح میرے بعد ان سے پیش آتے ہو۔ ثقل اکبر کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک سرا تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اور ایک دست خدا میں تم اس کو مضبوط پکڑے رہو۔ اور گمراہ نہ ہو۔ اور اس کو تبدیل نہ کرو۔ اور دوسرا ثقل میری عترت اہلبیتؑ ہے۔ یہ دونو ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے تاآنکہ حوض کوثر پر پہنچ جائیں؛

مشکاۃ المصابیح میں براء بن عازب سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہو کر غدیر خم پر اُترے۔ اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کیا میں تم پر تمہاری جانوں سے زیادہ متصرف اور ان کا مالک نہیں ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں بیشک آپ اولے بالتصرف ہیں۔ پھر فرمایا۔ کیا میں سب مومنین و مومنات پر ان کے نفسوں سے زیادہ متصرف نہیں ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں۔ ضرور ہیں۔ فرمایا۔ اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ بارالہا! جس کا میں مولے و والی ہوں۔ علیؑ اس کا مولے و والی ہے۔ خداوندا دوست رکھ اس کو جو اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو اس کو دشمن سمجھے۔ پس حضرت عمر بن الخطاب نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی۔ اور فرمایا۔ مبارک ہو آپ کو اے ابن ابی طالبؑ! آپ سب مومنین و مومنات کے مولے ہو گئے۔

کتاب مودۃ القربےٰ میں جبیر ابن مطعم سے یہی مضمون مروی ہے۔ اور مشکاۃ المصابیح میں اسی مضمون کی ایک حدیث زید بن ارقم سے مروی ہے۔ اور اسی کو امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ اور احمد بن حنبل نے براء بن عازب سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

اور ابن المغازلی الشافعی نے زید بن ارقم سے یوں روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے غدیر جحفہ پر اُترے اور خطبہ پڑھا اور فرمایا۔ "اے لوگو! میں اپنی دو نو بڑی چیزوں کی بابت تم سے سوال کروں گا۔ کہ تم نے میرے بعد ان سے کیا سلوک کیا۔ ان میں سے بڑی کتاب اللہ ہے۔ جس کا ایک سرا خدا کے ہاتھ میں ہے اور ایک تمہارے۔ پس اس سے تمسک رکھو اور گمراہ نہ ہو۔ اور دوسری میری عترت اہلبیتؑ۔ پھر علیؑ کا ہاتھ پکڑا۔ اور ان کو اونچا اُٹھایا اور فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ قالہا ثلثا یعنی جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا دوست رکھ اُس کو جو اس کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اُس کو جو اس کو دشمن رکھے۔ تین مرتبہ یہی فرمایا۔" ابن المغازلی نے بریدہ سے بھی یہ حدیث روایت کی ہے۔

اور حافظ جمال الدین محمد بن یوسف مدنی نے دار السمطین میں زید بن ارقم سے حدیث غدیر خم کو روایت کیا ہے۔ اور ابن عقدہ نے کتاب الموالات میں حذیفہ ابن اسید غفاریؓ سے اسی حدیث ولاء کو روایت کیا ہے۔

حافظ ابو نعیم نے کتاب الحلیہ میں ابو طفیل سے روایت کی ہے۔ کہ "حضرت علیؑ خطبہ پڑھتے کھڑے ہوئے۔ اور بعد حمد و ثناء الہی حاضرین سے فرمایا۔ میں خدا کی قسم دلاتا ہوں اُن لوگوں کو

جو غدیر خم میں موجود تھے کہ وہ کھڑے ہو جائیں۔ اور ایسا شخص کھڑا نہ ہو۔ جو یہ کہے کہ مجھے خبر دی گئی ہے یا خبر پہنچی ہے۔ بلکہ وہ کھڑا ہو۔ جس کے کانوں نے رسولؐ کے الفاظ سنے ہیں۔ اور اُن کو دل میں محفوظ و ضبط رکھا ہے۔ اس وقت سترہ صحابی کھڑے ہو گئے۔ خزیمہ بن ثابت۔ سہل بن سعد۔ عدی بن حاتم عقبہ بن عامر۔ ابو ایوب انصاری۔ ابو سعید خدری۔ ابو شریح خزاعی۔ ابو قدامہ انصاری۔ ابو یعلی انصاری ابو الہیثم بن التیہان اور چند آدمی قریش سے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ بیان کرو جو کچھ تم نے اس دن رسول خداؐ سے سنا ہے۔ سب نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم رسول خداؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع سے واپس آئے اور غدیر خم میں اُترے۔ حضرتؐ نے نماز جماعت کی ندا دی۔ اور سب نے نماز جماعت پڑھی۔ پھر حضرتؐ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنائے الٰہی بجا لانے کے بعد فرمایا۔ اے لوگو! تم کیا کہو گے۔ سب نے کہا ہم کہیں گے کہ آپؐ نے رسالت ادا کی۔ اور خدا کا پیغام پہنچا دیا۔ پھر تین مرتبہ حضرتؐ نے فرمایا۔ خداوندا تو گواہ رہیو۔ پھر فرمایا۔ قریب ہے کہ میں خدا کی طرف بلایا جاؤں۔ اور اس دعوت کو قبول کر وں۔ اور مجھ سے باز پُرس ہو گی۔ اور تم سے بھی باز پُرس ہو گی۔ پھر فرمایا۔ اے لوگو! میں تم میں دو بڑی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیت۔ اگر تم ان سے تمسک رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے۔ پس دھیان رکھنا۔ کہ تم کس طرح ان سے پیش آتے ہو۔ یہ دونو ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ خدا نے مجھ کو اس کی خبر دے دی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالےٰ میرا مولا و والی ہے۔ اور میں مولائے مومنین ہوں کیا تم نہیں جانتے ہو۔ کہ میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تم پر حق تصرف رکھتا ہوں؟ سب نے کہا۔ کیوں نہیں۔ بیشک۔ تین مرتبہ ایسا ہی کیا۔ پھر اے امیر المومنینؑ! تمہارا ہاتھ پکڑا اور اس کو بلند کیا۔ وَقَالَ مَنْ کُنْتُ مولاہ فھذا علی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ تم نے سچ کہا۔ اور میں اس بات پر گواہوں میں سے ہوں۔" ابو طفیل اور حضرت علیؑ اور بہت سے حاضرین کے سامنے سترہ صحابیوں نے اس حدیث ولاء و حدیث غدیر کی تصدیق کی ہے۔ اور متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور کتاب الولایۃ میں محمد بن جریر الطبری نے یہ حدیث غدیر خم پچھتر طرق سے روایت کی ہے۔ اور محمد بن سعید بن عقدہ نے کتاب الموالات میں ایک سو پانچ طریق سے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ہم نے اس حدیث کو اس لئے ذکر کیا ہے۔ کہ اوّل تو اس حدیث سے حدیث ثقلین کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسرے اس میں اہلبیتؑ کی تشخیص کی گئی ہے۔ اور علیؑ کا ہاتھ پکڑ کے لوگوں کو دکھلایا گیا ہے۔ کہ اہل بیتؑ یہ لوگ ہیں۔ اور

میرے بعد تمہارا مولا اور میرا خلیفہ یہ ہے۔ اور اس لئے یہ ایک سو پانچ دلیلیں ہیں اس بات پر کہ اہل بیت کا مصداق یہی بزرگوار ہیں۔ اور آیۂ تطہیر انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ سوائے ان اہل بیت طاہرین دیگر بنی ہاشم یا بنی مطلب یا اور کوئی مدعی وغیرہ مدعی یا ازواج رسول ہرگز اہلبیت کا مصداق نہیں ہیں۔ اور وہ ہرگز اہل البیت میں داخل و شامل نہیں۔ ہرگز ان کی شان میں آیۂ تطہیر نازل نہیں ہوئی مطہرون و معصومون یہی نفوس قدسیہ ہیں۔ وھو المطلوب ؛

دلیل ششم

حدیث امان امام احمد بن حنبل نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَآءِ فَاِذَا ذَهَبَتِ النُّجُوْمُ ذَهَبَ اَهْلُ السَّمَآءِ وَاَهْلُ بَيْتِيْ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ فَاِذَا ذَهَبَ اَهْلُ بَيْتِيْ ذَهَبَ اَهْلُ الْاَرْضِ

یعنی ستارے اہل آسمان کے لئے امان ہیں۔ پس جب ستارے جاتے رہیں گے اہل آسمان بھی جاتے رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ اور میرے اہل بیتؑ اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ پس جب میرے اہلبیتؑ زمین سے اُٹھ جائیں گے اور ان میں سے کوئی نہ رہے گا۔ تو اہل زمین بھی نہ رہیں گے ؛ ابن احمد نے زیادات المسند میں اور حموینی نے فرائد السمطین میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے انس بن مالک سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ ستارے اہل آسمان کی امان ہیں۔ اور میرے اہل بیت اہل زمین کے لئے امان ہیں۔ پس جب میرے اہل بیتؑ گئے۔ اہل ارض پر خدا کی وہ نشانیاں ظاہر ہونے لگیں گے۔ جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ یعنی عذاب قیامت آ جائے گا۔ ابن حنبل فرماتے ہیں خدا نے زمین کو آنحضرتؐ کے واسطے اور حضرتؐ کی وجہ سے خلق کیا ہے۔ اور اس کا دوام و بقاء دوام و بقاء اہل بیتؑ و عترت نبیؐ کو قرار دیا۔ جب تک ان میں سے کسی ایک کا وجود زمین پر ہے۔ زمین باقی ہے۔ جب وہ اُٹھیں گے زمین فناء ہو جائے گی۔ اور محدث موصوف نے بطریق ابو یزید مدینی روایت کیا ہے حضرت رسول خداؐ نے حضرت علیؑ اور عقد فاطمہؑ کے وقت جو خطبہ پڑھا۔ اس کے آخر میں فرمایا۔ خدا تم دونوں کی پراگندگی کو جمع کرے۔ اور تمہارا نصیب اعلےٰ کرے اور نسل کو بڑھائے اور پاک بنائے۔ اور تمہاری نسل کو مفاتیح رحمت۔ معاون حکمت اور امن امّت قرار دے۔ تمہارے لئے برکت دے اور تم میں برکت دے۔ اور تمہارے اوپر برکت نازل کرے اور تمہیں سعید رکھے۔ اور تم سے بہت سے طیّب و طاہر پیدا کرے۔ بارالٰہا! میں ان دو کا ہوں اور یہ مجھ سے ہیں۔ بارالٰہا جس طرح تو نے مجھے پاک و پاکیزہ

رکھا ہے۔ ان کو بھی اور ان کی نسل کو بھی رجس سے پاک و طاہر رکھ۔ صاحب صواعق نے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور چند شخصوں سے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے جابر۔ ابن عباس۔ ابوموسیٰ الاشعری سے اور حموینی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ "اے پیغمبرؐ جب تک تو ان میں ہے۔ خدا ان پر عذاب نازل نہیں کر سکتا" پس پیغمبرؐ اہل زمین کے لئے امان تھے اور ان کے بعد اسی طرح ان کے اہلبیتؑ اہل زمین کے لئے امن و امان ہیں۔ اور اس لئے کسی وقت میں زمین امام اہل بیتؑ سے خالی نہیں رہ سکتی۔ پس اہل بیتؑ نبیؐ کا وجود دنیا میں ہر وقت اور ہر زمانے میں ضروری ہے۔ کبھی دنیا ان سے خالی نہیں ہوتی۔ اور وہی امان زمین ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ سے مراد ازواج نبی ہرگز نہیں ہو سکتیں۔ ورنہ لازم آئے گا اور ماننا پڑے گا۔ کہ دنیا ختم ہو چکی اہل زمین فنا ہو چکے۔ قیامت ہو چکی اور وعدۂ عذاب آ چکا کیونکہ ازواج نبیؐ میں سے اب کوئی بھی باقی نہیں ہے۔ یا یہ تسلیم کرنا پڑے گا۔ کہ نبیؐ کی بعض بیویاں ابھی زندہ ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کوئی نہ کوئی رسولؐ کی بیوی دنیا میں موجود رہتی ہے۔ اور وہی امان زمین و زمان ہے۔ حالانکہ یہ دونو خیال باطل محض و قطعاً محال ہیں۔ لہٰذا یہ بھی محال ہے کہ اہلبیتؑ سے مراد ازواج نبی ہوں۔ اہلبیتؑ محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔ اور ان میں سے ایک فرد ہمیشہ موجود رہتا ہے اور اب بھی موجود ہے۔ عجل اللہ فرجہ۔

دلیل ہفتم

حدیث مجتبیٰ کتاب المناقب میں حسن المثنیٰؑ سے روایت ہے۔ کہ حضرت حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے فرمایا۔ کہ ایک دن میرے جد بزرگوارؐ نے اپنے خطبے میں بعد حمد و ثناء فرمایا۔ ایہا الناس میں عنقریب بلایا جاؤں گا۔ اور میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور اہل بیتؑ جو میری عترت ہیں۔ اگر ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اور یہ دو تو کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پس ان سے علم حاصل کرو۔ اور ان کو نہ پڑھاؤ۔ کہ یہ تم سے بہت زیادہ پڑھے ہوئے ہیں۔ اور زمین ان سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور ان سے خالی ہو۔ تو مع اپنے رہنے والوں کے نیست و نابود ہو جائے۔" پھر فرمایا "بار الہا! بیشک تو زمین کو کبھی اپنی حجت (نبی یا امام) سے خالی نہیں رکھے گا۔ تاکہ تیری حجت باطل نہ ہو جائے اور تیرے دوست بھٹک نہ جائیں۔ بعد اس کے کہ تو نے ان کی ہدایت کی ہے۔ کیوں کہ وہ تعداد میں بہت تھوڑے ہیں۔ اور تیرے نزدیک قدر و منزلت میں زیادہ ہیں۔ اور میں نے دعا کی۔ کہ خدا علم و حکمت کو

میری اولاد اور اولاد کی اولاد اور نسل اور نسل کی نسل میں روز قیامت تک باقی رکھے۔ پس میری یہ دُعا قبول کی گئی ⁂

یہ حدیث بھی چند طریق سے مروی ہے۔ اور اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ زمین اہل بیتؑ سے کبھی خالی نہیں رہتی۔ اور وہی زمین میں خلق خدا پر خدا کی حجت ہیں۔ اگر زمین ان سے خالی ہو جائے۔ تو اوپر رہنے والوں سمیت نیست و نابود ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ اہلبیتؑ سے وارث نبیؐ اور اوصیاء رسولؐ ائمہ اہلبیتؑ مراد ہیں جو حجج اللہ ہیں۔ ازواج اہل البیت کا مصداق نہیں ہیں کیونکہ زمین ان سے مدت سے خالی ہے۔ اور وہ باوجود ان سے خالی ہونے کے نیست و نابود نہیں ہوئی۔ ویسی ہی موجود ہے۔ اور عورت حجۃ اللہ نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اہل بیت علیہم السلام کا مصداق ازواج نبیؐ ہرگز نہیں ہیں۔ وھو المقصود ⁂

دلیل ہشتم

وجودِ صادقینؑ

قال اللہ تبارک و تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ "اے ایمان والو! خدا سے ڈرو۔ اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ" موفق بن احمد خوارزمی نے بحوالہ ابو صالح ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے فرمایا۔ کہ صادقین اس آیت میں محمدؐ و اہلبیتؑ محمدؐ ہیں۔ اور ابو ایوب انصاری سے احمد بن حنبل اور ابو نعیم اور ابن المغازلی اور موفق خوارزمی نے روایت کی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ صدیق تین ہوئے ہیں۔ حبیب نجارؒ حزقیل مومن آل فرعون۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ۔ اور وہ ان سے افضل ہے اور حموینی نے ابوذر غفاریؓ سے روایت کی ہے۔ کہ میں نے سُنا۔ کہ رسول خداؐ علیؑ سے فرماتے تھے کہ اے علیؑ تم ہی سب سے پہلے قیامت کے دن مجھ سے مصافحہ کرو گے۔ اور تم ہی صدیق اکبر ہو۔ اور تم ہی حق و باطل میں فرق کرنے والے فاروق ہو۔ اور یعسوب المسلمین ہو۔ اور مال یعسوب الکفرین ہے۔ اور ابن ماجہ۔ احمد۔ ابو نعیم۔ ثعلبی۔ اور حموینی نے عباد بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ کہ علیؑ نے فرمایا اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُھَا بَعْدِیْ اِلَّا الْکَذَّابُ وَلَقَدْ صَلَّیْتُ قَبْلَ النَّاسِ سَبْعَ سِنِیْنَ " میں بندہ خدا اور برادر رسولؐ اور صدیق اکبر ہوں میرے بعد کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعوےٰ نہیں کرے گا مگر جھوٹا۔ اور میں نے تمام لوگوں سے سات سال پہلے نماز پڑھی ہے۔ یعنی اس وقت پیغمبرؐ کی تصدیق کی اور ساتھ دیا۔ جبکہ کوئی مسلمان نہ ہوا تھا" خدا فرماتا ہے

صادق وہ ہیں۔ جو سچ لائیں اور جو سچ کی تصدیق کریں۔ اور ان صادقین کی تشخیص میں فرمایا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا مومنین میں سے کچھ مرد ہیں جنہوں نے اس عہد کو پورا کیا جو خدا سے کیا تھا۔ بعض ان میں سے شہید ہو چکے اور بعض منتظر شہادت ہیں۔ اور انہوں نے کسی امر میں تبدیلی نہیں کی۔

پس ان احادیث میں صادقین کی تفسیر اہلبیتؑ سے کی گئی ہے۔ اور وہ کچھ مرد ہیں۔ جن میں سے بعض شہید ہو چکے اور بعض منتظر ہیں۔ اور ایک فرد صادقین صدیق اکبر علیؑ ہے۔ لہٰذا ان آیات و احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کا لفظ انہی مخصوصین معصومین کے لئے بولا گیا ہے۔ ازواج ہرگز اہل بیتؑ میں داخل نہیں ہیں۔

دلیل نہم

حدیث نور احادیث نور جو مذکور ہو چکیں۔ ان میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ اہل بیتؑ نبیؐ وہ ہیں۔ جو نور نبیؐ سے خلق ہوئے ہیں۔ اور وہ ایک نور ہیں اور ایک ہی اصل و ایک ہی عترت اور ایک ہی شجرہ طیبہ ہیں۔ اور ازواج نبیؐ نور نبیؐ سے خلق نہیں ہوئیں۔ اور وہ اصل و عترت و شجرۂ نبویہ سے نہیں ہیں۔ لہٰذا ازواج نبیؐ لفظ اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہو سکتیں اہل بیتؑ نبیؐ کے اجزاء نوریہ ہیں۔

دلیل دہم

حدیث سفینہ مشکاۃ المصابیح میں ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسولِ خدا نے باب کعبہ کو پکڑ کر فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ یعنی میرے اہلبیتؑ کی مثال کشتی نوحؑ کی سی ہے جو ان کے ساتھ ہو لیا نجات پا گیا۔ اور جو ان سے ہٹ رہا ہلاک ہو گیا۔" اسی حدیث کو احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ اور جمع الفوائد میں ابن زبیر سے یہ روایت ہے۔ اور ابو طفیل نے ابوذر غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یوں روایت کی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے در خانہ کعبہ پکڑ کر فرمایا۔ میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی سی ہے۔ جو ان کے ساتھ ہو گیا۔ نجات پا گیا۔ اور جو ان سے ہٹ رہا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور میرے اہل بیت علیہم السلام کی

مثال تم میں ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں بابِ[1] حطہ۔ جو اس میں داخل ہوا۔ بخشا گیا" طبرانی نے کتاب الاوسط اور ابویعلیٰ نے جامع الصغیر میں اور احمد نے اپنی مسند میں اس کو روایت کیا ہے۔ اور حموینی نے ابوسعید خدری سے اسی حدیث باب حطہ کو روایت کیا ہے۔ اور متعدد طرق سے یہ حدیث مروی ہے۔ اور مشہور و معروف ہے۔ اس سے دو طرح پر اہل بیتؑ کی تشخیص پر استدلال کیا جا سکتا ہے اوّل اس لئے کہ اس میں اہلبیتؑ کی متابعت کا تمثیلاً حکم دیا ہے۔ کہ جس نے ان کی متابعت کی اور ان کے ساتھ ہو گیا۔ وہ ناجی ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ پیشوا عورت نہیں ہو سکتی! اور عورت کی متابعت واجب نہیں کی گئی۔ لہذا ازواج نبیؐ اہلبیت نہیں ہو سکتیں۔ دوسرے چونکہ متابعت حکم عام ہے اُس وقت کے مسلمانوں اور اس وقت کے مسلمانوں سب کے لئے۔ پس اگر بفرض محال ازواج نبی امام بھی ہوں۔ تو اس وقت کے مسلمان ان سے محروم ہیں۔ اور ان کی کشتی ایمان مُطاع موجود نہ ہونے کی وجہ سے کبھی کی غرق ہو چکی۔ لہذا یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق جو سفینۂ نجات ہیں ازواج نبی نہیں ہیں۔ اور کوئی اس کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اور نہ سوائے اوصیاء رسولؐ اور کوئی ہو سکتا ہے۔ ائمۂ علیؑ از آل نبیؐ اولاد فاطمہؑ و علیؑ اہل بیت نبوت و رسالت ہیں۔

اس کی توضیح حدیث ذیل سے اور زیادہ ہوتی ہے۔ حموینی نے سعید بن جبیرؓ سے اور انہوں نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ "رسول خداؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ مَیں شہر حکمت ہوں اور تو اس کا دروازہ ہے۔ اور نہیں آیا جا سکتا شہر میں مگر دروازے ہی سے۔ اور وہ جھوٹا ہے جو گمان کرتا ہے۔ کہ وہ مجھ تک پہنچ جائے گا درآنحالیکہ تجھ کو دشمن رکھتا ہے۔ کیونکہ تو مجھ سے ہے اور مَیں تجھ سے ہوں۔ تیرا گوشت پوست میرا گوشت پوست ہے اور تیرا خون میرا خون ہے۔ تیری روح میری روح ہے۔ تیرا ظاہر میرا ظاہر۔ تیرا باطن میرا باطن۔ **تو ہی میری امت کا امامؑ ہے اور میرا وصیؑ ہے** سعید ہے وہ جس نے تیری اطاعت کی۔ اور بدبخت ہے وہ جس نے تیری نافرمانی کی۔ جس نے تجھے دوست رکھا فائدہ اُٹھایا۔ اور جس نے تجھ سے عداوت کی خسارے میں رہا۔ جس نے تجھ کو پکڑ لیا نجات پا گیا۔ اور جس نے تجھے چھوڑ دیا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور تیری اور تیری اولاد کے اماموں کی مثال سفینۂ نوحؑ کی سی ہے۔

---

[1] خدا بنی اسرائیل سے فرماتا ہے۔ وادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ نغفر لکم خطایاکم وسنزید المحسنین "داخل ہو جاؤ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے اور زبان سے حطہ (بخشش بخشش) کہتے جاؤ۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔ اور نکوکاروں کے درجے اور بڑھا دیں گے۔" یہی باب حطہ بنی اسرائیل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا۔ نجات پا گیا اور بخشا گیا۔ امت محمدی میں باب حطہ یعنی دروازۂ بخشش و نجات اہل بیتؑ نبیؐ ابواب علوم ہوتے ہیں۔

جو تمہارے ساتھ ہو گیا نجات پائی۔ اور جو تم سے ہٹ رہا اور الگ ہو گیا ہلاک ہو گیا۔ اور تمہاری مثال ستاروں کی سی ہے۔ جس وقت ایک ستارہ غائب ہو گیا دوسرا نکل آیا۔ روز قیامت تک یہی سلسلہ ہے"

اس سے صاف توضیح ہو گئی۔ کہ سفینۂ نوحؑ جو اہلبیتؑ نبیؐ ہیں۔ وہ علیؑ و اولاد علیؑ ائمہ معصومین ہیں۔ ان سے کبھی دُنیا خالی نہیں رہتی۔ ایک گیا تو دوسرا موجود ہے تا روز قیامت۔ ازواج نبیؐ وغیرہا اہل بیتؑ کا مصداق اور سفینۂ نجات اور ائمۂ امت ہرگز نہیں ہیں۔

مزید توضیح حافظ ابو نعیم اور عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے۔ کہ "رسول خدا نے فرمایا جس کو یہ بات پسند اور محبوب ہے۔ کہ وہ میری زندگی بسر کرے اور میری موت مرے اور جنات عدن میں سکونت پائے۔ پس چاہیئے کہ وہ علیؑ کو دوست رکھے! اور اس کی اولاد کے اماموں کی اقتدا کرے۔ کیونکہ وہی میری عترت ہیں جو میری ہی طینت سے خلق ہوئے ہیں۔ اور جن کو فہم و علم عطا کیا گیا ہے۔ بُرا ہو اُن لوگوں کا جو ان کی فضیلت کے منکر اور مکذب ہیں۔ اور ان کے باب میں مجھ سے قطع رحم کرتے ہیں۔ ان کو ہرگز میری شفاعت نہ پہنچے گی۔ حدیث کسا اور حدیث ثقلین اور حدیث ولایت میں پیغمبرؐ نے اپنی عترت کو اہلبیتؑ کہا ہے۔ اور اس حدیث اور اسی مضمون کی دیگر احادیث میں صاف اور صریح الفاظ میں عترت کی تفسیر علیؑ اور اولاد علیؑ کے حضرات ائمہ اثنا عشرؑ سے کی ہے۔ جو صاف اور صریح دلیل ہے اس بات کی۔ کہ اہل بیتؑ نبوت کا مصداق چہاردہ معصومینؑ اور اہل بیتؑ نبیؐ کا مورد ائمہ اثنا عشرؑ علیؑ اور اولاد علیؑ ہیں۔ ازواج نبیؐ اہل بیتؑ کا مصداق ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ اور نہ وہ آلؑ محمدؐ میں داخل ہیں۔ وھو المطلوب۔

دلیل یازدہم

ولایتِ امر سلیم ابن قیس ہلالی سے روایت ہے۔ کہ "ایک روز ایک طویل خطبے کے ضمن میں مومن اور کافر کی تعریف کرتے ہوئے حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کم از کم وہ چیز جس سے آدمی گمراہ کہلاتا ہے یہ ہے۔ کہ انسان حجۃ اللہ اور اس شہید کو نہ پہچانے جس کو خدا نے اپنے بندوں پر شہید قرار دیا ہے۔ جس کی اطاعت کا خدا نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے۔ اور جس کی ولایت واجب کی ہے۔ میں نے (سلیم نے) کہا۔ یا امیر المومنینؑ! بیان کیجئے۔ کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا۔ وہ لوگ جن کو خدا نے اپنے اور اپنے رسولؐ کے ساتھ ملایا ہے اور فرمایا ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ "اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور

اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اولے الامرؑ کی۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں آپ پر فدا ہوں۔ فدا واضح بیان کیجئے۔ فرمایا۔ وہ وہ لوگ ہیں۔ جن کی بابت چند موقعوں پر اپنی زندگی کے آخری خطبے میں فرمایا۔ کہ مَیں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں۔ اگر ان سے تمسک رکھوگے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ کتاب اللہ اور میری عترت اہلبیتؑ۔ خدا نے مجھ سے عہد کیا ہوا ہے۔ کہ وہ دونو ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے تا اینکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ اور دونو کلمے کی انگلیاں ملا کر فرمایا۔ اس طرح پھر کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملا کر فرمایا۔ کہ اس طرح نہیں کہتا ہوں۔ پس انہی سے تمسک رکھو۔ اور ان سے نہ بڑھو۔ اور ان پر مقدم نہ ہو۔ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ پیغمبرؐ وہ ہیں۔ جو حجۃ اللہ۔ شہید علے الخلق اور اولے الامرؑ ہیں۔ اور جن کی اطاعت مثل اطاعت رسولؐ واجب ہے۔ اور یہ مسلّم ہے۔ کہ عورت حجۃ اللہ۔ شہید علے الخلق اور اولے الامر صاحب اطاعت نہیں ہوتی۔ اور نہ ائمہ آل نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم و اولاد علی و بتول علیہم السّلام کے سوا کسی اور کے لئے امامت و ولایت و خلافت الٰہیہ ثابت ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق یہی معصومین ہیں نہ ازواج نبی وغیرہا۔

اور سلمان فارسیؓ سے کتاب المناقب میں مروی ہے۔ کہ جب سورۂ حج کی یہ آیت نازل ہوئی یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَافْعَلُوا الْخَیْرَ .... لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَھِیْدًا عَلَیْکُمْ وَ تَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ مَیں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہ کون لوگ ہیں۔ جن پر آپ شہید ہیں۔ اور وہ باقی سب لوگوں پر شہید ہیں۔ جن کو خدا نے چنا ہے اور مجتبےٰ بنایا ہے۔ اور ان پر دین میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور یہ ان کے باپ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ملت ہے۔ فرمایا۔ خدا نے ان سے تیرہ مرد مراد لئے ہیں۔ مَیں نے عرض کی۔ ان کو بیان فرمایئے۔ فرمایا۔ مَیں اور علی علیہ السّلام اور میری اولاد کے گیارہ امام علیہم الصلوٰۃ والسّلام۔ اس حدیث میں شہید کی تشخیص بھی کر دی گئی۔ اور اسی طرح اولے الامرؑ کی تفسیر ہیں۔ کتاب المناقب و تفسیر مجاہد وغیرہ میں بہت سی احادیث ہیں۔ جن کو اولے الامرؑ کی خاص تفسیر میں ذکر کیا گیا ہے۔ پس اہل بیت علیہم الصلوٰۃ والسّلام جو شہداء اور اولے الامرؑ ہیں یہی بزرگوار ہیں۔ ان کے سوا دیگر حضرات و افراد امت کی یہ صفت نہیں ہے۔ اور نبیؐ کی بیبیاں ہرگز اہل بیتؑ کا مصداق نہیں ہیں (وھو ما نحن فیہ)۔

دلیلِ دُوازدہم

حدیثِ سدِّ ابواب

مؤرخ خوارزمی نے ابوذر غفاری رضؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایامِ سقیفہ واختلافِ مسئلہ خلافت کے موقع پر مہاجرین وانصار کے سامنے اور بہت سے فضائل کے ضمن میں فرمایا:" میں تم کو خدا کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں۔ تم بتلاؤ کیا تم جانتے ہو۔ کہ رسول خداؐ نے مسجد کے سب دروازے بند کرائے سوائے میرے دروازے کے اور سوائے میرے تم میں سے کوئی مسجد میں بحالت جنابت داخل نہیں ہو سکتا۔" سب نے کہا:" ہاں۔"

صحیح بخاری اور مسلم میں مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ" کسی کو مناسب اور جائز نہیں ہے کہ مسجد میں جنب ہو مگر میں اور علیؑ" اور سد الابواب مسجد کی بہت سی روایات ہیں۔ کہ مسجد نبویؐ سے سب کے دروازے بند کر دئے گئے۔ صرف علیؑ کا دروازہ کھلا رہا۔ کہ مشکاۃ۔ کنوز الدقائق۔ مسند احمد بن حنبل ترمذی۔ بخاری ومسلم وغیرہ وغیرہ میں مروی ہے۔

تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ مساجد میں جو خانۂ خدا اور طیّب وطاہر مقام ہیں بحالتِ جنب کسی کو قیام کرنا جائز نہیں ہے۔ اور مسجد الحرام اور مسجد نبویؐ میں بحالتِ جنابت گزرنا بھی جائز نہیں ہے۔ مگر ان احادیث سے ثابت ہے۔ کہ رسولؐ اور علیؑ واولادِ علیؑ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ مطہر ہیں معصومین ومقدسین ہیں۔ جو جنابت سے نجس نہیں ہوتے۔ یہ پاک ہی رہتے ہیں۔ اور اس لئے ان پر وہ حکم جاری نہیں ہوتے۔ جو اور مجنبین پر ہوتے ہیں۔ اور یہی مطلب ہے ان احادیث کا جن کو شروع مضمون میں ذکر کر آئے ہیں۔ کہ یہ لوگ جنب نہیں ہوتے یعنی نجس نہیں ہوتے۔ اور حکمِ جنابت ان پر جاری نہیں ہوتا۔ ان کو قیام بھی جائز گزرنا بھی جائز بلکہ وہیں جنب ہونا بھی جائز۔ اور ہوتے تھے مسجد ہی میں رہتے تھے۔ اور نا ممکن ہے کہ خدا مقامِ طیّب وطاہر میں بحالتِ نجاست وپلیدی وجنابت قیام کا حکم دے۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ یہ نفوسِ طیبہ دراصل طاہر ومطہر ہی ہوتے ہیں۔ یہ دراصل نجس ہوتے ہی نہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو حکم ہے کہ اس مقامِ طیّب وطاہر وخانۂ خدا میں ہر حال میں آئیں جائیں۔ قیام کریں۔ اور یہی وہ نفوس مقدسہ ہیں۔ جن کو خدا نے ہر ایک قسم کی پلیدی سے خواہ جنابت کی ہو یا غیر جنابت کی ظاہری ہو یا باطنی سب سے طاہر ومطہر بنا دیا ہے۔ اور یہی لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا کا مصداق اہل بیتِ نبوت ورسالت ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر جناب حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے اسی سے اپنی تطہیر پر استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ

تفسیر برہان ونیز ینابیع المودۃ میں مروی و منقول ہے۔ پس یہی طاہر و مطہر اور آیہ تطہیر کے مصداق مورد اہل بیتؑ نبیؐ ہیں۔ ایضاً مسند احمد میں نسیم سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ کو فرماتے سنا۔ "خداوندا میں وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کہا تھا۔ بار الٰہا میرے اہل میں سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا۔ اور میری کمر اس سے مضبوط کر۔ اور اس کو میرے امر میں شریک کر۔ تاکہ ہم تیری خوب تسبیح کریں اور تیرا خوب ذکر کریں" اور ابن عباس وابن عمر سے روایت ہے۔ کہ رسول خداؐ نے مسجد کے پاس فرمایا۔ کہ خدا نے اپنے نبی موسیٰؑ کو وحی کی۔ کہ "ایک مسجد طاہر بناؤ۔ اور اس میں سوائے تمہارے اور ہارونؑ کے کوئی نہ رہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے مجھ کو وحی کی ہے۔ میں ایک مسجد طاہر و مطہر بناؤں۔ جس میں سوائے میرے اور میرے بھائی علیؑ کے کوئی نہ رہے" پس مطہر یہی نفوس ہیں۔

دلیل سیزدہم

حدیث صدقات جمع الفوائد میں ابن ربیعہؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اِنَّ هٰذِهِ الصَّدَقَاتُ اِنَّمَا هِیَ اَوْسَاخُ النَّاسِ وَاِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَّلَا لِاٰلِ مُحَمَّدٍ۔ یعنی یہ صدقات لوگوں کے ہاتھوں کے میل کچیل ہیں۔ اور یہ محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے حلال نہیں ہیں" مسلم۔ ابوداؤد۔ بخاری اور نسائی نے اس حدیث کو درج کیا ہے۔ اور مشکاۃ المصابیح میں ابوہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضرت حسنؑ بن علیؑ نے صدقے کے چھواروں میں سے ایک چھوارا اٹھا لیا۔ تو رسول خداؐ نے فرمایا۔ ہیں ہیں۔ تاکہ اس کو پھینک دیں۔ پھر فرمایا۔ کیا تم نہیں جانتے ہو۔ کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔ متفق علیہ حدیث ہے۔ اور علامہ طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ لَا اُحِلُّ لَکُمْ اَهْلَ بَیْتٍ مِنَ الصَّدَقَاتِ شَیْئًا وَّلَا غُسَالَةَ الْاَیْدِیْ اِنَّ لَکُمْ فِیْ خُمُسِ الْخُمُسِ مَا یَکْفِیْکُمْ۔ یعنی تم اہلبیتؑ کے لئے کوئی صدقہ حلال نہیں کیا گیا ہے۔ اور نہ لوگوں کے ہاتھوں کا دھوون۔ تمہارے لئے خمس کا پانچواں حصہ کافی ہے"

اور جواہر العقدین میں ہے۔ کہ "صدقات مفروضہ ہم پر حرام ہیں" اور بخاری اور ابوداؤد نے اسید بن مالک سے اسی امام حسنؑ والی حدیث تمرہ کو ذکر کیا ہے۔ اور نسائی میں جبیر بن مطعمؓ سے مروی ہے۔ کہ جب حضرت رسولؐ نے بنی ہاشم کو خمس دیا۔ تو لوگوں نے کچھ شبہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے۔ اور اس لئے خمس ہمارے لئے ہے۔ اور صاحب ینابیع المودۃ نے جناب امیرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ صدقہ آل محمدؐ پر حرام ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے۔

ان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ مطہر ہیں ہر ایک دنس و وسخ و میل کچیل سے۔ پس جب ان کو پاک کر دیا۔ اور ان کو مصطفےٰ بنایا۔ تو ان کے لئے وہی چیز پسند کی ہے جو اپنے لئے کی۔ "وَاعلموا انما غنمتم من شی فللہ خمسہ وللرسولہ ولذی القربیٰ" جاننا چاہیئے کہ جو چیز تمہارے ہاتھ آئے۔ پس خدا۔ اور اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے اہل القرابت کو اس کا خمس دو۔ اور جواہر العقدین میں ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے اہل بیتؑ نبیؐ کو رسولؐ کے ساتھ بہت سی چیزوں میں شریک کیا ہے۔ اور فخر الدین الرازی نے پانچ چیزیں ان میں سے یہ شمار کی ہیں۔ اوّل سلام۔ کہ اپنے پیغمبرؐ کے لئے فرمایا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور اس کے اہل بیتؑ کے لئے فرمایا سَلَامٌ عَلٰی اٰلِ یٰسِیْن دوسرے تشہد میں درود محمدؐ و آل محمدؐ دونوں پر واجب ہے۔ اور بلا اس کے حضرتؐ پر درود ناقص ہے۔ تیسرے طہارت۔ کہ خدا نے اپنے پیغمبرؐ کے لئے فرمایا۔ طٰہٰ (اے طاہر) مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِتَشْقٰى "اے طاہر ہم نے تجھ پر کتاب اس لئے نازل نہیں کی ہے کہ تو تکلیف اُٹھائے"۔ اور اہل بیتؑ پیغمبرؐ کے حق میں فرمایا۔ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا چوتھے تحریم صدقہ۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا "نہیں حلال ہے صدقہ محمدؐ و آل محمدؐ پر"۔ پانچویں اپنے پیغمبرؐ کی بابت فرمایا ہے۔ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللهُ۔ "اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو۔ تو میرا اتباع کرو۔ خدا تمہیں محبوب بنا لے گا"۔ اور اہل بیتؑ نبیؐ کے لئے فرمایا۔ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰى "اے پیغمبرؐ کہہ دو۔ کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں چاہتا مگر یہی کہ میرے ذوی القربےٰ اہل بیتؑ سے مودّت رکھو"۔

اِن احادیث و آیات سے ثابت ہوا۔ کہ اہل بیتؑ کو اوساخ صدقات سے پاک و پاکیزہ رکھا گیا ہے اور طاہر و مطہر بنایا گیا ہے۔ اور وہ اہل بیتؑ جن پر صدقہ حرام ہے۔ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ جو ذوے القربےٰ پیغمبرؐ ہیں۔ اور جن کی مودّت و محبت واجب ہے۔ اور جن کا حق خمس ہے۔ لہٰذا طاہر و مطہر یہی ہیں۔ اور تطہیر انہی کی شان ہے۔ اور آیۂ تطہیر انہی اہلبیتؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ازواج نبیؐ کو اس میں کوئی مدخلیت و شرکت نہیں۔ صاحب کتاب البیان والتبیین۔ یعنی ابو عثمان عمر بن بحر الجاحظ البصری السنّی المعتزلی فرماتے ہیں "تعصب نے لوگوں کی عقلوں کو کھو دیا ہے اور اخلاق خراب کر دئے ہیں۔ اور خواہ مخواہ تفضیلت اہل بیتؑ میں تنازع کرتے ہیں۔ اگر خدا بنی ہاشم کو تمام لوگوں کے مساوی بناتا۔ تو ان کو خمس میں حصۂ ذوی القربےٰ سے مخصوص نہ فرماتا۔ اور نہ فرماتا کہ اپنے قریب ترین کنبے اور مخلص خاندان کو ہدایت کر۔ اور اگر ان کو خدا اور لوگوں کے مساوی

بناتا۔ توان پر صدقہ حرام نہ کرتا۔ وَمَا هٰذَا التَّحْرِيْمُ اِلَّا بِكَرَامَتِهِمْ عَلَى اللّٰهِ وَلِطَهَارَتِهِمْ نہیں ہے یہ تحریم صدقات مگر ان کی طہارت اور عنداللہ ان کی کرامت کی وجہ سے۔ اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے۔ نَحْنُ اَهْلُ الْبَيْتِ لَا يُقَاسُ بِنَا اَحَدٌ۔ ہم اہل بیتؑ کے ساتھ کسی دوسرے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا"۔ پس طاہر و مطہر اور آیہ تطہیر کا مصداق اہل بیت محمدؐ و آل محمدؐ ہی ہیں۔ نہ ازواج نبیؐ۔

دلیل چہاردہم

طہارت مولد

ہم نور محمدی اور ولادت پیغمبرؐ کے ذکر میں احادیث و روایات درج کر چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کے آباؤ اجداد تا حضرت آدمؑ طیب و طاہر و مسلمان و موحد بلکہ نبی یا وصی نبی تھے۔ اور کہیں حضرت نجاست کفر و شرک و جاہلیت سے ملوث نہیں ہوئے۔ ہمیشہ اصلاب طاہرہ سے ارحام طیبہ میں منتقل ہوتے رہے۔ اور زمانہ جاہلیت میں کسی رسم جاہلیت سے آلودہ نہیں ہوئے۔ اور اس صفت میں محمدؐ و اہل بیتؑ جن کا نور ایک ہی ہے سب مساوی ہیں۔ اور یہ شرافت صرف نبیؐ اور اہل بیتؑ نبیؐ ہی کے لئے ہے۔ کما قال وَهٰكَذَا يَنْقُلُ اللّٰهُ نُوْرِيْ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَمِنْ طَاهِرٍ اِلٰى طَاهِرٍ اِلٰى اَنْ اَوْصَلَهُ اللّٰهُ اِلٰى صُلْبِ اَبِيْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَمِنْهُ اَوْصَلَهُ اِلٰى اُمِّيْ اٰمِنَةَ ..... اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَهْبَطَنِيَ اللّٰهُ اِلَى الْاَرْضِ فِيْ صُلْبِ اٰدَمَ وَجَعَلَنِيْ فِيْ صُلْبِ نُوْحٍ فِي السَّفِيْنَةِ وَقَذَفَ بِيْ فِيْ صُلْبِ اِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيَّ لَمْ يَلْتَقِيَا عَلٰى سِفَاحٍ قَطُّ۔ یعنی خدا نے پشت آدمؑ میں مجھے زمین پر اتارا۔ اور پشت نوحؑ میں کشتی پر سوار کیا۔ اور صلب ابراہیمؑ میں مجھ کو آتش نمرود میں پھینکا۔ اور برابر خدا مجھے اسی طرح اصلاب کریمہ سے ارحام طاہرہ کی طرف منتقل کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مجھ کو میرے والدین سے نکالا۔ جو کبھی زنا سے اکٹھے نہیں ہوئے"۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نور نبیؐ اور اہل بیتؑ نبیؐ ایک ہی ہے۔ اور یہ نور صلب عبدالمطلب میں علیحدہ علیحدہ ہوا ہے۔ اس لئے اس طہارت میں وہ سب مساوی ہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں "لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (تمہارے پاس رسولؐ تمہارے نفیس ترین نفوس میں سے آیا ہے) فرماتے ہیں۔ کہ

پیغمبرؐ از روئے حسب و نسب و صہر نفیس ہے لَمْ یَلْتَقِ فِیْ اٰبَائِیْ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ سَفَاحٌ کُلُّنَا بِنِکَاحٍ۔ ہمارے آباء و اجداد میں آدمؑ سے تا ایں دم کوئی زناء سے پیدا نہیں ہوا۔ ہم سب کے سب نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ کلبی نے لکھا ہے۔ کہ میں نے نبی کی پانچ سو مائیں گنیں۔ جن میں سے کوئی زناء کی اولاد اور معاذ اللہ زانیہ نہیں ہے۔ اور ان میں کوئی وہ بری رسم نہیں پائی۔ جو اہل جاہلیت میں پائی جاتی تھی۔ اور جمع الفوائد میں ابن عباس وغیرہ سے مروی ہے۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ خَرَجْتُ مِنْ نِکَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ اَیْضًا مَا وَلَدَنِیْ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِیَّةِ شَیْءٌ مَا وَلَدَنِیْ اِلَّا نِکَاحٌ کَنِکَاحِ الْاِسْلَامِ ... یعنی میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں۔ اور آدمؑ سے لے کر تا ایں کہ میری ماں نے مجھے جنا کبھی رحم زانیہ سے نہیں نکلا۔ اور زناء سے پیدا نہیں ہوا۔ تا آدم تمام اصلاب و ارحام طیب و طاہر ہیں۔ اور زمانہ جاہلیت کے زناء نے مجھے کہیں نہیں جنا۔ میرے تمام آباؤ اجداد تا حضرت آدمؑ اسلام کی طرح نکاح صحیح ہی سے پیدا ہوئے ہیں ؂

پس یہ احادیث بالصراحت دال ہیں کہ طہارت مخصوص ہے نبیؐ و اہل بیتؑ نبیؐ سے اور یہی مطہر تطہیر الٰہی ہیں۔ اور ہمیشہ ہمیشہ سے پاک و پاکیزہ۔ اسی وجہ سے جس وقت امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں۔ تو صفیہ نے کہا۔ میں نے ابھی ان کو پاک نہیں کیا ہے۔ رسول مقبولؐ نے فرمایا۔ تم اس کو کیا پاک کرو گی۔ اِنَّ اللّٰهَ نَظَّفَهٗ وَطَهَّرَهٗ خدا نے اس کو پاک و پاکیزہ پیدا کیا ہے۔ محمدؐ و آل محمدؐ کے سوا اور کسی کی بابت قطعی طور سے نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ نکاح جاہلیت سے پیدا نہیں ہوئے۔ ازواج نبیؐ اس تطہیر میں ہر گز شریک نہیں ہیں۔ اور یہی ایک کامل و مکمل و اعلےٰ صفت اہل بیتؑ طاہرین کی ہے۔ کہ سوائے ان طاہرین معصومین مخصوصین منصوصین اور کوئی شخص اس کا دعوےٰ نہیں کر سکتا۔ کوئی صحابی و غیر صحابی اس تطہیر کا یقینی ثبوت نہیں دے سکتا۔ اور یہی اوّل دلائل طہارت اہل بیت نبویؐ ہے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ آیۂ تطہیر کا مصداق سوائے ان مطہرین معصومینؑ اور کوئی بن نہیں سکتا۔ سوائے خاندان نبویؐ کوئی عرب اس کا مدعی نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ ہندو اصل ہندی النسل پنجابی مدعی نبوت کاذب اہل بیت طاہرینؑ میں داخل ہونے کا دعوےٰ کرے۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا افْتِرَاءٌ اور ان کی یہ دائمی ابدی طہارت دلیل ہے۔ کہ مطہر اور معصوم اور آیہ تطہیر کے مصداق اہل بیتؑ

یہی ہیں۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ⁘

المتفرقات

ریان بن صلت سے مروی ہے۔ کہ مامون نے علماء سے دریافت کیا۔ کہ اس آیت کے کیا معنی ہیں؟ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا انہوں نے کہا۔ امت محمدی اس سے مراد ہے۔ حضرت امام رضاؑ نے فرمایا۔ اگر اس سے تمام امت مراد ہو۔ تو چاہئے کہ سب کے سب جنت میں جائیں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ فمنھم ظالم لنفسه ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذلک ھو الفضل الکبیر پھر سب کو جنت میں جمع کیا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ جنات عدن یدخلونھا الخ۔۔ پس وراثت کتاب عترت طاہرہ ہی کے لئے ہے نہ دوسروں کے لئے۔ اور انہی کی شان میں آیۂ تطہیر انما یرید اللہ الخ نازل ہوئی ہے۔ اور انہی کی بابت رسولؐ نے فرمایا ہے۔ کہ میں تم میں دو خلیفہ و جانشین چھوڑے جاتا ہوں۔ کتاب اللہ اور عترت اہل بیتؑ۔ اور صدقات انہی پر حرام ہیں نہ اور کسی پر۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ وراثت کتاب و طہارت بندگان مصطفےٰ مہتدین و سیدین ہی میں آئی ہے نہ اور کسی میں۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ ان اللہ اصطفی آدم الخ۔ اللہ نے برگزیدہ کیا ہے۔ اور مصطفےٰ بنایا ہے آدمؑ و نوحؑ اور آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر جو ذریت یک دیگر ہیں کیا لوگ حسد کرتے ہیں اس سے جو خدا نے ان کو اپنے فضل سے دیا ہے۔ حالانکہ یقیناً ہم نے آل ابراہیمؑ کو کتاب و حکمت دی ہے۔ اور ان کو ملک عظیم عطا کیا ہے۔ پھر تمام مومنین سے خطاب کر کے فرمایا۔ اے ایمان والو! اطاعت کرو خدا کی اور اطاعت کرو اس کے رسولؐ کی اور اولی الامر کی۔ یعنی اُن اولیاء امور کی جن کو خدا نے کتاب اور حکمت سے مقرون کیا ہے اور لوگ ان سے حسد کرتے ہیں۔ اور خدا نے عترت طاہرہ کے اصطفاء اور برگزیدگی کو کتاب میں بارہ جگہ بیان کیا ہے۔ اوّل انذر عشیرتک الاقربین ورھطک المخلصین جیسا کہ قرأۃ ابی بن کعب اور مصحف عبداللہ بن مسعود میں ہے۔ دوسرے آیۂ تطہیر تیسرے آیۂ مباہلہ فقل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم الخ چوتھے سب کے دروازوں کا بحکم خدا مسجد نبیؐ سے بند ہونا اور رسولؐ کا یہ فرمانا کہ میں نے علیؑ کو اپنے حکم سے رکھا ہے اور نہ تم لوگوں کو اپنے حکم سے نکالا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو نکالا ہے۔ اور اسی میں بیان ہے حضرت علیؑ کے لئے اس کہنے کا انت منی بمنزلة هارون من موسى وقال اللہ تعالیٰ واوحینا الی موسی واخیه ان تبوءا لقومکما

بمصر بیوتاً واجعلوا بیوتکم قبلۃ۔ پس اس آیت میں منزلت ہارونؑ ہے۔ اور اس میں منزلت علیؑ ہے۔ اور اسی واسطے رسولؐ نے فرمایا۔ یہ مسجد نہیں حلال ہے مگر محمدؐ و آل محمدؐ کے لئے۔ سب علماء نے کہا۔ یہ بیان تم اہل بیتؑ ہی میں پایا جاتا ہے۔ اور اس کا کون مسلمان انکار کر سکتا ہے: پانچویں یہ کہ جب آیۂ "اٰتِ ذالقربیٰ حقہ" (اپنے اہل قرابت کو ان کا حق دے دے) نازل ہوئی۔ تو رسولؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ یہ فدک ہے۔ اس پر نہ لڑائی ہوئی۔ اور نہ سوار اس کی فتح کو گئے ہیں۔ یہ خاص میرا ہے نہ مسلمانوں کا۔ اور یہ بحکم خدا میںؐ نے تجھے دے دیا۔ اس کو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے لے۔ چھٹے آیہ مودۃ قربیٰ۔ اور یہ خصوصیت آل نبیؐ اور اہل بیتؑ ہی کے لئے ہے۔ اور کسی کے لئے نہیں۔ یہ مودت تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔ جس نے ان سے محبت کی۔ وہ داخل جنت ہو گیا۔ چنانچہ مروی ہے۔ کہ اصحاب رسول خداؐ کے پاس جمع ہوئے۔ اور عرض کی۔ کہ آپ پر خرچ عیال اور صادرین و واردین کا بار ہے۔ ان ہمارے اموال میں سے کچھ بطور اجرت رسالت لے لیجئے۔ جبرئیلؑ آ گئے۔ اور کہا۔ خدا فرماتا ہے۔ کہہ دو۔ میں تم میں سے کوئی اجر نہیں چاہتا۔ مگر یہی کہ میرے ذوی القربیٰ سے مودت رکھو۔ منافقین باہر نکل کر کہنے لگے۔ کہ پیغمبرؐ نے اسی واسطے مال نہیں لیا۔ کہ اپنے قرابتیوں کی مودت پر ہم کو رغبت دلائے۔ یہ کوئی خدا کا حکم نہیں ہے۔ یہ پیغمبرؐ کا افتراء ہے۔ اور یہ بہتان عظیم ہے۔ پس خدا نے یہ آیت نازل کی۔ کیا یہ کہتے ہیں۔ کہ تم نے افتراء کیا ہے۔ اگر خدا چاہتا۔ تو تیرے دل پر مہر لگا دیتا۔ اور اللہ مٹاتا ہے باطل کو اور ثابت کرتا ہے حق کو اپنے کلمات سے۔ اور وہ سب کے دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ جب نبیؐ نے یہ آیت ان کو سنائی۔ تو وہ رونے لگے۔ اور خدا نے توبہ کی تنبیہ کی۔

ساتویں یہ کہ خدا نے فرمایا۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی الخ۔ اور خدا نے کسی نبیؐ کی آل پر سلام نہیں بھیجا مگر فرمایا۔ سلام علیٰ اٰل یٰسین اور پیغمبرؐ نے طریقہ درود میں فرمایا۔ کہو۔ اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد۔ آٹھویں خدا فرماتا ہے۔ واعلموا انما غنمتم الخ یعنی جو کچھ تمہیں فائدہ پہنچے اس میں سے خدا اور رسولؐ اور ذوی القربیٰ رسولؐ کو پانچواں حصہ دے دو۔ یہ فضیلت بھی آل محمدؐ ہی کے لئے ہے نہ اوروں کے لئے۔ خدا نے ان کو خمس میں اپنے ساتھ شریک کیا ہے۔ اور اسی طرح اطاعت میں۔ کہ فرمایا۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اور اسی طرح ولایت میں۔ انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا الذین یقیمون الصلوۃ ویؤتون الزکوۃ وھم راکعون اور صدقہ آل محمدؐ پر حرام کیا۔ نواں فرمایا۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

اگر تم نہیں جانتے۔ تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ پس ہم ہی اہل الذکر ہیں۔ کیونکہ ذکر رسول ہے۔ اور ہم اس کے اہل ہیں قال اللہ تعالیٰ قد انزل اللہ الیکم ذکراً رسولاً دسویں آیۂ تحریم بنات ہے۔ پس اگر تمام مومنین آل رسولؐ ہوتے۔ تو ان کی لڑکیاں نبی پر حلال نہ ہوتیں۔ جس طرح علیؑ کی بیٹیاں نبی پہ حلال نہیں ہیں۔ گیارھویں خدا فرماتا ہے۔ قال رجل من آل فرعون الخ اور وہ شخص مومن فرعون کے ماموں کا بیٹا تھا۔ پس اس کو از روئے نسبت فرعون کی طرف منسوب کیا اور از روئے دین اس کی طرف منسوب نہیں کیا۔ اسی طرح ہم مخصوص ہیں۔ کہ سب ہم آل نبی سے ہیں۔ کہ ہماری ولادت اسی سے ہے انهم منی وانا منه ؛

بارھویں خدا فرماتا ہے۔ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ حضرت رسولؐ دروازہ فاطمۂ زہراؑ پر آتے تھے اور فرماتے تھے "الصلوٰۃ اہل البیت"۔ تمام علماء اور مامون نے کہا۔ خدا تم اہل بیتؑ کو تمام امت کی طرف سے جزائے خیر دے۔ کہ ہر ایک امر مشتبہ کی تفسیر و بیان تمہارے ہی پاس ملتا ہے ؛

کتاب المناقب میں ابو طفیل عامر بن واثلہ سے مروی ہے۔ اور باتفاق امت انہوں نے تمام صحابہ سے آخر میں وفات پائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ "اے علیؑ تو میرا وصی ہے۔ تیری لڑائی میری لڑائی ہے اور تیری صلح میری صلح۔ اور تو امام اور ان گیارہ اماموں کا باپ ہے۔ جو سب کے سب مطہر و معصوم ہیں۔ اور انہی میں سے مہدی ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ ویل ہے ان لوگوں کے لئے جو ان سے دشمنی رکھتے ہیں۔ اے علیؑ اگر کوئی تجھے اور تیری اولاد کو اللہ دوست رکھے۔ تو وہ میرے ساتھ محشور ہوگا۔ اور تم میرے ساتھ درجۂ عالیہ میں ہو گے۔ اے علیؑ تم ہی قاسم جنت و نار ہو۔ اہل جنت کو جنت میں اور اہل نار کو نار میں داخل کرو گے۔" (جیسا کہ سابقاً ذکر کیا) ؛

سنن ابن ماجہ میں ابن مسعود سے روایت ہے۔ کہ ایک روز ہم رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ چند جوانان بنی ہاشم آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے آ گئے۔ یہ دیکھ کر آنحضرتؐ کا رنگ متغیر ہو گیا۔ ہم نے عرض کیا۔ ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ آپؐ کے چہرے سے آثار حزن و ملال نمایاں ہیں۔ فرمایا: "ہم اہل بیتؑ کے لئے خدا نے آخرت کو دنیا پر اختیار کیا ہے۔ اور میرے اہل بیتؑ میرے بعد بلاؤں مصیبتوں میں مبتلا ہوں گے۔ متفرق و پریشان اور جلا وطن کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ سیاہ علم لئے ہوئے مشرق سے آئیں اور وہ خیر کی

تلاش کریں۔ پس ان سے مجھوتی نہ کی جائے گی۔ وہ جنگ کریں گے۔ پس ان کی نصرت ہوگی۔ اور جو کچھ وہ مانگیں گے ملے گا۔ مگر وہ اس وقت قبول نہ کریں گے۔ یہاں تک کہ وہ دے دیں گے اس کو میرے اہلبیت میں سے ایک شخص کو جو زمین کو عدل و داد سے پر کردے گا۔ ورنہ جیسا کہ لوگوں نے ظلم و جور سے پر کر دیا ہوگا۔ پس تم میں جو یہ چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ ان سے مل جائے۔ اگرچہ گھٹنوں کے بل برف پر چل کر پہنچے"۔ کتاب الفردوس میں ابودرداء سے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا "علی باب علمی ومبین لامتی ما ارسلت بہ من بعدی حبہ ایمان بغضہ نفاق والنظر الیہ رافۃ ومودتہ عبادۃ"۔۔ علی میرے علم کا دروازہ ہے میری امت کے لئے مبین رسالت ہے۔ جو کچھ میں لایا ہوں۔ اس کا پہنچانے والا وہ ہے۔ علامہ حموینی نے جابر بن عبداللہؓ سے نقل کیا ہے۔ کہ ایک روز رسول خداؐ مدینہ کے ایک باغ میں تھے۔ اور علیؑ کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔ پس ہم ایک کھجور کے پاس سے گزرے۔ کہ وہ کھجور چلائی "ھذا محمد سید الانبیاء وھذا علی سید الاوصیاء وابو الائمۃ الطاھرین"۔ پھر ہم ایک کھجور کے پاس سے گزرے۔ تو آواز آئی "ھذا المھدی وھذا الھادی"۔ پھر آگے بڑھے۔ تو ایک کھجور سے آواز آئی "ھذا محمد رسول اللہ وھذا علی سیف اللہ"۔ پھر رسول خداؐ نے فرمایا اے علیؑ اس کا نام صیحانی رکھو۔ پس اس کا نام صیحانی رکھا گیا۔ کما مر ذکرہ۔

شرح الکبریت الاحمر قال علی کرم اللہ وجھہ لو کسرت الوسادۃ وجلست علیھا لقضیت بین اھل التوراۃ بتوراتھم وبین اھل الانجیل بانجیلھم وبین اھل القرآن بقرآنھم الحدیث یعنی "اگر میرے لئے مسند لگائی جائے۔ اور میں اس پر بیٹھوں تو اہل توریت میں توریت سے اور اہل انجیل میں انجیل سے اور اہل قرآن میں قرآن سے فتوے دوں اور فیصلہ کروں"۔ فلینظر الی جامعیتہ بعلم خاتم الرسل بعلوم شرائع الانبیاء السابقین ولیست لہ ھذہ الجامعیۃ بمطالعۃ کتبھم بل جامعیتہ من الوراثۃ والعلم اللدنی والالھامات الالھیۃ وھذہ المرتبۃ للانسان الکامل وھو اخر تنزلات الخمسۃ ویقال لھا الحضرات الخمسۃ عند الصوفیۃ والانسان الکامل جامع جمیع المظاہر الالھیۃ وھو نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وآلہ۔ پس حضرت علیؑ کی جامعیت علم خاتم الانبیاءؐ جمیع علوم شرائع الانبیاءؑ کی جانب دیکھنا چاہیے کہ سب پر احاطہ تامہ رکھتے ہیں۔ اور یہ جامعیت علوم اور احاطہ ان کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے حاصل نہیں ہوا۔ بلکہ یہ وراثتہً آیا ہے "واورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا وجعلنا فی ذریتہ النبوۃ والکتاب" اور علم لدنی اور الہامات الہیہ سے حاصل

ہوا ہے۔ اور یہ مرتبہ انسان کامل کا ہے۔ اور یہ آخر تنزلات خمسہ سے ہے۔ اور صوفیہ ان کو حضرات خمسہ کہتے ہیں۔ اور انسان کامل جامع ہوتا ہے جمیع مظاہر الٰہیہ کو۔ اور وہ انسان کامل ہمارا پیغمبرؐ اور اس کا یہ وارثؑ علوم و باب شہر علوم و حکمت علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے۔ جو اکثر فرماتے تھے۔ سلونی قبل ان تفقدونی فان بین جنبی علما جما کالبحار الزواخر۔ پوچھو قبل اس کے کہ مجھے نہ پاؤ۔ میرے سینہ میں علوم کے دریائے زخار موج زن ہیں۔ ولوکان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولوجئنا بمثلہ مددا۔ یہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں۔ کہ اہل بیتؑ کا مصداق سوائے محمدؐ و آل محمدؐ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور یہی اہل بیتؑ نبویؐ ہیں۔ کہ جو بعد پیغمبرؐ طرح طرح کی بلاؤں میں مبتلا ہوئے۔ کسی کو تیغ ظلم سے مسجد میں شہید کیا گیا۔ اور کسی کو زہر سے ہلاک کیا گیا۔ اور کسی کو جلتی ہوئی زمین پر بھوکا پیاسا مع عیال و اطفال و احباب و اصحاب ذبح کیا گیا۔ کسی کو قید میں رکھا گیا۔ جلا وطن کیا گیا۔ اور پھر زہر سے ہلاک کیا گیا۔ ازواج نبیؐ کو کس نے قتل کیا۔ کس نے زہر دیا۔ اور کس نے جلا وطن کیا۔ اہل بیتؑ نبیؐ کو اس طرح پریشان و بے وطن کیا گیا۔ کہ کسی کی قبر مدینہ میں ہے اور کسی کی کوفہ میں۔ کسی کی دریائے فرات کے کنارے اور کسی کی بغداد میں۔ اور کسی کی خراسان میں۔ وقبر ببغداد لنفس زکیة تضمنها الرحمٰن فی الغرفات وقبر بطوس یالها من مصیبة توقد بالاحشاء الحرقات۔ اہل بیتؑ نبیؐ زر نبیؐ اور تمام فضائل میں مثل نبیؐ ہیں۔ الا انہ لا نبی بعدہ۔ مگر نبوت آنحضرتؐ پر ختم ہو چکی۔ اہل بیتؑ نبیؐ جامع جمیع مظاہر الٰہیہ و مصدر کمالات ربوبیہ ہیں۔

ھا علی بشر کیف بشر ربہ فیہ تجلی و ظہر

اہل بیتؑ کی تشخیص اور ان کے ثبوت میں اور بیشمار احادیث اور دلائل ہیں۔ اور ستائیس قسم کی احادیث کتب صحاح سُنی و شیعہ میں مروی ہیں۔ مگر اس مختصر میں ان کی گنجائش کہاں۔ اگر سب کو جمع کیا جائے۔ تو ایک مجلد نہیں چند مجلد بلکہ بیسوں جلدیں تیار ہوں۔ امام الحرمین علی بن محمد الجوینی استاد ابو حامد غزالی تعجب فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ میں نے بغداد میں ایک جلدگر کی دُکان پر ایک کتاب دیکھی جس میں روایات حدیث غدیر خم کا بیان تھا۔ اور اس پر لکھا ہوا تھا "اٹھائیسویں جلد" اور اس کے بعد اُنتیسویں اور تھی۔ اور ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ حدیث ولاء و حدیث غدیر خم اہل بیتؑ ہی کی تعریف و تشخیص میں ہے۔ پھر اس مختصر میں تمام

احادیث کہاں جمع ہو سکتی ہیں اور جملہ دلائل کہاں لکھی جا سکتی ہیں۔ مگر اثبات مقصود کے لئے اسی قدر بیان کافی ہے۔ اور جس کے دل میں ذرا سا بھی نور ایمان ہوگا۔ ان کو دیکھ کر یقین کرے گا۔ کہ اہل بیتؑ محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ ازواج نبیؐ کسی صورت میں اہل بیت کا مصداق نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ ان کے سوا اور کوئی مصداق اہل بیت ہو سکتا ہے۔ محض جہالت یا عداوت سے ایسا کہا جاتا ہے۔ اور علماء محققین سلف سب اس پر اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ اہل بیتؑ یہی بزرگوار ہیں۔ اور کوئی اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں ۞

ان احادیث و روایات و آیات کے دیکھنے سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ خدا اور رسول خداؐ نے اہلبیتؑ کی فضیلت اور شان ظاہر کرنے اور لوگوں کو بتلانے اور ان کو راہ حق دکھلانے اور نجات کی صورت بتلانے میں کیا کچھ اہتمام کیا ہے۔ اور کس کس طریق سے لوگوں کو ہدایت کی ہے۔ اور کن کن تدابیر و طرق سے کتاب اللہ و اہل بیتؑ کی متابعت کا حکم دیا ہے۔ اور کن کن طرق سے بتلایا ہے۔ کہ قرآن انہی کے پاس ہے۔ علم قرآن انہی سے حاصل کرو۔ اگر ان سے علم قرآن نہ لیا۔ تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ ہلاک ہو جاؤ گے۔ صراط مستقیم سے پھر جاؤ گے۔ مگر افسوس صد افسوس بلکہ صد ہزار افسوس کہ مسلمانوں نے ایک بات پر بھی کان نہ دھرا۔ اور دونوں میں سے ایک کی بھی متابعت نہ کی۔ حتٰے کہ ہمہ و شما سے ہزاروں بلکہ لاکھوں احادیث مروی ہیں۔ اور اہل بیتؑ جن کے سینوں میں قرآن ہے اور جو ابواب علوم نبویؐ ہیں اور قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ ان کی متابعت تو کیا مثل عام راویوں کے ان سے احادیث بھی نہیں لیں۔ تمام کتب صحاح میں مشکل سے چند حدیثیں نکلیں گی۔ وہ بھی نہ اصول و فروع و معارف میں بلکہ نہایت جزوی فروعات بعیدہ ہیں۔ حالانکہ ان سے ایک راوی نے ستر ستر ہزار حدیثیں یاد کی تھیں۔ صاحب صحیح مسلم جابر بن یزید جعفی رہ کی بابت لکھتے ہیں۔ جو محمد بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ اور صادقؑ آل محمدؐ کی صحبت سے فیضیاب تھے۔ کہ ان کو ستر ہزار یا پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ جو کل کی کل رسول خداؐ سے مروی تھیں۔ مگر اس سے اس لئے نقل نہیں کی گئیں۔ کہ وہ مذہب شیعہ رکھتا تھا۔ کتب تفاسیر کو اول سے آخر تک دیکھ جائیے۔ شاید ہی کہیں کسی تفسیر میں ان مفسرین قرآن و مبیین قرآن کا قول ہو۔ حضرت ابوہریرہ وفات رسول سے تین سال اور بلکہ بعض روایات کی رو سے سترہ ماہ پیشتر مسلمان ہوئے۔ ان سے کتب صحاح اہل سنت میں پانچ ہزار احادیث مروی ہیں۔ اور اہل بیتؑ نبوت و رسالت و معادن تنزیل و تاویل و ابواب

علوم عترتی کے بارہ اماموں سے چند روایات۔ حالانکہ قرآن اور اہل بیتؑ ساتھ ساتھ ہیں۔ قرآن ان کے ساتھ ہے۔ اور وہ قرآن کے ساتھ ہیں۔ اور قرآن باطن اہل بیتؑ ہے اور اہل بیتؑ قرآن ناطق۔ پھر جب اہلبیتؑ کو چھوڑا۔ تو قرآن بھی ضرور چھوٹ گیا۔ اور اس لئے روزِ قیامت یہ دونوں رسولِ خداؐ سے شکایت کریں گے۔ اور رسولِ خداؐ امت سے انہی دونوں کی بابت سوال کریں گے۔ اور مسلمانوں کے پاس کچھ جواب نہ ہوگا۔ اگر مسلمان علومِ قرآن کو ان مفسرینِ قرآن سے لیتے۔ تو آج علم کے لئے در بدر نہ بھٹکتے پھرتے۔ قرآن اس وقت باآوازِ بلند پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ رسولِ خداؐ روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی میں یوں شکایت کریں گے۔ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا پروردگارا میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ ڈال دیا۔ اور اس پر عمل نہ کیا۔ اور اہل بیت علیہم السلام شکایت ہی کرتے رہے اور کرتے ہیں۔ ان کو ترک ہی نہیں کیا گیا بلکہ طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور وہ ظلم کئے گئے۔ جو کبھی سنے نہ دیکھے نہ سُنے تھے۔ شجرۂ اہل بیتؑ کی ایک شاخ فرزندِ رسولؐ جگر گوشۂ بتولؑ خامسِ آلِ عباؑ واصحابِ کساء وچادرِ تطہیر حضرت سیدالشہداء امام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام روزِ عاشورا اپنے آخری سجدے اور آخری عبادت میں فرماتے ہیں۔ اللھم متعال المکان عظیم الجبروت شدید الکبریاء انا عترۃ نبیک وولد حبیبک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد خذلونا وطردونا وغدرونا وقتلونا۔ الخ! اے پروردگار صاحبِ بلندی وبزرگی صاحبِ عظمت وجبروت وکبریائی۔ میں تیرے نبیؐ کی عترت ہوں۔ اور تیرے حبیب محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں۔ تیری امت نے ہم کو ذلیل ورسوا کیا۔ اور آوارۂ وطن کیا۔ ہمارے ساتھ بے وفائی کی۔ اور ہم کو قتل کیا الخ۔ یہی دیگر ائمۂ اہل بیتؑ فرماتے رہے۔ اسی پر اکتفا نہیں۔ اب ان سے اس نام اہل بیت کو بھی چھینا جاتا ہے۔ اور اس فضیلت کو مٹایا جاتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ رب اھد قومی انھم لا یعلمون۔

تذنیب ان احادیث مبارکہ میں حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکثر و بیشتر جگہ "اہل بیتی" سے پہلے "عترتی" فرمایا ہے۔ اور اس کے نکتہ کی طرف اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ لیکن ہم یہاں اس کی کچھ اور تشریح کرنی چاہتے ہیں۔ تاکہ فائدہ کامل ہو۔ لغتِ عرب میں "عترت" کے معنی "اصل" (جڑ) ہیں۔ اور "شق کرنے"، "چیرنے" اور "ذبح" کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ پس از روئے لغت کسی کی "عترت" وہ ہیں۔ جو ایک ہی اصل سے ہوں۔ اور "عترتِ رسول" وہ لوگ ہوں گے

جو رسولؐ ہی کی اصل سے ہوں۔ پس اگر سلسلۂ توالد کو اصل قرار دیا جائے۔ تو عترت رسولؐ دختر رسولؐ ہیں۔ اور پھر ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد۔ لیکن احادیث صحیحہ دال ہیں۔ کہ حضرت علیؑ عترتِ رسولؐ ہیں جیسا کہ انہی احادیث اہل البیتؑ میں آچکا ہے۔ اور علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں بالتصریح فرماتے اور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ علیؑ عترت رسولؐ سے ہیں۔ حالانکہ حضرت علیؑ اولاد رسولؐ اللہ میں نہیں نہیں ہیں۔ پس حقیقت امر یہ ہے کہ یہاں اصل رسول سے مراد اصل حقیقتِ نورانیہ محمدیہ ہے وہ نور محمدی جو صلب حضرت آدمؑ سے تا صلب حضرت عبدالمطلب اصلابِ طاہرہ و ارحام مطہرہ میں منتقل ہوتا آیا ہے۔ اور وہ نور یہاں سے تقسیم ہوا۔ اس نور کے دو ٹکڑے ہوئے۔ ایک صلب حضرت عبداللہ میں گیا۔ اور ایک صلب حضرت ابوطالبؑ میں۔ پس نور علیؑ اور نور نبیؐ ایک ہی ہے۔ یہ ایک اصل ہے جس کے دو تنے یا دو شاخیں علیؑ و نبیؐ ہیں۔ اور یہیں سے حضرت علیؑ عترتِ رسولؐ ہیں۔ اور یہی تاویل ہے اس آیۂ مبارکہ کی۔ وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ "اور زمین میں بعض قطعات ہیں ایک دوسرے سے ملے ہوئے۔ اور انگور کے باغ ہیں اور زراعت ہے۔ اور کھجوریں ہیں۔ جن میں سے بعض ایک جڑ سے دو نکلی ہیں اور بعض ایک ہی" اسی کی تفسیر میں علامہ ثعلبی جابر ابن عبداللہ الانصاریؓ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ شَجَرَةٍ وَاحِدَةٍ وَالنَّاسُ مِنْ أَشْجَارٍ شَتَّىٰ "میں اور علیؑ ایک ہی درخت سے ہیں۔ ایک درخت کی دو شاخیں اور ایک جڑ کے دو تنے ہیں۔ اور باقی تمام لوگ مختلف درختوں سے" اور یہیں سے "أَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ" مستنبط ہے۔ "علیؑ اور نبیؐ ایک ہی اصل سے ہیں اور ایک ہی نور کے دو ٹکڑے ہیں" اور اس لئے حضرت علیؑ حقیقی عترتِ رسولؐ ہیں۔ اور جناب فاطمہ صلوٰۃ اللہ علیہا جزوِ نورِ محمدی ہیں۔ کیونکہ اولاد جزو ہوتی ہے۔ اور اس لئے بھی کہ خصوصیت سے نورِ فاطمیؑ بھی مثل علیؑ نورِ محمدی ہی ہے۔ پس وہ بھی ہر اعتبار سے عترتِ رسولؐ ہیں۔ اسی طرح حضرت حسنین علیہما السلام جزو نور علویؑ و محمدی ہیں۔ پس وہ بھی عترتِ رسولؐ ہیں۔ پھر حضرت علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ نور علویؑ و محمدی ہیں۔ اور حضرت محمد بن علیؑ بن الحسینؑ جامع نور حسنیؑ و حسینیؑ جزو نور محمدی و علوی ہیں۔ بعدان کے جعفرؑ بن محمدؑ نور محمدی و علویؑ ہیں۔ اور ان کے بعدان کے فرزند موسےؑ بن جعفرؑ۔ بعدازاں علیؑ بن موسےؑ۔ پھر محمدؑ بن علیؑ۔ پھر علیؑ بن محمدؑ۔ پھر الحسنؑ بن علیؑ۔ پھر م ح م د بن الحسن المہدیؑ

جزو نور محمدی و علوی ہیں۔ اور اس طرح سے تمام ائمہ اولاد علیؑ عترت رسولؐ ہیں۔ اور اسی طرح وارث علوم نبوت و صاحب شرف رسالت و داخل خانہ نبوت و رسالت و ولایت و خلافت مطلقہ و طہارت و عصمت ہیں۔ پس حقیقی مصداق اہل البیتؑ سوائے ان حضرات معصومین طاہرین اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ احادیث مرویہ میں حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ "میری عترت وہی ہے جو میرے گوشت پوست اور میری اصل سے ہیں۔" یہ حضرتؐ نے اس لئے فرمایا۔ یعنی لفظ عترت بولا اور اس کی تصریح و تشریح کی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کہ بعض ابلہ فریب جہال کو دھوکا دیں۔ اور کہیں کہ وہ وارث علم نبیؐ ہیں۔ اس لئے اہل البیت میں داخل ہیں۔ حضرتؐ نے اس ابلہ فریبی کا پہلے ہی علاج کر دیا۔ کہ میرے اہل بیتؑ اور وارث علوم نبوت تو صرف وہی لوگ ہوں گے جو میری عترت میری اصل سے ہیں۔ اور میرے نور کے ٹکڑے ہیں۔ اور کوئی وارث علوم نبوت نہیں ہو سکتا۔ اور اہل بیت نہیں کہلا سکتا۔ اور تشریحاً فرمایا۔ کہ میں اور میرے اہل بیت ایک ہی نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ پس اجزاء نوریہ محمدیہ اس کی عترت و اہل بیتؑ ہیں۔ اور صرف انہی کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہے۔ اور صاحبان ولایت و امامت و خلافت اور وارث علوم نبوت ہیں۔ اور اس وقت میں اصل عترت رسول میں سے سوائے حضرت حجتؑ ابن الحسن العسکریؑ اور کوئی وارث علوم نبوت و داخل خانہ شرف رسالت و عصمت و طہارت نہیں ہے۔ "والناس من اشجار شتّٰی" سے اور مزید تشریح کر دی۔ کہ باقی لوگ اس شجرۂ طیبہ سے نہیں ہیں۔ انکی اصل اور ہے۔ یہ شجرۂ طیبہ نوری ہے وہ خاکی ہیں۔ وہ عرشی ہے یہ ارضی ہیں۔ وہ معصوم ہے یہ خاطی ہیں۔ وہ صالح و طاہر ہے یہ نجس و عاصی ہیں۔ وہ ہرگز اس میں داخل نہیں ہو سکتے۔ وہ وارث نبوت و صاحب شرف رسالت نہیں کہلا سکتے۔ یہاں سے پنجابی جھوٹے مدعی عیسویت و مہدویت کا یہ قول بھی بالصراحت باطل ہو گیا۔ کہ وہ وارث علوم و معارف نبویؐ ہے اس لئے اہل بیت میں داخل اور اس لئے وہ نبی ہے۔ معاذ اللہ معاذ اللہ کہاں ایک ہندو الاصل ہندی نو مسلم پنجابی۔ کہاں نور قدیم محمدی۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"۔ ان ھذا الا اختلاق۔ حضرت وہ بلکہ جو بھی یہ دعوے کرے۔ باطل محض ہے اور مدعی کاذب و مفتری و فاسق و فاجر۔ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین۔

نتیجہ کلام اس بیان سے یہ ثابت ہوا۔ کہ اہل بیت نبوت و رسالت صرف حضرات چہاردہ معصومین علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور سابق الذکر استی حدیثیں

علاوہ تصریح اسم و نسب تفصیلی و تشخیص تصریحی دلالت کرتی ہیں۔ کہ مہدی موعود و ہادی آخرالزمانؑ اور سب سے آخری مصلح عالم اہلبیتؑ نبوت ہی سے ہے۔ اور اس لئے یہ چودہ احادیث نبویہ متعلق تشخیص اہل البیت اور چھ دلائل قرآنیہ احادیث سابق الذکر سے مل کر ایک سو خاص دلیلیں ہیں اس بات پر کہ مہدی موعود فرزند رسولؐ و جگر بند بتولؑ دلبند علیؑ و خلف حسینؑ بن علیؑ محمدؑ بن الحسنؑ العسکریؑ حجۃ العصرؑ والزمانؑ عجل اللہ فرجہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی ہے۔ پھر ان دلائل کے ساتھ باب دوم کی احادیث حصر عدد ائمہؑ و تشخیص خلفاء رسولؐ کو ملانے سے جو دلالت کرتی ہیں۔ کہ خلافت حقیقیہ رسول اور امامت ایک ہی سلسلہ ہے۔ اور یہ خلافت و امامت مخصوص و منحصر ہے۔ ائمہؑ اہل بیتؑ ہیں۔ اور امام مہدی آخرالزماں انہی ائمہؑ سے ہے تشخیص مہدیؑ و تخصیص امامت حضرت حجت محمدؑ بن الحسنؑ العسکری میں ایک سو اٹھائیس [128] دلیلیں ہوتی ہیں۔ اور باب اوّل کی چہل حدیث جو علاوہ اثبات وجود امام تشخیص مہدیؑ پر بھی شہادت دیتی ہیں۔ جیسا کہ ہم بعض جگہ اشارہ بھی کر آئے ہیں۔ اثبات امامت حضرت محمدؑ بن الحسنؑ العسکریؑ پر ایک سو اڑسٹھ [168] دلیلیں ہوتی ہیں۔ اور باقی دلائل اسی باب اور ابواب لاحقہ کے ضمن میں مذکور ہوں گی۔ اور یہ ایک سو اڑسٹھ [168] دلیلیں جو دیگر ضمنی دلائل کتاب و سنت مل کر تقریباً دو سو [200] ہو جاتی ہیں جو ناظر تبیتفر سے پوشیدہ نہیں ہیں بکمال وضاحت ثابت کرتی ہیں۔ کہ سوائے اس خاص شخص حضرت محمدؑ بن الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السلام جتنے مدعی امامت و مہدویت گزرے ہیں خواہ وہ کسی ملک کسی قوم اور کسی خاندان سے کیوں نہ ہوں۔ خواہ وہ علویؑ و فاطمیؑ ہی کیوں نہ فرض کئے جائیں۔ اور جتنے تا ظہور امامؑ مرصوف آئندہ ہوں گے جو ساٹھ [60] کاذبین کے عدد کو پورا کریں گے۔ سب یقیناً جھوٹے ہیں۔

ردِّ مخالف جن فرق نے اس جناب کے سوا کسی کو مہدیؑ موعود جانا ہے خواہ کیسانیہ ہوں یا واقفیہ یا زیدیہ یا عسکریہ۔ سب جھوٹے ہیں۔ اوّل اس لئے کہ ان دلائل تشخیص امامت میں سے ایک دلیل بھی ان کی صداقت پہ دلالت نہیں کرتی۔ دوم احادیث ائمہؑ میں سے کسی حدیث میں پیغمبرؐ نے ان کی امامت کی خبر نہیں دی ہے۔ اور نہ ان کو مہدی کہا ہے۔ سوم ان حضرات میں کوئی خصوصیت خصوصیات مہدی آخرالزمانؑ سے نہیں پائی جاتی۔ جیسا کہ احادیث سابقہ سے ظاہر ہے۔ اور آئندہ معلوم ہوگا چہارم ائمہؑ اہل بیتؑ میں سے ان فرق باطلہ نے جس امام کی مہدویت کا دعوےٰ کیا ہے۔ خود انہی حضرات نے

ان کی تکذیب فرمادی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے۔ کہ وہ مہدی آخرالزماں نہیں ہیں۔ اور ائمہ اہل بیتؑ سے ہر ایک امامؑ نے مہدیٔ آخرالزمانؑ کی خبر دی ہے۔ اور اس کی تصریح و تشخیص فرمائی ہے۔ پنجم ان تمام کی وفات ثابت ہے۔ سب سے پہلے بعض جہال نے محمد بن حنیفہ کی امامت و مہدویت کا دعوےٰ کیا۔ حالانکہ احادیث دال ہیں۔ کہ جس وقت امام زین العابدین حضرت علیؑ بن الحسینؑ نے ان کو لے جا کر حجر اسود سے محاکمہ کیا ہے۔ اور خداوند عالم نے حجر اسود کو گویا کیا اور امامت علیؑ بن الحسینؑ پر شہادت دلائی۔ اور محمد حنفیہ کی تصدیق نہ کی۔ تو خود محمد حنفیہ نے اس دعوے سے اعراض کیا اور حضرت علیؑ بن الحسینؑ کی امامت کا اقرار کیا۔ اور اسی بناء پر سید حمیری و ابو خالد کابلی وغیرہما نے اس خیال باطل سے توبہ کی اور رجوع کیا۔ اور وفات محمد حنفیہ مشہور و معروف ہے۔ اور سید حمیری فرماتے ہیں۔ کہ "میں غلو کرتا تھا اور محمد بن الحنفیہ کی غیبت کا قائل تھا۔ اور اس اعتقاد میں مدت تک گمراہ رہا۔ پھر اللہ تعالےٰ نے مجھ پر صادق آل محمدؑ کے ذریعے سے احسان کیا۔ اور مجھ کو آتش جہنم سے نکالا۔ اور میں نے بعد صحت عقیدہ حضرت صادق آل محمدؑ سے عرض کیا۔ کہ یا ابن رسول اللہؐ ہم احادیث و اخبار میں غیبت کا حال پڑھتے ہیں پس یہ غیبت کس کے لئے واقع ہوگی۔ اور امام غائب کون ہے؟ آپؑ نے فرمایا۔ کہ غیبت میری نسل کے چھٹے فرزند کے لئے واقع ہوگی۔ اور وہ ان ائمہ اثنا عشر میں سے بارھواں امامؑ ہے۔ جو بعد رسول اللہؐ ہادیان خلق ہیں۔ اوّل علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور آخری قائم بالحق بقیۃ اللہ فے الارض و صاحب الزمانؑ ہے۔ اگر وہ اپنی غیبت میں اتنے عرصے تک بھی باقی رہے جتنے عرصہ حضرت نوحؑ کی رسالت۔ تو بھی وہ ظاہر ہوئے بغیر دنیا سے نہ جائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ جب میں نے یہ سنا۔ تو فوراً توبہ کی۔ اور اس جناب کی شان میں یہ قصیدہ کہا۔ فلما رایت الناس فی الدین قد غووا تجعفرت باسم اللہ فیمن تجعفروا" الخ:

اور حیان بن السراج سے مروی ہے۔ کہ وہ حضرت صادقؑ آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے دریافت کیا۔ یا حیان تیرے اصحاب محمد بن الحنفیہ کی بابت کیا کہتے ہیں۔ عرض کیا۔ وہ کہتے ہیں۔ وہ زندہ ہے اور خدا کے پاس سے رزق پاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے پدر بزرگوار اس کے مرض الموت میں موجود تھے۔ انہوں نے مرتے وقت آنکھیں بند کیں۔ اور قبر میں اُتارا۔ اور ان کی نو بیویوں کے نکاح کئے۔ اور ان کی میراث تقسیم کی۔

عرض کیا۔ حضرت محمدؔ بن الحنفیہ کا حال حضرت عیسٰےؑ کا سا ہے۔ کہ ان کا معاملہ لوگوں پر مشتبہ رہا۔ آپؑ نے فرمایا۔ کہ عیسٰےؑ کا معاملہ ان کے اولیاء پر مشتبہ رہا یا اعداء پر؟ عرض کیا۔ اعداء پر۔ فرمایا کیا میرے والد اپنے چچا کے اعداء میں تھے؟ عرض کیا۔ نہیں۔ فرمایا۔ پھر ان پر کیونکر ان کا حال مشتبہ رہ سکتا ہے۔ حالانکہ انہوں نے تدفین و تکفین کی۔ اور قبر میں رکھا۔ دوستوں سے حال مشتبہ نہیں رہتا۔ اشتباہ دشمنوں کے لئے ہے اور حضرت باقر العلومؑ خود فرماتے ہیں۔ کہ میں محمد بن الحنفیہ کے پاس اس وقت گیا۔ کہ جب ان کا آخری وقت تھا۔ میں نے کہا۔ کچھ وصیت کیجئے۔ تو ان کی زبان بند ہو گئی اور کچھ نہ کر سکے۔ میں نے لگن میں ریت بھر کر منگایا۔ اور ان کے سامنے رکھ دیا۔ کہ اس پر انگلی سے نقش کر دیجئے۔ انہوں نے انگلی سے لکھا۔ اور میں نے اس کو نقل کر لیا۔ اور وفات محمد بن الحنفیہ ۸۴ھ میں واقع ہوئی۔ اور قتل محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ مشہور و معروف اور خیال فرقہ مغیرہ صریح البطلان۔ بعد اس کے بھی ناؤوسیہ غلطی میں پڑ گئے۔ اور حضرت صادقؑ کو امام غائب کہنے لگے۔ حالانکہ حضرتؑ نے سینکڑوں مرتبہ امام غائبؑ کی خبر دی ہے۔ اور آپ کی وفات منصور دوانقی کے زہر سے ہوئی۔ اور بعد ازاں حضرت موسےٰؑ بن جعفرؑ کا امام ہونا ان کے اعتقاد کو باطل کرتا ہے۔ اور یہ اعتقاد محض عبداللہ بن الناؤوس کی جہالت ہے۔ اسی طرح قول واقفیہ باطل ہے۔ خود امام موسےٰ بن جعفرؑ، امام غائبؑ کی تصریح فرما چکے ہیں۔ اور وفات آپ کی مسلم ہے۔ چنانچہ عمر بن واقد سے مروی ہے۔ کہ مجھ کو ایک رات کو جبکہ میں بغداد میں تھا۔ سندی بن شاہک نے بلایا اور مجھے کہا۔ کہ کیا تم ایسے لوگوں کو جانتے ہو۔ جو موسےٰؑ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہیں۔ میں نے لوگوں کے نام بتلائے۔ اس نے ان کو بھی بلوا لیا۔ پھر ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی کچھ نام بتلائے۔ اور اس نے ان کو بھی بلوا لیا۔ اور پچاس سے زیادہ آدمی ہو گئے۔ پھر وہ سندی ہم کو بلا کر لے گیا۔ اور مجھ سے کہا۔ موسےٰؑ بن جعفرؑ کے منہ سے کپڑا ہٹاؤ۔ میں نے کپڑا اٹھایا۔ تو ان کو مردہ پایا۔ اور میں رونے لگا۔ پھر سب لوگوں سے کہا۔ کہ دیکھو۔ سب نے یکے بعد دیگرے دیکھا۔ پھر کہا۔ کیا تم سب شہادت دیتے ہو۔ کہ یہ موسےٰؑ بن جعفرؑ ہیں۔ سب نے کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں۔ کہ یہ وہی جناب ہیں اور مُردہ ہیں۔ پھر آپ کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر باقی جسم اقدس کھول کر سب کو دکھلایا۔ پھر سب نے تصدیق کی۔ اور کہا کوئی شبہ نہیں۔ بیشک یہ وہی جناب ہیں۔ بعد ازاں سندی نے حکم دیا۔ کہ تم سب یہیں رہو۔ اور ان کی تجہیز و تکفین میں شریک ہو۔ اور

روایات کتب تواریخ میں درباب وفات جناب موسےٰ بن جعفرؑ و جناب علیؑ بن موسی الرضاؑ بہت ہیں۔ اور اسی طرح وفات جناب امام حسنؑ العسکری ثابت و محقق ہے۔ اور اس جناب نے اپنے فرزند اور امام غائب کو لوگوں کو دکھلا دیا ہے۔ اور اس لئے ان کو امام غائب کہنے والے جھوٹے اور کاذب ہیں۔ اور نہیں ہے امام غائب مگر وہ محمد بن الحسنؑ العسکری۔ ابتدا اس قسم کے شبہات وفات کی حضرت عمر سے ہوئی ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر آپ نے اعلان کیا۔ ما مات محمد وانما غاب کغیبۃ موسیٰ عن قومہ وانہ سیظھر بعد غیبۃ یعنی رسول خدا مرے نہیں ہیں بلکہ مثل موسےٰ غائب ہو گئے ہیں۔ اور بعد غیبت ظاہر ہوں گے۔ تب حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ یہ کیا کہتے ہو۔ خدا تو اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ انک میت وانھم میتون اے پیغمبر تو بھی مردہ ہے اور وہ بھی۔ تب وہ اپنے اس قول سے باز آئے۔ پس جس طرح حضرت عمرؓ کے فرمانے سے حیات ظاہریہ پیغمبرؐ ثابت نہ ہوئی۔ کیونکہ دلائل وفات پر دال تھیں۔ اسی طرح بعض جہال کیسانیہ و واقفیہ وغیرہم کے کہنے سے حیات محمد بن حنیفہ موسےٰ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسےٰ و حسنؑ بن علیؑ ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور آنی احادیث کثیرہ و دلائل قاطعہ کے مقابلہ میں ان جہال کے اقوال سند نہیں ہو سکتے اور از روئے دیانت اسلامی ان سے تمسک نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے شبہات مہملہ سے دلائل قطعیہ و براہین یقینیہ مشکوک و مشتبہ اور باطل نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح وفات اسمٰعیل بن صادق مشہور و معروف ہے۔ اور حضرت صادقؑ نے تمام حاضرین کو ان کا جنازہ دکھلایا۔ اور منہ کھول کر پہنچوایا۔ جیسا کہ روایات و کتب تواریخ و سیر شاہد ہیں۔ دعوئے اسمٰعیلیہ درباب اسمٰعیل باطل محض ہے اور ان کا قول مردود۔ اور اسی طرح ان کے فرقے قرامطہ و مبارکیہ باطل محض ہیں۔ سوائے توہمات و قیاسات و خرافات و شبہات و مشکوکات کوئی دلیل قطعی خدا و رسولؐ سے نہیں رکھتے۔ اور ان کے قیاسات فاسدہ دلائل قطعیہ یقینیہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وقس علی ذالک اصل یہ ہے۔ کہ جب اصل امامت ہی ان کے لئے ثابت نہیں ہے۔ تو دعوئے مہدویت بلاشک باطل ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بعد پیغمبرؐ امامت خلق مخصوص ہے اہل بیتؑ سے اور امام مہدیؑ و امام آخر الزمانؑ انہی ائمہ اہل بیتؑ میں سے بارھواں امامؑ ہے۔ تو یہ قول بھی باطل مطلق ہے کہ مہدی آخر الزماں اولاد عباس سے ہو گا۔ اور کوئی دلیل اس باب میں موجود نہیں ہے۔ ہاں پیغمبرؐ نے عباسیوں کے ملک و سلطنت کی خبر دی ہے۔ اور وہ ضرور بادشاہ ہوئے۔ لیکن اس بادشاہت کو اس امامت سے کوئی تعلق نہیں۔ امام مخصوص و

منسوص ہیں۔ ا[illegible]مہدی کی بابت یہ جھوٹی روایت کہ اولاد عباسؓ سے ہوگا عباسیوں کے زمانے میں وضع کی گئی ہے۔ [illegible] عادت تھی۔ کہ ان کے خوش کرنے کو ایسی روایات گھڑتے تھے۔ چنانچہ بعض شعراء خلیفہ مہدی کو [illegible] کو مہدیؑ آخرالزماں کہ دیتے تھے۔ لیکن یہ قول کہ مہدیؑ اولاد عباسؓ سے ہے۔ ایسا رکیک و ضعیف [illegible] کہ علماء شیعہ و سنی میں سے کسی نے بھی اس پر اعتبار نہیں کیا ہے۔ حتےٰ کہ علامہ ابن حجر صاحب [illegible]ق نے بھی اس کی تاویل کی ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ شاید اس وجہ سے عباس کو پدر مہدی کہا [illegible] کہ مہدی کے جد بزرگوار نے ام الفضل زوجہ عباس کا دودھ پیا تھا۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ آنحضرت نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا۔ روایت محض جعلی ہے۔ فتذبر۔ محض بادشاہت نہ دلیل امامت [illegible] ہے نہ ہوگی۔ احادیث مذکورۃ الصدر سے یہ بھی ثابت ہو گیا۔ کہ مہدیؑ آخر الزماں ہم نام و [illegible]نیت جناب رسولؐ انامؐ ہے۔ یعنی ابوالقاسم المحمدؐ و ابو ابراہیم الاحمدؐ۔ اور یہ روایت محض مجہول و [illegible] و موضوع ہے۔ کہ آنحضرتؐ کے باپ اور مہدی آخرالزمانؑ کے باپ کا نام بھی ایک ہے۔ روایت [illegible] واحد ایک سو احادیث صحیحہ کو باطل نہیں کر سکتی۔ اور علامہ شافعی گنجی نے تصریح فرمادی ہے۔ کہ روایت میں اسم ابیہ اسم ابی زائدہ نے زیادہ کیا ہے۔ کیونکہ اس کی عادت تھی۔ کہ زیادہ کر دیا کرتا تھا۔ اور تیس سے زائد رواۃ ثقات نے جو روایت کیا ہے۔ اس میں سے کسی میں یہ لفظ نہیں ہے۔ کہ اس کے باپ کا نام مثل نام رسول خداؐ ہے۔ اور اس لئے علامہ ابن حجر نے جو کچھ اس باب میں لکھا ہے۔ یقیناً غلط ہے اور کسی طرح قابل توجہ نہیں۔ ان کے باپ کا نام عبداللہ نہیں ہے بلکہ الحسنؑ ہے۔ اور بفرض محال اگر روایت کو مانا جائے۔ تو مراد باپ سے دادا ہوگی۔ اور مطلب یہ ہوگا۔ وہ اولاد حسینؑ سے ہے۔ اور اس کے جد بزرگوار ابو عبداللہ الحسینؑ بن علیؑ ہیں۔ یعنی اولاد حسنؑ سے نہیں ہے۔ اور یہ بھی یقیناً صحیح ہے۔ کہ مہدیؑ آخر الزماں اولاد حسینؑ سے ہے۔ جیسا کہ دلائل قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے۔ ہرگز اولاد امام حسنؑ سے نہیں ہے۔ تعجب ہے۔ کہ اس قدر احادیث کثیرہ کے ہونے سے جناب علامہ ابن حجر جیسے عالم بھی محض ایک روایت کی بنا پر مہدی آخرالزمانؑ کو امام حسنؑ کی اولاد سے کہتے ہیں حالانکہ خود سلسلہ ائمۂ اہل بیتؑ انہوں نے اولاد حسینؑ ہی سے قرار دیا ہے۔ کما لا یخفی علی متتبع الکتب ہاں سلسلۂ ائمۂ ایک طرف سے جناب امام حسنؑ سبط اکبر پر منتہی ہوتا ہے۔ یعنی نسل حسینؑ اولاد آدم اہل بیتؑ حضرت امام زین العابدین علیؑ بن الحسینؑ سے چلی ہے۔ اور وہ امام ہیں اور علیؑ ابن الحسینؑ کا عقد ام عبداللہ یا ام الحسن دختر جناب امام حسنؑ سے ہوا تھا۔ اس لئے

جناب محمدؑ بن علیؑ الباقر امام خامس ددھیال کی طرف سے جناب امام حسینؑ کی طرف منتہی ہوتے ہیں۔
اور ننھیال کی طرف سے جناب امام حسنؑ سے۔ اور آپ میں نورِ سبطین کا اجتماع ہوا ہے۔ اور چونکہ
مہدیؑ آخر الزماں انہی محمدؑ الباقرؑ کی نسل سے ہیں۔ اس لئے وہ جناب دونو بزرگوار حسنؑ و حسینؑ کی طرف منسوب
ہو سکتے ہیں۔ لیکن چونکہ اصل نسب باپ دادا کی طرف سے ہوتا ہے۔ اس لئے اصل اولادِ حسینؑ ہیں۔
نہ اولادِ حسنؑ۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض حضرات کو آپ کے والد ماجد حسنؑ عسکریؑ کے اسمِ مبارک سے
شبہ پڑ گیا ہے۔ کیونکہ ان کا نام حسنؑ ہے۔ اور حسنؑ سے حسنؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ خیال کر لیا۔
یا جان بوجھ کر ایسا کیا گیا ہے۔ تاکہ امر مشتبہ ہو جائے۔ اور جو روایت سنن ترمذی میں مروی ہے۔ کہ
مہدیؑ اولادِ حسنؑ سے ہے یقیناً موضوع ہے۔ کیونکہ بیشمار روایات صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے۔
یا نساخ کو شبہ ہوا ہے۔ اور بجائے حسینؑ حسنؑ لکھا یا بجائے حسینؑ حسنؑ پڑھا گیا اور جو تاویل علامہ
ابن حجر نے کی ہے کہ چونکہ حضرت حسنؑ نے امامت ترک کر دی تھی اور معاویہؓ سے صلح کر لی تھی۔ اس لئے
خدا نے مہدیؑ کو ان کی ذریت سے قرار دیا۔ نہایت اکذب ہے۔ اوّل اس لئے کہ ہم ثابت کر چکے ہیں
کہ نتیجہ شہادت سید الشہداء امامت ذریت حسینؑ ہے۔ اور معاویہؓ سے صلح کرنا ترک امامت کا
ہم معنی نہیں ہے۔ اور نہ امامت خلافت ظاہری کے ہم معنی ہے۔ وہ اپنے وقت میں ضرور امام
ہے۔ امامت اولادِ حسینؑ کے لئے روزِ ازل سے مخصوص و منصوص ہے۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا
ہے۔ اور اس باب میں جملہ اقوال اور تمام تاویلات غلط و باطل ہیں۔ بہر صورت یہ خیال غلط ہے
کہ مہدیؑ آخر الزماں حسنیؑ ہے۔ اور یہ جزئی اختلافات دلائل قطعیہ اجماعیہ کے مقابلہ میں کسی شمار
میں نہیں آ سکتے۔ اور ان سے اصل پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ جبکہ وہ ہر طرح مبرہن و مدلل و محقق ہے۔
اور اس روایت میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے۔ کہ محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علیؑ کے پیرو فرقہ مغربیہ
نے اس کو وضع کیا ہو۔ کیونکہ بعض روایات کی رو سے محمد بن عبداللہ مذکور مدعی مہدویت تھے۔
بہر صورت اس کے غلط نا قابل عمل و غیر معتمد ہونے میں کسی عاقل کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ ان دلائل و
براہین سے اس روایت کی رکاکت و سخافت بھی واضح و لائح ہے۔ کہ "لا مھدی الا عیسی ابن
مریم" (یعنی نہیں ہے مہدی مگر عیسٰےؑ بن مریمؑ) جیسا کہ حاکم وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ لیکن حاکم نے
نقل کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا ہے۔ کہ "اوردته تعجبا لا محتجا به" یعنی فرماتے ہیں۔ کہ میں
نے اس روایت کو بطور تعجب نقل کیا ہے نہ بغرض احتجاج۔ علامہ بیہقی کہتے ہیں۔ کہ روایت محض
محمد بن خالد سے مروی ہے۔ اور اس لئے متواترات کے مقابل سند نہیں ہو سکتی۔ اور حاکم نے

تصریح فرمائی ہے۔ کہ یہ روایت مجہول ہے۔ اور اصلاً مرفوع۔ اور نسائی فرماتے ہیں۔ کہ یہ روایت منکر ہے۔ اور ابن ماجہ لکھتے ہیں۔ شافعی کے سوا کسی محدث نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ لیکن چونکہ شافعی سے اور روایات صحیحہ متواترہ درباب مہدی آخرالزمانؑ مروی ہیں اس لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انہوں نے بھی مثل حاکم بطور تعجب نقل کیا ہے نہ بغرض استدلال واحتجاج اور از روئے انصاف اگرچہ وہاں اس کی تصریح نہ کی ہو۔ اہل عقل پر چھوڑ دیا ہو۔ اور اعتقاد شافعی دوسری روایات وبیانات سے واضح ہے۔ کہ وہ ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے۔ کہ عیسٰے بن مریمؑ ہی مہدی ہیں۔ اور کیوں کر ہو سکتا ہے کہ وہ ایسا اعتقاد کر سکیں۔ اگر ایسا کریں۔ تو وہ سیکڑوں احادیث نبویؐ کے منکر ہوں گے۔

علامہ سلیمان قندوزی فرماتے ہیں۔ کہ یہ روایت اور تین وجہ سے مجعول ومجہول ثابت ہوتی ہے۔ اول یہ کہ اصل روایت یہ ہے۔ عَنْ اَنَسٍ مَرْفُوْعًا لَا یَزْدَادُ الْاَمْرُ اِلَّا شِدَّۃً وَلَا الدُّنْیَا اِلَّا اِدْبَارًا وَلَا النَّاسُ اِلَّا شُحًّا وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ اِلَّا عَلٰی شَرِّ الْخَلْقِ وَلَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسَی بْنُ مَرْیَمَ یعنی آنحضرتؐ نے (معاذ اللہ) فرمایا۔ نہیں بڑھے گا امر دنیا مگر سختی میں اور دنیا ادبار میں اور لوگ بخل میں۔ اور نہیں قائم ہو گی قیامت مگر بدترین خلق پر۔ اور نہیں ہے مہدی مگر عیسٰے بن مریمؑ۔ اس لئے اگر یہ روایت صحیح ہو تو چاہئے۔ کہ یزید بن معاویہ کے وقت سے مسلمانوں پر سختی آج تک زیادہ ہی ہوتی گئی ہو۔ اور دنیا میں خیر وصلاح باقی نہ رہے۔ حالانکہ یہ بالکل خلاف واقع ہے۔ دوم اس لئے کہ آنحضرتؐ کی بعثت سے پہلے عرب میں خبر مہدیؑ مشہور ومعروف نہ تھی۔ جو حضرتؐ ان سے یہ فرماتے۔ کہ نہیں ہے وہ مہدی جس کو تم کہتے ہو مگر عیسٰے بن مریمؑ۔ سوم اس لئے کہ خدا نے اپنی کتاب اور کتب سابقہ میں مہدیؑ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس اس وجہ سے پیغمبرؐ نے اپنی امت کو خبر دی ہے۔ جس طرح کہ انبیاء سابقین نے ہمارے پیغمبرؐ کی اور احوال مہدیؑ کی بشارت دی تھی۔ اور ان تمام بشارات کو میں نے مشرق الاکوان میں ذکر کیا ہے۔ پس کیونکر بشارات مہدی عیسٰے کے لئے ہوں۔ حالانکہ تمام انبیاء مع حضرت عیسٰے ان کی بشارت دیتے آئے ہیں۔ اور اس لئے یہ روایت باطل محض ہے۔ علاوہ ازیں پیغمبرؐ نے مہدیؑ کے حسب ونسب واسم ورسم ومناقب وفضائل وعلائم ونشانات کو مفصل بیان فرمایا ہے۔ جن میں سے کوئی بھی حضرت عیسٰے پر صادق نہیں کیوں کر ممکن ہے۔ کہ محمد بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسٰےؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ فرزند زہراؑ بنت محمد المصطفٰےؐ عیسٰے بن مریمؑ بن جائیں۔ کیوں کر ممکن ہے۔ کہ خود ہی رسول خداؐ یہ فرمائیں۔ کہ عیسٰے بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے اور اس مہدی آخرالزمانؑ کے

پیچھے نماز پڑھیں گے۔ جو میری اولاد سے ہے۔ اور خود ہی فرمائیں کہ نہیں ہے مہدی مگر عیسٰےؑ۔ خود ہی فرمائیں کہ کیا حال ہوگا جبکہ عیسٰےؑ بن مریمؑ آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ حالانکہ تمہارا امام تم ہی مسلمانوں ا میں سے ہوگا۔ عیسٰےؑ تمہارے امام نہ ہوں گے۔ اور خود فرمادیں۔ کہ عیسٰےؑ ہی امام مہدی ہے۔ یہ صریح متناقض اقوال ہیں۔ بیشک وہ لوگ منکر رسول و صداقت رسول ہیں۔ جو ایسے کلمات رکیکہ زبان پر لاتے ہوئے شرم نہیں کرتے۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون (باقی مباحث نزول عیسٰےؑ کے باب میں ذکر کئے جائیں گے اور باب رفع شبہات میں مفصل بیان ہوگا)۔

یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا۔ کہ یہ روایت مشہورہ لَنْ تَھْلِكَ اُمَّةٌ اَنَا فِیْ اَوَّلِھَا وَالْمَھْدِیُّ فِیْ وَسْطِھَا وَعِیْسٰی فِیْ اٰخِرِھَا (وہ امت ہرگز ہلاک نہ ہوگی جس کے ابتداء میں میں ہوں۔ اور بیچ میں مہدی۔ اور آخر میں عیسٰےؑ) ہرگز اس پر دلالت نہیں کرتی۔ کہ مہدی آخرالزمانؑ عیسٰےؑ ہی ہیں۔ کیونکہ صاف اس میں عیسٰےؑ اور مہدیؑ دونوں کا ذکر ہے۔ مہدیؑ اور عیسٰےؑ کو ایک نہیں کہا گیا۔ اور نہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ فتح عالم عیسٰےؑ کے ہاتھ پر ہے۔ بلکہ مطلب بالکل صاف اور واضح ہے۔ کہ نزول عیسٰےؑ بعد ظہور مہدیؑ ہے۔ چنانچہ بعض روایات میں آچکا ہے۔ کہ مہدیؑ منتظر ہوں گے۔ اور آسمان کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔ کہ عیسٰےؑ نزول فرمائیں گے۔ کہ گویا ان کے بالوں سے پانی ٹپک رہا ہے۔ پس معلوم ہوا۔ کہ نزول عیسٰےؑ ظہور مہدیؑ کے بعد ہوگا۔ یعنی آپ ظاہر ہو چکے ہوں گے اور خروج فرمارہے ہوں گے۔ اس وقت عیسٰےؑ آئیں گے۔ اس کو اتحاد عیسٰے علیہ السلام و مہدی علیہ السلام سے کوئی نسبت نہیں۔

اور دوسرے طریق سے جو روایت مروی ہے۔ اس سے شبہ بالکل ہی رفع ہوجاتا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ زید بن علیؑ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے ایک طولانی حدیث کے ضمن میں خبر دی ہے۔ کَیْفَ تَھْلِكُ اُمَّةٌ اَنَا اَوَّلُھَا وَاثْنَا عَشَرَ مِنْ بَعْدِیْ مِنَ السُّعَدَاءِ وَاُولِی الْاَلْبَابِ وَالْمَسِیْحُ عِیْسٰی بْنُ مَرْیَمَ اٰخِرُھَا وَلٰکِنْ بَیْنَ ذٰلِكَ نَتْجُ الْھَرْجِ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْھُمْ۔

یعنی کیونکر ہلاک ہوسکتی ہے وہ امت جس کا اول میں ہوں۔ اور اس کا آخر میرے بعد بارہ سعداء اور اولی الالباب اور عیسٰےؑ ہوں۔ لیکن ان کے درمیان ہرج ومرج بہت ہوگا۔ اور وہ لوگ جو ایسا کریں گے مجھ سے نہیں ہیں اور نہ میں ان سے ہوں "ان دونوں حدیثوں کو جمع کرنے سے مطلب صاف وہی نکلتا ہے جو ہم عرض کر چکے ہیں۔ کہ نزول عیسٰےؑ بارھویں امامؑ کے ظہور کے بعد ہے۔ اور یہ سب بارہ کے بارہ امامؑ اور عیسٰےؑ آنحضرتؐ کے بعد ہیں۔ کسی طرح اس روایت سے اتحاد مہدیؑ و عیسٰےؑ

ثابت نہیں ہو سکتا۔ جو جہال اس کو سند لاتے ہیں۔ یہ ان کی حماقت کی دلیل ہے۔ اگر مہدیؑ و عیسٰےؑ ایک ہو۔ تو لازم آتا ہے۔ کہ کل ائمۂ اہل بیتؑ و عیسٰےؑ ایک ہوں۔ اور ائمۂ اہلبیت میں سے کوئی بھی امام نہ ہو۔ بلکہ کسی کا بھی وجود نہ ہو۔ اور یہ باطل محض و محال صریح ہے۔ لہٰذا یہ خیال بھی باطل ہے۔ کہ مہدیؑ عیسٰےؑ ہیں اور بالکل محال و ممتنع مطلق ہے۔

بلاشک ولاریب اوّل اوّل جناب رسول خدا نے دُنیا میں اسلام کو قائم کیا۔ اور قیام بالسیف فرمایا۔ لیکن بدیء الاسلام غریباً وسیعود غریباً اسلام حالت غربت میں ظاہر ہوا۔ اور عنقریب اسی حالت میں لوٹ جائے گا؛ بھی آپ نے ہی فرمایا۔ اور پھر اسلام اسی حالت غریبی پر لوٹ گیا۔ بعد ازاں امام حسینؑ نے اسلام کے حق و باطل میں دیوار قائم کی۔ اور اس کو بالکل فنا ہونے سے بچا لیا۔ لیکن حالت غربت سے نہ نکال سکے۔ اور یہ فضیلت مہدی آخرالزمانؑ کے لئے مخصوص رہی۔ کہ اسلام کلی طور پر ان کے زمانے میں عزت و غلبہ حاصل کرے۔ اور وہ جناب دُنیا میں اسلام کو پورے طور سے زندہ اور قائم کریں گے۔ اور بعد ظہور آنجناب عیسٰےؑ آسمان سے اُتر کر ان کی تصدیق فرمائیں گے اور نصرت کریں گے۔ اور لوگوں کو اس جناب کی طرف دعوت دیں گے۔ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم لن تھلک امۃ انا اولھا والمھدی فی اوسطھا وعیسٰی فی آخرھا باختلاف بعض الفاظ) فافہم وتدبر۔

علامہ ابن حجر اس روایت کی بابت یہ تحقیق فرماتے ہیں۔ کہ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جزیہ کے منسوخ کرنے اور ملل مخالفۂ اسلام کے ہلاک کرنے کے لئے سوائے عیسٰےؑ بن مریمؑ اور کوئی مہدی نہیں ہے۔ یا یہ کہ نہیں ہے مہدی معصوم مگر عیسٰےؑ ، یہ اس لئے تاویل کی گئی ہے۔ کہ ان کے نزدیک عصمت اگر ہے تو صرف نبی کے لئے ہے نہ امام کے لئے۔ اس کے متعلق ہم لکھ چکے ہیں۔ یعنی عصمت لازمہ امامت ہے۔ اور امام نہیں ہوتا مگر معصوم۔ اور محی الدین العربی کے نزدیک جو نص رسول اللہؐ نے مہدی کی عصمت کی بابت کی ہے۔ وہ کسی کی بابت نہیں ہے، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ اور ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا۔ کہ کیا عمر بن عبدالعزیز مہدی ہے؟ کہا۔ نہیں۔ کیونکہ اس نے عدل کو کامل نہیں کیا، مہدی آخرالزمانؑ تمام روئے زمین کو عدل سے پُر کر دے گا۔ یعنی وہ من جملہ مہدیین ہے۔ نہ وہ مہدی آخرالزمانؑ جس کی خبر دی گئی ہے۔ اور وعدہ کیا گیا ہے۔ اور احمد بن حنبل نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ منجملہ ان مہدیوں کے ہے۔ جن کا ذکر رسول اللہ نے اس حدیث میں کیا ہے۔ تم پر لازم ہے۔ کہ میری سنت پر عمل کرو۔ اور ان کی سنت پر جو

میرے بعد خلفاء راشدین مہدیین ہیں۔ ثُمَّ تَاوِیْلُ حَدِیْثِ لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی اِنَّمَا هُوَ عَلٰی تَقْدِیْرِ ثُبُوْتِهٖ وَالْاَنْقَالُ الْحَاکِمُ اَذْکَرْتُهٗ تَعَجُّبًا لَا مُحْتَجًّا بِهٖ یعنی یہ تاویل حدیث لامہدی الا عیسٰےؑ برفرض ثبوت ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ یہ حدیث ہی نہیں ہے۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ میں نے از روئے تعجب اس حدیث کو ذکر کیا ہے نہ بغرض استدلال واحتجاج" اور البیہقی نے کہا ہے کہ اس حدیث میں محمد بن خالد متفرد ہے۔ اور کسی نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔ اور اس لئے قابل اعتماد نہیں ہو سکتی۔ اور حاکم نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث مجہول ہے۔ اور اس کی سند میں اختلاف ہے۔ اور اس لئے قابل توجہ نہیں۔ اور امام نسائی کہتے ہیں۔ کہ یہ حدیث منکر ہے۔ اور حفاظ احادیث کہتے ہیں کہ وہ احادیث مذکورہ جو نص کرتی ہیں۔ کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ وہ اس سے اسناد میں صحیح تر ہیں۔ اور ابن عساکر نے روایت کی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ جب قائم آل محمدؐ خروج کرے گا۔ تو خدا تمام اہل مشرق اور اہل مغرب کو جمع اور متفق کرے گا پس رفقاء مہدیؑ اہل کوفہ ہوں گے اور ابدال شام سے آئیں گے۔ اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ ایک خلیفہ کے مرنے کے وقت اختلاف پڑے گا پس مدینہ سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور مکہ کی طرف بھاگ کر جائے گا۔ پس کچھ لوگ اہل مکہ سے آئیں گے اور اس کو نکالیں گے درآنحالیکہ اس کو ناگوار ہو گا۔ پس رکن و مقام کے درمیان اس کی بیعت کریں گے۔ اور ان کی طرف ایک لشکر شام سے بھیجا جائے گا۔ اور وہ مکہ و مدینہ کے درمیان بیداء کی زمین میں دھنس جائے گا (یہ سفیانی کا لشکر ہو گا)۔ جب لوگ یہ دیکھیں گے۔ تو ابدال اہل شام اور عصائب اہل عراق آئیں گے۔ اور اس کی بیعت کریں گے پھر ایک شخص اٹھے گا جو قریش سے ہو گا۔ اور اس کا ننھیال بنی کلب ہیں۔ اور وہ ان کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ اور وہ لوگ اس پر غالب آئیں گے۔ اور یہ لشکر بنی کلب کا ہو گا۔ اور محروم ہے وہ شخص جو بنی کلب کی لوٹ میں مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہو۔ پس وہ لوگوں میں مال تقسیم کرے گا اور سنت نبیؐ پر عمل کرے گا۔ اور طبرانی نے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے جناب فاطمہؑ سے فرمایا۔ کہ ہمارا نبیؐ بہترین نبیؐ ہے۔ اور وہ تیرا باپؐ ہے۔ اور شہید ہمارا بہترین شہید ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کا چچا حمزہؑ ہے۔ اور ہم میں سے ہی وہ ہے۔ جو دو بازوؤں سے جنت میں اڑتا ہے۔ اور وہ تیرے باپؐ کے چچا کا بیٹا جعفرؑ ہے۔ اور ہم میں سے ہی سبطین امت حسنؑ و حسینؑ ہیں یعنی ان دونوں سے دو بڑے قبیلے پیدا ہوں گے۔ بڑی نسل پھیلے گی اور خلق کثیر پیدا ہو گی۔ اور ہم میں ہی سے مہدیؑ ہے (اس حدیث میں ایک فقرہ کم ہے۔ یعنی وَصِیُّنَا خَیْرُ الْاَوْصِیَاءِ وَهُوَ

یعلك یعنی "وصی ہمارا بہترین اوصیاءؑ ہے اور وہ تیرا شوہر ہے" جیسا کہ بعض احادیث میں آ چکا ہے)۔ اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے گا۔ تو اللہ اس کو دراز کر دے گا یہاں تک کہ میرے اہل بیتؑ میں سے ایک شخص مالک تمام روئے زمین ہو، جو مالک ہوگا دیلم اور قسطنطنیہ کا۔

اور حاکم سے یہ حدیث صحیح مروی ہے۔ کہ ابن عباسؓ نے آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ کہ ہم اہل البیتؑ میں سے چار ہیں۔ ہم میں ہی سے سفاح ہوگا۔ ہم میں ہی سے منذر ہوگا۔ ہم میں ہی سے منصور اور ہم میں سے مہدیؑ۔ پس اگر اہل بیتؑ سے مراد تمام بنی ہاشم ہیں۔ تو پہلے یہ تین نسل عباسؓ سے ہوں گے۔ اور چوتھا یعنی مہدیؑ نسل فاطمہؑ سے۔ پس اس میں بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ اور یہی صحیح ہے۔ کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ اور اگر ان چاروں سے مراد اولاد عباسؓ ہوں۔ تب مہدی سے مراد تیسرا خلیفہ عباسی ہو سکتا ہے۔ کیوں کہ وہ عباسیوں میں ایسا ہی ہے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز بنی امیہ میں۔ کیونکہ اس کو عدل تام اور سیرت حسنہ حاصل تھی۔ اور اس لئے بھی کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مہدی کا نام نام نبیؐ ہے۔ اور ان کے باپ کا نام آنحضرتؐ کے باپ کے نام کے موافق ہے۔ اور یہ مہدی ایسا ہی ہے۔ کیونکہ وہ محمد بن عبداللہ المنصور ہے۔ اور اسی کی تائید ابن عدی کی اس خبر سے ہوتی ہے۔ کہ مہدی میرے چچا عباسؓ کی اولاد سے ہے۔ لیکن ذہبی نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث صرف محمد بن الولید مولائے بنی ہاشم سے مروی ہے۔ اور وہ احادیث وضع کیا کرتا تھا۔ اس لئے ہرگز قابل اعتبار نہیں ہو سکتی (اس لئے یہ بھی غلط ہے۔ کہ مہدی کے باپ کا نام مثل نام پدر بزرگوار حضرت رسول مختارؐ ہے) اور تاویل اس کے خلاف نہیں ہے۔ جو اوصاف ابن عباس نے مہدی کے بیان کئے ہیں۔ کیونکہ ان کو اس مہدی پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے (لیکن یہ خیال باطل محض مصدق حقیقی صرف مہدی آخر الزمانؑ ہی پر ہو سکتا ہے) اور جب کہ اس کلام کی یہ تاویل ہو سکتی ہے۔ تو یہ بات ان احادیث صحیحہ کے منافی نہیں ہے۔ جس میں ثابت ہے کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ سے ہے۔ کیونکہ اس سے مراد وہ مہدیؑ ہے۔ جو آخر الزماں میں ظاہر ہوگا۔ اور اسی کی بابت بحث ہے نہ اس مہدی عباسؓ کی بابت۔ اور وہ وہ مہدیؑ ہے۔ جس کے پیچھے عیسٰیؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ اور یہ روایتؒ کہ بعد مہدی بارہ شخص مالک زمین یا بادشاہ ہوں گے۔ چھ اولاد حسنؑ سے اور پانچ اولاد حسینؑ سے اور آخر کسی اور خاندان سے" بالکل واہیات ہے۔ یعنی اول تو یہ احادیث صحیحہ کے مخالف ہے۔ دوسرے احادیث

میں یہ آچکا ہے۔ کہ وہ مہدی آخرالزماں میں آئے گا اور عیسٰیؑ اس کی اقتداء کریں گے۔ لہٰذا اس کے بعد کسی اور کا بادشاہ ہونا خلاف فرض ہے (اس کی تشریح ابواب لاحقہ میں آئے گی) اور یہ اس حدیث طبرانی کے بھی خلاف ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ اور بعد خلفاء امراء۔ اور بعد امراء ملوک۔ اور بعد ملوک شاہان جبار۔ پھر میری اہل بیتؑ میں سے ایک شخص خروج کرے گا۔ اور وہ زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ پس مہدی سب سے آخر میں ہے۔ اس کے بعد اور کوئی نہ ہوگا۔ اور قحطانی نے کہا ہے۔ کہ ہم اس کلام ابن عباس کو اس پر بھی محمول کر سکتے ہیں۔ جو ابن عباس نے ہی رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ یعنی کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ وہ امت ہلاک نہیں ہوگی جس کے اوّل میں میںؐ ہوں اور وسط میں مہدی اور آخر میں عیسٰیؑ بن مریمؑ۔ بایں طور کہ اس مہدی سے مراد مہدی عباسی ہیں نہ مہدی آخرالزمانؑ۔ اور بعض کا یہ قول ہے۔ کہ وسط سے مراد ماقبل آخر ہے۔ اور اس صورت میں مطلب حدیث یہ ہوگا۔ کہ نزول عیسٰیؑ سے پہلے مہدی خروج فرمائیں گے۔ اور بعد ازاں حضرت عیسٰیؑ نازل ہوں گے۔ اس بیان کے بعد علامہ حدیث احمد و ماوردی کو روایت کر کے جس کا آئندہ ذکر آئے گا تنبیہ میں فرماتے ہیں۔ کہ اظہر یہ ہے۔ کہ خروج مہدیؑ قبل نزول عیسٰیؑ ہے۔ اور ایک قول ضعیف یہ ہے۔ کہ بعد نزول عیسٰیؑ ہے۔ اور ابوالحسین الآبری نے کہا ہے۔ کہ خروج مہدیؑ کے باب میں احادیث متواترہ و مستفیضہ آنحضرتؐ سے مروی ہیں۔ اور یہ کہ وہ اہل بیتؑ نبویؐ سے ہے۔ اور وہ سات سال مالک زمین رہے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ اور وہ عیسٰیؑ بن مریمؑ کے ساتھ خروج کرے گا۔ اور عیسٰیؑ اس کی قتل دجال پہ مدد کریں گے۔ اور دجال کو ارض فلسطین میں باب اللّد پہ قتل کر دیں گے۔ اور وہی اس امت کا امام ہوگا۔ اور عیسٰیؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور یہ بات جو مروی ہے۔ کہ مہدی عیسٰیؑ کو نماز پڑھائیں گے اور عیسٰیؑ ان کی اقتداء کریں گے۔ اس پر احادیث دال ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہو چکی ہیں۔ اور جو سعدالدین التفتازانی نے روایت کی ہے۔ کہ عیسٰیؑ مہدیؑ کو نماز پڑھائیں گے کیوں کہ وہ بوجہ نبوت اس کے سزاوار ہیں۔ اس پہ کوئی شاہد اور کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ حضرت مہدی عیسٰیؑ بن مریمؑ کو اس لئے نماز پڑھائیں گے۔ کہ یہ ظاہر ہو جائے۔ کہ وہ ہمارے نبیؐ کے تابع ہو کر آئے ہیں۔ اور انہی کی شریعت پر عمل کریں گے۔ اور حکم کریں گے۔ اور اپنی شریعت میں کسی قسم کا اختیار استقلالی نہیں رکھتے ہوں گے۔ اور اگر مہدی یا اور کوئی فرد امت مہدیؑ عیسٰیؑ ابن مریمؑ کی اقتداء کرے۔ تو یہ غرض فوت ہو جائے گی۔ اور حضرتؑ اپنی شریعت میں مستقل سمجھے جائیں گے۔ اور یہ معلوم نہ ہوگا۔ کہ یہ تابع شریعت

محمدی ہیں۔ پس ضرور حضرت عیسٰے علیہ السلام حضرت مہدی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کریں گے۔ انتہی۔

علامۂ موصوف کے اس بیان اور تحقیق سے بخوبی واضح ہے۔ کہ یہ امر باطل محض ہے۔ کہ عیسٰے ہی مہدی امت ہیں۔ اور یہ حدیث محض مجعول و مجہول ہے۔ ہرگز قابل سند نہیں۔ اور کیونکر ایک روایت مجہول مجعول سیکڑوں احادیث صحیحہ متواترہ و مستفیضہ کے مقابل سند ہو سکتی ہے اور کیوں کر دو شخص متغائر الذات و الصفات شخص واحد ہو سکتے ہیں۔ اسی بیان سے یہ بھی تصدیق ہو گیا۔ کہ حدیث عیسٰےؑ فی آخرھا بھی اس کی دلیل نہیں ہے۔ کہ مہدی اور عیسٰےؑ ایک ہی ہیں۔ اور آخری ہادی عیسٰے ہیں۔ اور یہ ہرگز علماء محققین اہل سنت کے نزدیک مسلم نہیں ہے۔ اور یہ روایت کہ مہدی آخر الزمانؑ اولاد عباس سے ہے بالکل موضوع ہے۔ اور یہ کسی طرح ثابت نہیں ہے۔ کہ مہدی آخر الامم اولاد عباس سے ہے۔ بلکہ جملہ محققین علماء کے نزدیک یہی صحیح ہے۔ کہ مہدی آخر الزمن اولاد فاطمہؑ اور اہل بیتؑ نبویؐ سے ہے۔ اور انہی کے پیچھے عیسٰے نزول فرما کر نماز پڑھیں گے اور ان کی متابعت و اقتداء کریں گے۔ اور افضیلت امام مطلق و خلیفہ خدا حضرت مہدی آخر الامم نبی جز نبی ثابت اور محقق و مبرہن ہے۔ کما ھو ذکرنا اس لئے جناب مہدی کا حضرت عیسٰے کے پیچھے نماز پڑھنا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ بلکہ حق یہی ہے کہ حضرت عیسٰے مہدی امت کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ فافہم۔ اس سے انکار ضروریات دین سے انکار کرنا اور معاذ اللہ آنحضرتؐ صادق امین صلے اللہ علیہ و آلہ الطیبین الطاہرین کی تکذیب کرنا ہے۔

خلاصہ یہ کہ جملہ اقوال فرق باطلہ غلط محض ہیں۔ اور مہدی صرف حضرت حجتؑ ابن الحسنؑ ہیں یہاں تک کہ مہدی آخر الزمانؑ کا اطلاق ائمۂ اہلبیتؑ سے کسی امام پر نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ جو سلسلۂ امامت ہی سے خارج ہیں۔ خصوصاً وہ مدعی جو در اصل دائرہ اسلام ہی سے خارج ہیں۔ ان پر کیونکر اس مہدی کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ خواہ سندھی ہوں یا ہندی۔ پنجابی ہوں یا ہندوستانی۔ کشمیری ہوں یا الی اخر۔ ہاں ان ہندی مدعیان عیسویت و مہدویت کے لئے یہ ضرور شایاں ہے۔ کہ وہ کرشن یا رامچندر یا ہنومان یاراون کی روح کے بروز و ظہور کے اپنے میں مدعی ہوں۔ اور ان کے مظہر نہیں محمد عربی کے سلسلۂ امامت میں ان کو دخل ممکن نہیں۔ وہ مہدویت اسی جناب سے مخصوص ہے۔ جو روز ازل سے دنیا کو شرک و کفر و الحاد سے صاف و پاک کرنے کے لئے

منسوب و منصوص کیا گیا ہے۔ اور اسی واسطے جمیع علماء امامیہ اثنا عشریہ اور اکثر و بیشتر علماء محققین اہل سنت جن کی کتب مدار دیانت ہیں اور جن کے اقوال موثوق بہ و معتمد علیہ وہ سب باتفاق اسی کے قائل ہیں۔ کہ مہدی موعود وہی حجت ابن الحسن العسکری ہیں۔ اور وہ پیدا ہو چکے ہیں اور بحکم خدا غائب و موجود ہیں۔ اور جب اذن خدا ہوگا ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ بیان ذیل سے اس کی مزید تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

فصل

اسمائے گرامی علمائے محققین اہل سنت جو وجود و غیبت امام مہدیؑ کے قائل ہیں

الشیخ العلامہ کمال الدین ابو سالم محمد بن طلحہ بن الحسن القرشی نصیبی الشافعی

اپنی کتاب مستطاب مطالب السئول میں فرماتے ہیں۔ "الباب الثانی عشر فی ابی القاسم محمد بن الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب المہدی الحجۃ الخلف الصالح المنتظر علیہم السلام (ملاحظہ ہو آخر کتاب)۔ بعد ازاں فرماتے ہیں۔ وہ بضعۃ الرسولؐ و طاہرۃ البتولؑ کی نسل طیب و طاہر سے ہے۔ سر من رائے میں ۲۵۵ھ میں ولادت ہوئی۔ اور آپ کا نسب باپ کی طرف سے یہ ہے۔ ابن ابو محمد الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الزکی بن علی المرتضیٰ امیر المومنین علیہم السلام۔ اور آپ کی والدہ ام ولد صقیل ہیں۔ جن کو حکیمہ وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ نام آپ کا محمد ہے۔ اور کنیت ابو القاسم۔ لقب الحجۃ۔ الخلف الصالح اور المنتظر ہے۔ اس کے بعد احادیث و روایات نقل کر کے شبہات و اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے

ہیں۔ کہ اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے۔ کہ یہ احادیث نبویہ جو کثیر التعداد ہیں۔ اور کل کی کل صریح ہیں۔ اور صحیح و متفق علیہ ہیں۔ اور ان پر اجماع امت ہے کہ آنحضرتؐ ہی سے صادر ہوئی ہیں۔ اور وہ صریح اور صحیح ہیں اس بات کے ثابت کرنے میں کہ مہدیؑ اولاد فاطمہؑ ذریت و عترتِ رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت سے ہے۔ اور یہ کہ اس کا نام مثل نام رسولؐ ہے۔ اور وہی زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا اور اولاد عبدالمطلب ہی سے ہے اور وہ سرداران بہشت میں سے ہے اور اس میں کسی کو نزاع نہیں ہے۔ مگر یہ اس پر دلالت نہیں کرتی ہیں۔ کہ وہ مہدی موصوف جس کی یہ صفات ہیں اور علامات ہیں۔ وہی ابوالقاسم محمد بن الحسن الحجۃ الخلف الصالح ہے۔ کیوں کہ اولاد فاطمہؑ بہت ہے اور ذریتِ رسولؐ کثیر۔ اس لئے اس کے اثبات کے واسطے اور دلیل کی ضرورت ہے۔ پس اس کا جواب یہ ہے۔ کہ جب رسول خداؐ نے مہدی کو اوصافِ متعددہ سے موصوف کیا اور بتلا دیا ہے۔ کہ وہ اولاد فاطمہؑ اور اولاد عبدالمطلبؑ سے ہے۔ وہ روشن پیشانی اور بلند بینی ہے۔ اور اس کا نام فلاں ہے اور نسب فلاں ہے۔ اور ان سب اوصاف و صفات مذکورہ کو علامت قرار دیا ہے۔ کہ جس میں یہ تمام باتیں جمع ہوں۔ وہی شخص مہدیؑ ہے۔ پھر ہم یہ صفات کل کی کل محمد بن الحسن الخلف الصالح کے سوا اور کسی میں نہیں پاتے۔ اور اس لئے ضروری و لازم ہے۔ کہ ہم اس بات کے قائل ہوں۔ کہ وہی مہدیؑ موعود ہے نہ اور کوئی۔ ورنہ اگر ان علامات اور دلائل کا وجود تو تسلیم کریں اور معلوم و مدلول کو تسلیم نہ کریں۔ اور وہ ثابت نہ ہو۔ تو ان کو علائم و دلائل قرار دینا غلط و باطل ہوگا۔ اور آنحضرتؐ پر کذبِ صریح لازم آئے گا۔ اور یہ دلائل و علامات نہ ہوں گی۔ اور اس کا کوئی عقلمند قائل نہیں ہو سکتا۔ الخ ؛

ہم کہتے ہیں۔ کہ عاقل بصیر پہ پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ نفس الحقیقت یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔ کیونکہ جہاں یہ علائم و صفات مذکور ہیں۔ وہاں صاف تصریح احادیث میں موجود ہے۔ کہ مہدی موعود ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ العسکری بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسےؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ یعنی کہ وہ ذریتِ رسولؐ اولاد بتولؑ سے گیارھواں فرزند ہے۔ اور وہ سوائے حجۃؑ بن الحسنؑ اور کوئی نہیں ہے۔ اور اسی میں تمام صفات جمع ہیں۔ اگر احادیث و روایات میں بطور عموم ذریت و عترت رسولؐ کا لفظ ہوتا اور خاص تشخیص و تخصیص نہ ہوتی۔ تو یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ اور اس کا یہی جواب ہو سکتا تھا۔ جو علامہ موصوف نے

رہا ہے۔ لیکن جب خاص تشخیص و تخصیص موجود ہے۔ تو اس اور اس جیسے کسی اعتراض کو یہاں دخل نہیں۔ احادیث بالکل صاف و صریح ہیں۔ کہ مہدئ موعود یہی جناب ہیں۔ وھو المطلوب اور علامہ موصوف نے جو کچھ کہ اپنی کتاب معظم الدر المنظم میں فرمایا ہے۔ اس کو آئندہ ابواب میں ذکر کیا جائے گا۔

الشیخ الاکبر محی الدین ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد بن عربی الحاتم الطائی الاندلسی فتوحات مکیہ کے تین سو چھیاسٹھویں باب میں فرماتے ہیں۔ منزل وزراء مہدی۔ وہ مہدیؑ جو آخر الزمان میں ظاہر ہوگا اور جس کی رسولؐ نے بشارت دی ہے اور وہ اہل بیت رسولؐ سے ہے۔ بیشک وہ خدا کا ایک خلیفہ ہے جو اس وقت خروج کرے گا۔ جبکہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی پس وہ اس کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس دن کو بڑھائے گا۔ یہاں تک کہ عترتِ رسولؐ سے وہ شخص مالک و والی زمین ہو۔ جس کی درمیان رکن و مقام بیعت کی جائے گی۔ اور سب سے زیادہ نیک بخت اس وقت اہل کوفہ ہوں گے۔ وہ مال کو مساوی تقسیم کرے گا۔ اور رعیت میں عدل پھیلائے گا۔ اور قضایا فیصل کرے گا۔ وہ زمان فترۃ دین میں خروج کرے گا (یعنی جب کوئی حجتِ خدا ظاہر نہ ہوگی)۔ جو اس کا انکار کرے گا قتل کیا جائے گا۔ اور جو اس سے جھگڑے گا ذلیل ہوگا۔ وہ اس دین کو ظاہر کرے گا جو فی الحقیقت دین ہے۔ اور اگر رسولؐ خدا زندہ ہوتے۔ تو اس دین پر حکم کرتے۔ یعنی خالص و حقیقی دین محمدی کو ظاہر کرے گا۔ زمین سے کل مذاہب مختلفہ کو اٹھا دے گا۔ پس نہ باقی رہے گا مگر دین خالص۔ اس کے دشمن علماء مجتہدین ہوں گے۔ پس وہ از روئے کراہیت اس کے تحتِ حکم داخل ہوں گے اس کی سطوت و تلوار کے خوف سے اور اس مال کی خواہش سے جو اس کے پاس ہوگا۔ اور اس سے تمام مسلمان خوش ہوں گے عارفین اہل حقائق و شہود اس کی بیعت کریں گے۔ اس کے کچھ خدا پرست مرد ہوں گے۔ جو اس کی دعوت کو قائم کریں گے۔ اور مدد دیں گے۔ اور وہی وزراء مہدی ہیں۔ وَھُوَ السَّیِّدُ الْمَھْدِیُّ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ ھُوَ الْوَابِلُ الْوَسْمِیُّ حِیْنَ یَجُوْدُ۔ اور وہ خلیفہ خدا مؤید من اللہ ہے۔ وہ حیوانوں کی آواز سمجھتا ہے۔ اور اس کا عدل جن و انس سب میں پھیلے گا۔ اور اس کے وزراء ایرانی ہوں گے کوئی ان میں عربی نہیں ہے۔ مگر سب عربی بولتے ہوں گے۔ اور اصل عبارت شیخ محی الدین عربی متعلق مہدی یہ ہے۔ وَاعْلَمُوْا اَنَّہٗ لَا بُدَّ مِنْ خُرُوْجِ الْمَھْدِیِّ لٰکِنْ لَا یَخْرُجُ حَتّٰی تَمْتَلِئَ الْاَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا فَیَمْلَاُھَا قِسْطًا وَعَدْلًا وَلَوْ لَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَاحِدٌ

طول الله تعالیٰ ذلك اليوم حتى يلي ذلك الخليفة وهو من عترة الرسول من
ولد فاطمة رضی الله عنها جده الحسين بن علي ووالده الحسن العسكري ابن
الإمام النقي ابن الإمام محمد التقي ابن الإمام علي الرضا ابن الإمام موسى
الكاظم ابن الإمام جعفر الصادق۔ ابن الإمام محمد الباقر ابن
الإمام زين العابدين علي ابن الحسين ابن الإمام علي ابن أبي طالب رضي الله
عنهم يواطئ اسمه اسم رسول الله ﷺ يبايعه المسلمون ما بين الركن والمقام يشبه
رسول الله في الخلق وينزل عنه في الخلق هو أجلى الجبهة أقنى الأنف أسعد
الناس به أهل الكوفة يقسم المال بالسوية ويعدل في الرعية يأتيه
الرجل فيقول يا مهدي أعطني وبين يديه المال فيحثي له في ثوبه ما
استطاع أن يحمله يخرج على فترة من الدين يزع الله به ما لا يزع بالقرآن
يمسي الرجل جاهلا وجبانا وبخيلا فيصبح عالما شجاعا كريما يمشي النصر
بين يديه يعيش خمسا أو سبعا أو تسعا يقفو أثر الرسول ﷺ لا يخطئ له ملك
يسدده من حيث لا يراه يحمل الكل ويعين الضعيف ويساعد على نوائب
الحق يفعل ما يقول ويقول ما يفعل ويعلم ما يشهد يصلحه الله في ليلة
يفتح المدينة الرومية بالتكبير مع سبعين ألفا من المسلمين من ولد إسحاق
يشهد الملحمة العظمى مأدبة الله بمرج عكا يبيد الظلم وأهله ويقيم
الدين وأهله وينفخ الروح في الإسلام يعز به الله الإسلام بعد ذله
ويحييه بعد موته يضع الجزية ويدعو إلى الله بالسيف فمن أبى قتل
ومن نازعه خذل يظهر من الدين ما هو عليه في نفسه حتى لو كان رسول الله
حيا لحكم به فلا يبقى في زمانه إلا الدين الخالص عن الرأي يخالف
في غالب أحكامه مذاهب العلماء فينقبضون منه لذلك لظنهم أن الله تعالى لا يحدث بعد
أئمتهم مجتهدا وقال اعلم أنه لم يبلغنا أن النبي نص على أحد من الأئمة أن يقفو
أثره لا يخطئ إلا الإمام المهدي خاصة فقد شهد له بعصمته في خلافته
كما شهد دليل العقل بعصمة رسول الله ﷺ فيما يبلغه عن ربه من الحكم المشروع له في

یعنی فرماتے ہیں۔ کہ جاننا چاہیے۔ کہ خروج مہدیؑ ضروری ولازمی ہے۔ لیکن وہ

خروج کرے گا یہاں تک کہ زمین ظلم و جور سے پُر ہو جائے۔ پس وہ اس کو عدل و داد سے پُر کر دے
اور اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہ جائے۔ تو خدا اس کو بڑھائے گا۔ کہ وہ خلیفہ خدا مالک زمین ہو۔
اور وہ عترتِ رسولؐ و اولادِ فاطمہؑ سے ہے۔ اس کے جدِ بزرگوار حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔
اور والد حسنؑ العسکری بن علیؑ نقی بن محمدؑ تقی بن علیؑ رضا بن موسیٰؑ کاظم بن جعفرؑ صادق بن محمدؑ
باقر بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ علیہم السلام۔ اور نام مہدی موافق نام رسول خداؐ
ہے۔ مسلمان رکن و مقام کے درمیان اس سے بعیت کریں گے۔ وہ صورت میں مشابہ رسولؐ
ہے۔ اور خلق میں ان سے کم۔ کیونکہ آنحضرتؐ کے برابر کوئی نہیں ہو سکتا۔ وہ روشن پیشانی
بلند بینی ہے۔ سب سے زیادہ سعید اس کے عہد میں اہل کوفہ ہوں گے۔ وہ مال مساوی
تقسیم کرے گا! اور رعیت میں عدل قائم کرے گا۔ آدمی اس کے پاس آئے گا اور کہے گا۔ کہ مہدی عطا
فرمائیے۔ اور اس کے آگے مال ہو گا۔ اور وہ بلاشمار دونوں ہاتھ بھر بھر کر اتنا اس کے کپڑے میں ڈال
دے گا جتنا کہ وہ اُٹھا سکے۔ اور فترت دین کی حالت میں خروج کرے گا۔ اللہ اس کے ذریعہ سے
وہ فساد رفع اور حق پیدا کرے گا۔ جو قرآن سے نہیں کرتا ہے۔ آدمی شام کرے گا اس حال میں کہ
جاہل نامرد اور بخیل ہو گا۔ اور صبح کو عالم شجاع اور کریم ہو کر اُٹھے گا۔ نصرت اس کے آگے
چلے گی۔ وہ پانچ یا چھ یا سات سال زندہ رہے گا۔ وہ رسولؐ کے بالکل قدم بقدم چلے گا اور کسی امر میں
خطا نہ کرے گا۔ ایک ملک مدد اس کے ساتھ ہو گا جو دکھلائی نہ دیتا ہو گا وہ عاجز کو اُٹھائے گا۔ ضعیف
کی اعانت کرے گا اور مصائب میں مدد دے گا۔ وہ جو کہے گا وہ کرے گا۔ اور جو کرے گا وہی کہے گا۔
اور جو جانے گا اسی کی شہادت دے گا۔ خدا ایک شب میں اس کا کام درست کرے گا۔ وہ شہر
رومۃ الکبریٰ صدائے تکبیر سے ستر ہزار مسلمانوں کے ساتھ فتح کرے گا۔ جو اولادِ اسحاقؑ سے
ہوں گے۔ وہ جنگ اعظم میں حاضر ہو گا۔ جو مرج عکا میں دعوتِ خدائی ہے۔ اور اہل ظلم کو
ہلاک کر دے گا۔ اور دین اور اہل دین کو استحکام بخشے گا۔ اسلام میں روح حیات پھونک دے گا
اللہ اس کے ذریعہ سے بعد ذلت اسلام کو عزت بخشے گا۔ اور بعد موت زندہ کرے گا۔ وہ جزیہ
اُٹھائے گا۔ اور تلوار سے دعوتِ اسلام دے گا۔ جو انکار کرے گا قتل کیا جائے گا
جو جھگڑے گا ذلیل ہو گا۔ وہ اصل دین محمدی کو ظاہر کرے گا۔ کہ اگر رسولؐ ہوتے تو اسی پر حکم کرتے
پس اس کے زمانے میں دینِ خالص باقی رہ جائے گا۔ وہ اکثر احکام میں مذاہب علماء کے خلاف
ہو گا۔ پس علماء اس سے تنگ دل ہوں گے۔ کیونکہ ان کا گمان ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کے

ائمہ اربعہ کے بعد کسی مجتہد کو پیدا نہ کرے گا۔" بعدازاں لکھتے ہیں۔ "کہ نبیؐ نے جو تصریح اپنی موافقت و مطابقت کی مہدی کی نسبت فرمائی۔ وہ کسی اور امام کی نسبت نہیں فرمائی ہے اور حضرتؑ نے شہادت دے دی ہے۔ کہ وہ اپنی خلافت اور اپنے احکام میں معصوم ہے۔ جس طرح دلیل عقلی شاہد ہے۔ کہ آنحضرتؐ تبلیغ احکام شریعتی میں معصوم ہیں (بلکہ جمیع امور میں اوّل عمر سے آخر عمر تک) "بعض امور سامرۃ الاخبار سے آئندہ مذکور ہوں گے۔

الشیخ العارف الخبیر ابوالمواہب عبدالوہاب بن احمد بن علی الشعرانی اپنی کتاب مستطاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرماتے ہیں۔ کہ اشراط قیامت مثل خروج مہدی۔ خروج دجال۔ خروج دابۃ الارض۔ طلوع آفتاب از مغرب۔ رفع قرآن۔ فتح سد یاجوج وماجوج ضرور بالضرور واقع ہونے والی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ یہ اضمحلال دین گیارھویں قرن کے تیس سال بعد شروع ہوگا۔ اور اس وقت خروج مہدیؑ کی امید ہے۔ اور وہ فرزند امام حسن العسکری ہیں۔ اور ۱۵ شعبان کو ۲۵۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور وہ باقی ہیں جب تک عیسےٰ بن مریمؑ سے ملیں۔ اور ہمارے اس زمانے تک سات سو چھ سال ہوتی ہے۔ الخ۔

(۴) ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن محمد الکنجی السنی الشافعی کفایۃ الطالب والبیان فی اخبار صاحب الزمانؑ میں اسی کے قائل ہیں۔ اور ائمہ اولاد علیؑ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وَخَلَّفَ عَلِیُّ الْهَادِیْ مِنَ الْوُلْدِ اَبَا مُحَمَّدِ نِ الْحَسَنِ (العسکری) ابنہ یعنی امام علی بن محمد النقی نے اپنی اولاد میں سے اپنے فرزند ابو محمد الحسنؑ کو چھوڑا۔ پھر ان کی تاریخ ولادت و وفات کا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ وابنه هو الامام المنتظر یعنی اور الحسنؑ العسکری کا فرزند ہی امام منتظرؑ ہے۔ اور کفایۃ الطالب کے ابواب کا ذکر سابق میں آچکا ہے۔ علامہ موصوف نے ۶۵۸ھ میں وفات پائی۔

(۵) الشیخ نورالدین علی بن محمد بن الصباغ السنی المالکی اپنی مشہور و معروف کتاب فصول المہمہ میں فرماتے ہیں۔ الفصل الثانی عشر فی ذکر ابی القاسم الحجة والخلف الصالح ابن ابی محمد الحسن الخالص وهو الامام الثانی عشر وتاریخ ولادته ودلائل امامته وذکر من اخباره وغیبته ومدة قیام دولته وذکر نسبه وکنیته ولقبه وغیر ذلک یعنی یہ بارھویں فصل ابو القاسم الحجۃ الخلف الصالح ابن ابو محمد الحسنؑ

الخالص امام دوازدہم اور ان کی تاریخ ولادت و دلائل امامت و ذکر بعض اخبار و غیبت و مدت سلطنت و ذکر نسب و کنیت وغیرہ کے بیان میں ہے۔ بعد ازاں تاریخ ولادت و دیگر حالات کو ذکر کیا ہے۔ اور ثبوت غیبت و جواز بقاء وجود میں علامہ گنجی شافعی کے دلائل کو ذکر کیا ہے:

(۶) الفقیہ الواعظ شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی بن عبد اللہ البغدادی الحنفی سبط ابو الفرج عبد الرحمٰن بن الجوزی تذکرہ خواص الامۃ میں بعد ذکر حالات حضرت امام حسنؑ العسکری ان کی اولاد کے تذکرے میں لکھتے ہیں۔ منہم م ح م د بن الحسنؑ بن علی بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب عم یعنی جناب حسنؑ عسکری کی اولاد میں محمد بن الحسنؑ الخ ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کنیت آپ کی ابو عبد اللہ و ابو القاسم ہے۔ اور وہی الخلف الحجۃ صاحب الزمانؑ امام قائم و منتظر ہیں۔ اور وہی خیر الائمۃ ہیں۔ اور عبد العزیز بن محمود بن البزاز نے ابن عمر سے خبر دی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ آخر الزماں میں ایک شخص میری اولاد سے خروج کرے گا۔ جس کا نام میرا نام ہوگا۔ اور جس کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہوگئی ہوگی۔ اور یہ محمد بن الحسن المذکور وہی مہدیؑ ہے۔ الخ:

(۷) الشیخ الحسن العراقی۔ جن کی حضرت مہدی علیہ السلام سے ملاقات کی حکایت کو علامہ شعرانی نے لواقح الانوار میں ذکر کیا ہے۔ اور حکایت شیخ مذکور آئندہ مذکور ہوگی:

(۸) الشیخ العارف سید علی الخواص۔ علامہ شعرانی نے لواقح میں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ اور یہ منجملہ ان بزرگواروں کے ہیں۔ جو وجود مہدیؑ اور ان کی غیبت کے قائل ہیں۔ اور شرف ملاقات حاصل ہوا ہے۔ اور شیخ حسن عراقی کی حکایت میں معلوم ہوگا۔ کہ شیخ موصوف نے حکایت شیخ حسن عراقی کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور محمد مہدیؑ کے باب میں ان سے اتفاق ظاہر کیا ہے:

(۹) نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن قوام الدین الدشتی الجامی الحنفی صاحب شرح کافیہ بشواہد النبوۃ میں حضرت مہدی علیہ السلام ائمہ اہلبیتؑ سے بارھواں امام قرار دیتے ہیں۔ اور غرائب احوال ولادت مہدی، محمد بن الحسنؑ العسکری میں جناب حکیمہ خاتون دختر امام محمد تقیؑ کی روایت کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ حالاتِ ولادت میں مذکور ہوگی۔ اور

لاوہ روایت حکیمہؑ اور بھی روایاتِ حالاتِ ولادت میں درج کی ہیں۔ جو انشاء اللہ بابِ ولادت
یں نقل ہوں گی۔

(۱۰) حافظ محمد بن محمد بن محمود بخاری حنفی معروف خواجہ پارسا نے کتاب فصل الخطاب
یں اور جعفر۔ فرزند علیؑ النقی برادر جناب حسن عسکری علیہ السلام کا حال اور ان کے دعوے
امامت کا ذکر کر کے لکھا ہے۔ کہ اولاد جناب حسنؑ عسکری میں سے م ح م دؑ بن الحسنؑ ہیں۔ جو
خواص اصحاب و اہل ثقاہت میں معلوم و معروف ہیں۔ بعدازاں حالات ولادت آنجنابؑ کو لکھا
ہے۔ بعدازاں حاشیہ کتاب پر ابن مسعود کی اس روایت کے ضعیف ہونے میں کامل بحث کی
ہے۔ کہ مہدیؑ کے والد ماجد کا نام وہی ہے جو آنحضرتؐ کے والد ماجد کا نام تھا۔ پھر معتضد عباسی
کی اس حکایت کو ذکر کیا ہے۔ جو ملا جامی نے شواہد میں درج کی ہے۔ اور بعض علامات ظہور مہدیؑ
کو بیان کیا ہے۔ اور آخر میں فرماتے ہیں۔ والاخبار فی ذلك اکثر من ان تحصیٰ ومناقب
المھدی رضی اللہ عنہ صاحب الزمان الغائب عن الاعیان الموجود فی کل
زمان کثیرۃ وتظاھر الاخبار علیٰ ظھورہ واشراق نورہ۔ یعنی اس باب میں احادیث
بیشمار ہیں۔ اور مناقب مہدی صاحب الزمان امام غائب موجود بہت ہیں۔ اور اس کے ظہور
واشراق نور پر احادیث کثیرہ دال ہیں، وہ شریعت محمدیہ کو تازہ کرے گا۔ اور راہ خدا میں حق جہاد کو
ادا کرے گا۔ اور شہروں کو ظلم و کفر و شرک کی نجاست سے پاک کرے گا۔ اس کا زمانہ زمانہ محکم استوار ہے
اور اہل زمانہ بندگان مخلص ہر عیب سے پاک۔ بِهٖ خُتِمَتِ الْخِلَافَةُ وَالْاِمَامَةُ وَهُوَ الْاِمَامُ
مِنْ لَدُنْ مَاتَ اَبُوْهُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَعِيْسٰى يُصَلِّیْ خَلْفَهٗ وَيُصَدِّقُهٗ عَلٰى
دَعْوَاهُ وَيَدْعُوْ اِلٰى مِلَّتِهِ الَّتِیْ هُوَ عَلَيْهَا وَالنَّبِیُّ صَ۔ المدنی فرماتے ہیں ابی محمد بن الحسن المہدیؑ
پر امامت وخلافت ختم ہے۔ وہ امامؑ ہے اس وقت سے جب سے کہ ان کے والد نے
وفات پائی تا روزِ قیامت۔ اور عیسےٰؑ اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ اور اس کے دعوے کی
تصدیق کریں گے۔ اور اس کی اور اس کے جد بزرگوار رسول مختارؐ کی ملت کی طرف دعوت
دیں گے۔

(۱۱) حافظ ابوالفتح محمد بن ابی الفوارس نے اپنی کتاب اربعین میں جس میں چالیس
حدیثیں فضائل اہل بیتؑ نبوت و رسالت میں درج کی ہیں۔ بعد ذکر محمد ابن ادریس شافعی وتصدیق
چہل حدیث فضائل اہل بیتؑ ایک حدیث ذکر ائمہ اہل بیتؑ اور ان کے فضائل میں احمد بن نافع

بصری سے نقل کی ہے۔ جس کا آخر یہ ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ جو چاہتا ہے۔ کہ خائن اور گنہگاروں کی جماعت میں داخل ہو کر خدا سے ملاقات کرے۔ پس چاہئے۔ کہ وہ حسن العسکریؑ کو دوست رکھے۔ اور جو چاہتا ہے۔ کہ کامل الایمان و حسن الاسلام ہو کر خدا کے پاس جائے۔ وہ ان کے فرزند امام صاحب الزمان مہدیؑ کو دوست رکھے۔ یہی مصابیح الدجیٰ و ائمۃ الہدیٰ و اعلام التقیٰ ہیں۔ جو ان کو دوست رکھے۔ میں ان کے لئے بہشت کا ضامن ہوں۔ غرض موصوف امامت و وجود جناب مہدی محمد بن الحسن العسکری کے معتقد ہیں۔

(۱۲) ابوالمجد عبدالحق الدہلویؒ محدث مشہور و معروف نے اپنے رسالہ مناقب ائمہ اہل بیت میں لکھا ہے۔ محمد بن الحسن العسکریؑ خواص اصحاب اور اہل ثقاہت میں معلوم و معروف ہے۔ بعد ازاں قصہ ولادت باسعادت امام زمانؑ کو مثل خواجہ پارسا درج کیا ہے۔ اور آپ امامؑ موصوف کی ولادت کے قائل ہیں۔

(۱۳) سید جمال الدین عطاء اللہ بن سید غیاث الدین فضل اللہ اپنی کتاب مستطاب روضۃ الاحباب میں لکھتے ہیں۔ کلام در بیان امام دوازدہم م ح م د بن الحسن علیہما السلام تولد ہمایوں آں درج ولایت و جوہر معدن ہدایت بقول اکثر اہل روایت در نصف ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ در بست و پنجاہ و پنج در سامرہ اتفاق افتاد۔ و مادر آں عالی گہر ام ولد بود مسماۃ بصیقل یا سوسن و نرجس و حکیمہ و آں امام ذوی الاحترام در کنیت و نام با نام خیر الانامؐ موافقت دارد۔ و مہدی منتظر و الخلف الصالح و صاحب الزمان در القاب او منتظم است۔ در وقت پدر بزرگوار خود سپرد ایشے کہ بصحت اقرب است پنجسالہ بود۔ و بقول ثانی دو سال و حضرت واہب العطایا آں شگوفہ گلزار را مانند یحییٰ بن زکریا سلام اللہ علیہما در حالت طفولیت حکمت کرامت فرمودہ و در وقت صبا بمرتبہ بلند امامت رسانیدہ و صاحب الزمان و مہدیؑ دوراں در زمان معتمد خلیفہ عباسی در سنہ دویست و شصت و پنج و یا شصت و شش در سرداب سر من رائے الحالیہ نظر برایا غائب شد۔ اس کے بعد محدث موصوف نے چند روایات اس تحقیق میں لکھی ہیں۔ مہدی موعود وہی جناب ہیں۔ اس کے بعد کچھ تمجید و تعریف آنجناب لکھ کر ان اشعار سے متمثل ہوئے ہیں۔ ؎

بیا اے امام ہدایت شعار
کہ بگذشت حد غم از انتظار

ز روئے ہمایوں بیفگن نقاب
عیاں ساز رخسار چوں آفتاب!

بروں آئے از منزل اختفاء
نمایاں کن آثار مہر و وفاء

اس بیان سے اعتقاد محدث موصوف ظاہر ہو رہا ہے۔

(۱۴) حافظ ابو محمد احمد بن ابراہیم بن ہاشم الطوسی البلاذری سے ایک حدیث مسلسل خود جناب امام عصر صاحب الزمان محمد بن الحسن العسکری سے بسلسلۃ الذہب جناب رسول خدا سے نقل کی ہے۔ اور اعتقاد محدث موصوف یہی ہے۔ کہ مہدی موعود یہی محمد بن الحسن العسکری ہے۔ روایت مطولات سے ملاحظہ ہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اس حدیث کو مشافہ بن عقیلہ سے نقل کیا ہے۔

(۱۵) ابو محمد عبداللہ بن احمد بن احمد بن الخشاب نے اپنی کتاب تاریخ موالید وفات ائمہ اہلبیت میں موافق علمائے سابق الذکر امام دوازدہم محمد بن الحسن العسکری کا ذکر کیا ہے۔ اور چند روایات تشخیص مہدی میں لکھی ہیں۔ کہ وہ صاحب الزمان و مہدی موعود ہے۔ کنیت ابوالقاسم نام مادر گرامی صیقل و بعض روایت میں نام مادر گرامی حکیمہ و نرجس و سوسن ہے اس کے دو نام خلف و محمد ہیں۔ آخر الزمان میں ظاہر ہوگا۔ ابر اس پر ہمیشہ سایہ رکھے گا۔ اور ہر جگہ سر پر منادی ندا کرے گا۔ کہ یہ مہدی ہے۔

(۱۶) فاضل ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ذکر خلفاء اثنا عشر کا کر کے لکھتے ہیں شیعوں کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ اس حدیث میں بارہ خلفاء رسول سے مراد بارہ امام ہیں۔ یعنی علی بن ابی طالب و حسن بن علی و حسین بن علی و علی بن حسین و محمد بن علی و جعفر بن محمد و موسےٰ بن جعفر و علی بن موسےٰ و محمد بن علی و علی بن محمد و حسن بن علی و م ح م د بن حسن مہدی جیسا کہ زبدۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں لکھا ہے۔ اور اس سے ملا جامی نے شواہد النبوۃ میں اتفاق کیا ہے۔ اور یہ خیال شیعوں کا غلط ہے۔ کہ ہم ان ائمہ کو دشمن رکھتے ہیں۔

(۱۷) قاضی جواد ساباطی سنی براہین ساباطیہ میں جو رد نصاریٰ میں ہے اسی کے قائل ہیں اور اعتقاد امامیہ ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ کہ مہدی محمد بن الحسن العسکری فرزند نرجس خاتون ہے۔

(۱۸) نصیر بن علی جہضمی شیخ امام مسلم و بخاری نے تاریخ موالید ائمہ میں اولاد حسن عسکری کا ذکر کیا ہے۔ اور ایک روایت خود امام حسن عسکری سے نقل کی ہے۔ اور حدیث تولد جناب محمد بن الحسن از جناب حکیمہ بعد ازاں الباب امام قائم محمد بن الحسن کے حالات لکھے

ہیں ما لخ؛

(۱۹) ملک العلماء شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر دولت آبادی صاحب تفسیر بحر مواج ہدایۃ السعداء میں تصدیق فرماتے ہیں۔ کہ امامت دوازدہ امام حدیث سے ثابت ہے کہ اوّل علیؑ ابن ابی طالبؑ اور آخر مہدی آخر الزمانؑ امام قائم منتظر ہے۔ اور روایت جابر بن عبداللہ الانصاری کو ذکر کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے؛

(۲۰) الشیخ العالم المحدث علی المتقی کنز العمال میں امامت ائمہ اہلبیتؑ کی مثل خواجہ پارسا و ملا جامی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور امام دوازدہم مہدی محمد بن حسن العسکری علیہ السلام کو جانتے ہیں؛

(۲۱) عبدالرحمٰن صوفی مرأۃ الاسرار میں لکھتے ہیں" ذکر آں آفتاب دین و دولت آں ہادی جمیع امم و ملت آں قائم مقام پاک احمدیؐ امامؑ برحق ابوالقاسم محمدؑ بن حسنؑ مہدی رضی اللہ عنہ وے امام دوازدہم است از ائمہ اہل بیت۔ مادرش ام ولد بود نرجس نام داشت۔ ولادتش شب جمعہ پانزدہم ماہ شعبان ۲۵۵ھ در سر من رائے عرف سامرہ واقع شد۔ وامام دوازدہم در کنیت ونام با حضرت رسالت پناہیؐ موافقت دارد۔ والقابش مہدیؑ وحجتؑ و قائمؑ و منتظرؑ و صاحب الزمان وقائمؑ اثنا عشر صاحب الزمان در وقت پدر خود پنجسالہ بود کہ بر مسند امامت نشست۔ چنانچہ حق تعالےٰ یحییٰ بن زکریا علیہ السلام را در حالت طفولیت حکمت کرامت فرمود۔ و عیسیٰ بن مریم علیہ السلام را در وقت صبا بمرتبہ بلند رسانید۔ ہمچنیں در صغر سن او را امام گردانید کمالات و خارق عادات او نہ چندانست کہ دریں مختصر گنجائش دارد"

بعد ازاں شواہد النبوۃ سے روایت حکیمہ در باب ولادت باسعادت آں جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام نقل کی ہے؛

(۲۲) علی اکبر بن اسداللہ مؤدودی مکاشفات میں وجود مہدی موعود محمدؑ بن الحسنؑ العسکری کی تصدیق کرتے ہیں۔ حکایت ملاء موصوف آئندہ باب میں آئے گی؛

(۲۳) العالم المعروف فضل بن روزبہان شرح شمائل ترمذی میں بعد توصیفؑ تعریف ائمہؑ اولاد فاطمہؑ اور ان کے فضائل و مناقب کا ذکر کرکے آخر میں جملہ اہل بیتؑ پر سلام منظوم میں فرماتے ہیں۔

سَلَامٌ عَلَے الْقَائِمِ الْمُنْتَظَرِ   اَبِی الْقَاسِمِ الْقَرْمِ نُوْرِ الْہُدٰی

سَیَطْلَعُ کَالشَّمْسِ فِیْ غَاسِقٍ ۔۔۔ یُنَجِّیْهِ مِنْ سَیْفِهِ الْمُنْتَضٰی
تَرٰی یَمْلَاءُ الْاَرْضَ مِنْ عَدْلِهٖ ۔۔۔ کَمَا مُلِئَتْ جَوْرَ اَهْلِ الْهُدٰی
سَلَامٌ عَلَیْهِ وَ آبَائِهٖ ۔۔۔ وَ اَنْصَارِهٖ مَا تَدُوْمُ السَّمَآءِ

ظاہر و باہر ہے۔ کہ محدث موصوف نے باوجود اپنے مذہب کے سخت پابند ہونے کے اقرار کیا ہے۔ کہ مہدی موعود جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا۔ یہی ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ امام دوازدہم ائمہ اہلبیتؑ اولاد فاطمہ علیہم السلام ہے۔

(۲۴) ناصر باللہ عباسی وجود امام غائب ابوالقاسم محمدؑ بن الحسنؑ کا قائل تھا۔ اور اسی نے سرداب سرمن رائے پر گنبد بنوایا ہے۔ اور کہتے ہیں اُس جناب قائم بالحق کا نام پاک زمرۂ ائمہ اہلبیتؑ میں ذکر کیا ہے۔ جس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس کے زمانے میں کل یا اکثر علماء ولادت باسعادت محمدؑ بن الحسنؑ کے قائل اور اس پر اتفاق رکھتے تھے۔ اور خلیفہ موصوف خود سلک علماء و محدثین میں داخل ہے۔ اور بعض محدثین نے اس سے روایات نقل کی ہیں۔

(۲۵) الشیخ سلیمان بن خواجہ کلاں قندوزی بلخی حنفی یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنی کتاب مستطاب ینابیع المودۃ میں بکمال سعی ثابت کیا ہے۔ کہ مہدی موعود ابوالقاسم محمدؑ بن الحسن العسکری علیہ السلام ہیں۔ اور اکثر عارفین الہیین و محدثین سے روایات نقل کی ہیں۔ بعض روایات ینابیع ہم درج کر چکے ہیں۔ اور کچھ آئندہ نقل کریں گے۔

(۲۶) شیخ الاسلام شیخ احمد جامی السنی اپنی تصنیف الاجواب میں وجود امام مہدیؑ کے قائل ہیں۔ اور صاحب ینابیع نے ان کے فارسی اشعار یہ نقل کئے ہیں۔ ؎

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ اندر دل صفا است ۔۔۔ از پئے حیدر حسنؑ ما دا امام و رہنما است

اسی طرح امام حسن عسکری علیہ السلام تک ہر ایک امام کا ذکر کر کے آخر میں فرماتے ہیں۔ ؎

عسکری نور دو چشم عالم است و آدم است ۔۔۔ ہم چو یک مہدی سپہ سالار در عالم کجا است

شیخ موصوف کے اشعار سے صاف ظاہر ہے۔ کہ آپ ائمہ اہلبیتؑ کی تصدیق فرماتے ہیں۔ اور مہدی فرزند حسنؑ العسکری کو جانتے ہیں۔ اور اس لئے ضرور ان کی ولادت کے قائل ہیں۔

(۲۷) شیخ صلاح الدین الصفدی شرح الدائرہ میں فرماتے ہیں۔ کہ مہدیؑ موعود

امام دوازدہ ہم ائمہ اثنا عشر ہیں۔ جن کا اول علی بن ابی طالب اور آخر مہدی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔

(۲۸) شیخ عبدالرحمٰن البسطامی کتاب درۃ المعارف میں قائل ہیں۔ کہ مہدی موعود جو زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا فرزند امام حسن العسکری علیہ السلام ابوالقاسم م ح م د الحجۃ ہے۔

(۲۹) قطب المدار جن کے واسطے عبدالرحمٰن صوفی نے کتاب مرآۃ الاسرار لکھی ہے یہی اعتقاد رکھتے ہیں۔ حکایت مذکور آئندہ باب میں مذکور ہوگی۔

(۳۰) شیخ سعدالدین حموی ولایت مطلقہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ بعد آنحضرتؐ بارہ اولیاء ہیں۔ اور وہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ بارھواں ولی ولی آخر الزماں و صاحب الامر مہدیؑ خاتم الاوصیاءؑ ہے۔ اور ولایت انہی میں منحصر ہے۔

(۳۱) شیخ عامر بن عامر البصری اپنے قصیدہ ذات الانوار میں وجود مہدیؑ آخر الزماں اور ان کی ولادت کے قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ النور التاسع فی معرفتہ صاحب الوقت ذاتہ ووقت ظہورہ یعنی نواں نور امام صاحب الزماں کی ذات اور ان کے وقت ظہور کی معرفت میں۔ اور پھر اس شعر سے ابتداء کرتے ہیں۔

اِمَامَ الْهُدیٰ حَتّٰی مَتیٰ اَنْتَ غَائِبٌ　　فَمُنَّ عَلَیْنَا یَا اَبَانَا بِاَوْبَةٍ

اے امامِ ہدایتؑ آپ ہم سے کب تک غائب رہیں گے؟ اب ہم پر اپنے رجوع و ظہور سے احسان فرمائیے اور ممنون بنائیے۔ الخ

(۳۲) شیخ صدرالدین قونوی صاحب ینابیع المودۃ نے ان کا بھی ایک قصیدہ لکھا ہے۔ جو شیخ موصوف نے شان مہدی موعود علیہ السلام میں لکھا ہے۔ اور غیبت و ظہور امام علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ اور شیخ موصوف مثل امامیہ وجود مہدیؑ کے قائل ہیں۔ اپنے آخر وقت میں شیخ موصوف نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی۔ کہ جو میری تصانیف طب۔ حکمت وغیرہ میں ہیں ان کو فروخت کر کے ان کی قیمت فقراء پر تقسیم کر دینا اور کتب تفاسیر و احادیث کی حفاظت کرنا۔ اور ہر ایک شب ستر مرتبہ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ۔ بحضورِ قلب پڑھا کرنا۔ اور میری طرف سے حضرت مہدی علیہ السلام کو سلام پہنچانا۔

(۳۳) شیخ المشائخ مولانا جلال الدین الرومی اپنے ایک قصیدے میں جملہ ائمہ اہل بیت کی تعریف کر کے مہدی آخر الزمانؑ سے اظہار عقیدت فرماتے ہوئے تحفۂ درود وسلام بھیجتے ہیں اور وجود وبوجود آنجنابؑ کے قائل ہیں:

(۳۴) شیخ عطار حسب تحریر صاحب ینابیع وجود مہدی موعودؑ کے قائل ہیں۔ اور ان کو موجود و غائب جانتے ہیں۔ اور اپنے ایک قصیدے میں بعد ذکر یازدہ امام مہدی موعود کی شان یوں لکھتے ہیں۔ ؎

صد ہزاراں اولیا روئے زمیں — از خدا خواہند مہدیؑ را یقیں

یا الٰہی مہدیم از غیب آر — تا جہان عدل گردد آشکار

(۳۵) مولانا شمس الدین تبریزی اس اعتقاد میں علماء وعرفاء سابقین کے ہم خیال ہیں:

(۳۶) سید نعمت اللہ الولی مثل شمس موصوف قائل ومعتقد وجود مہدی موعود علیہ السلام ہیں:

(۳۷) سید النسیمی یہی اعتقاد رکھتے ہیں (ملاحظہ ہو ینابیع المودۃ)

(۳۸) عارف کامل سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ القربیٰ کی دسویں مودت میں یہی اعتقاد ظاہر فرماتے ہیں:

(۳۹) شیخ محمد العیان المصری اسعاف الراغبین میں یہی عقیدہ ثابت کرتے ہیں:

(۴۰) صدر العلماء موفق بن احمد ابو المؤید الخطیب المکی الخوارزمی کتاب مناقب میں یہی عقیدہ ظاہر کرتے ہیں۔ جیسا کہ ان کے کلمات سے مستنبط ہے۔ اور اکثر احادیث مہدی آخر الزمانؑ فرزند حسن العسکریؑ کے باب میں کہ وہ اولاد حسینؑ سے ہیں نقل کی ہیں:

علاوہ علماء مذکورۃ الصدر اور بہت سے علماء مثل عماد الدین حنفی وملا حسین الکاشفی بعض مشائخ صوفیہ جن کو سلیمان قندوزی مرحوم نے ذکر کیا ہے یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ چنانچہ قصۂ مشائخ وملاقات مہدیؑ آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائے گا: اسی طرح شیخ الاسلام صدر الدین الحموینی کے کلام سے بھی یہی مستنبط ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی وجود مہدیؑ کے قائل

ہیں۔ چنانچہ ان کی کتاب فرائد السمطین سے بہت سی روایات علامہ سلیمان قندوزی نے ینابیع میں نقل کی ہیں۔ اور بعض روایات اس کتاب میں بھی آچکی ہیں۔ اور ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی الشافعی تصدیق فرماتے ہیں۔ کہ اکثر اہل کشف و معرفت۔ وجود مہدی موعود ابو القاسم محمد ابن الحسنؑ کے قائل ہیں۔ اور ان کو امام غائب موجود جانتے ہیں۔ اور ان کے طول عمر میں کوئی استحالہ و امتناع نہیں ہے مثل خضرؑ و الیاسؑ و عیسےٰؑ بن مریمؑ۔ اسی طرح قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ و دیگر صوفیان وغیرہ۔

ان کلمات علماء اعلام میں غور و تدبر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ امام غائبؑ کے اعتقاد میں شیعہ منفرد نہیں ہیں بلکہ کل اہل اسلام اس اعتقاد میں شریک ہیں۔ اور جملہ احادیث و روایات و اقوال علماء میں من حیث المجموع نظر کرنے سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ خبر ولادت و غیبت و وجود مہدی موعود ابو القاسم محمد بن الحسنؑ متواترات بینہ سے ہے۔ اور از روئے دیانت اسلامی کسی طرح ان کا انکار ممکن ہی نہیں۔ اس کا انکار گویا منظم احادیث نبویہ و روایات و تحقیقات علماء و مکاشفات عرفاء و اولیاء و اقطاب کا انکار ہے۔ علماء محققین کی بڑی تعداد اسی کی قائل ہے۔ اور اہل کشف و معرفت میں سے تو شاذ و نادر کوئی وجود و غیبت کا منکر ہے۔ اور اکثر مشائخ اہل سنت و اہل کشف خدمت مہدی میں حاضر ہوئے ہیں۔ اور ان سے استفادہ نور ہدایت کیا ہے۔ بنا بریں یہ اعتقاد وجود و غیبت امام منکرات و شعوات سے نہیں۔ جیسا کہ بعض منکرین نبوت و کاذبین و منکرین اہل سفاہت کہتے ہیں۔ بلکہ عین دیانت ہے۔ اور اس کا انکار وہی کر سکتے ہیں۔ جو اپنی شہوات کے مقابلہ میں قرآن و حدیث کی پروا نہیں کرتے۔ اور ان کے نزدیک قول پیغمبرؐ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور در پردہ مثل منافقین سابقین تخریب اسلام کے درپے ہیں۔ خدا انہیں ہدایت دے۔

غرض حق تحقیق یہی ہے۔ کہ مہدیؑ موعود اہل بیتؑ رسولؐ و ذریتِ علیؑ و بتولؑ سے ہے۔ اور وہ محمد بن الحسن العسکریؑ الحجۃ المنتظرؑ ہیں۔ اور جب یہ باحادیث و روایات کثیرہ و تصدیق علماء محققین و عرفاء کاملین و حکماء متالہین ثابت و محقق ہے۔ کہ مہدی موعود حجۃ ابن الحسن علیہ السلام ہیں۔ تو پھر تمام مدعیان مہدویت گزشتہ و آئندہ جھوٹے ہیں۔ اور یہ دلائل یقینیہ قطعیہ شبہات و توہمات جہال سے باطل نہیں ہو سکتیں اور بعض فرق باطلہ کا اختلاف تشخیص و تخصیص مہدیؑ میں بطلان وجود یا شخصیت مہدی موعود کا موجب نہیں ہو سکتا۔ اگر اتنی احادیث کثیرہ و موثقہ و محققہ علماء محدثین و عارفین محض بعض جہال کے شبہات و توہمات سے باطل اور غلط ٹھیریں۔ تو پھر کوئی

امر شریعتِ محمدی میں پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔ درآنحالیکہ شبہات بھی نہایت درجہ رکیک و مہمل ہوں جیسا کہ باب دفع شبہات میں ذکر کیا جائے گا۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

باب چہارم

ولادت باسعادت و شکل و شمائل امام علیہ السلام عالیمقام



ولادتِ انبیاءؑ و ائمہؑ } ہم لکھ چکے ہیں اور آئندہ انشاء اللہ اور بھی لکھیں گے (اور کشف الاسرار میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی جا چکی ہے) کہ روح نورانی انبیاء علیہم السلام فوق روح عامۂ ناس ہے۔ اور اس لئے اس کے کمالات اور نیز فعلیت کمالات فوق کمالات انسانی اور اس کے تصرفات اکثر و بیشتر خرقِ عادت ہوتے ہیں۔ اور ان سے ابتدائے عمر سے آخر عمر تک حسب ضرورت و مصلحت واقتضائے زمان و مکان ایسے افعال و اعمال صادر ہوتے ہیں۔ جو عام لوگوں سے عادۃً صادر نہیں ہوتے اور نہیں ہو سکتے۔ اور یہی ان کی صادق اور برگزیدہ و مقرب بارگاہِ الٰہی ہونے کی اوّل دلیل ہے۔ اور اسی سے بقول حکماء معلوم ہوتا ہے۔ کہ وعنایۃ اللہ بہ اکثر خدا کی عنایت و توجہ اس پر سب امت سے زیادہ ہے۔ اور یہی بشناخت نبوت ہے۔ چنانچہ ولادت باسعادت انبیاء علیہم السلام بھی اکثر و بیشتر باقتضائے حکمت و مصلحتِ الٰہی خلاف عادت عامہ بطور اعجاز و کرامت ہوتی ہے۔ کلامِ حمید مجید میں جن انبیاء علیہم السلام کی ولادت کا ذکر ہے اور جو احادیث نبویؐ میں ہے اس سے یہ بات خوب واضح ہو جاتی ہے۔ اور مومن کو جائے انکار باقی نہیں رہتی۔ حضرت آدمؑ

ابوالبشر کی ولادت بطریق خاص ہوئی تو ضروری ولازمی تھی۔ کہ ابوالبشر تھے۔ لیکن بعدازاں بھی یہی سلسلہ رہا ہے۔ اور ولادتِ انبیاء بطورِ خرقِ عادت واقع ہوتی رہی ہے۔ حضرت شجرۃ الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کی ولادت کا حال کتب تواریخ و احادیث میں مروی ہے۔ کہ جب نمرود نے حکم دیا ہوا تھا۔ کہ مرد عورتوں سے جدا کر دئے جائیں۔ اور اگر کسی کے لڑکا پیدا ہو۔ تو ہلاک کر دیا جائے۔ تو نطفۂ جناب خلیل اللہ خاص قصر نمرودی میں سات ڈیوڑھیوں کے اندر اس کی خوابگاہ اور اس کے سرہانے سے ایک گز کے فاصلے پر اسی شب میں اور عین اسی وقت اور اسی ساعت قائم ہوا۔ جبکہ نمرود یہ خواب دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک ستارہ آسمان سے اُترا۔ اور اُس کی روشنی نے قصر کا احاطہ کیا اور قصر کی چھت سے گزر کر اس کے سرہانے ایک گز کے فاصلے پر زمین پر اُترا۔ اور غروب ہو گیا تارخ والد ماجد جناب ابراہیم علیہ السلام نمرود کے اردلی تھے۔ اور شب کو اس کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ اور تلوار لئے سرہانے کھڑے رہتے تھے۔ جس وقت اس نورِ ابراہیمی کے ظہور اور نزول کا وقت آیا۔ نصف شب میں والدہ گرامی حضرت سات ڈیوڑھیوں اور پہروں سے گزر کر اپنے خاوند کے پاس پہنچ گئیں۔ اور وہ نور وہیں امانت گاہ میں ودیعت کیا گیا۔ اور وہ گوہر یکتا صدف طیب و طاہر میں رکھا گیا۔ سُبحَانَ اللّٰہ وتعالیٰ عما یشرکون وَھُوَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیرٌ۔

پھر حمل جناب شکمِ مادر میں نمایاں نہ ہوا۔ جب وہ نور عالمِ جسمانی میں بصورتِ بشری ظاہر ہوا۔ یعنی جناب متولد ہوئے۔ تو ان کی والدہ بخوفِ ہلاکت ان کو باہر ایک غار میں رکھ آئیں۔ جہاں نہ کوئی مربی ظاہری تھا اور نہ محافظ و نگہبان۔ اپنے انگوٹھے چوس چوس کر پرورش پاتے تھے۔ جب محبتِ مادری جوش میں آتی ان کی والدہ جا کر دیکھ آتی تھیں۔ نشوونما بھی خلافِ عادت عامہ ناس تھا۔ ایک دن میں اتنے بڑھتے تھے۔ جتنا کہ اور بچے ایک ہفتے میں۔ اور ایک ہفتہ میں اتنا جتنا کہ دوسرے لڑکے ایک ماہ میں۔ اور ایک ماہ میں اتنا جتنا کہ عام بچے ایک سال میں اور پندرہ ماہ کی عمر میں جوانِ رعنا اور رشید تھے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ عَالِمِينَ۔ ہم نے اس کو قبل سن رشد عقل و فہم کامل اکمل عطا کر دی تھی۔ اور ہم اس کو پہلے ہی سے جانتے تھے۔ اور اسی وقت ستارہ سے استدلال کیا۔ اور ان کے غروب و اُفول سے ان کے حادث ہونے اور قدیم نہ ہونے کا ثبوت دیا۔ (مفصل حالات کتب مطولہ سے دیکھنے چاہئیں)۔

حضرت اسحاق علیہ السلام کی ولادت کی جب آپ کو بشارت دی گئی۔ تو آپؑ کا اور حضرت سارہؑ کا سن توالد و تناسل کی حد سے گزر چکا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کی عمر ایک سو بیس سال کی اور جناب سارہؑ کی نوے سال کی ہو چکی تھی۔ اور سن تحمل حمل سے گزر چکی تھیں۔ چنانچہ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ہمارے قاصد (فرشتے) ابراہیمؑ کے پاس خوشخبری لے کر آئے۔ اور تحیہ سلام ادا کیا۔ آپ فوراً اُٹھے۔ اور ایک بچھڑا بھُون لائے۔ مگر جب دیکھا........ کہ ان کے ہاتھ اس کی طرف نہیں بڑھتے۔ تو آپ دل میں خائف سے ہوئے۔ اور اس کو مکروہ جانا۔ تب انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں ہم فرشتے ہیں۔ قوم لوطؑ کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنَاهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰٓى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِيْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عَجِيْبٌ یہ گفتگو ملائکہ اور حضرت ابراہیمؑ میں ہو رہی تھی، ان کی بیوی سارہ پاس کھڑی ہوئی تھی۔ وہ ہنسی۔ اور ہم نے اس کو اسحٰقؑ اور بعد اسحاقؑ یعقوبؑ کی بشارت دی۔ تو وہ کہنے لگی۔ اے ہے کیا اب میں جنوں گی! حالانکہ میں بڑھیا ہوں۔ اور یہ میرا شوہر بھی بڑھا ہو چکا ہے۔ بیشک یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (ھود ۴) (فرشتوں نے کہا (اے سارہؑ) کیا تم امر الٰہی سے تعجب کرتی ہو؟ اے اہلبیت نبوت تم پر یہ خدا کی خاص رحمت و برکت ہے۔ اور بیشک خدا قابل حمد و صاحب مجد ہے" حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ کے اس ضعیف العمری اور کبر سنی اور حضرت سارہؑ کے اس تعجب اور ملائکہ کے جواب سے بخوبی ثابت ہے۔ کہ ولادت باسعادت جناب اسحاقؑ خلاف عادت عامۂ ناس تھی۔ اور یہاں اسباب ظاہریہ کو دخل نہ تھا۔ اور حقیقت یہ ہے۔ کہ حسب ارشاد الٰہی عالم خلق اور عالم امر علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ خلق اور امر دونوں اسی کے لئے ہیں۔ اور خلقت عالم امری آنی ہوتی ہے۔ مادی تدریج اور اسباب مادیہ خارجیہ کو یہاں دخل نہیں ہوتا۔ اور خلقت انبیاء اسی عالم امر سے ہے۔ اور اس کو دوسرے لوگوں کی خلقت پر ہرگز قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ یہ خلقت حضرت اسحاقؑ آنی امری ہے نہ خلقی مادی۔ جیسا کہ اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ سے ظاہر ہے۔ اور یہ مخصوص ہے صرف خاندان نبوت و رسالت سے۔ دوسروں سے اس کو تعلق نہیں۔ یہی سلسلہ حضرت آدمؑ سے چلا آرہا ہے۔ وہاں صرف وَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ، نہ مادہ ظاہریہ جسمانیہ ہے نہ اسباب

ذریعہ۔ اور یہ خاص برکت و رحمت و عنایت و لطف و تفضل الٰہی ہے اہل بیتؑ نبوت و رسالت پر۔

ملاحظہ ہو باب اہل البیتؑ اور اس کی تصدیق :

اس قسم کی ولادت سے صرف جناب سارہؑ ہی متعجب نہیں ہوئی ہیں۔ بلکہ خود جناب خلیل اللہؑ نے بھی یہی تعجب ظاہر کیا ہے۔ تاکہ امت پر بخوبی واضح ہو جائے۔ کہ یہ ولادت خلاف عادت اور معجزہ ہے۔ چنانچہ (سورۂ حجر ع ۴ میں) ان کا ذکر ہے وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ إِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُونَ قَالُوا لَا تَوْجَلْ إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ قَالَ أَبَشَّرْتُمُونِي عَلَىٰ أَنْ مَسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُونَ قَالُوا بَشَّرْنَاكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ ۔ (اے ہمارے حبیبؐ خبر دو ان کو ابراہیمؑ کے مہمانوں کی۔ کہ جب اس کے پاس آئے۔ تو انہوں نے سلام کیا۔ تو ابراہیمؑ نے کہا۔ ہم تم سے خائف ہیں۔ انہوں نے کہا۔ ڈرو نہیں۔ اے ابراہیمؑ ہم تم کو علیم لڑکے یعنی ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جو اپنے وجود کے ساتھ علم لے کر آئے گا اور علیم پیدا ہو گا۔ یعنی نبی اللہ و خلیفۂ خدا ہو گا۔ اس نے کہا۔ کیا تم مجھ کو اس بڑھاپے میں یہ خوش خبری دیتے ہو۔ پس کاہے کی خوشخبری دیتے ہو؟ کیا اب لڑکا ہو گا؟ انہوں نے کہا۔ ہم بالکل سچی خوشخبری دیتے ہیں۔ آپ ناامید نہ ہوں) اس سے جناب ابراہیمؑ کا تعجب اور استفسار واضح ہے۔ اسی وقت جنابؑ کی بیوی آئی ہیں۔ اور انہوں نے یہ تعجب کیا ہے جس کی تفصیل (سورۂ ذاریات ع ۱) میں ہے۔ وَبَشَّرُوهُ بِغُلَامٍ عَلِيمٍ فَأَقْبَلَتِ امْرَأَتُهُ فِي صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوزٌ عَقِيمٌ قَالُوا كَذَٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ إِنَّهُ هُوَ الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ (اور ملائکہ نے ابراہیمؑ کو ایک علیم لڑکے کی بشارت دی۔ پس اس کی بیوی اپنی لونڈیوں کی جماعت میں وہاں آئی۔ اور اپنا منہ چھپا لیا۔ اور کہا۔ میں تو بوڑھی بانجھ ہوں! اب کیا لڑکے کی بشارت دیتے ہو؟) انہوں نے کہا۔ ہاں ایسا ہی ہے (کہ تم بوڑھی بانجھ ہو۔ مگر) یہ پیغام تمہارے پروردگار نے بھیجا ہے۔ (تو ضرور ایسا ہو گا) اور بیشک وہ صاحب حکمت ہے (جو کچھ چاہتا ہے۔ اپنی حکمت و مصلحت سے کرتا ہے) اور وہ سب باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ یہ بھی جانتا ہے۔ کہ تم دونوں سن توالد و تناسل سے گزر چکے ہو۔ اور تم بانجھ بھی ہو۔ لیکن وہ اپنی حکمت و قدرت سے ایسے حال میں لڑکا عنایت کر سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ اس شبہ کا جواب بھی ہو گیا۔ جو کسی کو پیدا ہو سکتا تھا۔ کہ اتنا سن اس زمانے

ہیں عدمِ توالد کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ یہاں حضرت ابراہیمؑ کی زبانی یہ تصریح ہے۔ کہ وہ بانجھ تھیں۔ اور اس سن کو پہنچ چکی تھیں۔ جن میں بچہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی خدا اپنے فرشتوں کی زبانی تصدیق فرماتا ہے۔ کہ بیشک اس وقت بانجھ ہی تھیں لپس معلوم ہوا۔ کہ بچے ہونے کا سن نہ رہا تھا۔ اور اس وقت بچہ ہونا یہ خاص رحمت و برکت خدا تھی۔ جو انہی اہلبیت نبوت و رسالت اور خاندان عصمت و طہارت سے مخصوص ہے۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ

این سعادت بزور بازو نیست — تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ان کے بعد حضرت موسےٰ علیہ السلام کی ولادت کا حال اور ان کا قصہ بھی قرآن میں مذکور ہے اور احادیث میں مروی۔ فرعونی سختیوں سے پوشیدہ حمل قائم ہوا۔ اور آثارِ حمل بالکل ظاہر نہ ہوئے۔ اور جب پیدا ہوئے۔ تو ان کی والدہ ڈریں۔ کہ اب فرعون کو خبر ہو جائے گی۔ تو وہ قتل کرا دے گا۔ تو خود حضرت موسےٰ نے تکلم کیا اور تسلی دی۔ اور پھر آپ کی پرورش خانۂ فرعون میں ہوئی۔ اور سوائے اپنی والدہ گرامی کے اور کسی دایہ کا دودھ نہ پیا۔ اور نشو و نمو بھی آپ کی خلاف عادت عامہ ناس تھی۔ اور بے شمار خوارق عادات ان سے ظاہر ہوئے۔ اور حالات ولادت باسعادت حضرت صاحب الامر علیہ السلام عجل اللہ فرجہ بہت کچھ حضرت موسےٰ کے حالات ولادت سے مشابہ ہیں۔ خصوصاً اخفاء حمل و ولادت۔ اور اس طرح بہت سے معجزات حضرت عجل اللہ فرجہ بھی مثل معجزات حضرت موسےٰ ہوں گے۔ بلکہ دیگر جملہ تبرکات انبیاء کے ساتھ عصاء موسےٰ بھی آخری وارث انبیاءؑ و اوصیاءؑ کے ہمراہ ہوگا۔ اور اس سے ویسے ہی معجزے ظاہر ہوں گے ؛

یہی حال جناب یحییٰ کی ولادت کا ہے۔ ملاحظہ ہو كٓهٰيٰعٓصٓ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا قَالَ رَبِّ اِنِّىْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّىْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا وَاِنِّىْ خِفْتُ الْمَوَالِىَ مِنْ وَّرَآءِىْ وَكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا فَهَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِىْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ يَحْيٰى لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِىْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا قَالَ كَذٰلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا الخ ...... (مریم) کہیعص۔ اے محمدؐ! یہ تمہارے پروردگار کی رحمت کا

ذکر ہے۔ جو اس نے اپنے بندۂ برگزیدہ زکریاؑ کے ساتھ کی۔ جب کہ زکریاؑ نے اپنے پروردگار کو دبی آواز سے پکارا۔ اور کہا۔ اے میرے پالنے والے میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں۔ اور میرا سر بڑھاپے کی آگ سے مشتعل ہو گیا (سارا سفید ہو چکا ہے) اور میں اے پروردگار تیری بارگاہ میں دعا کر کے کبھی محروم نہیں رہا۔ اور میں اپنے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔ کہ وہ فساد پیدا کر دیں۔ اور یہ وراثت برباد ہو جائے۔ اور میری بیوی بانجھ ہے۔ پس تو ہی مجھے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا اور نسل یعقوب کا وارث بنے۔ اور اے پروردگار تو اس کو اپنا پسندیدہ و برگزیدہ بنا۔ ارشاد باری ہوا۔ اے زکریاؑ! ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں۔ جس کا نام یحییٰؑ ہے اور اس سے پہلے کسی کا یہ نام نہیں رکھا ہے۔ عرض کیا۔ پروردگارا میرے کیوں کر لڑکا ہوگا۔ حالانکہ میری عورت بانجھ ہے۔ اور میں بھی انتہائے پیری کو پہنچ گیا ہوں؟ ارشاد ہوا ہاں ایسا ہی ہے۔ کہ نہ تم قابل اولاد ہو۔ اور نہ تمہاری بیوی۔ لیکن یہ تمہارے پروردگار نے بشارت دی ہے (جو ہر شے پر قادر ہے) اور اس نے کہا ہے۔ کہ یہ ہم پر بالکل آسان ہے۔ بانجھ عورت اور عقیم مرد سے بچہ پیدا کرنا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ یقیناً میں نے تم کو خلق کیا۔ درآنحالیکہ تم کچھ بھی نہ تھے (جب میں محض عدم سے وجود عطا کر سکتا ہوں۔ اور لاشے سے شے بنا سکتا ہوں۔ تو ایک بانجھ عورت سے بچہ پیدا کرنا مجھ کو کیا مشکل ہے؟) یہاں بھی تصریح ہے۔ کہ ولادت باسعادت جناب یحییٰؑ بطور اعجاز اور خرق عادت تھی۔

اور قصۂ جناب عیسےٰ علیہ السلام مشہور و معروف ہے۔ اور ان کی ولادت کا مفصل حال قرآن میں مذکور۔ اور جناب مریمؑ بھی یہ بشارت سن کر یہی تعجب کرتی ہیں۔ اور فرماتی ہیں اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا۔ میرے کیوں کر لڑکا ہوگا؟ حالانکہ نہ تو مجھے شوہر نے مس کیا ہے اور نہ میں بدکار ہوں (جو غیر شوہر مس کرتا) یہاں جناب مریمؑ اپنی عفت و عصمت کا ثبوت دے رہی ہیں۔ خداوند عالم تصدیق فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ اور تیرے پروردگار نے کہا ہے۔ کہ یہ بات مجھ پر آسان ہے۔ اور اس لئے بھی ایسا کریں گے۔ کہ اس بچے کو لوگوں کے لئے اپنی نشانی اور آیت بنائیں۔ کہ ہم ہر شے پر قادر ہیں اور ہر طرح سے خلق کر سکتے ہیں۔ اور اس کو ہم اپنی خاص رحمت قرار

دیں گے (یہی رحمت مخصوص ہے اہل بیتِ رسالت سے) اور بات بالکل طے شدہ ہے۔

پس حضرت عیسٰے علیہ السلام کی ولادت اس لئے اعجاز و خرق عادت ہے۔ کہ اولاد آدمؑ میں توالد و تناسل اجتماعِ والدین سے ہوتا ہے۔ اور یہ اس کے خلاف ہے۔ اور اس کی ایک علت یہ بھی ہے۔ کہ حضرت آدمؑ بلا والدین کے پیدا ہوئے تھے۔ اور بعد طوفان نوحؑ وانقراض سنین ودہور و انقطاع سلسلۂ تاریخ دہری خیالات کے لوگ خلقتِ آدمؑ میں شک کرنے لگ گئے تھے۔ کہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ بلا ماں باپ کے کوئی بچہ پیدا ہو۔ خدائے علیم حکیم تعالٰے شانہ نے حضرت عیسٰے کو بلا باپ کے خلق کر کے پھر اپنی یہ قدرت نمائی کی۔ اور دکھلا دیا۔ کہ اس طرح بلا باپ کے پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اسی طرح بلا ماں باپ کے۔ اور فرمایا۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ (اٰل عمران ع ۶) "بیشک خدا کے نزدیک عیسٰے کی مثال آدمؑ کی سی ہے کہ اس کو تراب سے بنایا ہے۔ پھر کہا۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو گیا۔ یعنی خلقت اس کی عالم امر سے ہے۔ اور عالم امر کی خلقت آنی ہوتی ہے۔ ارادۂ الٰہی متعلق ہوا۔ اور ہو گئی۔ تاخیر و تدریج نہیں ہوتی۔ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ "پس اس کا امر تو یہی ہے کہ جب کسی چیز کا ارادہ کیا۔ تو وہ کہے۔ کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جائے گی" پس اسی طرح خلقتِ آدمؑ و عیسٰے کا ارادہ کیا۔ اور وہ وجود میں آ گئے۔ اسباب ظاہریہ مادیہ کی وہاں ضرورت نہیں۔ اور اسی طرح دیگر انبیاء مذکورین۔ چنانچہ آل عمران میں حضرت مریمؑ کے استعجاب پر فرمایا ہے۔ كَذٰلِكِ "بیشک جیسا تم کہتی ہو۔ ایسا ہی ہے۔" اَللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (اٰل عمران ۵) "اللہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے۔ جب اس نے کسی امر کا فیصلہ کیا۔ تو پس وہ کہتا ہے۔ کہ ہو جا۔ وہ ہو جاتی ہے۔"

یہ صاف صاف حالات ولادت عیسٰے علیہ السلام ہیں۔ اور خداوند عالم بکمال تشریح و توضیح فرماتا ہے۔ کہ عیسٰے کو ہم نے بطریق خرق عادت مثل آدمؑ کے پیدا کیا ہے۔ اور یہ بالکل حسن و صدق ہے۔ اس میں ہرگز شک نہ کرنا چاہیئے۔ ہم نے اس کو اپنی قدرت کی نشانی بنایا ہے۔ اور خاص رحمت سے مخصوص کیا ہے۔ اور یہ امر ہمارے لئے کوئی دشوار نہیں ہے۔ ہمارا امر یہی ہے۔ کہ جہاں ارادہ کیا۔ شے موجود ہو گئی۔ پس حضرت عیسٰے کی اس اعجازی ولادت میں شک کرنے والے مکذبِ خدا و آیاتِ خدا اور اس کی حکمت و قدرت میں شک کرنے والے اور

فضول و مہمل و خلاف منشاء الٰہی اس کی تاویل کرنے والے اس پر افتراء کرنے والے ہیں۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ان سے زیادہ ظالم و گنہگار کون ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ خدا ہرگز ایسے ظالموں کو ہدایت نہ کرے گا۔ ایضاً قال سُبحانہٗ وتعالیٰ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ (آل عمران ۳) اے مریمؑ خدا تجھے بشارت دیتا ہے اپنے کلمہ کی جس کا نام مسیح عیسٰےؑ بن مریمؑ ہے۔ اور وہ دنیا و آخرت میں باعزت و صاحب وجاہت ہے۔ اور وہ مقربین بارگاہ الٰہی سے ہے۔ وہ لوگوں سے شیر خواری میں جبکہ وہ گہوارے میں ہوگا۔ اور بڑا ہو کر بھی (دونو حالتوں میں لوگوں سے) باتیں کرے گا۔ اور وہ نیکو کاروں سے ہوگا۔" وقال يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۭ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰي مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ (نساء ع ۲۳) اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو۔ اور حد سے نہ بڑھو۔ اور خدا کے لئے سوائے حق اور کچھ نہ کہو۔ سوائے اس کے نہیں ہے کہ مسیح عیسٰےؑ بن مریمؑ خدا کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جو اس نے مریمؑ کو القا کیا۔ اور اس کی روح ہے۔ پس تم خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور رسولؐ کو خدا نہ بناؤ کہ یہ غلو ہے۔" ان آیات مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ کہ جناب عیسٰےؑ کی خلقت میں مادہ جسمانی کو کوئی دخل نہیں ہے۔ روح ان کی روح خاص نورانی ہے۔ جو منسوب ہے خدا کی طرف۔ اور جسم ان کا مثل دوسرے انسانوں کے نطفہ مادیہ جسمانیہ سے نہیں بنا ہے۔ بلکہ وہ ایک کلمۂ وجودیہ الٰہیہ ہے۔ جسم بھی خاص ہے اور روح بھی خاص۔ اور مادہ بھی خاص ہے صورت بھی خاص۔ اور اسی طرح فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ سے ثابت ہے۔ کہ مادۂ جسمانیہ حضرت آدمؑ اور روح حضرت آدمؑ دونو خاص ہیں۔ اور یہ مادۂ جسمانیہ کثیفہ عالم جسمانی زمانی وہاں نہیں ہے۔ اور بعد سن توالد و تناسل گزرنے کے حضرت زکریاؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے اولاد کا ہونا بھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ان بزرگواروں کا مادہ مادۂ کثیفۂ عالم جسمانی زمانی نہ تھا۔ اور اس مادہ کو ان کی خلقت میں دخل نہ تھا۔ اور ان کی خلقت دراصل اس پر موقوف نہیں ہے۔" ایں زمیں را آسمانے دیگر است" اصلیت یہ ہے۔ کہ ہمیشہ ظرف مطابق مظروف اور محل مناسب حال ہونا ضروری و لازمی ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام کی ارواح قدسیہ طیبہ طاہرہ نورانیہ کے

واسطے جن کو خدا اپنی طرف منسوب کرتا ہے اور عالم امری اور عالم عرشی سے یعنی فوق عالم زمانی ہیں۔ مادہ بھی ایسا ہی نورانی و پاک و طاہر چاہیئے۔ تاکہ وہ ان انوار کا متحمل ہو سکے۔ پس مادہ بھی ان کا نورانی ہی ہوتا ہے۔ اور وہ عالم عرشی سے تعلق رکھتا ہے نہ عالم جسمانی زمانی سے۔ بلکہ فوق عالم جسمانی و زمانی ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ جناب سرور کائناتؐ اس جسم بشری سے مع لباس و نعلین عرش اعظم پر پہنچ گئے۔ اور سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گئے۔ ورنہ اگر ان کے مادے کا تعلق اس عالم انوار سے نہ ہوتا۔ اور مرکز اس کا عرش الٰہی نہ ہوتا۔ تو ممکن نہ تھا۔ کہ وہاں پہنچ سکیں۔ اور اس عالم میں زندہ رہ سکیں۔ جہاں جبرئیل امینؑ سے مقرب فرشتے یہ فرمائیں۔ لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔ اگر یہاں سے ایک پور بھر بھی آگے بڑھوں۔ تو تجلیات انوار عالم انوار سے جل جاؤں۔ نور محمدی ہی میں یہ قوت و طاقت و قدرت تھی۔ کہ ان انوار اور ان تجلیات کے متحمل ہو سکیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ جناب مسیح عیسےٰ بن مریمؑ اپنے اسی جسم بشری سے چرخ چہارم پر زندہ و موجود ہیں۔ اور اسی جسم سے وہاں پہنچے۔ اگر مادہ ان کا اس عالم جسمانی زمانی سے ہوتا۔ تو یہ بات نہ ہوتی۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ آتش نمرودی نے جسم ابراہیمی پر اثر نہ کیا۔ اور یہی وجہ تھی۔ کہ جناب موسےٰ تنور میں رہ گئے اور تنور گرنے اس میں آگ روشن کر دی۔ اور آپ اس سے کھیلتے رہے۔ حالانکہ یہاں یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰی مُوْسٰی بھی نہ آیا تھا۔ یہ ان کے وجود کے ساتھ عطا کیا گیا ہے۔ جس کا اظہار حضرت ابراہیمؑ کے لئے کیا گیا۔ کم سے کم تین دن صندوق میں بند ہے ہوا زندہ رہے۔ کیونکہ ہوا کے لئے صندوق میں سوراخ رکھے جاتے تو غرق ہو جاتا۔ پھر مدت تک کسی کا دودھ نہ پیا۔ اور بلا غذا زندہ رہے۔ اور حضرت ابراہیمؑ انگوٹھے چوس کر غار میں زندہ رہے۔ یہ تمام اثرات روح قدس ہوتی ہیں۔ جو باذن خدا حسب مصلحت و موقع ظاہر ہوتے ہیں۔ اور یہ تمام خوارق عادات اور اعجازات ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ ہر شے مافوق شے ماتحت میں اثر کر سکتی ہے۔ اور اس پر احاطہ پیدا کر سکتی ہے۔ مگر شے ماتحت مافوق پر مؤثر اور محیط اور حاکم نہیں ہو سکتی۔ روح نفس پر حاکم و متصرف ہو سکتی ہے۔ اور نفس جسم پر۔ مگر بالعکس ممکن نہیں کہ جسم نفس پر متصرف ہو جائے یا نفس روح پر۔ پس عالم روحانی ملکوتی عالم نفسانی دہری پر مؤثر و محیط و متصرف ہے۔ اور عالم نفسانی دہری عالم زمانی جسمانی پر۔ مگر اس کا عکس نہیں ہو سکتا۔ پس جو چیز کہ فوق عالم زمانی جسمانی ہو۔ اس پر عالم جسمانی زمانی متصرف نہیں ہو سکتا۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ مادہ نورانیہ انبیاء فوق عالم جسمانی ہے۔ تو اس پر عالم جسمانی متصرف و

فرق نہیں ہو سکتا۔ اور عوارض زمانیہ جسمانیہ وارد نہیں ہو سکتے۔ الّا ان کے اختیار و ارادے سے۔ اور اس لئے انوار جسمانیہ نبویہ پر عوارض مادۂ جسمانیہ یعنی ظلمتِ جہالت وغیرہ وغیرہ اثر نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح اس جسم مادی جسمانی انسانوں میں ابتدائے عمر و سن رضاعت صباوت وطفولیت میں کمالات روح ظاہر نہیں ہو سکتے۔ انبیاءؑ اس سے مستثنےٰ ہیں۔ یعنی مثلاً جب تک بچے کے اعضائے تکلم قوی نہ ہو جائیں اور ایک خاص سن تک پہنچ جائیں۔ تکلم نہیں کر سکتا۔ جب تک قوائے سامعت قوی نہ ہو جائیں۔ آوازوں میں تمیز نہیں کر سکتا۔ جب تک قوتِ بصارت قوی نہ ہو جائے۔ اشیاء مرئیہ میں تمیز نہیں دے سکتا۔ انبیاء علیہم السلام اس سے مستثنےٰ ہیں۔ ان کی روحانیت و نورانیت ایسی قوی ہوتی ہے۔ کہ وہ پیدا ہوتے ہی تکلم کر سکتے ہیں۔ دیکھنے کی چیزوں میں تمیز دے سکتے ہیں۔ آواز میں تفریق کر سکتے ہیں۔ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ دکھلا۔ صرف حضرت عیسٰےؑ سے مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ اور انبیاءؑ میں بھی یہ صفت ہوتی ہے۔ ہاں اظہار حسب مصلحت و حکمت ہوتا ہے۔ اور اسی طرح تکلم۔ حالات انبیاءؑ کے دیکھنے سے یہ ضرور ثابت ہو گا کہ وقت ولادت یہ کلمہ توحید ضرور پڑھتے ہیں۔ اور یہ اوّل ثنا نبی اللہ و خلیفۂ خدا اور برگزیدۂ اللہ ہونے کی ہوتی ہے۔ اور حقیقتِ اعجاز یہی ہے۔ النبی نبی ولو کان صبیاً۔ چنانچہ آئندہ باب معجزات میں ہم اس کو اور تفصیل دیں گے۔ یہاں صرف اتنا دکھلانا ہے۔ کہ خلقت انبیاء غیر خلقت عامۂ ناس ہے۔ اور ان کی ولادت کے وقت اور زمانۂ رضاعت و طفولیت و صباوت میں خرق عادات و معجزات و کرامات ضرور ظاہر ہوتی ہیں۔ اور اکثر ولادت خلافِ عادت عامۂ ناس ہوتی ہے۔ ہاں تصرفات و اعجازات میں حسب مصلحت زمان و مکان و اہل زمان فرق ہوتا ہے۔ کوئی بلا باپ کے پیدا ہوا۔ تو کوئی بعد سن ولادت کے۔ وعلےٰ ہذا القیاس ۔

ولادت باسعادت حضرت ختمی مرتبت

چونکہ یہ رحمت و برکت الٰہی خاندان نبوت و رسالت کے لئے ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اصل اہل بیتؑ وارث ختم نبوت و رسالت ہیں۔ تو ان سے یہ صفت کب جدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ وقتِ ولادت باکرامت حضرت سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت سے خوارق عادات و اعجازات ظاہر ہوئے۔ جب سے کہ نطفۂ نورانیہ آنجناب رحم مادر گرامی میں قائم ہوا۔ والدۂ گرامی کی پیشانی سے ہمیشہ

نور ساطع تھا۔ بلکہ یہ بھی مروی ہے۔ کہ شکم سے تسبیح و تہلیل کی آواز سُنی جاتی تھی۔ جب اس عالم ظلمانی کو اپنے نورِ جمال سے منور کیا۔ تو وہ نور ساطع ہُوا۔ کہ شہر شام کے قصر مکّہ سے دکھلائی دینے لگے۔ اور آواز آئی جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا چنانچہ مقام افتخار میں فرماتے ہیں۔ وَضَعَتْنِي اُمِّي وَرَأَتْ نُوْرًا اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔ یعنی جب میری ولادت واقع ہوئی۔ تو میری والدہ ماجدہ نے ایک نور ساطع دیکھا جس سے اس نے شام کے قصر روشن دیکھے۔ جیسا کہ علامہ قندوزی وغیرہ نے نقل کیا ہے۔ اور مشکوٰۃ المصابیح وغیرہ میں مروی ہے۔ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

یعنی مَیں عند اللہ اس وقت سے خاتم النبیینؐ لکھا ہُوا ہوں۔ جب کہ آدمؑ کا پُتلا بھی نہ بنا تھا۔ اور مَیں خبر دوں گا تم کو اپنے اوّل امر کی۔ مَیں دعائے ابراہیمؑ۔ بشارت عیسٰےؑ اور خواب مادر گرامی ہوں۔ جو انہوں نے اس وقت دیکھا تھا۔ جب کہ مجھے جنا۔ درآنحالیکہ ان کے لئے ایک نور روشن ہُوا جس سے انہوں نے شام کے قصر دیکھ لئے۔ (مفصل حالات ولادت بحار الانوار وغیرہ کتب احادیث میں مذکور ہیں)۔

حافظ ابوالفضل بن حجر شرح بخاری میں واقدی سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے اوّل ولادت میں تکلم فرمایا۔ اور ابن سرج نے خصائص میں ذکر کیا ہے۔ کہ جب حضرتؐ گہوارے میں ہوتے تھے۔ تو ملائکہ گہوارہ ہلاتے تھے۔ اور اوّل کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا وہ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا تھا۔

بیہقی و صابونی و خطیب و ابن عساکر نے حضرت عباسؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے پیغمبر صلعم سے کہا۔ کہ مجھ کو تمہارے دین میں تمہاری نبوت کی ایک علامت نے داخل کیا ہے۔ مَیں نے دیکھا تھا۔ کہ جب پیدا ہوئے اور گہوارے میں تھے۔ تو چاند سے باتیں کرتے تھے۔ اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے تھے۔ پس جدھر کو تم اشارہ کرتے تھے اُدھر کو وہ جھک جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ مَیں اس سے باتیں کیا کرتا تھا اور وہ مجھ سے اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔ اور مَیں سُنتا تھا اس کا گرنا اور جھکنا جبکہ وہ تحتِ عرش سجدہ کرتا

بجالاتا تھا۔ سبحان اللہ وتعالیٰ عما یشرکون وانہ علی کل شیٔ قدیر۔

یہ تکلم جناب سرورِ کائنات صلعم تکلم جناب عیسٰےؑ سے کہیں بڑھا ہوا ہے۔ وہی گہوارے میں تکلم ہے۔ مگر عام خیال کے موافق غیر روح اور جرم سماوی سے۔ گہوارے میں اس سے باتیں اور بڑے ہو کر اشارۂ انگشت سے دو ٹکڑے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ اور بہت سی کرامات و خوارق عادات ہیں۔ جن میں اکثر کو ہم نے کشف الاسرار میں بیان کر دیا ہے۔ یہاں اثبات مدعا کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

یہ سلسلہ ذریتِ پیغمبرؐ میں بھی برابر جاری رہا ہے۔ اور سنتِ الٰہی انبیاءؑ و ائمہ ہدےٰ میں ایک ہی ہے۔ کیونکہ رشتہ ایک ہے۔ مبدء ایک ہے۔ مرکز ایک ہے۔ مقصد ایک ہے۔ نور ایک ہے۔ روحانیت ایک ہے۔ عصمت ایک ہے۔ طہارت ایک ہے۔ اور اصل منصب یعنی خلافت الٰہیہ میں سب شریک ہیں۔ ایک نبیؐ ہیں باقی امامؑ و ولیؑ۔ اور اس قسم کا اصطفاء ذریت انبیاءؑ سے مخصوص ہے۔ اور اسی سے ان کو خدا نے تمام عوالم پر برگزیدہ بنایا ہے۔ فقال اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ذُرِّیَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ بیشک خدا نے آدمؑ و نوحؑ و آل ابراہیمؑ و آل عمرانؑ کو تمام عوالم پر برگزیدہ کیا ہے۔ یہ ایک ہی ذریت ہے۔ جو ایک دوسرے سے وابستہ و مرتبط ہے۔ اور خدا سب باتوں کا سُننے اور جاننے والا ہے" یہ رحمت و برکت خاص تا روزِ قیامت خاندانِ رسالت میں جاری و ساری ہے۔ اور وارثانِ نبوت میں باقی

پس جس طرح ولادت انبیاءؑ خلاف عادت عامۂ ناس ہوتی ہے۔ اور وقتِ ولادت و زمانۂ رضاعت و صباوت و طفولیت میں ان سے اعجازات ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح ائمہ اولادِ نبیؐ ہیں۔ اور ان کی ولادت بھی بطورِ اعجاز ہوتی ہے۔ اگرچہ صورتِ اعجاز میں فرق ہو۔ جناب امیرؑ کی ولادت کا حال معلوم ہے۔ کہاں اور کس طریق سے ہوئی۔ اوّل خانہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی۔ حوران بہشتی خدمت کے لئے آئیں۔ زمین پر تشریف لاتے ہی کلمہ پڑھا۔ جب رسولؐ خدا تشریف لائے۔ تو فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ اور اکثر روایات میں موجود ہے۔ کہ جب آنحضرتؐ نے کہا۔ پڑھو یا سُناؤ۔ تو آپؑ نے قرآن سُنایا۔ اور روایاتِ اہل السنت میں تصریح ہے۔ کہ قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ پڑھی۔ چنانچہ جیسا کہ مطالب السؤل و رشقہ الصادی۔ بحار۔ حیات القلوب وغیرہا میں مذکور ہے۔ اور علامہ محمد بن محمود قزوینی شافعی سے روایت کی ہے

سیر درمنثور و طبری و برہان و قمی وغیرہا و دیگر کتب احادیث و تواریخ میں مرقوم ہے۔ اور بعض
یات میں عام کتب آسمانی کا تلاوت فرمانا مذکور ہے۔ پس منہاج امامت عین منہاج
ت اور ایک ہی ہے۔ اور یہ تصرفات جس طرح نبیؐ میں پائے جاتے ہیں اسی طرح امامؑ میں تھی۔
یہ تکلم حضرت عیسےٰ سے مخصوص نہیں ہے ؛

ہم علامات امامؑ میں ذکر کر چکے ہیں۔ منجملہ علامات امامؑ یہ ہے۔ کہ جس وقت وہ شکم مادر سے
ر آتا ہے۔ تو اول ہاتھ زمین پر ٹیکتا ہے۔ اور سر آسمان کی طرف بلند کرتا ہے۔ اور کلمہ پڑھتا
ہے۔ اور جناب صادقؑ آلِ محمدؐ نے وقتِ ولادت موسےٰ بن جعفرؑ جب آپ مکان سے
احبزادے کی ولادت کے بعد خوشی خوشی باہر تشریف لائے تو ابوبصیر سے خوشی کے سبب
ستفسار پر فرمایا۔ کہ حمیدہؓ نے (والدۂ ماجدہ جناب موسےٰ بن جعفرؑ) مجھ کو ایک بات سنائی
ں کو میں پہلے سے جانتا ہوں اور اس سے بہتر جانتا ہوں۔ راوی نے کہا۔ حضرتؑ وہ
یا بات ہے۔ فرمایا۔ کہ جس وقت بچہ پیدا ہوا۔ تو ہاتھ زمین پر ٹیک دئیے
ور سر آسمان کی طرف بلند کیا۔ میں نے اس سے کہا۔ یہ نشانی
ہے رسول اللہؐ کی۔ ان کی ولادت بھی ایسی ہی ہوئی تھی۔ اور یہی
امامؑ کی نشانی ہے۔ الخ۔ اور علی بن راشد سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ
ب اللہ چاہتا ہے۔ کہ امامؑ کو خلق فرمائے۔ تو زیرِ عرش سے کچھ پانی لیتا ہے اور ایک
رشتے کو دیتا ہے۔ کہ وہ امامؑ کے باپ کو پلا دے۔ پس اس پانی سے خود امامؑ کو خلق فرماتا ہے
ور جب اس کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے۔ تو خدا اسی فرشتے کو بھیجتا ہے۔ اور وہ اس
ی پیشانی پر لکھ دیتا ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ
هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ اس میں تشریح ہے۔ اس امر کی کہ نطفۂ امام جو مادۂ جسمانیہ امام ہے۔
وہ فوق عالم زماں عالم عرشی و عالم امری سے ہے نہ عالم جسمانی زمانی سے۔ اور ان کی ولادت
ثل نبیؐ بطور اعجاز ہوتی ہے۔ اور خوارق عادات ضرور وقتِ ولادت مثل رسول خدا ظاہر
وتے ہیں۔ چنانچہ تمام ائمہؑ کے حالاتِ ولادت سے یہ بات خوب ثابت ہے۔ اور کہیں
ان کو مفصل ذکر کریں گے ؛

ولادت باسعادت امام مہدی آخر الزمانؑ

اب ہم اصل مقصود یعنی حالات باسعادت و کرامت

جناب مہدی آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ لکھا گیا صرف اسی واسطے تھا۔ کہ حالات آنجناب سُن کر اور خوارق دیکھ کر متعجب نہ ہوں۔ پہلے سے بصیرت حاصل ہو جائے ۔

وَالِدَہ مَاجِدَہ اِمَام عَلَیہِ السَّلام

شیخ صدوق و شیخ طوسی و شیخ طبرسی و شیخ طرابسی وغیرہم نے بشیر بن سلیمان بردہ فروش انصاری سے روایت کی ہے۔ جو سامرہ میں عسکریینؑ کا ہمسایہ تھا۔ وہ کہتا ہے۔ کہ کافور خادم امامؑ میرے پاس آیا۔ اور کہا۔ حضرت ابوالحسنؑ علیؑ بن محمدؑ تجھے بلاتے ہیں۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ اور جب میں پاس بیٹھ گیا۔ تو فرمایا۔ اے بشیر تو اولاد انصار سے ہے۔ اور ہماری محبت و مودت و موالات تم میں ہمیشہ رہی ہے اور اس کو میراث میں پاتے رہے ہو۔ اور تم ہم اہل بیت کے معتمدین میں ہو۔ میں تجھے ایک خاص بزرگی کے لئے پسند کرتا ہوں اور ایک فضیلت مخصوص کے لئے تجھے اختیار کرتا ہوں جس سے تو تمام ہمارے دوستوں پر سبقت لے جائے گا۔ اور تجھے ایک راز پہ مطلع کرتا ہوں۔ ایک کنیز کی خریداری کے لئے بھیجتا ہوں۔ پھر آپ نے ایک خط رومی زبان اور رومی خط میں نہایت عجیب و لطیف لکھا اور مہر کر دی۔ اور ایک چھوٹا سا زرد دوپٹہ نکالا۔ جس میں ایک سو بیس[1] دینار بندھے ہوئے تھے۔ اور وہ مجھ کو دے دیا اور فرمایا۔ یہ ایک سو بیس دینار لے۔ اور بغداد کو جا۔ اور چاشت کے وقت فرات کے گھاٹ پر پہنچ۔ اس وقت چند کشتیاں اسیروں کی آئیں گی۔ وہاں تو بہت سی کنیزیں اور بہت سے خریدار سرداران بنی عباس کے وکیلوں سے اور کچھ جوانان عرب دیکھے گا۔ جب یہ دیکھے۔ تو دور سے عمر بن یزید نخاس پر نظر ڈال اور دن بھر اس کا خیال رکھ۔ یہاں تک کہ وہ ایک کنیز اس اس صفت کی پیش کرے۔ جو دو جامہ ریشمین پہنے ہو گی۔ اور وہ کنیز خریداروں پر پیش ہونے اور ان کے دیکھنے اور مس کرنے سے انکار کرتی ہو گی۔ اور اس پر راضی نہ ہو گی۔ کہ کوئی اس کو ہاتھ لگا سکے۔ اور تو اس وقت سُنے گا۔ کہ وہ باریک پردے میں رومی زبان میں کچھ کہ رہی ہے۔ اور وہ یہ کہتی ہو گی وَهَتْكَ سِتْرَاهُ لے وائے مصیبتا کہ میری پردہ دری کی جاتی ہے۔ اس وقت ایک خریدار کہے گا۔ کہ اس کو میں تین سو دینار میں خریدتا ہوں۔ کیونکہ اس کی پاکدامنی نے میری رغبت کو بڑھا دیا ہے۔

[1] بعض روایات میں یہ رقم دوسو بیس ۲۲۰ ہے۔ اور یہی صحیح معلوم ہوتی ہے ۔

تب وہ اس کو زبان عربی میں جواب دے گی۔ کہ اگر تو سلیمانؑ بن داؤدؑ کے پاس اور اس کی شوکت و حشمت میں میرے پاس آئے۔ تو بھی تیری طرف مائل نہ ہوں گی۔ اس وقت نخاس کہے گا۔ کہ بیچنا تو ضروری ہے۔ پھر اس کی کیا صورت ہوگی۔ جواب دے گی۔ کہ جلدی نہ کر۔ تاوقتیکہ خریدار پہنچے۔ جس کی وفاداری و دیانت و ایمان پر میں اعتماد کروں۔ اس وقت تو عمر بن یزید کے پاس جا۔ اور اس سے کہو۔ کہ میرے پاس ایک سید کا خط ہے جو اس نے بڑی ملاطفت سے رومی زبان اور رومی خط میں لکھا ہے۔ اور اس میں اپنے فضل و کرم و سخا و عطا اور اپنی شرافت و کرامت کا ذکر کیا ہے۔ پس یہ خط اس کنیز کو دے دے۔ کہ اس بزرگوار کے اخلاق و اوصاف میں غور و فکر کرے۔ اگر یہ اس کے ہاتھ فروخت ہونے پر راضی ہو گئی۔ تو میں ان کی طرف سے وکیل ہوں۔ اور جو کچھ کہ مجھے میرے مولا نے حکم دیا تھا۔ میں نے بالکل اسی طرح کیا۔ اس نے وہ خط لے کر پڑھا اور غور کیا اور رونے لگی۔ اور کہا۔ مجھ کو صاحب خط کے ہاتھ فروخت کر دے۔ اور سخت قسمیں کھائیں۔ کہ اگر اس کے ہاتھ نہ بیچے گا۔ تو میں اپنے کو ہلاک کر لوں گی۔ میں قیمت کی بابت برابر جھگڑتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ اسی قیمت پر راضی ہو گیا۔ جو میرے مولا نے دی تھی۔ میں قیمت ادا کر کے اس کو لے آیا۔ اور بغداد میں اپنے گھر میں آیا۔ جس وقت وہ معظمہ وہاں پہنچی۔ فوراً امامؑ کے خط کو نکالا۔ اس کو بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔ میں نے تعجب سے کہا۔ کہ اس خط کو بوسہ دیتی ہو جس کے لکھنے والے کو نہیں جانتی ہو۔ اس نے کہا۔ اے عاجز اور بزرگی فرزندان انبیاء کی معرفت کم رکھنے والے میری طرف متوجہ ہو اور کان لگا کر سن۔ تاکہ میں تجھے اپنا حال سناؤں۔ میں ملیکہ دختر یشوعا فرزند قیصر روم ہوں اور میری ماں شمعون الصفاء وصی حضرت عیسیٰؑ کی اولاد سے ہے۔ میں تجھے ایک عجیب بات کی خبر دیتی ہوں پس تو جان لے۔ کہ میرے دادا نے چاہا۔ کہ میرا عقد اپنے بھتیجے سے کرے جبکہ میں تیرہ سال کی تھی۔ پس اس نے اپنے قصر میں نسل حواریین اور علماء و عباد نصاریٰ سے تین سو بزرگ اور اہل مناصب و اہل کاماں سے سات سو شخص اور سرداران لشکر و بزرگان قبائل میں سے چار ہزار نفر جمع کئے۔ اور ایک تخت مرصع لایا گیا۔ جو اس نے اپنے زمانہ بادشاہی میں تیار کرایا تھا۔ اور اس کو چالیس پایوں پر نصب کیا۔ اور صلیبوں اور بتوں کو اونچے اونچے مقامات پر رکھا۔ اور اپنے بھتیجے کو تخت پر بٹھایا۔ پس جس وقت پادریوں نے انجیلیں کھولیں کہ پڑھیں۔ تو وہ تمام بت اور صلیبیں سرنگوں ہو گئیں اور زمین پر گر پڑیں۔ اور تخت کا پایہ ٹوٹ گیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ شہزادہ

تخت پر سے گر کر بیہوش ہو گیا۔ اس وقت پادریوں کے رنگ متغیر ہو گئے اور جوڑ بند کانپنے لگے۔ اور ان میں سے سب سے بڑے پادری نے بادشاہ سے عرض کیا۔ کہ اے بادشاہ ہم کو ایسے امر سے معاف رکھ۔ جس کی وجہ سے یہ نحوست پیدا ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ دینِ مسیح جلد زائل ہو جائے گا۔ بادشاہ نے اس کو فال بد سمجھا۔ اور علماء و راہبوں کو حکم دیا۔ کہ دوبارہ تخت کو نصب کریں۔ اور صلیبوں کو اپنی اپنی جگہ قرار دیں۔ اور اس بدبخت کے بھائی کو لاؤ۔ تاکہ اس سے اس لڑکی کا عقد کریں۔ کہ اس کی نحوست اس کی سعادت سے دفع ہو۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور دوسرے لڑکے کو تخت پر بٹھایا۔ جونہی انہوں نے انجیل کو پڑھنا شروع کیا۔ وہی حالت اولیٰ پیدا ہوئی۔ اور وہی نحوست ظاہر ہوئی۔ اور وہ نہ سمجھے۔ کہ یہ ان دو کو بھائیوں کی نحوست نہیں ہے۔ بلکہ ایک اور سرور و سردار کی سعادت کا اثر ہے۔ پس لوگ متفرق ہو گئے۔ اور میرا دادا حرم سرا میں چلا گیا اور خجالت سے باہر نہ نکلا۔

جب رات ہو گئی اور میں سو گئی۔ تو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ جناب مسیح عیسیٰ بن مریمؑ چند حواریین کے ہمراہ تشریف لائے۔ اور ایک منبر نور نصب کیا گیا۔ جو بلندی میں آسمان سے مقابلہ کرتا تھا۔ اور اس کو اسی جگہ نصب کیا جہاں قصر شاہی میں وہ تخت نصب کیا گیا تھا۔ بعد ازاں جناب محمد مصطفیٰ مع اپنے داماد و وصی علی ابن ابی طالبؑ اور ائمہؑ اولاد علیؑ تشریف لائے۔ جناب مسیح تعظیم و استقبال خاتم الانبیاء کے لئے آگے بڑھے اور گلے ملے۔ اور جناب خاتم الانبیاءؐ نے فرمایا۔ اے روح اللہؑ! میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ ملیکہ دختر شمعون الصفا کی اپنے اس فرزند کے لئے خواستگاری کروں۔ اور انگشت مبارک سے ماہ برج امامت جناب حسن عسکری کی طرف اشارہ کیا۔ جو اس جنابؐ کے فرزند ہیں جن کا تو خط لایا ہے۔ پس حضرت مسیحؑ نے شمعون کی طرف دیکھا۔ اور فرمایا۔ اے شمعون! جناب خاتم النبیینؐ دو جہان کا شرف تمہارے لئے لائے ہیں۔ جلد یہ رشتہ کر دیجئے۔ اور رحم آل محمدؐ سے اپنے رحم کو پیوند کیجئے انہوں نے عرض کیا۔ اے روح اللہؑ! کر دیا۔ جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ منبر پر تشریف لے گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور جناب مسیح اور جناب پیغمبر خاتم الانبیاءؐ نے امام حسن عسکریؑ سے میرا عقد کیا۔ اور باقی ائمہؑ اور حواریین گواہ ہوئے۔

جب میں اس خواب سعادت مآب سے بیدار ہوئی۔ تو خوف قتل سے میں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔ اور اس کو اپنے سینے ہی میں رکھا۔ آتشِ محبت خورشید فلکِ امامت روز بروز میرے سینے

میں مشتعل ہوتی جاتی تھی۔ اور دامن صبر و قرار کو ہاتھ سے چھڑائے دیتی تھی۔ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ کھانا پینا حرام ہو گیا اور ہر روز جسم گھلنے لگا۔ اور بلاد روم میں کوئی طبیب ایسا نہ رہا تھا۔ جس کو میرے دادا نے معالجہ کے لئے نہ بلایا ہو۔ جب میرے علاج سے مایوس ہو گیا۔ تو کہا۔ میری نور چشم کیا تیرے دل میں کوئی خواہش دنیا ہے۔ تاکہ اس کو پورا کر دوں۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں صحت و آرام سے مایوس ہوں اور در کشائش اپنے اُوپر بند دیکھتی ہوں۔ اگر تم مسلمان قیدیوں کی اذیت کم کر دو۔ اور ان کو قید غم سے نجات دے دو۔ تو امید ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ اور جناب مسیحؑ اور جناب مریمؑ مجھے صحت بخشیں۔ جب اس نے ایسا کیا اور مسلمان قیدیوں کو چھوڑنا اور ان کی اذیت کم کرنی شروع کی۔ تو مَیں نے کچھ صحت کا اظہار کیا۔ اور کچھ کھانا کھایا۔ وہ خوش ہوا۔ اور دوسرے مسلمان قیدیوں کو بہت عزیز رکھنے لگا۔ پس مَیں نے چار شب کے بعد خواب میں دیکھا۔ کہ فاطمۃ الزہراؑ سیدۃ النساء العالمینؑ اور جناب مریمؑ ہزار حوریان بہشتی کے ہمراہ تشریف لائیں۔ اور جناب مریمؑ نے فرمایا۔ اے نور چشم یہ مادر گرامی امام حسن عسکریؑ ہیں۔ مَیں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور رونے لگی۔ اور مَیں نے شکایت کی کہ امام حسن عسکریؑ میرے دیکھنے کو نہیں آتے۔ اس وقت آپؑ نے فرمایا۔ کہ میرا فرزند کیوں کر آئے۔ حالانکہ تو مشرکہ ہے۔ اور یہ ہمشیرہ مریمؑ بن عمرانؑ تجھ سے اور تیرے دین سے بیزار ہے۔ اگر تو چاہتی ہے کہ حق تعالےٰ اور حضرت مسیحؑ اور جناب مریمؑ تجھ سے خوش ہوں۔ تو کہو۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشھد ان محمد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم جب مَیں نے یہ کلمات طیبہ ادا کئے۔ تو جناب زہراؑ نے مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور مجھے تسلی دی اور فرمایا۔ اب میرے فرزند کی ملاقات کی منتظر رہو۔ مَیں اس کو بھیجوں گی۔ جب میں بیدار ہوئی۔ اور یہ کلمات طیبہ پڑھنے شروع کئے۔ اور دوسری رات کو سوئی۔ تو آفتاب جمال آنحضرتؑ طالع ہوا۔ اور مَیں نے کہا اے میرے حبیبؑ مجھے اسیر محبت کر کے مجھ سے جدائی کیوں اختیار کی؟ فرمایا۔ میرے دیر میں آنے کی یہ وجہ تھی کہ تو مشرک تھی۔ اب مسلمان ہو گئی ہو۔ اب مَیں ہر شب آؤں گا۔ جب تک خدا ظاہر آ مجھے اور تجھے ملائے۔ اس وقت سے آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ وہ جنابؑ خواب میں نہ آئے ہوں۔

بشیر بن سلیمان نے عرض کیا۔ تم اسیروں میں کس طرح سے آگئیں؟ فرمایا۔ کہ ایک شب مجھے اس جنابؑ نے خبر دی۔ کہ تمہارا دادا فلاں روز مسلمانوں کی طرف ایک لشکر بھیجے گا۔ اور خود پیچھے سے جائے گا۔ تو بھیس بدل کر خدمت گاروں اور کنیزوں میں شامل ہو جانا۔ اور اپنے دادا

کے پیچھے روانہ ہونا اور فلاں راہ سے چلنا۔ مَیں نے ایسا کیا؟ مسلمانوں کی جاسوسی جماعت نے ہمیں دیکھ لیا اور گرفتار کرکے لے گئے۔ اور میرا انجام یہ ہوا جو تو نے دیکھا۔ اور جس کے حصّے میں مَیں آئی تھی۔ اس نے میرا نام دریافت کیا تو مَیں نے نرجس بتلایا۔ اس نے کہا۔ یہ کنیزوں کا سا نام ہے۔ بشیر نے کہا۔ یہ تعجب ہے۔ کہ تم اہل روم سے ہو۔ اور عربی خوب جانتی ہو۔ فرمایا۔ کمال محبت کی وجہ سے میرا دادا چاہتا تھا۔ کہ مجھے آداب حسنہ سکھائے۔ ایک زن مترجمہ کو میرے لئے مقرر کیا۔ جو رومی اور عربی خوب جانتی تھی۔ پھر صبح و شام آتی تھی اور زبان عربی سکھاتی تھی۔ تا ایں کہ مَیں عربی خوب بولنے لگی ۔ راوی کہتا ہے۔ کہ جب میں اس مخدرہ کو سامرہ لے گیا۔ اور خدمت امام علی النقیؑ میں پہنچیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہو۔ خداوند عالم نے دین اسلام کی عزت اور دین نصاریٰ کی ذلت اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی فضیلت تجھ کو کس طرح دکھلائی۔ عرض کیا۔ اے فرزندِ رسولؐ مَیں کیا بیان کروں اس امر کا۔ جس کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ مَیں تجھے عزت دینا چاہتا ہوں پس تو کیا پسند کرتی ہے۔ یہ کہ مَیں دس ہزار اشرفی دے دوں یا بشارت دوں شرافت و کرامت ابدی کی؟ عرض کیا۔ مَیں مال نہیں چاہتی ہوں۔ فرمایا۔ پس تجھ کو بشارت ہو ایک ایسے فرزند کی جو مغرب و مشرق عالم کا بادشاہ ہوگا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ جب کہ وہ ظلم و جور سے بھر گئی ہوگی۔ عرض کیا۔ یہ فرزند کس سے ہوگا؟ فرمایا۔ اس سے جس کے لئے رسول خداؐ نے جناب مسیحؑ سے تیری خواستگاری کی تھی۔ پھر پوچھا کس سے جناب مسیحؑ اور ان کے وصیؑ نے عقد کیا تھا؟ عرض کیا۔ تمہارے فرزند سے۔ آپؑ نے فرمایا۔ کیا ان کو پہچانتی ہو؟ عرض کیا۔ جس دن بہترین زنان عالمین کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی ہوں ہر شب وہ میرے دیکھنے کو آتے تھے۔ پس کافور خادم کو بلایا اور کہا۔ جا حکیمہ خاتون کو بلا لا۔ جب وہ آئیں تو فرمایا۔ یہی وہ کنیز ہے۔ انہوں نے گلے سے لگایا۔ اور بہت مہربانی سے پیش آئیں۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے بہن! اس کو اپنے گھر لے جاؤ۔ اور فرائض و سنتِ دین تعلیم دو۔ یہ زوجۂ امام حسن عسکریؑ اور والدۂ جناب صاحب الزمانؑ ہے۔ انتہی ۔

یہ شرافت و کرامت و سعادت و برکت و رحمت و فضیلت کہ عقد عالم انوار و ارواح میں ہو اہل بیت رسالت و نبوت ہی سے مخصوص ہے۔ اور اس کی نظریں دیانت اسلام میں بہت موجود ہیں۔ اور کتب سیر و تواریخ و احادیث صحیحہ میں جناب فاطمہؑ کے عقد کا

عالم انوار و ارواح میں ہونا ثابت و محقق ہے۔ نیز جناب شہربانو والدۂ جناب امام زین العابدینؑ کا
بھی اسی طرح جناب امام حسینؑ سے ہوا تھا۔ اور ان کو بھی عالم رؤیا ہی میں جناب سیّدہ صلوٰۃ
و سلام علیہا نے مسلمان کیا تھا۔ اور یہ بشارت دی تھی۔ پس جناب صاحب الزمان علیہ السلام
مادر گرامی کا اس طرح سے آنا اور عالم رؤیا میں مسلمان ہونا اور عالم ارواح میں عقد ہونا ان
آباؤ اجداد کی سنت ہے۔ کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ اور ان ارواح قدسیہ کے
منات عالم رؤیا و عالم خواب میں اہل کشف و معرفت کے نزدیک مشہور و معروف ہیں
نچہ نظائر ہماری تحریر کے ضمن میں آئندہ ابواب میں ملاحظہ کیجئے گا۔ اور ان آیات
ں کی تکذیب اور انکار وہ ظالمین و جاحدین ہی کرتے ہیں۔ جو دیدہ و دانستہ حق سے
شم پوشی کرنے والے ضال و مضل ہیں ﴿وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ﴾ ﴿وَمَنْ
يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ﴾

اس روایت سے یہ بھی واضح ہے۔ کہ جناب ملیکہؑ والدۂ ماجدہ جناب صاحب الزمانؑ
لونڈی اور کنیز کا اطلاق محض ظاہری اور رواجی ہے۔ ورنہ فی الحقیقت وہ لونڈی کسی
مدے کی رو سے نہیں ہو سکتیں۔ وہ شاہزادی ہیں۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آئی
، اور خود آئی ہیں۔ اور لشکر اسلام و نصاریٰ میں جنگ بھی واقع نہ ہوئی تھی۔ جیسا کہ ظاہر روایات
سے ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ لونڈی نہیں کہلا سکتیں۔ فافہم و تدبّر۔

شہادات سابقۃ الذکر اور آئندہ مذکور ہونے والی روایات سے معلوم ہے۔ کہ جتنے علماء سنی
شیعہ وجود مہدی آخر الزمانؑ کے قائل ہیں اور حجۃؑ بن الحسنؑ ہی کو مہدی موعود جانتے ہیں۔
سب متفق ہیں۔ کہ مادر گرامی جناب صاحب الزمان جناب نرجس خاتونؑ ہیں۔ جن کا پہلا
م ملیکہؑ ہے۔ اور ان کا سلسلۂ نسب ان کی والدہ کی طرف سے جناب شمعون الصفا وصی
اب عیسیٰؑ کی طرف منتہی ہوتا ہے۔ اور خاندان قیاصرۂ روم سے ہیں۔ اور اس سے انکار
نا ہٹ دھرمی ہے (باقی تفصیل باب رد شبہات میں ملاحظہ ہو)۔

والد ماجد امام علیہ السلام

اکثر احادیث مذکورہ ابواب سابقہ میں اکثر علماء اہل السنّت والجماعت اور علمائے اہل التشیع کی تصریح
کی ہے۔ کہ والد ماجد جناب صاحب الزمانؑ حضرت امام الحسن العسکریؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن
علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور بعض احادیث

اور بھی آئندہ اسی باب اور ابواب آئندہ میں مذکور ہوں گی۔ جناب شیخ جلیل نبیل و فاضل بے نظیر و مثیل فضل بن شاذان جنہوں نے بعد ولادت صاحب الزمانؑ اور قبل وفات امام حسن العسکریؑ وفات پائی ہے محمد بن علی بن حمزہ بن الحسین بن عبیداللہ بن عباس بن علیؑ بن ابی طالبؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے بیان کیا۔ کہ حضرت امام حسن العسکریؑ نے بیان کیا۔ ولی خدا اور حجت خدا اور میرے بعد میرا خلیفہ ختنہ شدہ۔ ۱۵ ر شعبان ۲۵۵ھ ہجری نزدیک طلوع صبح صادق پیدا ہوا اور اوّل اوّل جس نے اس کو غسل دیا وہ رضوان خازن بہشت تھا۔ اور اس کے ہمراہ اور ملائکہ مقربین تھے۔ جنہوں نے آب کوثر و سلسبیل سے اس کو غسل دیا۔ بعد ازاں لوگوں نے راوی حدیث محمد بن علی سے آپ کی والدہ کا حال اور نام دریافت کیا۔ کہا۔ ان کی والدہ کا نام ملیکہؑ تھا۔ اور کبھی ان کو سوسن اور کبھی ریحانہؑ کہتے تھے۔ اور صقیلؑ و نرجسؑ بھی ان کے نام تھے۔

اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ مادر گرامی کے اسم مبارک میں اختلاف کی یہی وجہ ہے۔ کہ ان کو ان پانچوں ناموں سے پکارا جاتا تھا۔ اور اصل نام ملیکہؑ تھا۔ اور باقی القاب و خطابات ہیں۔

نیز شیخ موصوف نے محمد بن عبدالجبار سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے حسن العسکری بن علی علیہما السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ یہ بتلائیں۔ کہ آپ کے بعد امامؑ اور بندگان خدا پر حجت خدا کون ہے۔ فرمایا۔ میرے بعد امامؑ اور حجتؑ خدا میرا فرزند ہے جو رسولِ خدا کا ہم نام اور ہم کنیت ہے۔ اور خاتم حجج خدا ہے اور آخری خلفاء اللہ ہے۔ میں نے عرض کیا۔ کس کے بطن سے۔ فرمایا۔ دختر فرزند قیصر روم کے بطن سے۔ الخ۔

جن چالیس علماء اعلام اہل السنت کے اسماء گرامی ہم نے نقل کئے ہیں۔ وہ سب اسی کے قائل ہیں۔ کہ مہدیؑ فرزند جناب الحسن العسکریؑ ہیں۔ وھو الحق اور اس کے خلاف تمام خیالات و توہمات جو محض قیاسی ہیں یا محض بغض و عداوت اہل البیتؑ پر مبنی ہیں باطل محض ہیں۔ اور آپ کے باپ کا نام عبداللہ ثابت کرنے والی حدیث موضوع ثابت ہو چکی ہے۔ اور بفرض محال اگر صحیح بھی ہو۔ تو اس کی تاویل مہدی عباسی سے ہو سکتی ہے نہ مہدی آخر الزمانؑ جو آخر خلفاء اللہ ہیں۔ اس میں ہٹ دھرمی عین بے دینی ہے۔ فلا تکن من الممترین۔ المکذبین الذین ضلوا و اضلوا کثیرا۔

...لات ولادت باسعادت
...یخ ولادت امام علیہ السلام

تاریخ ولادت میں مثل اختلافات اہل اسلام فی الجملہ اختلاف ہے۔ چنانچہ شیخ مفید مسار الشیعہ میں ۲۵۴ھ لکھتے ہیں۔ اور حسن بن محمد بن حسن قمی تاریخ قم میں تاریخ ولادت ۸ شعبان بتلاتے ہیں۔ اور ...روایت میں ۲۵۷ھ اور ایک میں ۲۵۸ھ ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیہ میں ۲۵۶ھ لکھا ہے۔ لیکن صحیح یہ روایت ہے۔ کہ ولادت باسعادت روز جمعہ (متفق علیہ) ...شعبان ۲۵۵ھ ہے۔ چنانچہ شیخ مفید ارشاد میں اور ثقۃ الاسلام کلینی کافی میں اور کراچکی ...ز الفوائد میں اور شہید اول دروس میں اور شیخ ابراہیم کفعمی اور دیگر محققین سُنی و شیعہ ...ایات صحیحہ روایت کرتے ہیں۔ جیسا کہ ابھی بعض اقوال سے ظاہر ہوگا۔ پس یہی تاریخ صحیح و محقق ہے ...ی ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ ہجری نبوی صلعم۔

...ولادت

جناب شیخ سلیمان القندوزی السنی بحوالہ کتاب الغیبہ شیخ محمد بن علی بن الحسین موسے بن محمد بن حمزہ بن موسی الکاظم رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ...ں۔ کہ حکیمہ خاتون دختر محمد بن الجوادؑ نے بیان کیا۔ مجھ کو ایک دن ابو محمد الحسنؑ نے بلایا اور کہا۔ اے ...پھوپھی آج کی شب ہمارے ہی پاس افطار کیجئے۔ کہ یہ شب نصف شعبان ہے۔ اور اللہ تعالے ...ی شب میں اپنی حجت اپنی زمین میں ظاہر کرے گا۔ میں اس شب کو وہاں ٹھیر گئی اور بعد افطار سو گئی۔ ...ر وقت سحر اُٹھی اور میں نے آ۔ آخر تک الم السجدہ اور سورہ یٰسین تلاوت کی کہ ناگہاں نرجس خاتونؑ ...قرار ہوئیں۔ جونہی میں نے کپڑا کھولا۔ بچے کو سجدے میں دیکھا۔ اور ابو محمد الحسنؑ نے مجھ کو ندا ...ی کہ اے پھوپھی بچے کو جلد یہاں لاؤ۔ میں ان کے پاس لے آئی۔ انھوں نے اُس کو اپنے سینے پر کھڑا کیا۔ اور اپنی زبان اس کے منہ میں دے دی۔ اور اس کی آنکھوں اور کانوں اور سب ...جوڑ بندوں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر فرمایا۔ اے فرزند بولو۔ فقال اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا ...شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ پھر ...درود بھیجا علیؑ امیر المومنین اور ائمہ طاہرینؑ پر۔ یہاں تک کہ اپنے والد ماجد پر درود بھیجا۔ پھر ...امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ اے پھوپھی اس کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ۔ پس میں ان کے ...پاس لے گئی۔ بچے نے اپنی والدہ کو سلام کیا۔ پھر میں نے اس کی گود میں دے دیا۔ اور امامؑ نے ...فرمایا۔ اے پھوپھی ساتویں دن تم پھر آنا۔ میں ساتویں دن گئی۔ تو آپ نے پھر فرزند کو طلب کیا۔

اور پھر ویسا ہی کیا۔ اور بچے نے کلمۂ شہادت پڑھا اور اپنے آباء طاہرینؑ پر درود بھیجا۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی۔ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ پھر فرماتی ہیں۔ کہ پھر میں ایک دن آئی۔ اور پردہ اٹھا کر دیکھا۔ تو بچے کو نہ پایا۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ مولود کہاں ہے۔ تو فرمایا۔ ہم نے اس خداوند حفیظ قدیر کے سپرد کر دیا۔ جس کی سپرد اُمِّ موسےٰ نے موسےٰ کو کیا تھا۔

لیکن محمد بن عبد اللہ المطہری سے جو روایت ہے۔ اگرچہ وہ معناً موافق و مطابق ہے۔ مگر اس سے مفصل ہے۔ اور اسے کو شیخ صدوق وغیرہ اور نیز سلیمان موصوف نے نقل کیا ہے۔ اس میں اور نیز اس روایت میں جس کو مسعودی علی بن حسین نے اثبات الوصیہ میں علاق کلینی اور موسےٰ بن محمد غازی واحمد بن جعفر بن محمد سے باسانید صحیحہ روایت کی یہ زیادتی ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون کو امام نے افطار کو کہا۔ اور ولادت باسعادت امام زمان اور خلیفۃ الرحمان کی خبر دی۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ کہ کس سے ہوگا۔ فرمایا۔ نرجسؑ سے۔ کہا۔ میں تو کوئی اثر نرجسؑ میں ولادت کا نہیں پاتی۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ جس وقت صبح ہوگی۔ اثر حمل تمہیں ظاہر ہوگا۔ کیونکہ اس کی مثال مثل مادر موسےٰ ہے۔ کہ ان کا حمل ظاہر نہ ہوا تھا۔ اور وقتِ ولادت تک کسی کو معلوم نہ تھا۔ کیونکہ فرعون موسےٰ کی جستجو میں حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرا دیتا تھا۔ اور یہ فرزند نظیر موسےٰ ہے۔ یہ الفاظ محمد بن علیؑ کے ہیں۔ روایت مسعودی کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ فرمایا۔ اے پھوپھی! ہم گروہ انبیاء واوصیاء شکموں میں نہیں اٹھائے جاتے۔ اور ہم کو مائیں پہلوؤں میں رکھتی ہیں۔ اور ہم دائیں ران کی طرف سے باہر آتے ہیں۔ کیونکہ نور خدا ہیں۔ اور نور خدا کو کسی قسم کی قذارت و پلیدی نہیں پہنچ سکتی۔ نطفۂ طاہرین طیب و طاہر ہی ہوتا اور رہتا ہے۔ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اہل البیت محمد بن عبد اللہ کی روایت کی ابتداء یوں ہے۔ کہ میں بعد وفات امام حسن عسکریؑ حکیمہ خاتون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ حجتِ خدا کی بابت سوال کروں۔ تو اس معظمہ نے بعد حمد و ثنائے الٰہی فرمایا۔ کہ خدا کبھی اپنی زمین کو حجتؑ سے خالی نہیں چھوڑتا خواہ حجت ناطق ہو یا صامت۔ اور امامت کو خدا نے سوائے حسنینؑ کے دو بھائیوں میں قرار نہیں دیا ہے۔ اور خدا نے اولادِ حسینؑ کو اولادِ حسنؑ پر فضیلت دی ہے جس طرح اولاد ہارونؑ کو اولاد موسےٰ پر۔ اور ضروری ہے کہ امت محمدی میں حیرت واقع ہو۔ جس میں مبطلین شک کریں اور محققین خالص ہو جائیں۔ اور لوگوں کو خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔ اور چاہیئے کہ امام حسن عسکریؑ کے بعد حیرت واقع ہو۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا۔ اے سیدہ! کیا امام

ن عسکریؑ کا کوئی فرزند ہے۔ آپ ہنسیں اور فرمایا۔ اگر ان کا کوئی فرزند نہ ہو۔ تو پھر حجتِ خدا کون ہے؟
تجھے خبر دے چکی ہوں۔ کہ امامت بعد حسنؑ و حسینؑ دو بھائیوں میں نہیں ہے۔ عرض کیا۔ مجھے ولادت
بت امامؑ کی خبر دیجئے۔ آپ نے حکایت ولادت سنائی الخ:
شیخ صدوقؒ موسےٰ بن محمد سے جو اکمال الدین میں روایت کرتے ہیں۔ اس میں یہ تفصیل
ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون وقت سحر اُٹھیں۔ اور ادعیہ وغیرہا میں مشغول ہوئیں۔ فرماتی ہیں۔
نب میں الٓمٓ اور یٰسٓ تلاوت کر چکی، تو نرجسؑ خاتون مضطرب ہوئیں۔ میں فوراً ان کے پاس پہنچی
گلے سے لگایا۔ اور پوچھا۔ کیا کچھ احساس کرتی ہو؟ کہا۔ ہاں اے پھوپی جان۔ اتنے میں مجھے اور
ے خفیف سی نیند آگئی۔ پس میں اس مولود سردار کونین کی جستجو میں اُٹھی اور کپڑا اُٹھا دیا۔ تو اس
ور کونین کو سجدے میں پایا۔ میں نے گود میں اُٹھا لیا۔ دیکھا۔ کہ پاک و پاکیزہ و بے آلائش
ہے۔ اور محمد بن عبد اللہ کی روایت مرویہ شیخ صدوق میں یہاں پر یہ بھی زیادتی ہے۔ کہ جس
ت نرجسؑ خاتون بیمار و مضطرب ہوئیں۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ اے پھوپی۔ ان پر سورۂ قدر پڑھو
نے پڑھنی شروع کی۔ اور پوچھا۔ کچھ اثر محسوس کرتی ہو۔ فرمایا۔ ہاں۔ پھر میں نے سورۂ مذکور کی
اوت شروع کی۔ تب اس مولود نے شکم مادر میں میرے ہمراہ سورۂ قدر
نا انزلناہ) تلاوت کرنی شروع کی۔ اور جس طرح میں پڑھتی تھی اُسی طرح وہ بچہ بھی پڑھتا
۔ اور مجھ کو سلام کیا۔ میں ڈری۔ تو امامؑ نے آواز دی۔ اے پھوپی قدرت خدا
ں تعجب نہ کرو۔ خداوند عالم ہمارے بچوں کو حکمت کے ساتھ گویا کرتا ہے
ر بزرگی میں ظاہر بظاہر حجت قرار دیتا ہے۔ ابھی حضرتؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا۔ کہ نرجسؑ
ر دل سے غائب ہوگئیں۔ اور میں نے ان کو نہ دیکھا۔ گویا میرے اور ان کے درمیان پردہ سا
ل ہوگیا۔ میں دوڑی ہوئی امامؑ کی خدمت میں آئی۔ فرمایا۔ اے پھوپی۔ واپس جاؤ۔ نرجسؑ کو اپنی جگہ
گی۔ میں واپس آئی۔ تو دیکھا۔ کہ پردہ اُٹھا دیا گیا ہے۔ اور میں نے دیکھا۔ کہ نرجسؑ خاتون سے ایسا
ساطع ہے کہ آنکھوں کو اس سے خیرگی ہوتی ہے۔ اور صاحب الامرؑ کو دیکھا۔ کہ سجدۂ خدا
ں جھکے ہوئے دو زانو بیٹھے ہیں۔ اور انگشت شہادت کو آسمان کی طرف
ند کئے ہوئے فرماتے ہیں۔ اَشهد ان لا اله الا الله و ان جدی
رسول الله و ان ابی امیر المؤمنین حجة الله اور اس طرح سے تمام
وں کا ذکر کیا۔ اور اپنے نام تک پہنچے۔ اور پھر فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ اَنْجِزْ لِیْ وَعْدِیْ وَاَتْمِمْ لِیْ اَمْرِیْ

وَثَبِّتْ وَطْاَتِیْ وَامْلَاْ بِیَ الْاَرْضَ قِسْطًا وَعَدْلًا بار الٰہا جو وعدہ تو نے میرے لئے کیا ہے۔ اس کو پورا کر۔ اور میرے امر کو انجام کو پہنچا۔ اور قدم کو ثابت رکھ۔ اور مجھ سے زمین کو عدل و داد سے پُر کر۔" اور نیز یہ بھی مروی ہے۔ کہ اس وقت نور ساطع ہو کر اطراف آسمان میں پھیل گیا۔ اور وہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ کچھ سفید پرند آسمان سے نیچے آتے ہیں۔ اور اپنے پَر اور بازو ان کے سر اور بدن پر ملتے ہیں اور اُڑ جاتے ہیں۔ اور روایت مسعودی میں یہاں یہ زیادتی ہے کہ فرماتی ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ آپ کی پیشانی ہتھیلیوں۔ دونوں زانوؤں۔ پاؤں اور انگوٹھوں اور دائیں ہاتھ پر لکھا ہوا تھا۔ یعنی تمام اعضاء سجدہ اور دائیں ہاتھ پر لکھا ہوا تھا۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اور ختنہ شدہ و ناف بریدہ و پاک و پاکیزہ و بے آلائش تھے۔

مشارق الانوار میں حسین بن محمد سے مروی ہے۔ کہ جس وقت حکیمہ خاتون نے مولود مسعود کو والد ماجد کی گود میں دیا۔ تو امامؑ نے فرمایا۔ اے حجۃ اللہ و بقیہ انبیاء و نور اصفیاء و غوث فقراء و خاتم اوصیاء و نور اتقیاء و صاحب کرۂ بیضاء کلام کر۔ اس وقت فرمایا۔ اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشھدان محمدا عبدہ ورسولہ واشھدان علیا ولی اللّٰہ اور پھر تمام ائمہ کا ذکر اسی طرح کیا۔ پھر امام حسنؑ نے فرمایا۔ پڑھو۔ تو اس مولود مسعودؑ نے صحف انبیاء کی تلاوت کی۔ اور ابتداء صحف ابراہیمؑ سے کی۔ اور ان کو زبان سُریانی میں پڑھا۔ پھر کتاب ادریس و نوح و صالح و توریت موسےٰ و انجیل عیسےٰ و فرقان محمد مصطفےٰ کو پڑھا۔ اور پھر قصص انبیاء کو نقل کیا۔ شیخ طوسی نے اس مقام پر یہ لکھا ہے۔ کہ ابتداء استعاذہ اور بسم اللہ سے کی۔ اور آخر میں یہ آیت تلاوت کی وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ اور پھر رسول خداؐ اور ائمہ پر درود بھیجا۔ مسعودی نے حسینی سے بھی قرأت کتب و صحف انبیاء کی تلاوت کو روایت کیا ہے۔

اور شیخ صدوقؒ نے محمد بن حسن سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ جس وقت مرغان سفید اس جناب یعنی مولود مسعود کے سر و بدن سے پر و بازو ملتے تھے اور ایک نور زمین سے آسمان تک ساطع تھا۔ تو امام حسن عسکریؑ نے ایک پرند کو حکم دیا۔ اس مولود کو لے اور اس کی حفاظت کر۔ اور ہر چالیس دن کے بعد ہمارے پاس لاؤ۔ پس وہ پرند اس جنابؑ کو آسمان کی طرف اُڑا لے گیا۔ اور باقی پرند اس کے پیچھے اُڑ گئے۔ اور امام فرماتے تھے۔ کہ میں نے تجھ کو اس کے سپرد کیا۔ جس کو

یئے نے موسےٰ کو سپرد کیا تھا۔ نرجس خاتون یہ دیکھ کر رونے لگیں۔ آپؑ نے تسلی دی اور فرمایا۔
س رہو۔ عنقریب وہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہارے سوا کسی کا دودھ نہ پیئے گا۔ جس طرح
۔ اپنی والدہ کے پاس واپس گئے۔ تاکہ وہ خوش ہو اور محزون نہ ہو۔ حکیمہ فرماتی ہیں۔ میں نے
یہ پرندہ کون تھا؟ فرمایا۔ یہ رُوح القدس ہے۔ جو ائمہؑ پر مؤکل ہے۔ جو ان کو موفق کرتا ہے اور
رتا ہے۔ اور ہر ایک خطاء و لغزش سے محفوظ رکھتا ہے اور تعلیم دیتا ہے (یاد رہے
ح القدس کوئی فرشتہ نہیں ہے بلکہ ایک روح قدس نورانی ہے۔ جو مخصوص ہے اہل
طاہرینؑ سے۔ اور روح مُسَدِّدہ کے نام سے معروف ہے۔ ملک غیر از روح ہے۔ شیخ صدوق
روایت نقل کی ہے۔ اس میں روح القدس نہیں بلکہ صرف رُوح ہے فافہم ولاتغفل
ل ہماری کتاب کشف الاسرار میں دیکھنی چاہیئے!) ✤

محمد بن عبداللہ یہ بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ پرندہ چالیس دن کے بعد اس مولود مسعود کو
ں لایا۔ حکیمہ خاتون اس دن گئیں۔ تو دیکھا کہ وہ جنابؑ پھر رہے ہیں اور راہ چل رہے ہیں۔ میں نے
سن عسکریؑ سے کہا۔ اے میرے سردار! یہ طفل دو سالہ معلوم ہوتا ہے جو چل پھر رہا ہے حضرتؑ
رائے اور فرمایا۔ فرزندان انبیاء و اوصیاء علیہم السلام جس وقت امام پیدا
تے ہیں (یعنی تمام اولاد ائمہ امام نہیں ہوتی۔ امام ہر ایک زمانے میں صرف ایک ہوتا ہے۔
جب امام پیدا ہوتا ہے تو اس کی یہ کیفیت ہوتی ہے۔ مؤلف) تو ان کی نشو و نما خلاف
ت نشو و نما عامۂ ناس ہوتی ہے۔ اور ہمارا ایک ماہ کا بچہ (امام) ایک سال کے بچے
ثل ہوتا ہے (جیسا کہ جناب ابراہیمؑ و موسےٰ و جناب محمد مصطفےٰ اسی طرح بڑھتے تھے)۔
ہمارا بچہ شکم مادر میں کلام کرتا ہے اور قرآن پڑھتا ہے (جس طرح جناب امیرؑ
م مادر میں کلام کرتے تھے) اور زمانہ شیر خواری میں اپنے پروردگار کی عبادت
تا ہے (جس طرح جناب عیسےٰؑ وقت ولادت سے نماز و روزے پر مامور اور محکوم تھے)۔
فرشتے اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور ہر صبح اس پر نازل ہوتے ہیں۔
رماتے ہیں۔ کہ پس اسی طرح سے پرندہ سفید اس مولود مسعود کو ہر چالیسویں روز لاتا رہا۔ یہاں تک کہ
ے والد ماجد کی وفات سے پہلے وہ تھوڑے ہی عرصے میں مرد جوان ہو گیا (جس طرح جناب
ہیمؑ پندرہ ماہ میں پندرہ سالہ جوان ہو گئے تھے)۔ اور میں ایک دن آئی۔ تو میں نے نہ پہچانا۔
یں نے امامؑ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے؟ فرمایا۔ یہی تو فرزند نرجسؑ اور میرا خلیفہ ہے۔ اور میں

عنقریب اس عالم سے کوچ کرنے والا ہوں پس اس کی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو۔ بعد از ان حکیمہ خاتون نے محمد بن عبداللہ سے کہا۔ کہ چند روز بعد امام حسن عسکریؑ نے وفات کی۔ اور میں اب ہر روز صبح و شام صاحب الامرؑ کے پاس جاتی ہوں۔ اور جو کچھ لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ وہ جنابؑ مجھ کو بتلا دیتے ہیں۔ اور میں ان سائلین کو بتلا دیتی ہوں۔ خدا کی قسم کبھی میں دریافت کرنے کا ارادہ ہی کرتی ہوں کہ سوال سے پہلے ہی وہ جنابؑ جواب دے دیتے ہیں۔ اور شب گزشتہ مجھے تیرے آنے اور ان سوالات کی خبر دی تھی۔ راوی حدیث (محمد بن عبداللہ) کہتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم مجھ کو حکیمہ خاتون نے وہ باتیں بتلائیں اور ان سوالات کے جواب دئیے۔ جن کو سوائے خدا کے اور کسی کو خبر نہ تھی۔ پس میں نے یقین کر لیا۔ کہ یہ بالکل صحیح و درست ہے۔ کیونکہ خدا نے ان کو ان چیزوں پر مطلع کیا ہے۔ جس پر اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں کیا ہے۔ حصینی نے اس مولود مسعود کو روح مؤکل کے سپرد کرنے کے ذکر میں یہ زیادتی کی ہے۔ کہ وہ روح مؤکل اس کو سراپردہ عرش میں لے گئے۔ تا اینکہ وہ جنابؑ حضور قرب الٰہی میں کھڑے ہوئے۔ اور خطاب الٰہی پہنچا۔ مرحبا اے میرے بندے۔ میرے دین کے ناصر۔ میرے امر کے مظہر۔ میرے بندوں کے امام مہدیؑ۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ تجھ سے لوں گا اور تیرے ہی ذریعہ سے پکڑوں گا اور تجھ سے عطا کروں گا اور تیرے وسیلہ سے بخشوں گا اور تیرے ذریعہ لوگوں کو عذاب کروں گا۔ اے مؤکلین اس مولود کو اس کی والدہ کے پاس لے جاؤ۔ اور کہو۔ کہ یہ ہماری حفاظت و حمایت و عنایت میں ہے اس وقت تک جبکہ میں اس کے ذریعہ سے حق کو ظاہر کروں۔ اور باطل کو نیست و نابود کروں۔ اور صرف میرا دین خالص دنیا میں باقی رہے۔ نیز یہ بھی مروی ہے کہ جب اوّل اوّل آپ نے چھینکا۔ تو فرمایا الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی محمد وآلہ عبداً ذاکراً للہ غیر مستنکف ولا مستکبر اور پھر فرمایا۔ ظالم لوگ گمان کرتے ہیں۔ کہ حجت خدا باطل ہو جائے گی۔ اگر مجھ کو یہ کلام کرنے کا اذن دے دیا جاتا۔ تو ضرور شک باطل ہو جاتا۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی قریب قریب یہی روایت کیا ہے۔

شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے محمد بن عثمان عمری سے جو روایت کی ہے۔ اس میں جہاں وقت ولادت سجدہ کا ذکر ہے۔ یعنی دیکھا۔ کہ جناب سجدۂ باری میں ہیں اور انگشت شہادت

آسمان کی طرف کئے ہوئے اور سر بلند کئے ہوئے۔ وہاں یہ بھی ہے کہ آپ فرما رہے ہیں۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ؁

اور خادم امامؑ سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں خدمت صاحب الامر علیہ السلام میں داخل ہوا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ میرے واسطے صندل سرخ لاؤ۔ میں لے آیا۔ پھر دریافت کیا۔ کہ تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ آپ میرے آقا اور آقا زادے ہیں۔ فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں نے عرض کیا۔ پھر فرمائیے آپ کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا۔ میں خاتم اوصیاءؑ ہوں خدا میری وجہ سے میرے اہل اور میرے شیعوں سے بلاؤں کو دفع کرے گا۔ کتاب بحار الانوار میں شیخ رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ کہ صادق آل محمدؑ نے فرمایا ہے۔ کہ جو بچہ اس شب ولادت امام زمانؑ میں پیدا ہو گا۔ وہ مومن ہو گا۔ ببرکت وجود امام صاحب الزمان علیہ السلام۔

مسعودی کتاب الوصیۃ میں اور حسین بن حمدان ہدایہ میں روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت امام علی النقیؑ سوائے مخصوصین کے اکثر شیعوں سے اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اور حضرت امام حسن العسکریؑ اکثر پس پردہ سے کلام کیا کرتے تھے۔ الا جبکہ سوار ہو کر خانہ سلطان میں جاتے۔ اور یہ عمل مقدمہ غیبت صاحب الزمانؑ تھا۔ تاکہ شیعہ مانوس ہو جائیں اور وحشت نہ کریں۔ اور اختفاء کے عادی ہو جائیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ نفس مضمون دراصل ان تمام روایات کا ایک ہی ہے۔ اور تلاوت و قرأت و تکلم صاحب الزمانؑ میں فرق ہے۔ وہ اول تو باعتبار زماں ہے۔ یعنی وقت ولادت حالت سجدہ میں اور کچھ فرمایا ہے۔ اور بعد ولادت حکیمہ خاتون کے اٹھانے اور لینے کے بعد اور کچھ تلاوت کیا ہے۔ اور جب پدر عالی قدر کی گود میں آتے ہیں۔ تو اور کچھ فرمایا۔ اور آپؑ نے حکم دیا ہے کہ پڑھو۔ تو صحف انبیاء تلاوت کئے ہیں۔ پھر روز اول اور تکلم تھا۔ روز دوم اور روز سوم اور۔ دوم اس لئے بعض کلمات میں اختلاف ہے۔ کہ بعض راوی کلمات جناب حکیمہ خاتون کو پورا ضبط نہیں کر سکے ہیں۔ اور سہو و نسیان واقع ہوا ہے۔ بنا بریں اس میں کوئی تناقض و منافی نہیں ہے۔ اور یہی وجہ بعض اور امور کے مختلف ہونے کی ہے۔ کیوں کہ بیان وسیع اور واقعات کثیر ہیں۔ روات خوب حفظ و ضبط نہیں کر سکے ہیں۔ اور وقت ولادت کلمۂ شہادت اور آیۂ شہادت اور نیز قرآن اور دیگر کتب سماویہ کا پڑھنا اور ائمہ کے لئے بھی

مروی و منقول ہے۔ اور ادائے شہادتین و آیۂ شہادت خاص علامت امام ہے۔ ہر ایک امام ضرور ایسا ہی کرتا ہے۔ پس ان امور سے انکار بےشمار احادیث صحیحہ مسلمہ سے انکار ہے۔ جس پر کوئی مسلمان جرأت نہیں کر سکتا۔ اور روح کو بعد فرمانے جناب امام حسن عسکریؑ کو چالیس دن کے بعد لایا کرنا اس سے پہلے حضرتؑ کا اپنی والدہ کے پاس آ جانا اور دودھ پینا منافی نہیں ہے۔ کیوں کہ آپؑ نے جناب نرجس خاتونؓ سے فرمایا تھا۔ کہ یہ بچہ سوائے تمہارے کسی اور کا دودھ نہ پیئے گا۔ اس لئے جب اس جناب کو خواہش دودھ کی ہوتی ہو گی۔ روح مؤکل لاتے ہوں گے۔ اور پھر عالم قدس و سراپردۂ عرش میں لے جاتے ہوں گے۔ باب خصائص میں اس کی پھر تائید ہو گی۔ کہ پرورش آپ کی عالم قدس میں ہوئی ہے۔ شیخ صدوقؒ نے باب ولادت میں موسےٰ بن محمد۔ محمد بن عبداللہ۔ جعفر بن محمد مسرور۔ علی بن محمد۔ محمد بن علی ماجیلویہ۔ محمد بن موسیٰ المتوکل۔ علی بن الحسن بن الفرج المؤذن۔ محمد بن ابراہیم بن اسحاق۔ ابوالعباس احمد بن الحسن بن عبداللہ سے روایات متعددہ روایت کی ہیں۔ اور دیگر مصنفین مؤرخین نے اپنے اپنے سلسلہ اسانید سے روایات درج کتب کی ہیں ۔

اور سلیمان قندوزیؒ شیخ محمد بن علی بن الحسین سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے موسےٰ بن محمد سے سنا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے عقید خادم امامؑ سے حدیث حکیمہ خاتون کو تصدیق کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ صدقت حکیمۃ علیہا الرافۃ والرضوان یعنی حکیمہ رضوان اللہ علیہا نے سچ کہا ہے۔ نیز محمد بن اسمٰعیل الحسینی نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ اور نسیم و ماریہ سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ ہم ولادت صاحب الزمانؑ کے وقت حاضر تھے۔ جس وقت شکم مادر سے زمین پر تشریف لائے۔ تو دو نو زانوؤں کے بل جھک کر بیٹھ گئے۔ اور انگشتِ شہادت آسمان کی طرف بلند کی۔ اور چھینک آئی۔ تو فرمایا۔ الحمد للہ رب العالمین وصل علی محمد وآلہ اور نسیم کہتی ہے۔ کہ دوسرے دن آپ کے سامنے مجھے چھینک آئی۔ تو فرمایا۔ یرحمک اللہ اور فرمایا۔ العطاس امان من الموت الی ثلثۃ ایام یعنی چھینک کا آنا تین دن تک موت سے امان ہے۔

شیخ کامل عالم عامل خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ سابق ترین خلفائے شاہ نقشبند بہاء الدین محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور ائمہ اہل بیت طیبین طاہرین میں سے ابو محمد الحسن العسکریؓ ہیں۔ وہ چھ ربیع الاول سنہ ۲۳۱ھ بروز جمعہ پیدا ہوئے اور اپنے باپ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اور اپنے باپ کے

بعد چھ سال زندہ رہے۔ اور انہوں نے سوائے ابوالقاسم محمد المنتظر المسمٰی بالقائم الحجۃ والمہدی و صاحب الزماں وخاتم الائمۃ الاثنا عشر عند الامامیۃ اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ اور امام منتظر ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو پیدا ہوئے۔ اور ان کی والدہ کا نام نرجس تھا۔ اور جب وہ پانچ سال کے تھے۔ تو ان کے والد ماجد نے وفات پائی۔ اور ابو محمد الحسن العسکریؑ اور ان کے فرزند محمد المنتظر المہدیؑ ان کے اصحاب اور معتقدین کے نزدیک معروف و معلوم تھے۔ بعدازاں روایت حکیمہ خاتون کو در باب ولادت صاحب الزمانؑ نقل کیا ہے۔ بعدازاں فرماتے ہیں۔ کہ علماء فرماتے ہیں۔ کہ خدا نے ان کو صغر سنی ہی میں حکمت و فصل الخطاب عطا کیا۔ اور ان کو آیۃ للعالمین قرار دیا۔ جیسا کہ خدا نے حضرت یحیٰی کے لئے فرمایا ہے۔ یا یحییٰ خُذِ الکتَابَ بِقُوَّۃٍ وَآتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ قَالُوْا کَیْفَ نُکَلِّمُ مَنْ کَانَ فِی الْمَھْدِ صَبِیًّا۔ قَالَ (عِیْسیٰ) اِنِّی عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ اور خدا نے اس کو طول عمر عطا کی ہے۔ جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو عطا کی۔ انتہی فصل الخطاب ؛

الصواعق المحرقہ میں شیخ ابن حجر الہیثمی المکی الشافعی حضرت امام الحسن العسکری علیہ السلام کا حال لکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ وہ جناب زہر سے شہید ہوئے۔ اور انہوں نے سوائے ابوالقاسم محمد الحجۃ اور کوئی فرزند نہیں چھوڑا۔ اور اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت پانچ سال کے تھے۔ لیکن اللہ تعالٰے نے ان کو حکمت عطا کی۔ اور ان کو قائم و منتظر کہا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ پوشیدہ اور غائب ہو گئے۔ اور خبر نہیں کہاں ہیں۔ انتہی ؛

مولانا نور الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن قوام الدین الجامی الحنفیؒ نے بھی شواہد النبوۃ میں مفصل حالاتِ ولادت امام صاحب الزمانؑ کو نقل کیا ہے ؛

اور شیخ ابوالمواہب عبد الوہاب بن احمد بن علی الشعرانی نے بھی حالاتِ ولادت صاحب الزمانؑ لکھتے ہوئے تاریخ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری لکھی ہے۔ اور شیخ عبد الحق الدہلوی رسالہ ائمہ اہل البیتؑ میں حالاتِ ولادت باسعادت امام زماں علیہ السلام کو مثل خواجہ محمد پارسا نقل فرماتے ہیں۔ اور السید جمال الدین الشیرازی روضۃ الاحباب میں حالاتِ ولادت صاحب الزماں میں یہی تاریخ ولادت اختیار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ تولد ہمایوں آں دُرّ درج ولایت و جوہر معدن ہدایت بقول اکثر اہل روایت منتصف شعبان سنہ دو صد و پنجاہ و پنج در سامرہ اتفاق افتاد۔ . . . . و حضرت واہب العطایا آں شگوفہ گلزار را مانند یحییٰ زکریا سلام اللہ علیہما

درحالتِ طفولیت حکمت کرامت فرمودہ۔ ودر وقت صبا برتبۂ بلند امامت رسانیدہ۔ الخ ؛

نیز شیخ عبدالرحمٰن الصوفی اپنی کتاب مرأۃ الاسرار میں تاریخ ولادت امام زمانؑ شب جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہجری لکھتے ہیں۔ اور مفصل حال ولادت کو درج کیا ہے۔ اور ان میں ان کا اپنا ایک یہ فقرہ بھی ہے۔ وخوارق عادات او نہ چندانست۔ کہ دریں مختصر گنجائش دارد۔ الخ ؛

قاضی جواد الساباطی بھی ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ ہجری تاریخ ولادت نقل کرتے ہیں اور اس کو معتمد جانتے ہیں ؛

علامہ ابن خلکان اپنی تاریخ میں بعد ذکر ولادت م ح م دؑ بن الحسن العسکریؑ لکھتے ہیں کہ شیعوں کے نزدیک وہی امام دوازدہم اور مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔ اور وہ قائم و منتظر ہیں۔ اور وہ ان کے ظہور کے منتظر ہیں۔ کہ سرداب سر من رائے سے ظہور کریں گے (یہ غلط محض ہے) ان کی ولادت روز جمعہ ۱۵ شعبان المعظم ۲۵۵ھ کو ہوئی ہے۔ ان کا سن شریف اپنے والد ماجد کی وفات کے وقت پانچ سال کا تھا۔ الخ ؛ اسی طرح اور بھی چند روایات صحیحہ اس باب میں کتب غیبت میں مروی ہیں۔ اور اکثر روایات میں جو یہ ہے۔ کہ اپنے والد کی وفات کے وقت ان کی عمر پانچ سال کی تھی یہ بھی اس کی مؤید ہیں۔ کہ ولادت باسعادت ۲۵۵ھ ہی میں واقع ہوئی ہے۔ محمد بن طلحہ شافعی تاریخ ولادت ۲۳ رمضان لکھتے ہیں۔ مگر اور کوئی روایت صحیحہ اس کی تائید نہیں کرتی اور مشہور و معروف ۱۵ شعبان ہی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب ؛

عقیقۂ امام علیہ السلام ابو جعفر عمری سے کتاب اکمال الدین میں روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ مجھ کو امام علیہ السلام نے بلایا۔ اور فرمایا۔ ہمارے لئے دس ہزار رطل روٹی اور دس ہزار رطل گوشت خرید اور بنی ہاشم میں تقسیم کر دے۔ اور اتنے بکرے عقیقہ کر۔ اور دوسری روایت میں تصریح ہے۔ کہ تین سو بکرے عقیقہ کئے گئے۔ اور محمد ابن ابراہیم کوفی کہتے ہیں۔ کہ امام حسن عسکریؑ نے ایک شخص کے گھر ایک بکری ذبح کی ہوئی بھیجی۔ اور فرمایا۔ میرے بیٹے م ح م دؑ کے عقیقے کی ہے ؛

بعض دیگر روایات ولادت شہادات وجود امامؑ کے ضمن میں مذکور رہوں گی ؛

شمائل امام علیہ السلام ابو جارود بحوالہ باقر العلومؑ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امیر المومنینؑ نے ممبر پر فرمایا۔ کہ ایک مولود میری اولاد

میں سے آخرالزماں میں خروج کرے گا۔ جس کا رنگ سفید مائل بسُرخی ہوگا۔ شکم اور رانیں چوڑی اس کے شانوں کی ہڈیاں بڑی۔ اس کی پشت پر دو خال ہوں گے۔ ایک برنگ جلد دوسرا مثل خال پیغمبرؐ اس کے دو نام ہیں، ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر۔ جو پوشیدہ ہے احمدؐ ہے۔ جو ظاہر ہے وہ م ح م دؑ۔ جس وقت اپنے علم کو جنبش دے گا مشرق سے مغرب تک عالم منور ہو جائے گا۔ مومن کے سر پر ہاتھ رکھے گا۔ تو اس کا دل مثل آہن کے قوی ہو جائے گا۔ اور خدا اس کو چالیس مَردوں کی قوت عطا کرے گا۔ اور اس کے خروج کے وقت کوئی مُردہ باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ اس کی قبر ہی میں اس کے دل میں خوشی داخل ہوگی۔ اور مُردے ایک دوسرے کو اس کے خروج کی بشارت دیں گے ؂

حمران سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں خدمت ابی جعفرؑ میں حاضر ہوا۔ اور میں نے عرض کیا۔ میں آپؑ پر فدا ہوں۔ میں مدینہ میں داخل ہوا ہوں۔ تو میری کمر میں ایک ہمیانی ہے۔ جس میں ہزار اشرفیاں ہیں۔ اور میں نے خدا سے عہد کر لیا ہے۔ کہ یا تو میرے سوالات کا جواب دیں۔ ورنہ تو میں ان تمام اشرفیوں کو آپ کے گھر میں ایک ایک کر کے خرچ کر دوں گا۔ آپؑ نے فرمایا۔ اے حمران جو کچھ تیرا دل چاہے پوچھ اور اپنی اشرفیوں کو خرچ نہ کر۔ میں نے عرض کیا میں آپؑ کو قرابت رسولؐ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپؑ امام قائم (صاحب خروج) ہیں؟ فرمایا نہیں میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں پس وہ کون ہے؟ فرمایا۔ وہ ایک مرد ہے۔ جس کا رنگ مائل بسُرخی ہے۔ آنکھیں گڑی ہوئی۔ اور دونوں ابروؤں کے درمیان بلندی۔ دونوں کھوؤں کے درمیان کشادگی۔ اس کے سر کے بال پیچدار ہیں۔ اور چہرہ مبارک میں ایک نشان ہے۔ خدا رحم کرے موسیٰ بن جعفرؑ پر کہ بعض لوگ ان کو قائم آلؑ محمدؐ گمان کرتے ہیں (حالانکہ وہ قائم نہیں ہیں) ؂

ابو وائل سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ امیرالمومنینؑ نے امام حسینؑ کی طرف نگاہ کی۔ اور فرمایا۔ یہ میرا فرزند سردار ہے جیسا کہ پیغمبرؐ نے اس کو سردار فرمایا ہے (اَلْحَسَنُؑ وَالْحُسَیْنُؑ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔ جلد خدائے تعالےٰ اس کے صلب سے ایک مرد کو پیدا کرے گا جو ہم نام پیغمبرؐ ہے اور صورت و سیرت (خَلق و خُلق) میں شبیہ پیغمبرؐ۔ وہ خروج کرے گا بحالت غفلت مردم و ضعف حق و ظہور باطل۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اگر وہ خروج نہ کرے (قتال بالسیف) تو لوگ اس کی گردن مار دیں۔ اور اس کی امامت سے اہل آسمان خوش ہوں گے۔ وہ ایک شخص ہے کشادہ پیشانی۔ دراز باریک بینی۔ بزرگ شکم۔ چوڑی ران والا اور دائیں ران میں ایک تل ہے۔ اگے کے پانچ دانت کھُلے کھُلے ہیں۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہوگی۔ نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے مروی ہے۔ هُوَ اَجْلَى الْجَبِيْنِ اَقْنَى الْاَنْفِ وَجْهُهُ كَالدِّيْنَارِ عَلٰى خَدِّهِ الْاَيْمَنِ خَالٌ كَاَنَّهٗ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ یعنی مہدیؑ کشادہ پیشانی دراز باریک بینی ہے۔ اس کا چہرہ مثل اشرفی کے چمکدار ہے۔ دائیں رخسار پر تل ہے۔ گویا کہ وہ ستارۂ درخشاں ہے۔

اور دوسری حدیث میں فرماتے ہیں۔ اَلْمَهْدِيُّ طَاوُسُ اَهْلِ الْجَنَّةِ مہدیؑ طاؤس اہل بہشت ہے۔ وَجْهُهٗ كَالْقَمَرِ الدُّرِّيِّ اس کا چہرہ مثل ماہ تاباں۔ عَلَيْهِ جَلَابِيْبُ النُّوْرِ اس پر نور کی چادریں ہیں۔ اور جناب رضا علیہ السلام فرماتے ہیں۔ عَلَيْهِ جُيُوْبُ النُّوْرِ تَتَوَقَّدُ بِشُعَاعِ ضِيَاءِ الْقُدْسِ یعنی اس جناب کے اوپر جامہائے قدسیہ وخلعتہائے نورانیہ ربانیہ ہیں جو شعاع انوار فیض حضرت حق جل وعلا سے روشن ہیں۔

محمد بن طلحہ الشافعی کتاب معظم الدر المنظم میں نقل کرتے ہیں۔ وَاِنَّ لِلّٰهِ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى خَلِيْفَةً يَخْرُجُ فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ وَقَدْ امْتَلَأَتِ الْاَرْضُ جَوْرًا وَظُلْمًا فَيَمْلَأُهَا قِسْطًا وَعَدْلًا وَلَوْ لَمْ يَبْقَ مِنَ الدُّنْيَا اِلَّا يَوْمٌ وَاحِدٌ لَطَوَّلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَتّٰى يَلِيَ هٰذَا الْخَلِيْفَةُ مِنْ وُلْدِ فَاطِمَةَ الزَّهْرَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهُوَ اَقْنَى الْاَنْفِ اَكْحَلُ الطَّرْفِ وَعَلٰى خَدِّهِ الْاَيْمَنِ خَالٌ يَعْرِفُهٗ اَرْبَابُ الْحَالِ اِسْمُهٗ مُحَمَّدٌ وَهُوَ مَرْبُوْعُ الْقَامَةِ حَسَنُ الْوَجْهِ وَالشَّعْرِ وَسَيُمِيْتُ اللّٰهُ بِهٖ كُلَّ بِدْعَةٍ وَيُحْيِيْ بِهٖ كُلَّ سُنَّةٍ يُسْقٰى خَيْلُهٗ مِنْ اَرْضِ صَنْعَاءَ وَعَدَنٍ اَسْعَدُ النَّاسِ بِهٖ اَهْلُ الْكُوْفَةِ يَقْسِمُ الْمَالَ بِالسَّوِيَّةِ وَيَعْدِلُ فِي الرَّعِيَّةِ وَيَفْصِلُ فِي الْقَضِيَّةِ فِيْ اَيَّامِهٖ لَا تَدَعُ السَّمَاءُ مِنْ قَطْرِهَا شَيْئًا اِلَّا صَبَّتْهُ وَلَا تَدَعُ الْاَرْضُ مِنْ نَبَاتِهَا شَيْئًا اِلَّا اَخْرَجَتْهُ وَهُوَ الْاِمَامُ الْمَهْدِيُّ الْقَائِمُ بِاَمْرِ اللّٰهِ يَرْفَعُ الْمَذَاهِبَ فَلَا يَبْقٰى اِلَّا الدِّيْنُ الْخَالِصُ الخ یعنی خدا کا ایک خلیفہ ہے جو آخر الزمان میں خروج کریگا در آنحالیکہ زمین ظلم وجور سے پر ہوگئی ہوگی پس وہ عدل وداد سے اسکو پر کردیگا اور اگر دنیا کا ایک ہی دن باقی رہجائیگا تو خدا اسکو دراز کردیگا کہ یہ خلیفہ خدا مالک زمین ہو جو فاطمۃ الزہراء کی اولاد سے ہے۔ وہ بلند بینی اور سرمگیں چشم ہے۔ اس کے دائیں رخسار پر ایک تل ہے۔ اس کو صاحبان حال اور عارفین پہچانتے ہیں۔ اس کا نام محمد ہے۔ اور وہ مستوی القامت میانہ قد ہے۔ چہرہ اور بال خوب صورت۔ عنقریب اللہ تعالےٰ اس کے ذریعہ سے ہر ایک بدعت کو مٹادے گا۔ اور ہر ایک سنت رسولؐ کو زندہ کرے گا۔ اس کے گھوڑے ارض صنعاء وعدن سے سیراب ہوں گے۔ اور اس کی سعادت سب سے زیادہ اہل کوفہ کو نصیب ہوگی۔ وہ مال کو مساوی تقسیم کرے گا۔ رعیت میں عدل کو قائم کرے گا اور قضایا

فیصل کرے گا۔ اس کے زمانے میں آسمان تمام بارش برسا دے گا اور زمین تمام نباتات اُگا دے گی اور کچھ نہ چھوڑے گی۔ یہ خلیفۂ خدا امام مہدی قائم بامراللہ ہے۔ تمام مذاہب باطلہ کو دُنیا سے اُٹھا دے گا اور صرف ایک دین خالص خدا باقی رہ جائے گا۔ الخ۔

اور ایک روایت میں بطریق اہل سنت مروی ہے۔ لَوْنُهُ لَوْنٌ عَرَبِيٌّ وَجِسْمُهُ جِسْمٌ إِسْرَائِيلِيٌّ یعنی اس کا رنگ عربی ہے اور جسم قوی و بلند مثل بنی اسرائیل۔ اور حضرت صادق فرماتے ہیں۔ أَسْمَرُ يَعْتَوِرُهُ مَعَ سُمْرَتِهِ صُفْرَةٌ مِنْ سَهَرِ اللَّيْلِ یعنی گندم گوں رنگ اور جس میں شب بیداری کی کچھ زردی شامل ہے۔ اور جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ حَسَنُ الْوَجْهِ نُورُ وَجْهِهِ يَعْلُو سَوَادَ لِحْيَتِهِ وَرَأْسِهِ یعنی خوبصورت اور اس کے چہرے کا نور سر اور ریش مبارک کی سیاہی پر غالب ہے کہ اس کے مقابلہ میں وہ نمایاں نہیں۔ نیز فرماتے ہیں حَسَنُ الشَّعْرِ يَسِيلُ شَعْرُهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ بال خوبصورت اور شانوں پر لٹکے ہوئے۔ اور سعد بن عبداللہ سے مروی ہے۔ وَعَلَى رَأْسِهِ فَرْقٌ بَيْنَ وَفْرَتَيْنِ كَأَنَّهُ أَلِفٌ بَيْنَ وَاوَيْنِ اس کے سر پر دو پٹیوں کے درمیان مانگ ہے۔ گویا وہ دو واؤں کے درمیان ایک الف ہے۔ اور جناب باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ وَاسِعُ الصَّدْرِ مُتَرَسِّلُ الْمَنْكِبَيْنِ عَرِيضُ مَا بَيْنَهُمَا۔ چوڑا سینہ جھکے ڈھلوان شانے۔ دونوں شانوں کے درمیان کشادگی۔ نیز جناب امیرؑ فرماتے ہیں۔ كَثُّ اللِّحْيَةِ أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ بَرَّاقُ الثَّنَايَا فِي وَجْهِهِ خَالٌ وَفِي كَتِفِهِ عَلَامَةُ نُبُوَّةِ النَّبِيِّ ریش مبارک گھنی اور پُر ہے۔ آنکھیں سرمگیں۔ چہرے پر تل اور شانے پر نشان مہر نبوت۔ اور علی بن ابراہیم سے مروی ہے۔ قَامَتُهُ كَغُصْنِ بَانٍ أَوْ كَقَضِيبِ رَيْحَانٍ۔ قد مثل شاخ درخت بید مشک یا شاخ ریحان۔ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ الشَّامِخِ وَلَا بِالْقَصِيرِ اللَّازِقِ بَلْ مَرْبُوعُ الْقَامَةِ مُدَوَّرُ الْهَامَةِ صَلْتُ الْجَبِينِ أَزَجُّ الْحَاجِبَيْنِ أَقْنَى الْأَنْفِ سَهْلُ الْخَدَّيْنِ عَلَى خَدِّهِ الْأَيْمَنِ خَالٌ كَأَنَّهُ فُتَاتُ مِسْكٍ عَلَى رَضْرَاضِهِ عَنْبَرٍ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یعنی قد مبارک نہ بے اندازہ بلند اور نہ بہت کوتاہ زمین سے لگا ہوا۔ بلکہ میانہ و معتدل۔ اور سر مبارک گول۔ پیشانی فراخ اور درخشاں۔ ابرو کمانی کھچے ہوئے۔ بینی دراز و باریک۔ رخسارہ کم گوشت۔ دائیں رخسار پر خال سیاہ جیسے مشک کا ریزہ زمین عنبرین پر یا عنبریں سل پر۔ اور یعقوب بن منقوش کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ وَاضِحُ الْجَبِينِ أَبْيَضُ الْوَجْهِ دُرِّيُّ الْمُقْلَتَيْنِ شَثْنُ الْكَفَّيْنِ مَعْطُوفُ الرُّكْبَتَيْنِ یعنی پیشانی روشن، چہرہ سفید

آنکھیں درخشندہ۔ کف دست موٹے اور زبردست زانو نیچے کو جھکے ہوئے۔ اور علی بن مہزیار کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ کَاَنَّ صَفْحَۃَ غُرَّتِہٖ کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ ... گویا پیشانی کی کشادگی ایک ستارہ درخشندہ ہے۔ بِخَدِّہِ الْاَیْمَنِ خَالٌ کَاَنَّہٗ فُتَاتُ مِسْکٍ عَلٰی بَیَاضِ الْفِضَّۃِ رخسارہ مبارک پر تل ہے گویا کہ وہ ریزہ مشک ہے سفید چاندی پر۔

یہ شمائل واوصاف جسمانیہ جناب مہدی آخرالزمانؑ ہیں۔ جن کا ماحصل یہ ہے۔ سر مدور۔ بال خوب صورت شانوں تک لٹکے ہوئے۔ سر پر مانگ جیسے دو واؤ کے درمیان ایک الف۔ چہرہ سفید خوبصورت نورانی۔ پیشانی فراخ مثل ستارۂ درخشاں وماہ تاباں۔ ریش مبارک سیاہ گنجان۔ ناک لمبی ستوان۔ آنکھیں بڑی سرمگیں درخشندہ نیچے کو دبی ہوئیں (نہ ابلی ہوئیں) ابرو کشیدہ۔ کمانی۔ دونوں ابروؤں کے درمیان کچھ بلندی۔ دندان مبارک کشادہ چمکدار۔ رخسارے کم گوشت چمکیلے۔ رخسار پر تل مثل دانہ مشک۔ چہرے اور سر پر نشان۔ سینہ چوڑا۔ شانے ڈھلوان بھرے ہوئے۔ دونوں شانوں کی ہڈیوں کے درمیان کشادگی۔ پشت مبارک پر دو نشان ایک برنگ جلد دوسرا برنگ نشان نبیؐ۔ شانے کے نیچے نشان مثل مہر نبوت رجو مہر ختم خلافت وامامت ہے) قد مثل شاخ بید۔ معتدل نہ لمبا نہ کوتاہ۔ جسم بھرا ہوا۔ قوی۔ رانیں پر گوشت قوی۔ دائیں ران پر تل۔ گھٹنے نیچے کو جھکے ہوئے۔ ہتھیلیاں موٹی زبردست۔ رنگ مبارک درخشندہ سفید مائل بسرخی جس پر کبھی کبھی شب بیداری کی زردی نمایاں ہو جاتی ہے جسم سے نور کی شعاعیں پھوٹتی ہوئیں۔ بدن اقدس خلعتہائے نورانی سے مزین وآراستہ۔

بعض روایات میں جو بعض بعض اوصاف اعضاء مقدسہ میں اختلاف ہے۔ وہ یا تو محض لفظی اختلاف ہے۔ یعنی لفظ جدا جدا ہیں۔ مگر معنی قریب قریب ایک ہی ہیں۔ جیسے پیشانی مبارک کی تعریف میں ایک جگہ آیا ہے۔ اجلے الجبین۔ اور دوسری جگہ واضح الجبین۔ اور شکم مبارک کی صفت میں ایک جگہ مُبْدَحُ الْبَطْنِ دوسری جگہ ضَخِیْمُ الْبَطْنِ۔ تیسری جگہ مُنْتَدِحُ الْبَطْنِ ہے۔ مگر معنی سب کے ایک ہی ہیں۔ یعنی شکم مبارک بزرگ وفراخ ہے اور اسی طرح شانوں کی صفت میں ایک جگہ عَرِیْضُ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ دوسری جگہ بَعِیْدُ مَا بَیْنَ الْمَنْکِبَیْنِ تیسری جگہ عَظِیْمُ مُشَاشِ الْمَنْکِبَیْنِ ہے۔ اور معنی سب کے متقارب ہیں۔ علٰی ہذا القیاس۔ یا دیکھنے والے راویوں کی نظر کے قصور سے اختلاف ہے۔ مثلاً ابروؤں کی صفت میں امام علیہ السلام فرماتے ہیں۔ مقرون الحاجبین ابرو ملے ہوئے۔ اور

علی بن مہریار ابلج الحاجب لکھتے ہیں۔ یعنی دونو ابروؤں کے درمیان کشادگی۔ اور اسی طرح بینی مبارک کی انحدابی کے باب ہیں۔ پس یہ اختلافات جزئیہ شمائل و اوصاف مہدویہ ہیں۔ جو صحاح احادیث سے من حیث المجموع ثابت ہیں قادح نہیں ہو سکتے۔ اور شناخت امامؑ کے لئے کافی ہیں۔ کہ حلیفہ مہدی آخرالزمانؑ یہ ہے:

ماحصل یہ ہے۔ کہ وہ جناب جس طرح نام اور کنیت میں شبیہ رسولؐ ہیں۔ اور حسب و نسب میں اسی شجرہ طیبہ نبوتہ سے۔ اسی طرح خَلق اور خُلق میں شبیہ رسول خداؐ ہیں۔ جناب امیرالمومنینؑ کی حدیث میں گزرا۔ اور ایسا ہی ہے۔ جو ابن بابویہؒ نے روایت کیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مہدیؑ تمام لوگوں کی نسبت خَلق اور خُلق۔ صورت و سیرت میں مجھ سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔ اور ایک روایت میں فرمایا۔ کہ شمائل و خصائل مہدیؑ میرے شمائل و خصائل ہیں۔ اور کفایۃ الاثر میں خزاز سے روایت ہے۔ کہ رسولؐ خدا نے فرمایا۔ میرے ماں باپ فدا ہوں۔ میرے ہم نام اور میرے ہم شبیہ اور شبیہ موسےؑ پر۔ اور فضل بن شاذان بسند صحیح معتبر روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ اولاد حسینؑ سے نواں امام قائم اہل بیتؑ و مہدیؑ امت ہے۔ اور اقوال و افعال و شمائل و خصائل میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اور یہ جو بعض روایات میں آیا ہے۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مہدیؑ سب سے زیادہ خَلق و خُلق و سیماء و ہیئت میں عیسےٰ بن مریمؑ سے مشابہ ہے۔ یہ مخالف احادیث سابقہ نہیں ہے۔ کیوں کہ یہ ثابت ہے۔ کہ آنحضرتؐ جامع ہیں جمیع اوصاف و شمائل و خصائل انبیاء سابقین کے۔ ؎

حُسن یوسف دمِ عیسےٰ ید بیضا داری - آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اور مہدیؑ شبیہ آنحضرتؐ ہیں۔ لہٰذا شمائل و اوصاف انبیاء سابقین ضرور ان میں ہوں گے۔ اور خصوصاً جسمانیت میں مثل انبیاء بنی اسرائیل قوی و قد آور ہوں گے۔ فلا منافات۔ اور مشابہت عیسوی سے کوئی جاہل یہ گمان نہ کر بیٹھے۔ کہ معاذ اللہ بس عیسےٰ اور مہدیؑ ایک ہی شخص ہیں نہ دو۔ کیوں کہ روایات کثیرہ دال ہیں۔ کہ مہدیؑ شبیہ و ہم شکل رسول خداؐ ہیں۔ لہٰذا بنا بر اس قیاس فاسد چاہیئے۔ کہ محمد مصطفےٰؐ اور مہدی آخرالزمانؑ دونوں ایک ہی شخص ہوں نہ دو۔ اور یہ ایسا بدیہی البطلان ہے۔ کہ اجہل بھی اس کو قبول نہیں کر سکتا چہ جائیکہ عالم فاہم و تدبر۔ بعض روایات اہل السنت ابواب سابقہ میں گزریں جن میں خصائل و شمائل مہدیؑ آخرالزماں مروی ہیں۔ یہاں اعادے کی ضرورت نہیں ہے:

نیز اس بیان کے بعد یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ محی الدینؒ عربی کا یہ کہنا کہ مہدیؑ صورت میں شبیہ رسولؐ ہے اور خلق اور سیرت میں ان سے کمتر ہے۔ اور روایات صحیحہ کے مخالف۔ اور محض قیاس سے مستنبط۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے خلق میں کوئی مساوی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ خدا ان کو خلق عظیم پر محیط فرماتا ہے۔ اور دوسرا شخص اس پر پہنچ نہیں سکتا اور یہ قیاس صریح البطلان ہے۔ اور نتیجہ بالعکس ہے۔ کیونکہ مہدیؑ نفس رسولؐ و مظہر اوصافِ رسولؐ و نائب خاص رسولؐ اور آئینۂ کمالاتِ رسولؐ ہے۔ اور ظہور انوار محمدی و اوصاف و کمالات محمدی اس جناب پر موقوف ہے۔ پس چاہئے کہ وہ ہم شکل و ہم نام و ہم کنیت و جزو نور محمدی خلق اور سیرت میں بھی مثل محمدؐ ہو بلکہ ایسا ہونا ضروری و لازمی ہے۔ کیونکہ اخلاف توارث صفات باطنیہ خلق و سیرت و کمالات و اوصاف کا نام ہے و توارث شکل و صورت ظاہریہ کا پس ضرور یہی صحیح ہے۔ کہ بحکم خود آنحضرتؐ مہدی خَلق کی طرح خُلق میں بھی شبیہ رسولؐ ہیں۔ اور یہ مسلم و محقق ہے۔ کہ خُلق رسولؐ و باطن پیغمبرؐ قرآن ہے جیسا کہ جناب اُمّ المومنین عائشہ سے مروی ہے۔ کہ جب ان سے دریافت کیا گیا۔ کہ خلق محمدی جو خُلق عظیم ہے کیا ہے؟ فرمایا خُلُقُهُ الْقُرْآنُ۔ آپ کا خلق قرآن ہے۔ اور معنی اس جملے کے واضح ہیں۔ کہ جو قرآن میں علماً و تعلیماً موجود ہے۔ وہ باطن پیغمبرؐ میں عملاً موجود تھا۔ اور معارف و علوم و اخلاق و اوصاف حمیدہ آپؐ کے اوصاف باطنیہ تھے۔ اور قرآن مجموعہ جمیع محامد اوصاف و فضائل اخلاق و معارف و مدرکات ہے۔ پس جو کچھ قرآن میں ہے۔ سب باطن مہدی آخر الزمانؑ میں ہے۔ اور احاطہ اس پر ممکن نہیں ہاں معرفت شناخت کے لئے بعض امور آئندہ ابواب میں مذکور ہوں گے۔ اور متفرق طور پر تمام ابواب میں معلوم ہوں گے ؏

سُنَنِ انبیاءؑ یہاں مناسب ہے بعض سنن انبیاء کا ذکر بھی کریں۔ تاکہ باب کی پوری تکمیل ہو جائے۔ اگرچہ اجمالی طور پر تو یہی کہا جا سکتا ہے۔ بلکہ ثابت ہے۔ کہ تمام سنن جمیع انبیاءؑ اس جناب میں جمع ہیں۔ مگر یہاں بعض خاص سنن کا ذکر آئے گا۔ جن میں تشبیہ مہدی با انبیاء ضروری ہے۔ اور بعض باب معجزات میں مذکور ہوں گی ؏

جناب ابو بصیر صادق آل محمدؐ سے روایت کرتے ہیں۔ فِیْ صَاحِبِ هٰذَا

الْاَمْرِ اَرْبَعُ سُنَنٍ مِنْ اَرْبَعَةِ اَنْبِیَاءِ سُنَّةٌ مِنْ مُوْسٰی سُنَّةٌ مِنْ عِیْسٰی سُنَّةٌ مِنْ یُوْسُفَ سُنَّةٌ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَمَّا مِنْ مُوْسٰی فَخَائِفٌ یَتَرَقَّبُ وَاَمَّا مِنْ عِیْسٰی فَیُقَالُ اِنَّہٗ مَاتَ وَھُوَ لَمْ یَمُتْ وَاَمَّا مِنْ یُوْسُفَ فَالسِّجْنُ وَاَمَّا مِنْ مُحَمَّدٍ فَالسَّیْفُ یعنی صاحب الامر میں چار انبیاءؑ کی سنتیں ہیں۔ یعنی موسےٰ و عیسےٰ و یوسفؑ و محمد مصطفٰےؐ۔ سنتِ موسےٰ یہ ہے۔ کہ وہ جناب مثل موسےٰ خائف و منتظر حکم خدا ہوں گے۔ کب حکم ظہور و خروج ہو۔ اور کب فرعونان زمانہ کے مقابل آئیں۔ اور سنتِ یوسفیؑ یہ ہے۔ کہ آپ مثل یوسفؑ عالمِ غیب میں مقید رہیں گے۔ اور سنتِ عیسوی یہ ہے۔ کہ عیسےٰؑ کی طرح آپ کو لوگ کہیں گے کہ مر گئے۔ حالانکہ وہ مرے نہیں ہیں جیسے کہ عیسےٰؑ مرے نہیں ہیں۔ مگر منکرین قرآن اور نصرانی عیسائی وغیرہ کہتے ہیں کہ وہ مر گئے۔ اور سنتِ محمدی یہ ہے۔ کہ آپ اپنے جدِ بزرگوار کی طرح تلوار سے خروج فرمائیں گے۔

اور سعید ابن جبیر جناب علیؑ ابن الحسینؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ قائم اہل بیتؑ میں سات نبیوں کی سنت ہے۔ یعنی آدمؑ۔ نوحؑ۔ ابراہیمؑ۔ موسےٰ۔ عیسےٰ۔ ایوبؑ۔ محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ سنتِ آدمؑ و نوحؑ طول عمر ہے۔ اور سنتِ ابراہیمؑ خفاء ولادت اور لوگوں سے علیحدگی و کنارہ کشی۔ نہ آپ کا حمل ظاہر ہوا۔ اور نہ حال ولادت عام لوگوں پر واضح۔ یہی حال ولادت مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اور اسی طرح ان کا لوگوں سے علیحدہ و کنارہ کش رہنا۔ کما مرو سیجیئی اور سنتِ موسےٰ خوف جہالت و ضلالت جہال و ضلال۔ اور سنتِ عیسےٰ لوگوں کا اختلاف۔ کوئی کہتا ہے مر گئے۔ اور کوئی کہتا ہے زندہ ہیں۔ اور سنتِ ایوبؑ یہ ہے۔ کہ بعد اس ابتلاء و مصیبت کے کشائش اور فرج حاصل ہوگی۔ اور سنتِ محمدیؐ خروج بالسیف ہے۔

محمد بن مسلم طیحان جناب باقر العلومؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ نے فرمایا۔ قائم اہل بیتؑ میں یونسؑ بن متیٰ و یوسفؑ بن یعقوبؑ و موسےٰ و عیسےٰ و محمد مصطفٰےؐ کی سنت ہے سنت یونسؑ یہ ہے۔ کہ آپ مثل یونسؑ غیبت کے بعد ظہور و رجوع فرمائیں گے۔ در آنحالیکہ باوجود کبیر سنی آپ جوان ہوں گے۔ اور سنت یوسفیؑ یہ ہے۔ کہ آپ خواص و عوام سے غائب اور اپنے بھائیوں سے پوشیدہ ہوں گے۔ اور ان کا معاملہ مثل یعقوبؑ ان کے محبوں اور عاشقوں کے لئے مشکل و دشوار ہوگا۔ باوجودیکہ آپ اسی عالم اور انہی اطراف و جوانب

میں موجود ہوں گے۔ جس طرح حضرت یعقوبؑ اور ان کے اہل و عیال باوجود قرب مسافت یوسفؑ سے نہ مل سکتے تھے۔ اور جانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے۔ کہ وہ زندہ و موجود ہیں۔ اور سنتِ موسیٰؑ یہ ہے۔ کہ آپ مثل جناب موسیٰؑ دائم الخوف اور مدت تک غائب رہیں گے۔ اور ولادت آپ کی عوام پر مخفی ہوگی۔ اور ان کے پیرو مثل پیروان موسیٰؑ آپ کے بعد شدت و سختی و ذلت و خواری میں رہیں گے۔ تا اینکہ خدا ان کو ظہور کا اذن عطا فرمائے۔ اور ان کی تائید کرے۔ اور دشمن پر نصرت عطا فرمائے۔ وَاَمَّا سُنَّۃُ عِیْسٰی فَاخْتِلَافُ مَنِ اخْتَلَفَ فِیْہِ حَتّٰی قَالَتْ طَائِفَۃٌ مَا وُلِدَ وَقَالَتْ طَائِفَۃٌ مِنْہُمْ مَاتَ وَطَائِفَۃٌ قَالَتْ قُتِلَ وَصُلِبَ یعنی سنتِ عیسوی یہ ہے۔ کہ مثل عیسٰےؑ مہدی آخر الزمانؑ کے باب میں مختلفین اختلاف کریں گے ایک گروہ تو کہے گا۔ کہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ اور ایک جماعت کہے گی۔ مر گئے۔ ایک طائفہ کہے گا۔ قتل کر دیئے گئے۔ اور سولی چڑھا دیئے گئے۔ وَاَمَّا سُنَّۃُ جَدِّہٖ اَلْمُصْطَفٰی فَتَجْرِیْدُہُ السَّیْفَ وَقَتْلُ اَعْدَآءِ اللّٰہِ وَاَعْدَآءِ رَسُوْلِہٖ وَالْجَبَّارِیْنَ وَالطَّوَاغِیْتِ وَاَنَّہٗ یُنْصَرُ بِالسَّیْفِ وَالرُّعْبِ اَنَّہٗ لَا یُرَدُّ لَہٗ رَایَۃٌ وَاِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ خُرُوْجِہٖ خُرُوْجَ السُّفْیَانِیِّ مِنَ الشَّامِ وَخُرُوْجَ الْیَمَانِیِّ وَصَیْحَۃٌ مِنَ السَّمَآءِ فِیْ شَہْرِ رَمَضَانَ وَمُنَادٍ یُنَادِیْ مِنَ السَّمَآءِ بِاسْمِہٖ وَاسْمِ اَبِیْہِ یعنی اپنے جد محمد مصطفٰےؐ کی سنت مہدی میں تلوار کھینچنا اور دشمنان خدا و رسولؐ خدا و جبارین و طواغیت کو قتل کرنا ہے۔ اور خدا تلوار اور رعب سے (مثل رسول خداؐ) ان کی نصرت کرے گا۔ اور ان کا علم کہیں سے واپس نہ لوٹے گا۔ اور اس جناب کے خروج کی علامات میں سے شام سے سفیانی کا خروج کرنا اور یمانی کا خروج کرنا۔ اور ماہ رمضان میں آسمان سے ایک چیخ کا پیدا ہونا اور ان کا اور ان کے باپ کا نام لے کر آسمان سے منادی کا ندا کرنا ہے۔ ان کے بعد آپ کا خروج ہے۔

انہی جناب سے ابو بصیر انہی انبیاء کی سنن کا ذکر کرتے ہوئے سنت محمدی کے باب میں روایت کرتے ہیں۔ سنت نبوی تلوار کے ساتھ خروج کرنا اور آپ کے خصائل و سیر اور آثار کا اظہار کرنا۔ وہ کندھے پر تلوار رکھے ہوئے دشمنان خدا کو قتل کرتے رہیں گے تا اینکہ خدا ان سے خوش ہو جائے۔ قریب قریب یہی مضمون عبد اللہ بن سنان سے مروی ہے۔ لیکن اس میں بجائے لفظ سنت شبہ ہے۔ یعنی اس میں فلاں نبی کی مشابہت ہے۔

علی بن ابو حمزہ ابو بصیرؒ سے یہ روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے کہا۔ حضرت صادقؑ آلِ محمدؐ نے فرمایا۔ صاحب الامرؑ میں انبیاءؑ کی سُنتیں ہیں۔ موسےٰؑ و عیسےٰؑ و یوسفؑ کی اور حضرت محمد مصطفےٰؐ کی سنتِ موسےٰ خوف و انتظار۔ اور سنتِ عیسوی اختلاف مردم۔ واما سنۃ یوسف فالستر یجعل اللہ بینہ و بین الخلق حجابا یرونہ ولا یعرفونہ یعنی سنت یوسفیؑ ستر ہے۔ کہ خدا ان کے اور خلق کے درمیان ایک پردہ حائل کردے گا۔ کہ وہ دیکھیں گے۔ اور نہ پہچانیں گے۔ اور سنتِ محمدیؐ یہ ہے کہ وہ ان کی راہ پہ چلیں گے۔ اور ان کی سیرت پر عمل کریں گے۔

سدیر صیرفی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں اور مفضل بن عمر اور ابو بصیر اور ابان بن تغلب مولانا ابی عبداللہؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو دیکھا۔ کہ آپ ایک چادر خیبری گلے میں ڈالے خاک پہ بیٹھے شخص پسر مردہ اور دل سوختہ کی طرح رو رہے ہیں۔ اور آثار حزن و ملال رخسار اور چہرے سے ظاہر ہیں۔ اور آنسو آنکھوں میں بھرے ہوئے اور فرما رہے ہیں۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے میری نیند کھو دی اور آرام گاہ تنگ کر دی۔ اور میرے دل کا آرام چھین لیا۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے دائمی دردوں سے میری مصیبت کو ملا دیا۔ اور ایک ایک کا گم ہوتا جانا ساری جماعت کو کھو دیتا ہے۔ اور میں آنسو آنکھ سے بند ہوتے نہیں دیکھتا۔ اور کیوں کر میرے سینے سے غم و اندوہ دور ہوں۔ در آنحالیکہ مصیبت کے بعد مصیبت پے در پے آ رہی ہو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ یہ حال دیکھ کر ہمارے ہوش اُڑ گئے۔ اور دل غم سے چاک چاک ہو گئے۔ اور ہم نے گمان کیا۔ کہ کوئی بہت بڑی مصیبت و آفت نازل ہوئی ہے۔ پھر ہم نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولِ خدا تمہیں کبھی نہ رُلائے۔ کونسا حادثہ آپ کے آنسو بہا رہا ہے۔ اور کس وجہ سے یہ ماتم اچھا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سُن کر آپ نے ایک لمبی آہ سرد کھینچی۔ اور فرمایا۔ میں نے آج صبح جفر میں (جو بلا ہائے روزگار و مرگہائے ملک و دیار روز قیامت کے و علم ما یکون کو شامل اور جامع ہے۔ اور جس کو خدا نے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے مخصوص کیا ہے) دیکھا۔ اور تولد امام غائبؑ اور اس کی غیبت اور اس کی تاخیر اور طول عمر اور اس زمانے میں مومنین کی بلاء و مصیبت اور طول غیبت سے دلوں میں شکوک پیدا ہونے اور اکثر لوگوں کے دین سے پھر جانے اور ربقہ اسلام سے خارج ہو جانے اور ولایت اہل البیتؑ سے نکل جانے جس کو خدا نے ہر ایک شخص کی گردن میں ڈالا۔ اور

اس پر لازم کیا ہے۔ جہاں کہ فرماتا ہے۔ وَکُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِیْ عُنُقِهٖ کو خوب غور سے دیکھا۔ تو مجھ پر غموم و ہموم کے بادل چھا گئے۔ ہم نے عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ اس علم میں ہمیں بھی شریک کیجئے۔ جو آپ جانتے ہیں۔ فرمایا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے قائمؑ کے لئے ان تین باتوں کا ارادہ کیا ہے۔ جن کا اس نے اپنے رسولوں کے لئے ارادہ کیا تھا۔ یعنی اس کی ولادت موسےٰؑ کی سی مقدر کی ہے۔ اور غیبت عیسےٰؑ کی سی۔ اور تاخیر نوحؑ کی سی۔ اور اس کے بعد اس کے لئے عبد صالح یعنی خضرؑ کی عمر کو اس کے طول عمر کی دلیل قرار دیا ہے۔ عرض کیا۔ اس کی تشریح فرمائیے۔ فرمایا۔ جب فرعون کو معلوم ہوا۔ کہ اس کی سلطنت کی تباہی موسےٰؑ کے ہاتھ پر ہے۔ تو اس نے کاہنوں کو بلایا۔ اور انہوں نے موسےٰؑ کے حسب و نسب پر راہ نمائی کی۔ کہ وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ تو وہ برابر اپنے اصحاب کو حکم دیتا رہا۔ کہ بنی اسرائیل کی حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرتے رہو۔ یہاں تک کہ موسےٰؑ کی تلاش میں تقریباً بیس ہزار مولود قتل کئے گئے۔ اور وہ قتل موسےٰؑ پر قادر نہ ہوا۔ کہ خدا نے ان کو محفوظ رکھا۔ اسی طرح جب بنی امیہ اور بنی عباس کو معلوم ہوا۔ کہ ان جباروں کے ملک کی تباہی ہمارے قائمؑ کے ہاتھ پر ہے ہم سے کھلم کھلا عداوت رکھنے لگے۔ اور آل محمدؐ کے قتل کے لئے تلواریں کھینچ لیں۔ اور نسل رسولؐ کو تباہ و ہلاک کر دینے کا ارادہ کیا۔ تاکہ وہ قائمؑ کو قتل کر دیں۔ اور اللہ اس سے انکار رکھتا ہے۔ کہ ظالم اس کے معاملہ پر مطلع ہوں۔ اور وہ چاہتا تھا۔ کہ اس کے نور کو درجۂ کمال پر پہنچائے۔ ولو کرہ المشرکون۔ لیکن غیبت عیسےٰؑ پس یہود و نصاریٰ نے اس بات پر اتفاق کیا۔ کہ وہ قتل کر دیے گئے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ نے ان کی تکذیب کی۔ اور فرمایا۔ مَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی نہ انہوں نے سولی دیا ہے اور نہ انہوں نے قتل کیا ہے۔ لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا ہے اور زندہ ہیں۔ یہ حال غیبت قائمؑ کا ہے کہ طول زمانہ کی وجہ سے لوگ انکار کریں گے۔ پس بعض کہیں گے۔ کہ مہدی پیدا ہی نہیں ہوئے ہیں۔ اور بعض کہیں گے۔ پیدا ہوئے اور مر گئے۔ اور بعض یہ کہہ کر کافر ہوں گے۔ کہ ہمارے یازدہم یعنی امام الحسنؑ العسکری بے اولاد تھے۔ اور بعض اس قول سے دین اسلام سے خارج ہو جائیں گے۔ کہ عہدۂ امامت بارہ سے گزر کر تیرھویں کو پہنچ گیا۔ اور نیز اس کے بعد یہی سلسلہ رہا۔ اور یہ لوگ یہ کہہ کر خدا کی نافرمانی کریں گے۔ کہ روح قائمؑ دوسرے شخص میں حلول کرے اور بولے گی۔ چنانچہ آج کل نئے عیسائی (مرزائی) کر رہے ہیں۔ سبحان اللہ

یہ ہیں سچے اور برحق امام کہ سیکڑوں برس پیشتر ان ہونے والے واقعات کی حرف بحرف خبر دیتے ہیں۔ اور وہ من و عن سچ ہوتے ہیں۔ وھذا احد علائم الامامۃ لیکن تاخیر نوحؑ۔ پس جس وقت کہ انہوں نے اپنی قوم کے لئے عذاب طلب کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو سات گٹھلیاں دے کر بھیجا۔ پس انہوں نے کہا۔ اے پیغمبرؐ خدا تعالیٰ تم سے کہتا ہے۔ کہ یہ میری مخلوق اور میرے بندے ہیں۔ میں ان کو آسمانی بجلی سے ہلاک نہ کروں گا جب تک کہ ان کو خوب دعوت نہ دے لوں اور حجت تمام نہ کر لوں۔ تم پھر اپنی قوم کو میری طرف بلاؤ۔ اور اسلام کی دعوت دو۔ اور میں اس کا تمہیں اجر و ثواب عطا کروں گا۔ اور ان گٹھلیوں کو بو دو۔ کیونکہ تمہارے لئے اس کے بونے اُگنے اور پکنے میں خلاصی و نجات و کشائش ہے۔ اور اپنے پیرو مومنین کو یہ خوشخبری دے دو۔ پس وہ درخت اُگے تو سبز ہوئے اور پھل لگے۔ اور ایک مدت کے بعد پختہ ہو گئے۔ تو نوحؑ نے وعدہ پورا کرنے کی خواہش کی۔ حکم ہوا۔ ابھی اور ان کھیتوں کو بو دو۔ اور ان کی ہدایت میں کوشش اور ان کے مصائب میں صبر کرو۔ اور ان پر اور حجت تمام کرو۔ آپ نے ان لوگوں کو اس حکم کی خبر دی۔ جو آپ پر اعتقاد رکھتے تھے۔ ان میں سے تین سو آدمی دین سے پھر گئے۔ اور کہا۔ کہ اگر نوحؑ سچے ہوتے۔ تو وعدۂ خدا خلاف نہ پڑتا۔ پھر اسی طرح خدا نوحؑ کو ان کے بونے کا حکم دیتا رہا۔ یہاں تک کہ انہوں نے سات مرتبہ درخت لگائے۔ اور ہر دفعہ مومنین میں گروہ گروہ مرتد ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ ستر سے کچھ زائد مومنین مخلصین چھٹ چھٹا کر رہ گئے۔ اس وقت خدا نے حضرت نوحؑ کو وحی کی۔ اے نوحؑ اب حق بالکل کھل گیا۔ اور صاف صاف روشن ہو گیا۔ اور صاف و مکدر جدا جدا۔ دیکھو اگر میں تمام کافرین کو اس وقت ہلاک کر دیتا اور ان مومنین کو باقی رکھتا جو اس امتحان میں دین سے پھر گئے اور مرتد ہو گئے ہیں۔ تو میں اپنے اس وعدے میں سچا نہ ہوتا۔ جو میں نے ان مومنین سے کیا تھا۔ جو توحید میں مخلص ہیں اور تیری نبوت کو مستحکم پکڑنے والے اور اس اعتقاد پر پختہ یعنی یہ کہ میں نے کہا تھا۔ استخلفنھم فی الارض و امکن لھم دینھم و ابدل خوفھم بالامن لکی تخلص العبادۃ لی بذھاب الشرک من قلوبھم میں انہیں زمین کا خلیفہ بناؤں گا۔ اور ان کے دین پر قدرت و تمکین عطا کروں گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ تاکہ ان کے دلوں سے شرک دور ہو کر میری خالص عبادت کیا کریں۔ اور کیوں کر میں ان کو خلیفہ بنا سکتا تھا اور دین پر قدرت دے سکتا تھا اور خوف کو امن سے بدل سکتا تھا در آنحالیکہ میں ان کے ایمان و یقین کے ضعف کو جانتا تھا جو مرتد ہو گئے۔ اور ان کی خبیث طینت اور بد باطنی سے

ہیں آگاہ تھا جو منافقت اور ضلالت کے پھیلنے کا باعث تھی۔ پس جب وہ وقت استخلاف مومنین و ہلاکت اعداء پر نے حکومت و خلافت شروع کرتے۔ ان کا نفاق مستحکم ہو جاتا اور دلوں کا ملال بڑھ جاتا۔ اور وہ ان مومنین بھائیوں سے (جو خلیفہ بنائے جاتے) کھلم کھلا عداوت کرنے لگتے۔ اور طلب ریاست اور صاحب حل و عقد ہونے پر ان سے لڑتے۔ کہ وہ کیوں بادشاہ بنے۔ ہم کیوں نہ بنے۔ ایسی صورت میں تمکین دین کہاں حاصل ہوتی۔ اور کیونکر مومنین میں امر الہٰی منتشر ہوتا۔ درآنحالیکہ فتنے برپا ہوتے اور لڑائیاں قائم۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ کہ میں بلا امتحان اور کھوٹے کھرے کو جدا کئے عذاب نازل کروں۔ اور پھر منافقین وہی فتنہ برپا کر دیں۔ اور امن حاصل نہ ہو۔ اور خالص عبادت نہ ہو۔ اب ہمارے سامنے ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔

اسی طرح سے قائم آل محمدؐ کا حال ہے۔ کہ اس کی غیبت کا زمانہ بہت طولانی ہوگا۔ پس اس میں خالص حق نکل آئے گا۔ اور ایمان ان خبیث طینت اہل اسلام و ایمان کے مرتد ہونے سے کدورت سے صاف ہو جائے گا۔ جو اس استخلاف و تمکین بر دین اور انتشار امر الہٰی کو عہد قائم میں مومنین میں دیکھ کر نفاق ظاہر کرتے۔ اس وقت مفضل نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ۔ دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ یہ آیۂ استخلاف خلفاء اربعہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ فرمایا۔ خدا ان کے دلوں کو ہدایت نہ دے۔ کب اس دین پر قدرت حاصل ہوئی۔ جو پسندیدہ خدا و رسول خدا ہے۔ اور کب عام امت میں خالص امر الہٰی منتشر ہوا تھا۔ اور کب امت سے خوف رفع اور امن حاصل ہوا تھا۔ اور کب ان میں سے کسی کے عہد میں تمام مومنین کے دلوں سے شک و شبہات رفع ہوئے تھے۔ مسلمان مرتد ہو رہے تھے۔ فتنے برپا تھے۔ لڑائیاں قائم تھیں۔ اور یہ امن اور قدرت بر دین اسلام کہاں ہے۔ اور کفار سے برابر لڑائیاں رہی تھیں۔ پس ان پر یہ آیت ہرگز صادق نہیں ہو سکتی۔ لیکن عبد صالح یعنی خضرؑ۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان کی عمر کو نبوت کے لئے دراز نہیں کیا۔ جو ان کے لئے مقرر کی گئی ہو۔ اور نہ ان پر کوئی کتاب نازل ہوئی ہے۔ اور نہ کسی شریعت کے لئے ہے جو ناسخ شریعت سابقہ ہو۔ اور نہ ان کی امامت کے لئے جس کی اقتداء لوگوں پر لازم ہو۔ اور نہ ان کی اطاعت کی خاطر ان کی عمر درازی ہے جو لوگوں پر فرض ہو۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ وہ قائم آل محمدؐ کی عمر مثل خضر طولانی مقرر کرے گا۔ اور زمانہ غیبت میں فلاں فلاں امور واقع ہوں گے۔ اور چاہتا تھا۔ کہ لوگ اس عمر کی مقدار کو زیادہ سمجھیں گے اور انکار کریں گے تو

اس نے اپنے عبدِ صالح خضرؑ کی عمر بلا وجہ محض اس شک کے رفع کرنے کے لئے دراز کر دی۔ تاکہ عمر قائمؑ پر استدلال کیا جا سکے اور معاندین کی حجت قطع ہو۔ اور لوگوں کے لئے خدا پر کوئی حجت باقی نہ رہے۔

واللہ ولی المومنین وھو نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

احادیث و روایات اس باب میں بہت ہیں۔ اور ابواب لاحقہ میں اور مذکور ہوں گی۔ یہاں صرف یہ ثابت کرنے کے لئے کہ جناب رسول خداؐ وارث و جامع و حاوی اوصاف و کمالات و معجزات جمیع انبیاء سابقین ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ وارث جناب رسول خداؐ۔ اس لئے وہ جناب بھی جامع جمیع اوصاف و کمالات و سنن انبیاءؑ سابقین ہیں۔ یہ چند روایات نقل کی ہیں۔ اور ان میں اس بیان کی پوری تصدیق ہے۔ اور مہدی آخر الزمانؑ میں اوصاف و سنن انبیاءؑ موجود ہیں ؟ زیادہ تفصیل کے منتظر رہو۔



باب پنجم

اسماء و القاب امامؑ و تفسیر آیات در شان امامؑ

تفسیر الآیات اہل علم و اہل معرفت و بصیرت سے یہ امر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ کلام مجید کی شان عام کتب کی سی نہیں ہے۔ بلکہ دیگر کتب آسمانی کی مثل بھی نہیں ہے۔ کیونکہ صرف یہی پاک و مقدس کتاب ایسی ہے۔ جو بصورت اعجاز نازل ہوئی ہے۔ اور یہی خود اپنی اور اپنے منزل علیہ کی دلیل صداقت ہے۔ اور کسی خارجی دلیل کی محتاج نہیں ہے اس کی ایک ایک آیت وجوہ متعددہ رکھتی ہے۔ ہر ایک آیت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن۔ اور پھر باطن کا باطن۔ یہاں تک کہ سات سات پردے ہیں۔ اور ان پر وہی احاطہ کر سکتا ہے جس کے قلب پر نازل ہوئی ہے۔ اور جن کو خدا نے قبل خلقت جسمانی

عطا کی ہے۔ پھر صورت صورتِ تنزیلی اور ہے۔ اور صورتِ تاویلی اور اور صورتِ تمثیلی۔ اور
صورتِ تنزیلی وہی ہے۔ جو کچھ کہ الفاظ ظاہریہ سے بلحاظ لغت عرب و باعتبار علوم عربیہ مفہوم
ہو۔ اور صورتِ تاویلی ایسی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا تعلق اصل اور باطن سے ہے۔ اسی واسطے
خدا فرماتا ہے۔ لَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ خدا کے سوا اور اس کی کوئی تاویل نہیں جانتا۔ یا زیادہ سے
زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ راسخون فی العلم بھی اس کی تاویل جانتے ہیں۔ اور راسخ فی العلم مَنْ
لَا یَزُوْلُ عَنْ مَکَانِہٖ ہے۔ یعنی وہ جس کے علم کو زوال و تغیر و اختلاف نہ ہو۔ اور وہ نہیں ... اور وہ
عالم نہیں ہو سکتا جس کا علم کسبی و اکتسابی ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ایسے علماء ان تینوں صفتوں
سے متصف ہیں۔ ان کے علم بدلتے متغیر ہوتے زائل ہوتے رہتے ہیں۔ اور اختلاف کی تو کوئی
حد ہی نہیں ہے۔ لہٰذا راسخ فی العلم وہ ہوئے۔ جن کا علم موہبتی لدنی ہو۔ اور اس لئے راسخ
فی العلم اور تاویل قرآن جاننے والے وہی ہوئے۔ جن کے قلب پر قرآن نازل ہوا ہے۔
اور خدا نے ان کو تعلیم دیا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمٰن نے قرآن تعلیم دیا ہے۔ یا
جن کو قبل خلقت علم عطا کر دیا گیا ہے۔ بَلْ هُوَ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ فِیْ صُدُوْرِ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
چنانچہ ثابت و متحقق ہے۔ لہٰذا ضروری و لازمی ہوا۔ کہ آیات مبارکہ کے جو معانی باطنیہ اور تاویل
وہ بتلائیں۔ ان کو بشرط صحت سند و روایت ضرور تسلیم کریں۔ اور انہی سے دریافت کریں۔ یہی حال
تمثیلات کا بھی ہے۔ کہ لَا یَعْقِلُهَا اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ان کو بھی عام علماء ادراک نہیں کر سکتے۔
خاص عالم جانتے ہیں۔ کیونکہ ان کی بھی صورتِ ظاہری اور معلوم ہوتی ہے اور باطن کچھ ہوتا ہے۔
مثلاً خداوند عالم فرماتا ہے قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؁ اَنْزَلَ مِنَ
السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّیْلُ زَبَدًا رَّابِیًا ؕ وَمِمَّا یُوْقِدُوْنَ
عَلَیْهِ فِی النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْیَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰہُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ؕ
فَاَمَّا الزَّبَدُ فَیَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْكُثُ فِی الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ
اللّٰہُ الْاَمْثَالَ ؁ یعنی خدا فرماتا ہے اے پیغمبر آپ کہدو کہ اللہ ہی ہر ایک شے کا خالق ہے۔ اور وہ ہی
خدائے واحد و قہار ہے۔ اس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پس اپنے اپنے اندازے اور اپنی
اپنی مقدار کے موافق نالے بہ نکلے۔ پھر پانی کی رَو نے پھولا ہوا جھاگ اٹھایا۔ اور ان چیزوں
سے بھی جن سے آگ میں ڈال کر زیور اور اسباب بنائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی جھاگ پیدا ہوتا ہے
اور یوں خدا حق و باطل کی مثال بیان کرتا ہے۔ پس جھاگ تو خشک ہو کر جاتا رہتا ہے۔

اور جس سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ وہ زمین میں ٹھیرا رہتا ہے۔ اور اسی طرح سے خدا لوگوں کو سمجھانے کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں ظاہراً جو علوم و فنون خدا نے ودیعت کئے ہیں۔ ان کے بیان کا تو یہاں محل نہیں۔ اور ان کے لئے دفتر چاہئے۔ مگر جن مثالوں کی طرف خدا نے اشارہ کیا ہے۔ وہ قابل غور ہیں۔ اور ان کو کچھ خاص علماء کاملین ہی سمجھ سکتے ہیں۔ کہ اس میں کس شان سے حق و باطل کی مثال دی گئی ہے۔ محققین و عارفین نے لکھا ہے اور روایت کیا ہے۔ صورت باطنی اس تمثیل کی یہ ہے۔ کہ پانی سے مراد حقیقت نورانیہ محمدیہ ہے۔ جو اول مخلوق و مصنوع ہے۔ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ میں اس حقیقت کی طرف صاف پانی ہی سے اشارہ کیا ہے جسے فَلَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ وَلَا يَعْلَمُهَا إِلَّا الْعَاقِلُونَ۔ اسی طرح سے خدا مثل بیان کرتا ہے کہ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُورٌ عَلَى نُورٍ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ وَكَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ (سورہ نور) یعنی خدا نور زمین و آسمان ہے۔ اور اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چراغدان ہو۔ اور اس میں ایک شمع ہو۔ اور شمع پر ایک شیشے کا گلوب ہو۔ اور وہ مثل ستارہ کے درخشاں۔ شجرۂ مبارکہ زیتون سے روشن۔ جو نہ شرقی ہے نہ غربی۔ اور وہ بلا آگ کے لگے ہی روشن ہو جائے۔ پس وہ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور خدا جس کو چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ اور خدا اسی طرح لوگوں سے مثالیں بیان کرتا ہے۔ اور وہی ہر شے کو جانتا ہے۔ انتہیٰ۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ خدا نے جو اپنے نور کی یہاں تمثیل بیان کی ہے۔ اس کی صورت تنزیلی کہیں متحقق ہو سکتی ہے۔ اور کہیں ایک چراغدان میں وہ نور خدا روشن نظر آتا ہے و غیر ذالک۔ اس میں بھی خدا نے اپنے مظہر نور اور اپنے حبیب کی حقیقت نورانی کی طرف تمثیلاً اشارہ کیا ہے۔ جس کو اہل بصیرت خوب جانتے ہیں۔ اور مشکوٰۃ نورانی قلب نورانی محمدی ہے۔ فافہم اسی طرح خدا شجرۂ طیبہ اور شجرۂ خبیثہ کی مثالیں دیتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں بصورت ظاہری کوئی ایسا درخت طیب نظر نہ آئے گا۔ جس کی جڑ ہمیشہ قائم و ثابت ہو۔ اور چوٹی آسمان سے نکلی ہوئی اور وہ ہمیشہ باذن خدا پھل دیتا ہو۔ الا شجرۂ طیبہ محمدی جو ابتدائے عالم خلقت سے موجود و

قائم و ثابت ہے۔ اور جس کا فیض ہمیشہ سے جاری الدہمیشہ رہے گا۔ اور بعد فناء اشیاء بھی باقی رہے گا۔ اور اسی کے ساتھ لوگوں کا حشر ہوگا۔ اور وہ وہی حجت الٰہی ہے۔ جس کا وجود قبل خلق و مع خلق و بعد خلق ضروری ہے کما مرفی الحدیث الحجۃ قبل الخلق و مع الخلق و بعد الخلق ۔

اسی طرح خدا سورۂ نحل میں فرماتا ہے۔ اِذْ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ الخ صورت ظاہری تنزیلی ظاہر ہے۔ کہ شہد کی مکھی بالہام و تعلیم الٰہی یہ تمام کار ہائے حکمت انجام دیتی ہے۔ مگر تاویل منقول محمد مصطفٰےؐ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور اسی طرح اور بہت سی آیات ہیں۔ جن کی صورتِ تنزیلی اور ہے اور صورتِ تاویلی اور۔ اور پھر تاویل در تاویل۔ کیوں کہ آیاتِ قرآنی کے سات سات بطن ہیں۔ اور ہمیشہ ان اہل الذکر و اہل القرآن یعنی راسخون فی العلم کی طفیل اسرار و نکات علوم و معارف منکشف ہوتے رہتے ہیں ۔

اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ امام غائب علیہ السلام چوں کہ امام غائبؑ ہیں۔ اور ان کے تمام امور بطور خرق عادات و اسرار ہیں۔ آیات مبارکہ میں بھی ان کا اور ان کے اوصاف اور ان کے زمانہ ظہور و خروجؑ کا بطور اشارات و کنایات و اسرار کے ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی علاوہ ان اوصاف و اسرار کے جو جملہ ائمہؑ اور ابواب علوم الٰہی سے مخصوص ہیں۔ اور ان مفسرین و محدثین نے بیان کئے ہیں۔ جنھوں نے معادن علوم و معالم تنزیل و تاویل سے فیض حاصل کیا ہے۔ بہت سی آیات ایسی ہیں۔ جن کی تاویل جناب امام زماں علیہ السلام سے ہوتی ہے۔ اور بعض تو ایسی ہیں کہ جن کا مصداق سوائے اس جناب کے اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ایسی آیات ہیں۔ جن کی تاویل ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ بلکہ زمانہ ظہور آنجنابؑ ہی میں ظاہر ہوگی۔ یہاں پر ہم ابواب علوم الٰہی اور علماء کاملین کی تحقیقات سے صرف چالیس اور ایک اکتالیس آیتیں نقل کرتے ہیں جو اس جنابؑ کی شان میں آئی ہیں ۔

اوّل وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ

ع ۲) اور اگر ہم نے ان سے ایک چند روزہ مدت کے لئے عذاب کو تاخیر کر دی۔ وہ کہنے لگتے ہیں (کہ ہم مستحق عذاب ہیں) تو کون چیز اب اس کو روکے ہوئے ہے؟ آگاہ رہو۔ کہ جس

دن وہ عذاب آیا۔ تو ان سے نہ ٹلے گا۔ اور وہ عذاب ان کو ہر طرف سے گھیرے گا۔ جس کی بابت وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ آیۂ مبارکہ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (نحل ع ۸) یعنی اگر خدا لوگوں کی کرتوتوں اور ان کے گناہوں کا مواخذہ کرتا۔ تو آج ایک متنفس زمین پر باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ان کو ایک مدت معین تک کے لئے مہلت دیتا ہے۔ پس جب وہ آئے گا۔ تو پھر یہ لوگ ایک گھڑی آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔ یہ واضح ہے۔ کہ دُنیا میں ظلم و گناہوں کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر خدا ان کو ان کی کرتوتوں کی اس وقت سزا دے۔ تو ایک ذی روح کو زمین پر زندہ رباقی نہ چھوڑے۔ مگر ایک مدت معین کے لئے ان گنہگاروں اور مجرمین اور کافرین کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور اجل اور میعاد قیام قائم آلِ محمدؐ اور ظہور مہدی آخرالزمان علیہ السلام ہے۔ کہ اس وقت کسی کافر کو مہلت نہیں دی جائے گی۔ چنانچہ آیہ مذکورہ میں امت معدودہ سے مراد زمانہ قائم ہے۔ اور اسی وقت کے لئے مجرمین کو مہلت دی گئی ہے۔ چنانچہ علی بن ابراہیمؒ سے یہ مروی ہے۔ اور چوں کہ امت کے معنی متعدد ہیں۔ یعنی امت کی معنی مذہب بھی آتے ہیں۔ اور ایک جماعت کو بھی کہتے ہیں۔ اور ایک شخص کو بھی کہتے ہیں۔ اور مدت کو بھی کہتے ہیں۔ اور چاروں معانی قرآن میں استعمال ہوئے ہیں۔ بنابریں یہ بھی مروی ہے۔ کہ امت کے معنی جماعت کے ہیں۔ اور خدا فرماتا ہے۔ کہ ایک جماعت خاص کے وجود تک ہم نے ان سے عذاب کو ٹلا دیا ہے۔ اور وہ امت خاص تین سو تیرہ اصحاب خاص امام مہدیؑ ہیں۔ جیسا کہ اکثر و بیشتر روایات متفقہ اہل سنت و اہل تشیع میں مذکور ہیں۔ لہذا جب ان اصحاب خاص کی تعداد پوری ہو جائے گی۔ تو اس وقت وہ جناب ظہور فرمائیں گے۔ اور اس دن معاندین پر عذاب خدا بصورتِ سیف نازل ہوگا۔ چنانچہ ہشام بن عمار نے یہ معنی بھی جناب باپ علوم محمدی امیرالموحدینؑ سے روایت کئے ہیں۔ اور اس کی تائید میں کہ یہ آیت اسی زمانہ کے لئے اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں سے بعض متفرق طور پر مذکور ہوں گی۔

دوم وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ (ابراھیم ع ۱) اور بیشک موسیٰ کو ہم نے اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا۔ کہ جاؤ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ظلمت سے نور کی طرف نکالو۔ اور ان کو ایام خدا

یاد دلاؤ۔ اور مروی ہے۔ ایام خاص خدا تین دن ہیں یوم قیام قائم آلِ محمدؐ و یوم مرگ و یوم حساب و کتاب و روز قیامت۔ اس کی تائید بھی اور آیات سے ہوتی ہے۔ کہ روز قیام قائم آلِ محمدؐ خاص ایام الٰہی سے ہے اور یہی وہ دن ہے۔ کہ دین خدا بدرجہ کمال صفائی پہنچ کر تمام رُوئے زمین پر قائم ہوگا۔ اس سے بڑھ کر خدا کا دن کونسا ہو سکتا ہے۔ پھر اسی دن تمام کفار و مشرکین ذلیل اور مومنین عزیز ہوں گے۔

سوم۔ سورۂ بنی اسرائیل میں خدا فرماتا ہے۔ وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَأَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا (اور ہم نے کتاب میں بنی اسرائیل سے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ بس تم زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے۔ اور وہ علو و ترقی حاصل کرو گے (اور مغرور ہو جاؤ گے) جو حق تعالیٰ و ترقی کا ہے۔ پس جب ان دو وعدوں میں سے پہلے کا وقت آ پہنچا (یعنی پہلا فساد کر چکے) تو ہم نے تم پر اپنے خاص بڑے لڑنے والے بندے بھیج دئے۔ اور وہ ایک دفعہ تمام ممالک کے اندر گھس گئے (یعنی محمدؐ و متبعین محمدؐ) اور وہ وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے دوبارہ تم کو ان لوگوں پر غلبہ دیا۔ اور مال و دولت اور اولاد اور بے حساب فوجوں سے تمہاری مدد کی۔ اگر تم اچھے کام کرو گے۔ تو ان کی بھلائی تمہاری ہی لئے ہے۔ اور برائی کرو گے تو اس کا بد اثر تمہارے ہی اوپر پڑے گا۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آئے گا۔ تو پھر وہی لوگ تمہارے منہ بگاڑ دیں گے۔ اور خانۂ خدا میں اسی طرح داخل ہوں گے جس طرح پہلی مرتبہ ہوئے تھے۔ اور ایسا قتل کریں گے۔ جو حق قتل کرنے کا ہے۔ روایت میں وارد ہے اور خود آیت شاہد ہے۔ کہ یہ دوسرا وعدہ ان کے دوسرے فساد اور علو کبیر کے بعد زمانۂ قیام قائم آلِ محمدؐ و ظہور مہدی آخر الزمانؑ میں پورا ہوگا۔ اور جس طرح اوّل اوّل آنحضرتؐ کے ساتھ جنگ بدر میں قیام دین کے لئے تین سو تیرہ اصحاب جمع تھے۔ اسی طرح تین سو تیرہ اصحاب امام مہدی اوّل اوّل ان سے بیعت کریں گے۔ اور وعدۂ ثانیہ اسی وقت پورا ہوگا۔ (تنزیل اس آیت کی بنی اسرائیل میں ہے۔ اور تاویل بنی اُمیّہ میں۔ فتدبر)۔

چہارم فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا ھُمْ مِّنْھَا یَرْکُضُوْنَ لَا تَرْکُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰی مَآ اُتْرِفْتُمْ فِیْهِ وَمَسٰکِنِکُمْ لَعَلَّکُمْ تُسْئَلُوْنَ قَالُوْا یٰوَیْلَنَآ اِنَّا کُنَّا ظٰلِمِیْنَ فَمَا زَالَتْ تِّلْکَ دَعْوٰھُمْ حَتّٰی جَعَلْنٰھُمْ حَصِیْدًا خٰمِدِیْنَ (انبیاء ع ۲) پس جس وقت ان مخالفین ومعاندین و منافقین نے ہمارے عذاب کو محسوس کیا۔ تو اس سے بھاگنے لگے۔ تو ہم نے کہا۔ بھاگو نہیں۔ اب پھر تم اسی عیش وعشرت اور اپنے محل وقصور کی طرف لوٹو اگر لوٹ سکتے ہو) کہ تم سے کچھ سوال کیا جائے۔ انہوں نے کہا۔ بیشک ہم سرکش وظالم تھے۔ پس برابر یہی پکارتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم نے ان کو کھیتی کی طرح کاٹ کے ڈال دیا۔ چنانچہ علی بن ابراہیم ہی سے مروی ہے۔ کہ یہ حالت مخالفین ومعاندین ومنافقین کی وقتِ قیام قائم ہو گی۔ اور اس کے خوف اور عذاب الٰہی سے بھاگیں گے۔ مگر نہ بھاگ سکیں گے۔ یہاں تک کہ سب کے سب تلوار سے قتل ہو جائیں گے۔ یُنْجُوْنَ الَّذِیْنَ تَکَلَّمَۃً لِلّٰہِ۔ الفاظ آیت دال ہیں۔ یہ حالت قیامت کبرے کا ذکر نہیں ہے۔ کیوں کہ قیامت کبرے میں تو یکبارگی ایک صور میں تمام عالم فنا کر دیا جائے گا۔ نہ اس وقت کوئی بھاگ سکے گا۔ اور نہ کسی کو یہ کہا جائے گا۔ کہ ابھی تم اپنے گھروں کی طرف لوٹو۔ کیونکہ اس وقت گھر وغیرہ کچھ بھی نہ ہوں گے بنا بریں ضرور بالضرور یہ حالت قیامتِ صغرٰے یعنی قیام قائم ہی کے وقت پیدا ہو گی۔ اس وقت تمام دشمنانِ خدا ودشمنانِ دین خدا سیف اللہ کے خوف سے بھاگیں گے اور پناہ مانگیں گے۔ اور ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ کیونکہ وہ مہلت کا وقت نہ ہوگا۔ اور اس سے یہ ثابت ہے۔ کہ اس آیت کا مصدق کبھی پہلے متحقق نہیں ہوا۔ اور کوئی وقت ایسا نہیں آیا۔ کہ دشمنانِ خدا کو بالکل مہلت اور پناہ نہ دی جائے۔ اور آیات آئندہ آتی ہیں ؛

پنجم وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ (سورۃ انبیاء) اور بیشک ہم نے زبور میں بعد ذکر لکھ دیا ہے۔ کہ ضرور زمین کے وارث ومالک ہمارے بندگان مخلص ہوں گے۔ تو زمین واہل سیر جانتے ہیں۔ کہ جب سے خدا کی زمین پیدا ہوئی ہے اور جب سے کہ خدا نے حضرت آدمؑ کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ مالکِ زمین علی الظاہر ہمیشہ کافرین وظالمین وجبارین ہی رہے ہیں نہ بندگان صالحین مگر شاذ ونادر۔ اور بڑے بادشاہ صالحین میں سے صرف حضرت سلیمانؑ اور ذوالقرنینؑ ہوئے ہیں۔ خصوصًا حقیقی صالحین یعنی انبیاء واوصیاء علیہم السلام میں سے صرف حضرت سلیمانؑ وارث زمین ہوئے۔ اور مثل حضرت یوسفؑ وحضرت داؤدؑ بھی بادشاہ ہوئے۔ ورنہ تو انبیاء ہمیشہ بیچارے ظالمین کے

جباروں کے ہاتھ سے اذیتیں اُٹھاتے رہے اور قتل ہوتے رہے۔ حالانکہ خدا ان بزرگواروں ہی کو خاص طور سے قرآن شریف میں جابجا صالحین کے لفظ سے خطاب کرتا ہے۔ مثلاً فرماتا ہے۔ وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِيْنَ ہم نے ان سب کو صالح بنایا ہے۔ پس ضرور ہے۔ کہ ان صالحین کے لئے وراثت زمین پانے کے لئے کوئی خاص وقت مقرر ہو۔ جیسا کہ اس آیت مذکورہ سے بھی واضح ہے۔ کہ ضرور بالضرور ایک دن ایسا آئے گا۔ کہ وارث زمین بندگان صالحین خدا ہوں۔ اور یہ زمانہ وہی ہے۔ کہ کفر و شرک و ظلم و جور دُنیا سے اُٹھ جائے گا۔ اور سلطنت جبابرہ بالکلیہ منقطع ہو جائے گی۔ اور اسی بزرگوار کے ہاتھ سے ہوگا۔ جس کی شان میں سیکڑوں حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ اور سُنّی و شیعہ متفق ہیں۔ کہ یملاء الارض قسطا وعدلا بعد ما ملئت ظلما وجورا مہدی آل محمدؐ زمین کو عدل و داد سے پُر کرے گا بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ جیسا کہ اکثر روایات میں آچکا ہے اور بعد ازاں بھی آئے گا۔ لہٰذا ثابت ہوا۔ کہ مصداق اس آیت کا زمانہ ظہور امام مہدی آخرالزماںؑ ہے۔ اور اسی وقت صالحین وارثِ زمین خدا ہوں گے۔ اب تک ظالمین و طالبین و فاسقین و فاجرین مشرکین و کافرین حکومت کرتے رہے۔ اب ان مقدسین و مطہرین و معصومین و صالحین کی باری آئے گی۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ خدا کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا ہے۔ وان الله لا یضیع اجر من احسن عملا بیشک خدا نکوکاروں کے اجر کو ضائع نہ کرے گا۔ چنانچہ زبور باب ۴۵ آیت ۱۶ میں خداوند عالم اپنے حبیبؐ کے ذکر کے بعد فرماتا ہے۔ "اے محبوبؐ میرے فرزند تیرے باپ دادوں کے قائم مقام ہوں گے۔ اور اُنہیں کُل روئے زمین کے سردار اور اپنے جانشین مقرر کرے گا۔ الخ" یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا۔ کہ ارض سے مراد کوئی خاص قطعۂ زمین مکہ یا مدینہ یا عرب یا بیت المقدس نہیں ہے۔ بلکہ کل روئے زمین مراد ہے۔ اور کل روئے زمین کی حکومت بندگان صالحین کو نصیب نہیں ہے۔ پس یہ فرزندانِ رسولؐ ہی کو نصیب ہو گی۔ اور وہ اس کے مصداق ہیں۔ اور یہ ظہور جناب قائم آل محمد علیہ الصلوٰة والسلام پر موقوف ہے؛

ششتم و ہفتم اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ وہ لوگ جو مقاتلہ کئے گئے ہیں یا شہید

کر دئے گئے ہیں۔ ان کے لئے ہم نے اجازت دے دی۔ کیونکہ وہ مظلوم ہیں۔ اور بیشک خدا انکی نصرت پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں۔ جو صرف اس وجہ سے اپنے گھروں سے نکال دئے گئے کہ وہ یہ کہتے تھے۔ کہ ہمارا پروردگار بس خدا ہے (یعنی اس کے دین اور توحید کی طرف بلاتے تھے) اور اگر خدا بعض لوگوں کی وجہ سے بعض سے عذاب دفع نہ کرتا۔ تو آج یہودیوں اور نصرانیوں کے عبادت خانے اور نیز مسجدیں جن میں خدا کا نام بہت لیا جاتا ہے سب منہدم اور نیست و نابود ہو جاتیں (مگر خدا بعض مقدس نفوس اور معصومین کی وجہ سے ان سے عذاب کو رد کئے ہوئے ہے۔ اور ان کی برکت سے محفوظ ہیں) اور خدا ضرور (ایک دن) ان کی مدد و نصرت کرے گا۔ جو اس کی نصرت کرتے ہیں۔ وہ ناصران خدا ہیں۔ اور انصار اللہ کہلاتے ہیں۔ اور بیشک خدا قوی اور غالب ہے۔ آیۂ اول کی تفسیر میں وارد ہے۔ کہ خدا نصرت کلی محمدؐ و آلؑ محمدؐ اور ان کے پیروؤں کے لئے قائم آلؑ محمدؐ کے ہاتھ سے عنایت کرے گا۔ اور وہی منصور من اللہ ہے اور ناصر دین خدا و منتقم اولیاء اللہ۔ زیادہ تفصیل من قتل مظلوماً کے ذیل میں آئے گی۔ اور لولا دفع اللہ الخ کے متعلق ہم باب اول میں ثابت کر چکے ہیں۔ اور احادیث باب اہل البیتؑ مصرح ہیں۔ کہ امامؑ امان اہل زمین ہے۔ اور اسی کی وجہ سے خدا اہل زمین سے عذاب کو ٹلاتا ہے۔ اور اگر اس وقت زمین میں وجود امامؑ نہ ہو۔ تو زمین منخسف ہو جائے۔ اور اس وقت دفع عذاب وجود مہدیؑ آخر الزماں ہی کی وجہ سے ہے۔ اور وہی اس آیت کا مصداق ہیں:

ہشتم۔ اسی آیت کے ذیل میں خدا انہی مظلومین اور مہاجرین کی شان میں فرماتا ہے

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَھَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الْاُمُوْرِ (الحج ۴۶) "یہ مظلومین وہی لوگ ہیں کہ اگر ہم ان کو زمین میں قدرت و تمکین عطا کریں۔ تو یہ نماز کو قائم کریں۔ زکوٰۃ ادا کریں۔ اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔ اور سب امور کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔" اس آیت سے یہ واضح ہے۔ کہ ابھی ان مظلومین کو زمین میں قدرت نصیب نہیں ہوئی۔ اگر ان کو قدرت ہوتی تو یہ دنیا میں نماز قائم کر دیتے اور حق زکوٰۃ ادا کرتے اور ہر ایک کو ہر ایک برائی سے روکتے اور نیکی کا حکم دیتے۔ مگر ابھی تک تو دور دورۂ ظالمین و جبار بن رہا۔ ان مظلومین کو کچھ نہ کرنے دیا۔ اور محض اس وجہ سے ان پر ظلم ہوتے رہے کہ یہ کہتے تھے۔ کہ پروردگار صرف خدا ہے۔ اسی کو مانو۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ اور اس کا حکم تسلیم کرو۔ مگر وہ اس کے خلاف ان سے جیتنا چاہتے

ہے۔ اگر انسان اس آیت کے الفاظ ظاہریہ پر غور کرے اور اس کے ساتھ اس آیت کو ملحوظ خاطر رکھے۔ کہ جناب ابراہیمؑ نے جس وقت حضرت اسمٰعیلؑ کو مکہ معظمہ میں مقیم کیا تھا۔ تو دعا کی تھی اور فرمایا تھا۔ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ یعنی عرض کرتے ہیں "اے ہمارے پروردگار میں نے اپنی بعض ذریت کو تیرے خانہ محترم کے پاس اس وادی بے زراعت میں سکونت پذیر کیا ہے۔ پروردگار اس لئے کہ یہ دنیا میں نماز کو قائم کریں" تو نتیجہ صاف یہی نکلے گا۔ کہ یہ مظلومین جو محض خدا کا نام لینے پر گھر سے نکالے گئے۔ جلاوطن کئے گئے اور قتل کئے گئے۔ کسی کو زہر دیا گیا اور کسی کو تیغ ظلم سے بے آب و غذا گھرے در میدان کرب و بلا میں مع احباب و اصحاب و عزیز و اقرباء نہایت سختی اور بے رحمی سے ذبح کیا گیا۔ اور ان کو زمین میں کبھی قدرت نصیب نہ ہوئی۔ ہمیشہ ان کے سامنے ظالمین کا غلبہ رہا۔ یہی ذریت ابراہیمؑ و رسولؐ و عترت رسولؐ ہیں۔ جو دنیا میں نماز قائم کرنے اور دین پھیلانے کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ اور اگر ان کو قدرت ہوتی۔ تو وہ ضرور ایسا ہی کرتے۔ اور اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا پورے طور سے قبول ہو۔ اور یہ دنیا میں خالصاً نماز کو قائم کریں۔ اور یہ زمانہ ظہور امام مہدیؑ آخر الزمان میں ہوگا۔ جبکہ شرق سے مغرب تک اسی جناب کی سلطنت ہوگی۔ جیسا کہ روایات میں آچکا ہے۔ کہ وہ مشارق و مغارب عالم کو فتح کریں گے۔ اور تمام دنیا میں ایک ہی دین خدا ہوگا۔ اور اس لئے یہ آیت بھی اسی جنابؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور یہ وعدہ اسی کے ہاتھ پہ پورا ہوگا۔

نہم۔ اسی تفسیر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آیہ مجیدہ وَنُرِيدُ أَن نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُم مَّا كَانُوا يَحْذَرُونَ "اور ہم چاہتے ہیں۔ کہ ان لوگوں پہ احسان کریں۔ جو زمین میں ضعیف سمجھے گئے اور مظلوم رہے۔ اور ہم ان کو امام بنائیں اور ان کو وارث و مالک زمین قرار دیں۔ اور فرعون و ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ دکھلائیں جس سے وہ بچتے تھے۔" اس سے بالصراحت ثابت ہے۔ کہ وارث زمین مظلومین ہوں گے۔ اور وہ عام مومنین میں سے نہیں ہیں بلکہ وہی ہیں جو بادشاہ زمین ہونے کے ساتھ پیشوائے خلق اور امام اتامؑ بھی ہوں گے۔ اور امامت مخصوص ہے ذریت ابراہیمؑ و عترت خاتم النبیینؐ سے۔ جیسا کہ بدلائل ثابت کیا جا چکا ہے۔

پس تاویل اس آیت کی بھی مہدی آخرالزماں علیہ السلام ہی کے زمانہ ظہور میں صادق آئے گی اور تفصیل اس کی ہماری کتاب خلافت الٰہیہ میں دیکھو۔

دہم ۔ مَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا (بنی اسرائیل ع ۴) اور جو شخص ظلم سے شہید کر دیا گیا ہے۔ تو ہم نے اس کے وارث کو پورا غلبہ دے دیا ہے۔ پس وہ قتل کرنے میں اسراف نہ کرے گا۔ کیونکہ نصرت خدا اس کے شامل حال ہو گی۔ اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ یہ عام مقتولین کا حکم نہیں ہے۔ کیونکہ اول تو یہ خلاف مشاہدہ ہے کہ مقتول کے وارث کو قاتل پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ بہت سے خون ایسے ہیں جو بالکل ہدر ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ بجائے قاتل دوسرے بے گناہ قتل ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر کوئی غلبہ نہیں پاتا۔ دوسرے اس آیت میں حکم ہے۔ کہ وہ وارث مقتول ایسا منصور ہو گا۔ کہ جتنا چاہے وہ قتل کر دے۔ اسراف نہ ہو گا۔ اور عام حکم قصاص یہ ہے۔ کہ ایک کے عوض ایک ہی قتل کیا جائے نہ کہ ہزاروں۔ پس اس لئے یہ کوئی مظلوم خاص ہے۔ جس کے عوض ہزاروں قتل کئے جائیں گے۔ اور کوئی مثل یحییٰ علیہ السلام نفس زکیہ ہے۔ کہ یحییٰ کے عوض ستر ہزار بنی اسرائیل قتل کئے گئے تھے۔ تیسرے ہر وہ شخص جو بے وجہ ناحق قتل کر دیا جائے۔ وہ ضرور مقتول مظلوم ہے۔ تو چاہئے کہ ہر ایک مقتول کے وارث کو یہ قدرت اور سلطنت قاتلین پر حاصل ہو۔ اور وہ پھر بلا اسراف جتنے دشمن چاہے قتل کر دے۔ حالانکہ یہ حکم قصاص کے بالکل خلاف ہے۔ پس یہ مظلوم کوئی نبی یا نفس نبی ہے۔ جو جان عالم اور روح بنی آدم ہے۔ کیونکہ وہ حیات روحانی و ایمانی بخشنے والا ہوتا ہے۔ اور اس کے قتل ہونے سے لاکھوں مومنین گویا ہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور اس لئے اس کے عوض ایک قاتل قتل نہ کیا جائے گا بلکہ ہزاروں قتل ہوں گے جیسا کہ حضرت یحییٰ کے لئے ہوا۔ کہ وہ نبی تھے قصاص نبی و وصی نبی غیر قصاص عامہ ناس ہے۔ اور اس لئے روایات و تفاسیر میں مروی و منقول ہے کہ یہ مظلوم انہی مظلومین و مستضعفین کی ایک فرد خاص ہے۔ جن کا ذکر ابھی ہوا ہے۔ یعنی یہ مظلوم وہ مظلوم ہے۔ جو عام زبانوں پر اسی نام سے پکارا جاتا ہے۔ اور جس مظلوم کے لئے تمام دنیا روتی ہے جس مظلوم کی مظلومیت ہر ایک قوم اور ہر ایک مذہب و ملت کے افراد میں اثر رکھتی ہے۔ یعنی سید الشہداء حسین مظلوم اور بہتر خاص اور عام ایک سو باون شہیدوں اور مظلوموں کے وہ تین دن کا بھوکا پیاسا شخص اس لئے ذبح کیا گیا۔ کہ وہ کہتا تھا۔ کہ اللہ ایک ہے۔ ربنا اللہ۔ ہمارا

پروردگار صرف اللہ ہے۔ اور اس واسطے یہ ولی الدم اور وارث حسینؑ فرزند حسینؑ حجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اور وہ منصور من اللہ ہے۔ اور اسی واسطے احادیث میں آیا ہے۔ اوّل نداء اصحاب مہدی یہ ہوگی۔ یَالِثَارَاتِ الْحُسَیْنِؑ کہاں ہیں خون حسینیؑ کا بدلہ لینے والے؟ چنانچہ مذکور ہوا۔

یازدہم۔ اسی ناصریت و منصوریت کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وَاِذَا جَآءَهُمْ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِیْنَ اور جب ان کی طرف خدا کی مدد آئے گی۔ تو کہنے لگیں گے۔ کہ ہم تو تمہارے ساتھ تھے (یہ جھوٹ بولتے ہیں)۔ کیا خدا ان کے دلوں کی بات جاننے والا نہیں ہے؟ روایت میں وارد ہے۔ کہ اس سے مراد نصرت قائمؑ ہے۔ اور نصر آپ کا نام ہے۔ اور یہی وہ ناصر دین ہے۔ جو سابقاً مذکور ہوا۔

دوازدہم۔ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ جن پر ظلم ہوا ہے۔ اگر وہ اس کے بعد اپنا انتقام لے۔ تو اس پر کوئی راہ اعتراض نہیں ہے۔ منصور اور منتقم سے مراد بھی مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ جو تمام مظلومین انبیاءؑ و اوصیاءؑ و اولاد انبیاءؑ کا انتقام لے گا۔ اور منتقم اور منتصر اس کے اسماء مبارکہ سے ہیں۔

سیزدہم۔ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ بھلے کا فرو! جن کو تم معبود جانتے ہو۔ وہ معبود ہیں۔ یا) وہ خدائے بزرگ و برتر جو مضطر کی دُعا کو قبول کرتا ہے جبکہ وہ دعا کرے۔ اور اس کی تکلیف و مصیبت کو دفع کر دیتا ہے۔ اور تم کو خلفاء الارض بناتا ہے۔ صورتِ تنزیل اس آیت کی ظاہر ہے۔ اور صورت تاویلی میں منقول ہے۔ کہ یہ مضطر مہدی آخر الزمانؑ ہیں۔ کہ جب وقت آئے گا۔ تو وہ دو رکعت نماز پڑھیں گے اور دعا کریں گے۔ تو اس وقت خدا ان کی دُعا قبول کرے گا اور اذن خروج دے گا! اور کون اس بزرگوار سے زیادہ مضطر ہو سکتا ہے۔ جو ایک ہزار برس کے زائد عرصے سے ظلم و جور و عدوان دیکھ رہے ہیں اور صبر کرتے ہیں اور قدرت نہیں پاتے ہیں اور خود پوشیدہ پھرتے ہیں۔ بیشک مضطر بہت ہیں مگر مضطر مطلق اور اس کا مصداق کامل یہی جنابؑ ہیں۔ اور حقیقت امر یہ ہے کہ جب دنیا میں ظلم و جور حد سے زیادہ پھیل جائے گا۔ اور تمام روئے زمین خشکی و تری ظلم و جور و فتنہ و فساد سے پُر ہو جائے گی۔ اور ہر طرف خونریزی کا بازار گرم ہوگا۔ ہر طرف جان و مال و عزت و

ناموس معرضِ خطر میں ہوں گے۔ اس وقت تمام عالم خصوصاً بندگانِ خاصِ خدا اور نکوکاروں میں سخت اضطراب و اضطرار پیدا ہوگا۔ اور دنیا چیخ اٹھے گی۔ اور طالبِ مدد و نصرتِ خدا ہوگی۔ اس حالت اضطراب و اضطرار کو دیکھ کر امامِ خلقؑ اور ولیِ زمانؑ سے نہ رہا جائے گا۔ اور اس ظلمِ عمومی کو دیکھ کر نہایت مضطر ہوں گے۔ جس وقت ان کا اضطرار حدِ کمال کو پہنچ جائے گا۔ اور حضرت ظہور و خروج کے لئے بے چین ہوں گے۔ تو بارگاہِ ایزدی میں دعا کریں گے۔ اور اذنِ خروج چاہیں گے۔ اس وقت مضطرِ کامل و مضطرِ مطلق اور تمام مضطرین و مضطرین کے پیشوا اور قائم مقام و خلیفۃ اللہ کی دعا قبول ہوگی۔ اور اذنِ خروج دیا جائے گا۔ اور اسی لئے مصداقِ کامل اس آیت کا یہی امام حق ہے۔ اور اسی وجہ سے مضطر ہے۔ فافہم و تدبر لیف۔

چہاردہم۔ وَإِنْ نَشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ اور اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے ایسی آیت نازل کریں۔ جس کے آگے سب مخالفین و معاندین کی گردنیں جھک جائیں۔ تفسیر میں وارد ہے۔ کہ اس آیت سے مراد وہ ندائے آسمانی ہے۔ جو وقت ظہور مہدی آخر الزمانؑ آسمان سے آئے گی (جس کا اکثر روایات میں ذکر آ چکا ہے۔ اور آئے گا۔) اور اس وقت معاندین و منافقین اس کے آگے عجز و انکساری ظاہر کریں گے۔ بلکہ خود وجود آنجنابؑ آیتِ خدا ہے بلکہ آیت بزرگِ الٰہی۔ اور کونسی آیت ان سے بڑھ کر ہو سکتی ہے۔ جن کا نفسِ وجود دلیلِ توحید و نشانِ حق ہے۔ و نعم ما قال ابن ابی الحدید ۔

وما آية لله اكبر منهم وهم آية من دونهم كل آية

یعنی اہلِ بیتؑ سے کوئی آیت خدا بزرگ تر نہیں ہے۔ وہ ایسی آیت ہیں۔ کہ جن کے سامنے سب آیاتِ الٰہی پست ہیں۔ جس وقت مظہرِ کاملِ آیاتِ الٰہی اور یہ آخری خلیفہ خدا و ولی لبور بحکم خدا ظاہر ہوگا اور سیفِ محمدی کھینچے گا۔ اور اس کے اعلان کے لئے من جانب اللہ انتظام ہوگا۔ اور آسمان کی جانب سے ہاتفِ غیبی یا خادمِ اہل البیتؑ یا استادِ جبریلؑ ندا کرے گا۔ اس وقت ظالمین جبارین کو سوائے عجز و انکسار کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔ اور ان کو پستی اور ذلت کے سوا کچھ نظر نہ آئے گا۔ گردنیں شرم۔ ذلت اور خوف سے خم ہوں گی۔ ولو ترى المجرمين ناكسو رؤسهم والله على كل شيء قدير

پانزدہم۔ يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ

وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ تو یہ ع ہم وہ معاندین چاہتے ہیں۔ کہ پھونکیں مار مار کر نورِ خدا کو گل کر دیں۔ اور اللہ اس سے انکار کرتا ہے اور وہ یہی چاہتا ہے۔ کہ اس نور کو کمال پر پہنچائے اگرچہ کافرین پر گراں گزرے"! تفاسیر دال ہیں۔ کہ تتمیم و تکمیل نور محمدی اور اس کا ظہور کامل زمانہ ظہور فرزند رسولؐ دلبند۔ ترلؑ مہدی آلؑ رسولؐ میں ہوگا۔ اور یہ آیت اسی جناب سے متعلق ہے۔ اور اسی کے ہم معنی یہ آیت ہے۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ بعض امور کی تحقیق سابقاً مذکور ہو چکی ہے۔ اور کچھ آیات لاحقہ میں آتی ہے تتعقل و تامل؛

شانزدہم هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (التوبہ) وہی خدا ہے۔ جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غلبہ ظاہری عطا کرے۔ اگرچہ مشرکین بُرا منائیں"! اکثر روایات شاہد ہیں۔ اور خود الفاظ آیت دلالت کرتے ہیں۔ کہ یہ وعدہ ابھی تک پورا نہیں ہوا ہے۔ اور یہ زمانہ ظہور امام مہدی علیہ السلام اور انہی کے ہاتھ پر ہوگا۔ چنانچہ فصول المہمہ میں سعید ابن جبیر سے روایت ہے۔ کہ اس سے مراد مہدی علیہ السلام ہیں۔ اور اس وقت دین اسلام کو تمام ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا۔ اور وہ جناب اولاد فاطمہؑ رضی اللہ عنہا سے ہیں۔ اور سعید ابن منصور اور ابن منذر اور بیہقی نے جابر اور عبداللہ بن حمید سے روایت کی ہے۔ اور نیز ابوالشیخ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ یہ اس وقت ہوگا۔ جب اسلام کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہے گا۔ اور اس وقت بکری اور بھیڑیے ایک جگہ پانی پئیں گے۔ اور گائے شیر سے نہ ڈرے گی۔ اور انسان سانپوں سے مطمئن ہوں گے (ان امور کی تفصیل باب خصائص میں دیکھنی چاہئے) اور اس وقت میں جزیہ نہ ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ وقت جب ہوگا۔ جبکہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے (تفسیر درمنثور و تفسیر کبیر وغیرہا)؛

ہفدہم۔ آیہ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ہے۔ تاویل اس آیت کی حضرت مہدی آخرالزماں علیہ السلام ہیں۔ نصرت تام اور فتح کامل اسی جناب کے عہد سعادت مہد میں اہل اسلام کو حاصل ہوگی۔ بلکہ نفس وجود مہدیؑ فتح و نصرت ہے اور آپ کا نام ہی فتح ہے؛

ہیجدہم۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ والنہار اذا تجلی سے مراد جس کی خدا قسم کھاتا ہے۔ نہار نور صمدی و یوم الٰہی جزو نور محمدی مہدی آخرالزماں ہے۔ کہ اسی وقت نور محمدی کی تجلی ظاہر ہوگی۔ اور تمام عالم امکان اس نور سے روشن ہو جائے گا

اور اسی کی طرف اس آیۃ نور دہم میں اشارہ ہے۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا زمین اپنے مربی کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور یہ اسی وقت ہوگا۔ جبکہ وہ نور محمدی ایسے اوج ظہور و تجلی پر ہوگا۔ کہ آفتاب و ماہتاب کی روشنی ماند ہو جائے گی۔

بستم۔ قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ صورت تنزیلی ظاہر و واضح ہے۔ لیکن تاویل باطنی میں آب جاری و سرد سے مراد آب حیات عالم امکان و روح روان انس و جان امام غائبؑ صاحب العصر والزمان خلیفۃ الرحمان مظہر الایمان عجل اللہ فرجہ ہیں۔ کہ خدا بطور کنایہ فرماتا ہے۔ کہ کوئی ہے کہ جب تمہارا امام غائب ہو جائے۔ تو کوئی ویسا امام بنا لائے۔ یا اس کا علم جو حیات روحانی ہے تم کو پہنچائے۔ معلم و مبین قرآن جو حیات روحانی ہے وہ جنابؑ ہے۔ وہ ماء معین ہے۔ کہ جب جاری ہوگا۔ اور اپنے مقام و منبع سے ظہور و بروز کرے گا۔ تو تمام عالم حیات ظاہری و باطنی و نعیم دنیا و آخرت سے سرسبز ہو جائے گا ہر ایک مومن کا دل نور ایمان و حیات روحانی سے منور و مملو ہوگا۔ اور تمام روئے زمین نباتات سے پُر اور سرسبز اور اہل زمین دین و دنیا کی دولت سے مالا مال ہوں گے۔

بست و یکم يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا (انعام) جس دن تیرے پروردگار کی بعض نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ تو اس دن کسی ایسے نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے اس پر ایمان نہیں لایا ہے۔ یا جس نے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔" اس آیت میں بعض آیت سے مراد وہ آیۂ اکبر حجۃ ابن الحسنؑ مہدی امتؑ ہے۔ کہ جس وقت وہ جناب ظہور کریں گے۔ اس وقت ایسے لوگ جو ان پر پہلے سے ایمان نہیں رکھتے ہیں یا انہوں نے اپنے ایمان میں عمل سے کسب خیر نہیں کیا۔ ان کو اس وقت اس جناب کے خوف سے ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا۔ جیسا کہ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ میں بھی آیت سے مراد وہی جنابؑ ہیں۔

بست و دوم فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ قسم ہے مجھ کو ان کی جو چلتے چلتے پیچھے کو ہٹ جاتے اور غائب ہو جاتے ہیں) میں امام غائبؑ کی طرف تاویلاً اشارہ ہے۔ جناب باقر العلومؑ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ "مراد اس سے امام غائبؑ ہے۔ جو بعد غیبت مثل شہاب ثاقب ظاہر ہوگا۔" اور بعد غیبت رجوع کر کے عالم کو روشن کرے گا۔

بست و سوم وَفِي السَّمَاۗءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ

مِثْلَ مَا اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ اور آسمان میں تمہارا رزق ہے۔ اور جو کچھ کہ تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اور قسم ہے پروردگار زمین و آسمان کی کہ یہ ایسا ہی حق و صدق ہے۔ جیسا کہ تم آپس میں بولتے ہو۔ وعدہ خاص ظہور قائم بالکل حق و صدق ہے۔ جس طرح کہ اور تمام وعدہ ہائے الٰہی حق و صدق ہیں۔

بست و چہارم اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا اس اصحاب قائم کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ روایات میں وارد ہے۔ کہ جب خروج قائم آل محمدؐ کا وقت آئے گا۔ تو اصحاب خاص قائم یعنی تین سو تیرہ جہاں کہیں ہوں گے فوراً اس شب میں اس جناب کے پاس جمع ہو جائیں گے اور بیعت کریں گے۔ اور یہی مطلب ان احادیث کا ہے۔ جن میں آیا ہے۔ کہ خدا ایک رات میں ان کے کام کو درست کرے گا کما مر و سیجئی

بست و پنجم وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْئًا الآیہ اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور اعمال صالحہ کئے ہیں وعدہ کیا ہے۔ کہ وہ ان کو خلیفہ زمین قرار دے گا۔ جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو بنایا۔ اور ان کے لئے ان کے اس دین پر قدرت و تمکین عطا کرے گا۔ جو ان کے لئے پسند کیا ہے۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا۔ اور پھر بلا خوف و خطر خالص میری عبادت کریں گے۔ اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں گے۔ اس آیت میں چند امور غور طلب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ وعدہ عام مومنین سے نہیں ہے بلکہ خاص افراد سے ہے۔ کیونکہ عام مومنین اگر مراد ہوتے۔ تو چاہیئے کہ سارے کے سارے ہی خلیفہ خدا ہوتے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ضرور اس سے خاص مومنین مراد ہیں۔ دوم معیار خلافت کا اس آیت میں ایمان اور عمل صالحات ہے۔ اور اس لئے ضرور اس ایمان سے وہ کامل مکمل ایمان مراد ہے۔ جہاں شک و شبہ و تغیر و تبدل کو راہ نہ ہو۔ جیسے کہ ایک خلیفہ خدا فرماتا ہے۔ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا اگر میرے آگے سے پردہ ہائے ظلمت و کثافت مادیہ و حجابہائے عوارض و عوائق امکانیہ حادثہ اُٹھا دئے جائیں۔ تو بھی میرے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہو۔ یعنی میں اس وقت درجہ ایمان و ایقان پر پہنچا ہوا ہوں۔ جہاں پر پہنچنا چاہئے۔ اور جہاں کمی و زیادتی و تغیر و تبدل و تفاوت و اختلاف نہیں ہے۔ اور اسی طرح عمل صالحات سے تمام اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جیسا کہ لفظ جمع اور الف لام استغراق دال ہے۔

اس لئے کہ اگر مطلق ایمان اور جزوی عمل صالح اور مطلق عمل صالح مراد ہو۔ تو پھر وہی لازم آتا ہے۔ کہ تمام افراد مسلمین بلا استثناء خلیفہ زمین ہوں۔ کیونکہ مطلق ایمان اور مطلق عمل صالح سے کوئی فرد خالی نہیں ہے۔ پس ضرور اس ایمان اور عمل سے فرد کامل مراد ہے۔ اور وہ یہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ تیسرے تشبیہ دلالت کرتی ہے۔ کہ خدا جو ان کو بشارت دیتا ہے۔ کہ ایسا ہی خلیفہ تمہیں بناؤں گا جیسا کہ میں نے تم سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا۔ اس سے مراد خلافت بمعنی بادشاہت نہیں ہو سکتی۔ جو شاہان دنیا کو حاصل ہوئی۔ اور خدا کا یہ مقصود نہیں ہو سکتا۔ کہ میں تم کو مثل فرعون و ہامان و نمرود و شداد و بخت نصر بادشاہ زمین بناؤں گا۔ بلکہ مراد اس سے وہی خلافت ہے۔ جس کو وہ اسی کتاب میں بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے آدمؑ و داؤدؑ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ اس لئے ہرگز اس خلافت کا مصداق شاہان دنیا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ضرور اس کا مصداق خلفاء راشد وارث نبوت و رسالت ہیں۔ چہارم ایک وعدہ یہ بھی ہے۔ کہ میں ان کو ان کے پسندیدہ اور مرتضےٰ دین پر قدرت دوں گا۔ اور ان کے خوف کو امن سے بدل دوں گا۔ اور پھر میری خالص عبادت ہوگی۔ یہ قدرت و تمکین آج تک کسی بادشاہ اسلام کو جن کو مسلمان خلیفہ کہتے ہیں۔ حاصل نہیں ہوئی۔ برابر فسادات و فتن برپا رہے۔ نفاق و شقاق پھیلا رہا۔ اور کشت و خون کا بازار گرم۔ جیسا کہ پہلے نقل ہوا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ وعدہ بطور ظہور و فعلیت ابھی تک وقوع میں نہیں آیا۔ اور یہ وعدہ حقیقی اور اصلی معنوں میں اسی وقت صادق آئے گا۔ جب کہ دنیا میں سوائے اسلام کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا۔ اور سلطنت جبابرہ بالکلیہ منقطع ہو جائے گی۔ اور خوف و خطر دنیا سے اٹھ جائے گا۔ اور بندگان صالحین وارث زمین و پیشوائے خلق ہوں گے۔ اور انہی صالحین اور مظلومین و مستضعفین کے لئے یہ وعدہ ہے۔ اور یہ زمان ظہور حضرت مہدی علیہ السلام میں ہوگا۔ اور اس لئے یہ آیت اسی جنابؑ سے تعلق رکھتی ہے۔ (تفصیل خلافت الٰہیہ میں ملاحظہ ہو)۔

بست و ششم۔ وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فَاسِقُونَ (الحدید ع ۲ حدید مؤمنین) ان لوگوں کے سے نہ ہو جائیں جن کو ان سے پہلے کتاب دی گئی تھی (یہود و نصاریٰ وغیرہا) پس جب ان پر بہت عرصہ گزر گیا۔ تو ان کے دل سخت اور قسی القلب ہو گئے۔ اور بہت سے ان میں فاسق بن گئے " اس کی تاویل میں طول اور درازی مدت سے اس امت محمدی میں

طول غیبت امام مراد ہے۔ مومنین کو چاہیئے۔ کہ اس سے تنگ ہو کر قسی القلب اور فاسق نہ بن جائیں ۔

بست ہفتم ۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ان ایام کو لوگوں کے درمیان باری باری سے پھراتے ہیں۔ کبھی کوئی مالک ہے کبھی کوئی۔ کبھی کسی کی باری ہے اور کبھی کسی کی۔ جب سے دنیا قائم ہوئی ہے۔ سلطنت و غلبہ دشمنان خدا ہی کو رہا ہے۔ اور خدا انہی کو دولت دنیا دیتا رہا۔ تاکہ ان کے دل کی حسرت خوب نکل جائے اور حجت تمام ہو۔ اور اگر ان کو سلطنت نہ ملے۔ تو وہ یہ نہ کہ سکیں کہ لَوْ وُلِّيْنَا لَعَدَلْنَا اگر ہم کو حکومت ملتی۔ تو ہم عدل کرتے۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ ایک دن دوستان خدا اور نکوکاروں کی بھی باری ضرور آئے اور دشمنان خدا کا دور ختم ہو۔ اور پھر لوگ عدل و انصاف حقیقی کا لطف اٹھائیں۔ اور یہ اسی وقت ہوگا۔ جب وہ ظاہر ہوگا۔ جس کی صفت يَمْلَاُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا بَعْدَ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا ہے۔ چنانچہ صادق آل محمد سے یہی مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ ابھی دشمنان خدا اور ابلیس کی باری ہے۔ پس خدا و دوستان خدا و اولیاء اللہ کی باری کہاں ہے؟ بیشک وہ حجت قائم کے زمانے میں آئے گی ۔

بست و ہشتم ۔ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً تمام مشرکین سے مقاتلہ کرو۔ جس طرح کہ وہ تم سب سے کرتے ہیں۔ صدق کلی اس حکم کا زمانہ ظہور مہدیؑ ہوگا۔ جبکہ تمام ادیان پر دین محمدی کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اور وہ مشرکین پر نہایت گراں گزرے گا۔ اور ان سے جزیہ قبول نہ ہوگا۔ اور عدم قبول اسلام پر ہر ایک مشرک قتل کر دیا جائے گا۔ جب تک کہ حکم جزیہ و صلح جاری ہے۔ یہ آیت صادق نہیں آسکتی۔ اور اس لئے اس کی تاویل ابھی نہیں آئی۔ مہدی ہی کے وقت میں آئے گی ۔

بست و نہم ۔ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الانفال پ ۹ بقیہ ع ۱۴)۔ اور ان سے مقاتلہ کرو یہاں تک کہ بالکل فتنہ باقی نہ رہے۔ اور دین کل کا کل دین خدا رہ جائے۔ اور کوئی دین باطل نہ رہے۔ بالکل بدیہی و مشاہد و محسوس ہے۔ کہ اس آیت کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ اور وہ دن ابھی تک نہیں آیا۔ کہ دنیا میں سوائے دین خدا و دین اسلام اور کوئی دین باقی نہ رہے۔ اور فتنہ و فساد دنیا سے بالکل اٹھ جائے۔ اور تمام مشرکین و معاندین و منافقین قتل کر دئے جائیں۔ یہ اسی وقت ہوگا۔ جب کہ من يملا الارض قسطا وعدلا ظاہر ہوگا۔ اور گرگ و میش ایک جگہ پانی پئیں گے۔ اور دنیا جائے امن و

اماں اور بقعۂ جناں ہو گی یعنی ظہور مہدیؑ۔ وھو المطلوب ؛

سی ام أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ أَن يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ
الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُم بِمُعْجِزِينَ أَوْ يَأْخُذَهُمْ
عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ نحل ع۶ "یا وہ لوگ جو بڑی بڑی مکاریاں کرتے اور بُری
چالیں چلتے تھے۔ ان کو اس سے اطمینان ہے۔ کہ خدا ان کو زمین میں دھنسا دے۔ یا ایسی جگہ سے
ان پر عذاب نازل کرے جہاں کا ان کو پتہ بھی نہ لگے۔ یا ان کو خدا چلتے پھرتے ہی میں پکڑ لے
تو وہ اس کو مجبور نہیں کر سکتے۔ یا ان کو حالت خوف میں عذاب میں گرفتار کرے۔ بیشک
تمہارا خدا بڑا شفیق اور مہربان ہے (جواب تک مہلت دی ہوئی ہے) یہ سزائیں اس امت
میں زمانہ ظہور اور قبل ظہور دی جائیں گی۔ قریب بہ ظہور دنیا میں تین خسف واقع ہوں گے۔ بعض لوگ
مسخ ہو جائیں گے۔ بعض پر پتھر برسیں گے۔ اور لشکر سفیانی جو قتل امام کو جائے گا بیداء میں دھنس
جائے گا اور ان میں سے جو دو شخص زندہ بچیں گے۔ ان کے منہ مسخ ہو کر پیچھے کو پھر جائیں گے (جیسا کہ علائم
ظہور میں آئے گا) اب تک ظالمین و کافرین کو مہلت دی ہوئی ہے۔ اور ان عذابوں سے بچے ہوئے ہیں۔
اور اس آیت کی تاویل ابھی تک نہیں آئی۔ زمانہ ظہور اسلام میں آئے گی ؛

سی و یکم فَإِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُورِ اس آیت کی صورت تنزیلی باب قیامت کہی
لی جاتی ہے۔ مگر صورت تاویلی زمانہ ظہور مہدیؑ میں صادق آئے گی۔ جب خدا ان کے ظہور کا
ارادہ کرے گا۔ تو ان کے دل میں القاء کر دے گا۔ اور پھر نکل آئے گا۔ فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمٌ عَسِيرٌ
عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ مدثر "تو یہ دن بڑا سخت ہو گا۔ اور کافروں کے لئے آسان نہ ہو گا"۔
وہ جناب اس الناقور اور نقر کے بعد خروج فرمائیں گے اور دشمنان خدا کو قتل کریں گے ؛

سی و دوم وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا "کہہ دو اے
پیغمبر کہ حق آ گیا اور باطل نیست و نابود ہو گیا۔ بیشک باطل مٹ جانے ہی والا تھا" بلا شک و شبہ
جملہ انبیاء حق لے کر آئے۔ اور پیغمبر خاتم النبیینؐ مجسمۂ حق تھے۔ اور ہدایت اور کامل دین حق کے
ساتھ بھیجے گئے۔ لیکن باطل ابھی تک دنیا سے بالکلیہ نیست و نابود نہیں ہوا۔ بلکہ ابھی تک روئے
زمین کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر ضرور ہے کہ یہ بالکل مٹ جائے۔ اور یہ فرزند رسولؐ
اور جزو نور محمدی مہدیؑ امت کے ہاتھ پر ہو گا۔ جب کہ سوائے دین حق دنیا میں کچھ باقی نہ رہے گا
اور اسی وقت یہ آیت اپنے اصلی معنوں میں صادق آئے گی۔ اور یہی حق مہدیؑ امت ہے۔ اسی واسطے

وقت ولادت باسعادت حضرت ختمی مرتبت منادی نے آسمان سے ندا دی تھی۔ جاء الحق و زھق الباطل الخ اور اسی وجہ سے وقتِ ولادت باسعادت مہدیٔ امت نے تلاوت کی تھی۔ کہ تکمیل اس کی مجھ سے ہوگی۔ اور اس کے صدق کا آئینہ میں ہوں۔ اور یہی آیت ان کے اعضائے سجدہ پر نقش تھی۔

سی وسوم سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

ہم ان کو اپنی نشانیاں اطراف و آفاق عالم اور خود ان کے نفسوں میں دکھلاتے ہیں۔ تاکہ یہ ظاہر ہو جائے اور کھل جائے۔ کہ یہی حق ہے۔ وقت ظہور قائم اہل عناد آفاق عالم میں قحط و کشت و خون و غارت اور اپنے اندر مسخ وغیرہ کی آیات دیکھیں گے۔ اور ایسی آیات الٰہی نظر آئیں گی۔ کہ سب جان لیں۔ کہ قیام قائم حق ہے۔ اور اس نے ظہور فرمایا ہے۔ جس کے منتظر تھے۔ حق نام ہے مہدیٔ امت کا۔

سی و چہارم۔ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضْعَفُ جُنْدًا یہاں تک کہ وہ دیکھیں گے۔ جو کچھ کہ ان سے وعدہ کیا گیا ہے یا عذاب یا قیامت۔ تو پھر اس دن جانیں گے۔ کہ باعتبار مرتبہ و مقام بدتر اور کون از روئے لشکر کمزور و ضعیف ہے۔ اس وقت یقین کریں گے۔ کہ لشکر امام کا مقابلہ کوئی صاحب دولت و حشمت نہیں کر سکتا۔ جدھر پھریرا ہلا دیں گے فتح ہوگی۔ اور مشارق و مغارب عالم کو زیر کر لیں گے والحمد للہ علی احسانہ و انعامہ خدا کہیں جلد وہ دن لائے إِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَرَاهُ قَرِيبًا۔

یہی وہ وعدۂ خاص الٰہی ہے۔ جو اس نے اپنے حبیبؐ سے کیا تھا۔ اور جس کی بابت یوں دعا کرنے کا حکم دیا تھا۔ قُلْ رَبِّ إِمَّا تُرِيَنِّي مَا يُوعَدُونَ (مومنون ع ۶) کہو اے حبیبؐ کہ پروردگارا جس چیز کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔ اگر مجھے ابھی دکھلا دے (تو کیا اچھا ہو)۔ وَإِنَّا عَلَىٰ أَنْ نُرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَادِرُونَ خود اس کے جواب میں فرماتا ہے۔ کہ بیشک ہم اس کے تجھ کو دکھلانے پر ہر حال میں قادر ہیں۔ جو ان سے وعدہ عذاب کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کی صورت بھی خود بیان کرتا ہے۔ کہ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ الخ۔

بیشک جس نے تجھ پر قرآن فرض کیا ہے وہ ضرور تجھ کو پھر تیری بازگشت کی طرف لوٹانے والا

ہے۔ یعنی اس میں اس طرف اشارہ ہے۔ کہ جب وہ وقت آئے گا۔ اور وہ وعدہ پورا ہوگا۔ تو ہم تجھ کو اے حبیبؐ پھر اس عالم میں لوٹا لائیں گے۔ اور اس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی کریں گے۔ اور تجھ کو دکھلائیں گے۔ اور وعدۂ ظہورِ حق وغلبہ کلی اسلام اور عذاب معاندین ومشرکین موقوف ہے ظہور قائم آل محمدؐ پر۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس وقت مشرکین کو بالکلیہ قتل کر دیا جائے گا۔ پس یہ وعدہ وعدۂ قیام قائم ہے۔ اور یہ وقت وقتِ ظہور وخروج امامؑ۔ لہٰذا یہ سی و پنجم پینتیسویں آیت ہے شان امام مہدی علیہ السّلام میں:

اور یہی وہ وعدہ ہے۔ جس کی بابت کافرین پیغمبرؐ اور متبعین پیغمبرؐ سے پوچھتے تھے۔ متیٰ یَوۡمُ الۡفَتۡحِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ اے مسلمانو! بتلاؤ۔ وہ روز فتح جس کے تم امیدوار ہو کر غلبہ کلی ہمیں حاصل ہوگا۔ اور تمام ادیان پر فتح پاؤ گے۔ وہ فتح کا دن کب ہوگا؟ اس کے جواب میں قُلۡ یَوۡمَ الۡفَتۡحِ لَا یَنۡفَعُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِیۡمَانُہُمۡ وَلَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ فَاَعۡرِضۡ عَنۡہُمۡ وَانۡتَظِرۡ اِنَّہُمۡ مُّنۡتَظِرُوۡنَ سجدہ کہہ دو۔ کہ اس فتح کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا اور نہ اس دن ان کو مہلت دی جائے گی۔ پس ان سے اعراض کر۔ اور منتظر روز فتح اور وعدۂ الٰہی رہو۔ کیونکہ یہ بھی منتظر ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ وہ وعدۂ الٰہی ابھی پورا نہیں ہوا۔ یہ فتح ابھی پیغمبرؐ کو نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ اس فتح کی نشانی یہ ہے۔ کہ اس دن کافرین کا ایمان لانا کوئی فائدہ نہ دے گا۔ اور اس دن ان کو مہلت نہ دی جائے گی۔ اور اب تک ایسی فتح حاصل نہیں ہوئی۔ اور نہ ایسا حکم قتل عام اور کافرین پر عذاب نازل ہوا۔ جس میں مہلت نہ دی جائے۔ سب سے بڑی فتح فتح مکہ ہے۔ جس کو خدا فتح مبین کہتا ہے۔ اس میں یہ دو باتیں موجود نہیں ہیں۔ اس دن کافرین ومشرکین کا ایمان لانا مفید ہوا۔ سب کو معاف کر دیا گیا۔ حتّٰی کہ مشرکین خاص اور دشمنان خدا ورسولؐ کو بھی اس دن معاف کر دیا گیا۔ اور حکم جزیہ وصلح آج تک جاری ہے۔ اور اس لئے یہ وعدہ ابھی پورا نہیں ہوا۔ بلکہ اسی وقت ہوگا۔ جب کہ کافرین ومشرکین کو بالکل نیست ونابود کر دیا جائے گا۔ بالکل مہلت نہ دی جائے گی۔ اور اس وقت ان کا خوف سے ایمان لانا قبول نہ ہوگا۔ جزیہ نہ لیا جائے گا۔ صلح نہ کی جائے گی۔ اور اسی دن یہ آیت بھی صادق آئے گی۔ لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا اور جزو اخیر آیت دال ہے۔ کہ پیغمبرؐ کو ابھی انتظار کا حکم ہے۔ اور کافرین بھی اس عذاب کے منتظر ہیں۔ پس یہ فتح ونصرت آل محمدؐ ہے۔ اور یہ سب وعدے اسی کے ہاتھ پر پورے ہوں گے اور رسولؐ خود تشریف لا کر دیکھیں گے۔ یہاں سے ثابت ہوا۔ کہ جس قدر آیا

متعلق وعدہ و وقت وعدہ و فتح و نصرت سابقاً مذکور ہوئیں۔ ان سب کی تائید و تصریح اس آیت سے ہوتی ہے۔ اور ضرور ان سب کا مصداق وہی جناب ہیں۔ اور اسی دن تمام ادیان پر غلبہ کلی ظاہری حاصل ہوگی۔ اور یہ سی و ششم چھتیسویں آیت ہے شان امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام میں:

سی و ہفتم۔ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً اس نے تم پر نعمت ظاہریہ اور نعمت باطنیہ کو جاری کر دیا ہے۔ اور کامل کر دیا ہے۔ اسی میں تاویلاً نعمت ظاہرہ سے امام ظاہر و حاضر اور نعمت باطنہ سے امام غائب مراد ہے۔ اور کون اس میں شک کر سکتا ہے۔ کہ بہترین و کامل ترین و اعلےٰ ترین نعمتِ خدا نعمتِ ہدایت و ہادی ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جس سے نظام عالم وابستہ ہے۔ اور یہی وہ نعمت ہے۔ جو باعث وجود عالم ہے۔ یہی وہ نعمت ہے۔ کہ باقی تمام نعمات و رحمات اس کے تحت میں ہیں۔ اور اسی کے واسطے اور وسیلے سے پہنچتی ہیں۔ اور تمام عالم میں اس کا فیض جاری ہے۔ اور اسی واسطے اوّل مظہر رحمت واسطہ کا اللہ شانہ تبارک باقیہ وائمہ کے حق میں فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ "اے ہمارے حبیبؐ ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر تمام عوالم کے لئے رحمت بنا کر"۔ پس وجود محمدی تمام عالم کے لئے رحمت ہے۔ اور اسی طرح وجود نفس محمدی تمام عوالم کے لئے رحمت و نعمت۔ اور یہی وہ نعمت ہے جس کی بابت خدا لوگوں سے قیامت میں سوال کرے گا۔ جیسا کہ فرماتا ہے ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ "پھر تم سے ضرور بالضرور اس دن نعمتوں کی بابت سوال کیا جائے گا"۔ خدا کی شان اس سے کہیں ارفع و اعلےٰ ہے۔ کہ وہ کھانے پینے کی چیزوں سے ہم سے سوال کرے کہ میں نے تمہیں روٹی دی۔ میں نے تمہیں پانی دیا۔ میں نے تمہیں آم کھلائے۔ میں نے تمہیں بیر کھلائے۔ میں نے سیب دیے۔ اور میں نے تمہیں انگور دئے۔ غنی و جواد و کریم و فیاض مطلق کے لئے ممکن ہے؟ کہ وہ ان ادنےٰ چیزوں۔ سبز کھیتوں۔ سبزی ترکاریوں سے سوال کرے درآنحالیکہ اس نے محض اپنے کرم و جود و عطاء و فیض و تفضل سے عطا کی ہیں۔ بلکہ خلقت عالم مقام جود سے ہے۔ پھر جواد خود کس طرح ان چیزوں سے سوال کرے گا۔ کوئی سخی کوئی نعمت دے کر احسان نہیں جتاتا اور باز پرس نہیں کرتا۔ خداوند عالم جو غنی مطلق ہے۔ وہ کیونکر ذرا ذرا سی چیزوں کی باز پرس کرے گا۔ سوال اس نعمت سے ہوگا۔ جس کی اطاعت اس نے فرض کی ہے اور ہادی بنا کر بھیجا ہے۔ اور اسی نعمت سے خود رسولؐ خدا روز قیامت سوال کریں گے۔ جیسا کہ آپ

اہل البیتؑ میں آ چکا ہے۔ پس حضور وجود امامؑ نعمت عامہ تامہ کاملہ شاملہ ہے۔ اور اس لئے نعمت ظاہرہ امامؑ حاضر ہے۔ اور نعمت باطنہ امام غائبؑ۔ یہ وہ نعمت کاملہ شاملہ ہے۔ کہ جس وقت اس کا ظہور ہوگا۔ تمام نعم دنیاوی اہل دنیا کو حاصل ہو جائیں گی اور دنیا دار النعیم بن جائے گی۔ اور اسی واسطے ہم نے کہا تھا۔ کہ تمام نعمتیں اس نعمت کے تحت ہیں۔ اور جو اس نعمت کا منکر ہے یا کفران نعمت کرتا ہے۔ اس سے پھر ہر ایک نعمت کی باز پرس ہے۔ جو اس کے وسیلے سے پہنچی ہیں اور اس کے ماتحت ہیں۔ فَلَا تَكُن مِنَ الْكَافِرِينَ وَكُن مِنَ الشَّاكِرِينَ دیکھو کتب فضائل و مناقب ینابیع وغیرہ و ایضاً بعض کتب تفاسیر ثعلبی وغیرہ ؏

سی و ہشتم وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا (طٰہٰ ع) "اور جس نے ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہے۔ تو ضرور اس کے لئے نہایت تنگ معیشت دنیویہ ہے۔ اور روز قیامت ہم اس کو اندھا اٹھائیں گے۔ اور اس وقت وہ کہے گا۔ کہ پروردگارا تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا۔ حالانکہ میں تو بینا تھا۔ اس وقت خدا فرمائے گا۔ كَذَٰلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَٰلِكَ الْيَوْمَ تُنسَىٰ اسی طرح تیرے پاس ہماری نشانیاں آئیں۔ تو نے انہیں ترک کیا اور انہیں بھلا دیا۔ پس اسی طرح سے آج تو بھلا دیا جائے گا۔ اور چھوڑ دیا جائے گا۔" اس آیت سے دو باتیں ثابت ہیں اوّل یہ کہ جو کافرین و منکرین خدا اور اس کی عبادت اور اس کے ذکر سے اعراض کرنے والے ہیں۔ ان کی روزی دنیا میں خدا نے بہت تنگ بنائی ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسے لوگ روز قیامت اندھے اُٹھیں گے۔ مگر یہ دونوں امر خلاف واقع اور نیز دوسری آیات کے متناقض ہیں۔ کیونکہ تاریخ و مشاہدہ بتلا رہا ہے۔ کہ آج تک منکرین خدا و رسولؐ مقابلہ مومنین مسلمین نہایت فراخ روزی میں بسر کرتے رہے ہیں۔ اور اب تک نعمات دنیا انہی کا حصہ رہی ہیں۔ اور نیز خدا خود فرماتا ہے۔ کہ اگر ہمیں مومنین کی تنگ دلی اور ان میں سے بعض کے پھر جانے کا خیال نہ ہوتا تو ہم ان کو اس سے بھی زیادہ دیتے۔ اور ان کے گھر اور چھت اور کوٹھے سب سونے چاندی کے بنا دیتے۔ اور اسی واسطے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اَلدُّنْيَا سِجْنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَجَنَّةٌ لِلْكَافِرِينَ یہ دنیا مومنین کے لئے قید خانہ اور کافرین کے لئے بہشت ہے۔ پھر کہاں کافرین اور مومنین کی روزی تنگ ہوئی اور کیوں کر یہ آیت صادق آئی۔ اور اسی طرح روز قیامت ان سب کا اندھا اُٹھنا بالکل خلاف واقع ہے۔ کیونکہ آیۂ سورۂ ق دلالت کرتی ہے کہ اس

زیادہ بصارت والے اُٹھیں گے اور نگاہ تیز ہوگی۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ "پس اس وقت تجھ سے حجت عوائق مادیہ کھول دیں گے۔ پھر تیری بصارت اس دن خوب تیز ہو جائے گی"۔ اور احادیث اسی پر دال ہیں۔ اور حکماء نے تحقیق کیا ہے۔ کہ مرنے کے بعد قوائے احساسیہ و ادراکیہ نفسانیہ دس گنی ہو جاتی ہیں۔ کیوں کہ حاجب و مانع ایک درجہ برطرف ہو جاتا ہے۔ بنا بریں معلوم ہوا۔ کہ اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے۔ اور ضرور اس قیامت سے قیامت کبرٰے مراد نہیں ہے۔ بلکہ یہ حالت ان کافرین و منکرین کی زمانہ ظہور نور محمدی میں ہو گی۔ اور اس وقت ان کی معیشت نہایت درجہ تنگ ہوگی۔ چنانچہ واقعات زمانہ ظہور اور روایات شاہد ہیں۔ اور روایات میں یہ بھی ہے۔ کہ اس دن یہ معاندین و منکرین ناصبین اس نور محمدی کو نہ دیکھ سکیں گے۔ اور اس نعمت اور اس نور سے محروم رہیں گے۔ اور قیامت سے مراد اس آیت میں یہ قیامت صغرٰے ہے۔ اور اسی واسطے روایات میں آپ کا نام قیامت بھی ہے۔ اور ساعت بھی۔ جیسا کہ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا "ہیں۔ کہ بیشک ساعت آنے والی ہے۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ قیام و خروج اس جناب کا حتمی و لازمی ہے اس میں کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ اور ساعت کبرٰے و قیامت کبرٰے اس کے بعد واقع ہوگی۔ اور یہ اسی قیامت کبرٰے کے علائم و آثار اور مقدمات میں سے ہے۔ پس کوئی منافات اس میں نہیں ہے۔ کہ قیامت کبرٰے کے ساتھ اس کو بھی ساعت و قیامت سے تعبیر کیا جائے۔

تأمل فیہ

سی و نہم وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (زمر) "اس وقت زمین اپنے مربی کے نور سے چمک اُٹھے گی۔ اور کتاب سامنے رکھی جائے گی۔ اور انبیاءؑ اور شہداءؑ کو بلایا جائے گا اور ان کے درمیان سچا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور ان پر ظلم نہ ہوگا"۔ خاص انبیاءؑ اور شہداءؑ کے جمع ہونے اور ان کے متعلق فیصلہ کئے جانے کا دن وہی ہے جبکہ انبیاءؑ و اولاد انبیاءؑ کے خون اور ظلم و جور کا انتقام لینے والا منتقم من اللہ ظاہر ہوگا۔ ورنہ حشر عمومی اور قیامت کبرٰے میں جملہ مخلوقات کا فیصلہ ہوگا۔ اور نیز وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا سے بھی ثابت ہے۔ کہ یہ قیامت کبرٰے کا ذکر نہیں ہے۔ کیونکہ قیامت کبرٰے میں نہ یہ زمین باقی رہے گی اور نہ یہ آسمان يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ "السموات مطويات بيمينه" اور یہ فیصلہ زمین پر ہے۔ اور زمین نور مربی سے روشن

ہوگی۔ پس ضرور یہ قیامت صغریٰ لے خروج مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ فلا تکن من الممترین
وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ (توبہ ع ۱۳) اور ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد بدو ہیں کچھ منافقین ہیں۔ اور ان اہل مدینہ میں سے بھی منافق ہیں جو نفاق پر خوب اڑے ہوئے ہیں۔ تم ان کو نہیں جانتے ہو۔ ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔ ہم انہیں دو مرتبہ عذاب کریں گے۔ اور پھر عذاب عظیم کی طرف بھیجے جائیں گے۔ ظاہر الفاظ آیہ سے ثابت ہے۔ کہ عذاب عظیم عذاب آخرت ہے۔ چنانچہ اور دوسری آیات میں اس کو عذاب اکبر بھی کہا گیا ہے۔ فَأَذَاقَهُمُ اللَّهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ پھر اللہ نے ان کو زندگی دنیویہ میں ذلت و رسوائی کا مزہ چکھایا اور بیشک آخرت کا عذاب بہت بڑا عذاب ہے۔ کاش کہ وہ جانتے " اور کہیں اس عذاب کو اشد عذاب کہا گیا ہے۔ فَمَا جَزَاءُ مَن يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَىٰ أَشَدِّ الْعَذَابِ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ (بقرہ) پس کیا جزا ہے ان کی جو ایسا کرتے ہیں۔ الا یہ کہ ان کو دنیا میں رسوائی اور ذلت نصیب ہو۔ اور روز قیامت وہ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں " اس سے یہ بھی معلوم ہے۔ کہ تمام کافرین کو دنیا میں ذلت و رسوائی ضروری ہے۔ مگر اب تک اس کے خلاف ہے۔ اور نسبتًا وہ بہت زیادہ عزت میں ہیں۔ اس لئے ضرور قیامت کبریٰ اور عذاب اشد اکبر سے پہلے دنیا میں خدا سب کافرین کو سزا دے گا اور عذاب کرے گا۔ اور یہ بات کلیتًہ نصیب نہ ہوگی مگر اس وقت جبکہ غلبہ کلی اسلام کو حاصل ہو۔ یعنی وہ وقت خروج مہدی آخر الزمانؑ وھوالحق۔ اور اس وقت بہت سے کافر مردہ بھی زندہ کرکے عذاب کئے جائیں گے۔ اور وہی وہ دوسری زندگی ہے۔ جس کا ذکر وہ روز قیامت یوں کریں گے۔ قَالُوا رَبَّنَا أَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَىٰ خُرُوجٍ مِّن سَبِيلٍ (مومن) اے ہمارے پروردگار تو نے ہمیں دو دفعہ مارا۔ اور مارنے کے بعد دو دفعہ جلایا۔ پس ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار و اعتراف کر لیا۔ تو کیا اب ہمیں یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ مل سکتا ہے "! یہ ایک دفعہ عام موت کے بعد زمانہ ظہور مہدی میں زندہ جائیں گے۔ اور پھر مرنے کے بعد دوبارہ قیامت کبریٰ کو اٹھائے جائیں گے۔ دو دفعہ مارنا اور دو دفعہ جلانا بلا حقیقت زمانہ ظہور کسی طرح صادق نہیں آسکتا۔ مصدق احیاء بعد موت ہے۔ اور

امامت بعد حیات اور ایجاد اولیٰ کو احیاء نہیں کہتے۔ اور موت ثانوی دنیا میں ثابت نہیں۔ الّا وہی رجعی فلا تکن من الشاکین۔

چہل ویکم وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوا قَالَ أَكَذَّبْتُم بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمَّاذَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِم بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنطِقُونَ "اور جس دن ہم ہر ایک امت میں سے ایک ایک جماعت کو جمع کریں گے اور بلائیں گے اُن لوگوں میں سے جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی ہے۔ پھر وہ علیحدہ علیحدہ ٹولیاں بنا دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ آئیں گے۔ تو وہ کہے گا۔ کیا تم نے میری آیات کی تکذیب کی؟ حالانکہ تمہارا علم ان پر احاطہ رکھتا یا تم پڑھے ہوئے کیا کرتے تھے؟ پس ان پر ان کے ظلم کی وجہ سے وعدہ عذاب آگیا اور بول بھی نہ سکے" یہ ہر ایک جماعت و گروہ کے مکذبین کی ایک ایک ٹولی بھی زمانہ ظہور امام ہی میں جمع کی جائے گی اور اٹھائی جائے گی۔ کیونکہ روز قیامت کبرے تو بلا استثناء جملہ مخلوقات کا حشر ہوگا نہ کہ صرف ایک ایک جماعت خاص کا۔ اور وہ بھی ان کا جو مکذبین آیات الٰہی ہیں۔ چنانچہ سورۃ کہف رکوع ۶ میں فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْأَرْضَ بَارِزَةً وَحَشَرْنَاهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ أَحَدًا "اور اس دن سے ڈرو جس دن ہم پہاڑوں کو چلا دیں گے اور تم زمین کو پہاڑوں سے خالی پاؤ گے۔ اور سب کا حشر اور سب کو جمع کریں گے۔ اور ایک کو بھی باقی نہ چھوڑیں گے" یہ ہے حشر کلی اور حشر عمومی۔ اور سابق الذکر حشر خاص ہے۔ جو وقت خروج امامؑ ہوگا۔ اور یہ آیت اسی جناب سے تعلق رکھتی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں سے بعض اسماء و القاب میں مذکور ہوں گی اور بعض دوسرے ابواب میں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِن قَبْلُ۔

فصل

اسماء و القاب امام علیہ السلام

تمہید: یہ مانی ہوئی بات ہے کہ کثرت اسماء کثرت اوصاف پر دلالت کرتی ہے۔ اور اسی طرح بالعکس یعنی کثرت اوصاف موجب کثرت اسماء ہے۔ مثلاً ایک شخص کتابت جانتا ہو۔

اس کو صرف کاتب کہیں گے۔ ایک شخص شعر کہنا جانتا ہے اس کو شاعر۔ اور ایک شخص جو لکڑی کی صنعت جانتا ہے اس کو نجار۔ اور لوہے کا کام جاننے والے کو لوہار۔ اسی طرح ایک شخص عالم ہے اور صرف علم فقہ خوب جانتا ہے اس کو فقیہ کہتے ہیں۔ جو شخص فلسفہ جانتا ہے اس کو فلسفی اور فلاسفر۔ اور علم حکمت جاننے والے کو حکیم اور علم طب جاننے والے کو طبیب اور علم ہندسہ جاننے والے کو مہندس اور علم حساب جاننے والے کو محاسب کہتے ہیں۔ اور جس شخص میں ان میں سے دو یا کئی اوصاف ہوں تو اس کے کئی نام لئے جاسکتے ہیں۔ مثلاً ایک شخص کتابت بھی جانتا ہے۔ شعر بھی کہتا ہے۔ علم ہندسہ سے بھی واقف ہے اور حساب بھی جانتا ہے۔ اس کو کاتب۔ شاعر۔ مہندس اور محاسب کہیں گے۔ اگر وہ بہادر بھی ہے۔ تو شجاع بھی کہلائے گا۔ اگر وہ خوبصورت ہے اور اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ تو حسین کہلائے گا۔ اور بلحاظ جمال و صباحت۔ جمیل و صبیح۔ اور اگر صاحب خلق حسن ہے۔ تو کریم۔ رحیم۔ حلیم سخی۔ صابر۔ شاکر۔ متحمل اور عادل و منصف وغیرہ اسماء سے پکارا جائے گا۔ پھر اگر مثلاً علم فقہ۔ حدیث تفسیر۔ کلام۔ فلسفہ سے بھی واقف ہے۔ تو فقیہ۔ محدث۔ مفسر اور متکلم و فیلسوف کہلائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ ذات جامع جمیع صفات کمالیہ حق سبحانہ وتعالےٰ ہزاروں ناموں سے موصوف و متصف ہے حالانکہ ذات مجرد مطلق و بسیط محض ہے۔ بلحاظ خالقیت و رازقیت خالق و رازق کہلاتا ہے۔ باعتبار احیاء و امامت محی و ممیت۔ بسبب قیام و تقویم اشیاء حی قیوم۔ بلحاظ علم و حکمت علیم و حکیم۔ اور چونکہ ہر ایک شے کو دیکھتا اور ہر ایک آواز کو سنتا ہے سمیع و بصیر کہلاتا ہے۔ چونکہ ہر شے پر باختیار و ارادہ قدرت رکھتا ہے۔ قادر و مختار و مرید کہا جاتا ہے۔ بوجہ رحمت و لطف و کرم رحیم و رحمٰن و لطیف و کریم اس کے نام ہیں۔ بلحاظ تنویر عالم امکان نور السموات و الارض۔ منور النور۔ خالق النور کہلاتا ہے۔ و علیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح اس کے مظہر کامل و آئینہ صفات کاملہ جناب محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بہت سے اسماء گرامی ہیں۔ مثل محمدؐ احمدؐ عبداللہ۔ یٰسین۔ طٰہٰ۔ ذکر۔ مزمل۔ مدثر۔ نٓ و قلم۔ جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ اور بہت سے اسماء احادیث میں پائے جاتے ہیں۔ اور القاب کلام مجید میں بہت سے ہیں۔ اور آنحضرتؐ جامع جمیع اوصاف انبیاءؑ ہیں۔ اور مہدیؑ آخر الزمان وارث اوصاف محمد مصطفیٰؐ لہٰذا وہ بھی جمیع اوصاف انبیاء کو حاوی و جامع ہیں اور خلیفۃ خدا و حجۃ اللہ۔ اس لئے ان کے اسماء و القاب بھی بلحاظ کثرت اوصاف بہت ہی زیادہ ہیں۔ بلکہ ہم سب پر احاطہ بھی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اولیاءؑ و انبیاءؑ میں اب صرف آپؑ ہی باقی ہیں۔ بقیۃ اللہ و بقیۃ الانبیاءؑ کہلاتے ہیں۔ اور بلحاظ اس کے کہ

آپ ہی زمین خدا پہ اس کی حجت ہیں۔ خلیفۃ اللہ و خلیفۃ الاتقیاء۔ حجۃ اللہ و برہان اللہ کہے جاتے ہیں۔
اور چونکہ آخر امام ہیں۔ قائم الائمۃ اور خاتم الاوصیاء کہلاتے ہیں۔ اور امام زمانہ ہونے کی وجہ سے
صاحب۔ صاحب الامر۔ صاحب العصر۔ صاحب الزمان۔ صاحب الناحیۃ۔ قائم الزمان۔
قیم الزمان۔ قائم اور مسیح الزمان کے نام سے موسوم ہیں۔ اور بسبب غائب ہونے کے غیب۔
غائب اور صاحب الغیبۃ اور بعد غیبت رجوع کرنے اور صاحب حکم و ملک ہونے کی وجہ سے
صاحب الرجعۃ۔ صاحب الکرۃ البیضاء۔ صاحب الدولۃ الزہراء اسماء گرامی ہیں۔ بلحاظ ہادی حق
ہونے کے حق و صدق و لسان الصدق۔ داعی و ہادی و مہدی۔ میزان الحق۔ ہدایت و صراط کہے
جاتے ہیں۔ اور بوجہ نورانیت ظاہریہ و باطنیہ و افشاء و اعلان و اظہار نور محمدی مصباح منیر۔ ضیاء
سناء و صبح۔ مسفر۔ نور آل محمد۔ نور الاصفیاء۔ ضیاء۔ نجم۔ نور الاتقیاء اور وراثت نبوی اور
وارث زمین ہونے کی وجہ سے وارث اور مربی زمین ہونے کے باعث رب الارض۔ اور باعث
انعام و احسان خلق ہونے کے سبب۔ قسیم۔ محسن۔ مفضل۔ منان ہیں۔ بوجہ مظہر اوصاف الٰہی
و خلیفہ ہونے کے وجہ اللہ۔ عین اللہ۔ ید اللہ۔ یمین اللہ۔ قوۃ اللہ۔ حبیب اللہ کے القاب
سے پکارے جاتے ہیں۔ اور چونکہ دشمنان خدا و رسول سے بدلہ اور انتقام لیں گے اور ان کو قتل
کریں گے اور سب پر غالب رہیں گے [illegible]۔ صمصام الاکبر۔ قاتل الکفرۃ۔ قابض۔
قاطع۔ [illegible] منتقم۔ ذخیرہ اسماء سے پکارے جاتے ہیں۔ اور چونکہ مومنین ان کے منتظر ہیں۔ اور نیز
[illegible] کے۔ اور گنتاش مومنین انہی سے وابستہ ہے۔ اور غریبوں اور بیکسوں کی وہی مدد
کرنے والے ہیں۔ مفرج اعظم۔ مأمول۔ السلطان المأمول۔ موعود۔ منتظر۔ مؤمل۔ غیبۃ الصابرین۔
کاشف الغطاء۔ الفرج الاعظم۔ غایۃ الطالبین۔ غوث۔ غوث الفقراء۔ فرج المومنین۔ فتح و نصر و
ناصر کے نام ہیں۔ اور اقامہ عدل کی وجہ سے عدل و عادل و قسط کے نام سے پکارے جاتے
ہیں۔ وعلٰی ہذا القیاس اور بہت سے اسماء گرامی ہیں۔ چنانچہ کتب غیبت میں منقول و مروی ہیں۔
اور ان میں سے اکثر بحسب ترتیب حروف تہجی یہاں لکھے جاتے ہیں۔ اور مناسب ہے کہ یہ
ترتیب مراق کتاب مستطاب۔ نجم ثاقب ہو۔ کیونکہ اس سے جامع فہرست کسی کتاب میں
نہیں ہے۔ مزدری کمی بیشی اور جرح و تعدیل اپنے اپنے مقام پر آتی رہے گی۔ اور وہ فہرست
اسماء یہ ہے:۔

(۱) پہلا نام حضرت کا احمد ہے۔ چنانچہ شیخ صدوق نے کمال الدین میں امیر المومنین سے

روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؐ نے۔ کہ میرے فرزندوں میں سے ایک شخص آخر زمانے میں ظہور فرمائے گا۔ اور اس کے دو نام ہوں گے۔ ایک پوشیدہ اور ایک ظاہر پس وہ نام جو مخفی ہے وہ احمدؑ ہے اور جو ظاہر ہے وہ محمدؑ ہے؛

اور شیخ طوسی نے حذیفہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے کہ حضرتؐ نے مہدیؑ کا ذکر کیا۔ پس فرمایا۔ کہ بیعت کریں گے لوگ اُس کے ہاتھ پر درمیان رکن اور مقام کے نام اُس کا احمدؑ ہے۔ اور عبداللہ اور مہدی بھی حضرتؑ کے نام ہیں؛

اور تاریخ ابن خشاب وغیرہ میں مروی ہے۔ کہ وہ جناب صاحب ہیں دو ناموں کے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ ان دو ناموں سے مراد اسم مبارک پیغمبرؐ کے ہیں کہ وہ احمدؐ اور محمدؐ ہیں؛

(۲) دوسرا نام اصلؑ ہے۔ چنانچہ شیخ کشی نے اپنی کتاب الرجال میں ابوحامد بن ابراہیم مراغی سے روایت کیا ہے۔ کہ اس نے بیان کیا۔ کہ ابوجعفر بن احمد بن جعفر قمی عطار نے ایک رقعہ لکھا اصلؑ کی طرف۔ اور اُس میں صاحب ناحیہ و صاحب توقیع سے ہماری تعریف و توصیف کی۔ درآنحالیکہ اُس کے اور حضرت حجتؑ کے درمیان کوئی اور واسطہ نہیں تھا۔ پس اُس کا جواب آیا۔ کہ میں واقف ہوا اُس مضمون پر جس میں تم نے ابوحامد کی توصیف کی ہے۔ خداوند عالم اُس کو اپنی طاعت کی وجہ سے معزز بنائے۔ اور اس حال کو بھی ہم نے سمجھا جیسے ہیں کہ وہ ہے۔ خداوند عالم اُس کو اُس کے واسطے اس سے اور زیادہ بہتر کرے۔ اور ہمیشہ فضل خدا اُس کے شامل حال رہے۔ اور خدا اس کا ولی ہو۔ اس پر بہت سلام ہو اور خاص کر تم پر؛

اور ابوحامد کہتے ہیں۔ کہ یہ مضمون ایک طولانی رقعہ میں تھا۔ جس میں میرے بھائی کے فرزند کے لئے بہت سے امر و نہی مذکور تھے۔ اور اُس رقعہ میں کچھ مقام تھے کہ ان کو قینچی سے کاٹ دیا تھا۔ پس یہ رقعہ اسی ہیئت کے ساتھ علان بن حسن رازی کو دیا گیا؛

اور ہمارے بھائیوں میں سے ایک بزرگ نے جس کو حسن بن نضر کہتے تھے وہ تمام باتیں نقل کر لیں جو ابوحامد کے لئے آئی تھیں۔ اور اس کو اپنے لڑکے کے پاس بھیج دیا۔ پس ظاہر ہے کہ اصلؑ اور صاحب ناحیہؑ اور صاحب توقیعؑ سے مراد امام عصرؑ ہیں؛

اور کتب رجال میں مذکور ہے کہ اصلؑ سے مراد امامؑ ہے۔ اور اسی حدیث سے استشہاد کیا ہے۔ اور گو یہ بات متعین نہیں ہوئی۔ کہ حدیث میں اصلؑ سے مراد کون سے امامؑ ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ کہ اصلؑ سے مراد امامؑ ہے۔ اور وجہ اس امر کی کہ اصلؑ سے

مراد امام عصرؑ یا اور کوئی امامؑ ہے ظاہر ہے۔ کیونکہ یہی نفوس قادسہ و مقدسہ ہر علم و خیر و برکت اور فیضان کی اصل ہیں۔ اور کوئی حق کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ مگر یہ کہ وہ انہی حضرات تک منتہی ہوتا ہے۔ اور کوئی نعمت نہیں ہے مگر ان کے ذریعہ اور طفیل سے مخلوقات کو پہنچتی ہے۔ اور یہی حج اللہ اور خلفاء اللہ دنیا اور دین اور برزخ اور آخرت میں بندگان خدا کے مرجع اور مآب اور ماوے اور ملجا ہیں۔ اور یہی نفوس عالیہ متعالیہ خلقت جمیع عوالم علویہ و سفلیہ کے مقصد اعلےٰ ہیں۔ علیہم الصلوٰۃ والسلام؀

(۳) تیسرا نام حضرت کا **مُ ذُ قَیْذَ مُوْ** ہے۔ چنانچہ فاضل المعی میرزا محمد نیشاپوری نے کتاب ذخیرۃ الالباب معروف بدوائر العلوم میں ذکر کیا ہے۔ کہ نام مبارک حضرت کا توریت میں بلغت ترکوم **اُذقید موّ** ہے؀

(۴) چوتھا نام حضرت کا **ایزد شناسؑ** ہے۔ اور ان کے عارف خدا ہونے کی وجہ ظاہر و باہر ہے۔ بلکہ وہ مجسمۂ معرفت خدا ہیں۔ بلکہ حقیقت اصل عالم امکان ہیں۔ اوّل مخلوق اور نقطۂ دائرۂ تکوین انہی کا نور ہے۔ اور تمام مخلوقات عالم اس نور کی شعاعیں ہیں؀

(۵) پانچواں نام **ایزد نشانؑ** ہے۔ چنانچہ کتاب مذکور میں مسطور ہے۔ کہ یہ دونوں نام حضرت حجتؑ کے مجوس کے نزدیک معروف و مشہور ہیں۔ اور شیخ بہائیؒ نے کشکول میں تحریر فرمایا ہے کہ فارسی لوگ اُس جنابؑ کو ایزد شناسؑ اور ایزد نشانؑ کہتے ہیں۔ یعنی اس آنے والے مہدیؑ کو جس کے سب منتظر ہیں۔ اور اس کی وجہ تسمیہ بھی ظاہر ہے؀

(۶) چھٹا نام **ایستادہ** ہے۔ چنانچہ اُسی مقام میں ذکر کیا ہے۔ کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب شاکونی میں مذکور ہے۔ اور یہ ہم معنی قائم ہے؀

(۷) ساتواں **ابوالقاسمؑ** ہے۔ چنانچہ احادیث معتبرہ میں خاص و عام سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ کہ مہدیؑ میرے فرزندوں میں سے ہے۔ نام اس کا میرا نام ہے اور کنیت اس کی میری کنیت ہے۔ اور کمال الدین میں ابی سہل نوبختی سے اور عقید خادم سے مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ کی کنیت ابوالقاسمؑ ہے۔ اور تاریخ ابن خشاب میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ خلف صالح میرے فرزندوں میں سے ہے۔ اور وہی مہدیؑ ہے۔ نام اُس کا محمدؐ ہے اور کنیت ابوالقاسمؑ۔ اور نیز قاسم بن عدی سے روایت کیا ہے کہ فرماتے ہیں۔ کہ کنیت خلف صالح کی ابوالقاسمؑ ہے؀

اسی واسطے بعض احادیث میں ممانعت وارد ہوئی ہے۔ کہ جس شخص کا نام محمدؐ ہو۔ اس کی کنیت ابوالقاسم مت رکھو۔

اور بعضوں نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت حجتؑ کو اس کنیت سے مجالس اور محافل میں یاد کرنا حرام ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا ہے۔ کہ جو حکم حضرتؑ کے اصلی نام کا ہے وہی حکم اس کنیت کا ہے۔

(۸) آٹھواں ابوعبداللہؑ ہے۔ چنانچہ گنجی شافعی نے کتاب بیان احوال صاحب الزمانؑ میں حذیفہ سے اور اُس نے رسول اللہؐ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ اگر ایام دُنیا میں سے صرف ایک ہی دن باقی رہے۔ تو لابُد ہے کہ خداوند عالم ایک شخص کو بھیجے۔ جس کا نام میرا نام ہوگا اور خلق اس کا میرا خلق ہوگا۔ اور کنیت اس کی ابوعبداللہؑ ہوگی۔ اور عنقریب بیان کیا جائے گا کہ وہ جناب اپنے تمام اجداد طاہرینؑ کی کنیت سے مکنی ہیں۔

(۹) نواں نام ابوجعفرؑ ہے۔ (۱۰) دسواں ابواحمدؑ اور (۱۱) ابوابراہیمؑ ہے۔ اور مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ کے واسطے اُن کے گیارہ آباء طاہرینؑ اور ایک چچا یعنی حضرت امام حسنؑ کی کنیت ہے۔

(۱۲) نام حضرت کا ابوالحسنؑ۔ (۱۳) ابوترابؑ ہے۔ کیوں کہ یہ دونوں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی کنیت ہیں۔ اگرچہ ثانی مر[illegible] ہے۔ لیکن اگر ابوتراب سے مراد صاحب خاک اور [illegible] ترجیح صنالفہ نہیں معلوم ہوتا۔ چنانچہ تفسیر آیۂ مجیدۂ اشرقت الارض بنور ربھا میں وارد ہوا ہے۔ کہ رب زمین امام زمین ہے۔ اور یہ کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے نور کی زیادتی کی وجہ سے لوگ نورِ آفتاب و ماہتاب سے مستغنی ہو جائیں گے۔

(۱۴) نام ابوبکر ہے۔ اور یہ جناب امام رضاؑ کی ایک کنیت ہے۔ چنانچہ ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں اور دوسروں نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔

(۱۵) ابوصالحؑ ہے۔ ذخیرۃ الالباب میں مذکور ہے۔ کہ اُس جناب کی کنیت ابوالقاسمؑ اور ابوصالح ہے۔ اور یہ کنیت حضرتؑ کی صحرائی عربوں اور بادیہ نشینوں میں بہت معروف و مشہور ہے۔ اور اکثر وہ لوگ اپنے استغاثوں اور وسیلوں میں حضرتؑ کو اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اور شعراء اور ادباء قصائد اور مدائح میں ذکر کرتے ہیں۔ اور پہلے زمانے میں یہ نام حضرتؑ کا بہت مشہور تھا۔

(۱۶) امیر الامرۃ ہے۔ امیر المومنینؑ نے یہ خطاب دیا ہے۔ اور ثقہ جلیل فضل بن

شاذان نے کتاب غیبت میں جناب صادق سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؑ نے بعد ذکر کرنے فتن اور حروب اور آشوب کے فرمایا۔ کہ دجال آئے گا اور لوگوں کے گمراہ اور اضلال کرنے میں سخت کوشش کرے گا۔ پس اس وقت ظاہر ہوگا۔ امیر امرہ اور قاتل کفرہ اور سلطان مامول کہ اس کی غیبت میں عقول متحیر ہیں۔ اور اے حسینؑ وہ تیرے فرزندوں میں سے نواں ہے۔ ظاہر ہوگا درمیان رکن و مقام۔ اور جن و انس پر غلبہ پائے گا۔ توجیہ اس کی محتاج بیان نہیں ہے۔ بیشک وہ سب امیروں پر امیر۔ اور سب بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔

(۱۷) احسانؑ ہے۔ اور (۱۸) اذن سامعہ ہے۔ اور بلاشبہ وہ احسان عظیم الٰہی اور اس کے بندوں کا فریاد رس اور اس کا گوش شنوا ہے۔

(۱۹) ایدیؑ ہے۔ اور ظاہراً مراد ایدی سے جریدہ کی جمع ہے اس جگہ بمعنی نعمت ہے۔ چنانچہ صدوق نے کمال الدین میں اور ابن شہر آشوب نے مناقب میں جناب امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کیا ہے۔ تفسیر میں آیہ مجیدہ واسبغ علیکم نعمہ ظاھرۃ و باطنۃ کے۔ کہ نعمت ظاہرہ امامؑ ظاہر ہے اور نعمت باطنہ امام غائب ہے۔ اور قرآن مجید میں مختلف مقاموں پر نعمت کی تفسیر امامؑ سے کی گئی ہے۔ اور تفصیل اس کی تفسیر الآیات میں آچکی ہے۔ اور بلاشبہ امامؑ زماں نعمت کاملہ شاملہ عاملہ تامہ خداوندی ہے۔

(۲۰) بقیۃ اللہ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں ذکر کیا ہے کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب ذوہر میں ہے۔ اور غیبت فضل بن شاذان میں جناب صادقؑ سے احوال قائمؑ میں مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب وہ جناب خروج فرمائیں گے۔ تو دیوار کعبہ سے تکیہ لگا کر کھڑے ہوں گے اور حضرتؑ کے پاس تین سو تیرہ آدمی جمع ہوں گے۔ پس سب سے پہلے اس آیت کو تلاوت فرمائیں گے۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین یعنی بقیۃ اللہ تمہارے واسطے بہتر ہے اگر تم مومن ہو۔ پھر فرمائیں گے۔ کہ میں ہوں بقیۃ اللہ اور حجۃ اللہ اور خلیفۃ اللہ۔ پس نہیں سلام کرے گا حضرت کو کوئی شخص مگر ان الفاظ سے۔ السلام علیک یا بقیۃ اللہ فی ارضہ۔

اور شیخ فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں عمران بن داہر سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے جناب صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ہم حضرت قائمؑ کو اس طرح سلام کرتے ہیں۔ یا امرۃ المومنین یعنی ہم اُن کو یا امیر المومنین کہتے ہیں۔ پس حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ نہ ہرگز نہیں یہ ایک نام ہے کہ خداوند عالم نے امیر المومنینؑ کو عطا کیا ہے۔ نہ اُن سے پہلے یہ نام رکھا

گیا تھا۔ اُن کے بعد میں کوئی شخص اس نام سے موسوم ہوگا مگر وہ شخص جو کافر ہے۔ راوی نے عرض کیا پس ہم کس طرح حضرت حجّت کو سلام کریں۔ فرمایا۔ کہو۔ السلام علیك یا بقیۃ اللہ۔ اس وقت حضرت نے یہ آیت پڑھی۔ بقیۃ اللہ خیر لکم ان کنتم مومنین اور قریب قریب یہی مضمون کتاب فصول المہمہ میں مذکور ہے۔ اور آئندہ اس کا تفصیلی ذکر آئے گا۔

(۲۱) **بئر معطلہ** ہے۔ چنانچہ علی بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں جناب صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ تفسیر میں آیۂ شریفہ و بئر معطلۃ و قصر مشید کے۔ کہ یہ ایک مثل ہے جو جاری ہوئی واسطے آلِ محمدؐ کے۔ بئر معطلہ وہ کنوآں ہے۔ جس سے پانی نہیں نکالا جاتا۔ اور وہ امامؑ ہے جو غائبؑ ہے۔ پس اس کے علم سے لوگ فائدہ نہیں اُٹھاتے جب تک کہ وہ غائب ہے۔ وھو ظاھر۔

(۲۲) **بلد الامین** ہے۔ یعنی قلعۂ محکم اور شہر محفوظ خداوند عالم ہے۔ کہ کوئی شخص اُس کو فتح نہیں کرسکتا۔ اور اس کی تحقیق حالات ظہور و فتوح امام علیہ السّلام سے صاف ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳) بہرامؑ ہے۔ بوجہ عادل کامل ہونے کے بہرام کہا گیا ہے۔ اور بوجہ قاتل کفار ہونے کے بہرام فلک یعنی مریخ سے تشبیہ مسلم ہے۔

(۲۴) بندۂ یزدانؑ ہے۔ یہ دونو نام حضرتؑ کے کتاب الیستاح میں مذکور ہیں۔ بندۂ یزداں ترجمہ عبداللہ ہے۔ اور آپ کا خاص برگزیدہ بندۂ خدا ہونا مسلم۔

(۲۵) پیروزؑ ہے۔ جو کتاب برزین میں مذکور ہے جو زرتس کی تصنیف ہے۔

(۲۶) برہانؑ اللہ ہے۔ جو کتاب انکلیون میں مذکور ہے۔ یہ نام قرآن میں ان کے جدّ بزرگوار جناب رسولؐ مختار کا ہے۔ اور آپؑ اس جنابؐ کے مظہر اور اس کے وارث ہیں۔ اور بلاشبہ آپ کا وجود مجسمہ برہان الٰہی اور دلیل توحید۔ دلیل نبوت دلیل امامت ہے۔ اور اپنی شہادت ساتھ رکھتا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

(۲۷) باسطؑ ہے۔ جو ہدایہ اور مناقب قدیمہ میں مذکور ہے۔ جس کے معنی فراخ کرنے والا اور پھیلانے والا ہے۔ اور فیض اُس جناب کا جیسا کہ خود ارشاد فرمایا ہے۔ مانند آفتاب تمام جگہ پہنچا ہے۔ اور ہر موجود کو اس سے فائدہ حاصل ہوا ہے۔ اور ایام ظہور میں آپ کا عدل ایسا منبسط اور عام ہوگا۔ کہ بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پانی پئیں گے۔ چنانچہ تفسیر شیخ فرات بن ابراہیم میں ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ زمانہ ظہور مہدیؑ آخر الزماں میں یہودی اور نصرانی اور تمام مذاہب والے اسلام میں داخل

ہو جائیں گے۔ جیسے کہ بھیڑیا اور بکری اور گائے اور شیر اور انسان اور سانپ سب آپس میں مانوس اور مامون ہو جائیں گے۔ جیسے کہ چوہا کسی مشک کو پارہ نہیں کرے گا۔ اور اس وقت مظہریت اسم الباسط ذات مہدیؑ کے لئے فعلاً متحقق ہوگی۔ اگرچہ تمام ائمہ ید باسط الٰہی ہیں۔ خصوصاً جناب امیرالمومنینؑ۔ اور شیخ متقدم احمد بن محمد بن عیاش نے مقتضب الاثر میں اپنی سند سے عبداللہ بن ربیعہ مکی سے اُس نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے۔ کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں بھی اُن لوگوں میں سے تھا۔ جو عبداللہ بن زبیر کے ہمراہ خانہ کعبہ میں کام کر رہے تھے۔ اور اس نے کارکنوں کو حکم دیا تھا۔ کہ جس قدر ممکن ہو گہری بنیاد کھود دیں تاکہ پایہ مستحکم ہو جائے۔ پس ہم کو اس کھدائی میں ایک بہت بڑا پتھر ملا۔ جو اُونٹ کے برابر تھا۔ اور اُس پر لکھا ہوا تھا بِسْمِ الْاَوَّلِ لَاشَیْءَ قَبْلَهٗ لَا تَمْنَعُوا الْحِکْمَةَ اَهْلَهَا فَتَظْلِمُوْهُمْ وَلَا تُعْطُوْهَا غَيْرَ مُسْتَحِقِّهَا فَتَظْلِمُوْهَا اور یہ تحریر بہت طولانی ہے۔ اور اس میں پیغمبرؐ کی بعثت کا ذکر ہے۔ اور حضرتؐ کے صفاتِ حمیدہ اور کردار جمیلہ کا ذکر ہے۔ اور منزل اور مدفن کا ذکر ہے۔ اور اسی طرح ہر ایک امامؑ کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جناب امام حسن عسکریؑ کی نسبت لکھا ہے۔ کہ وہ ایک نئے شہر میں مدفون ہوں گے۔ اور بعد اُن کے منتظرؑ ہوں گے۔ کہ نام اُن کا پیغمبرؐ کا نام ہوگا۔ اور وہ عدل کا حکم دیں گے اور خود اس پر عمل کریں گے اور فعل منکر سے منع کریں گے اور خود اس سے پرہیز کریں گے۔ خداوند عالم اُن کے وجود ذیجود سے تمام تاریکیوں کو دور کرے گا۔ اور رفع کرے گا ہر ایک شک اور اندھے پن کو۔ اور اُن کے زمانے میں بھیڑیا اور بکری ساتھ ساتھ چریں گے۔ اور مرغانِ ہوا اور ماہیان دریا مامون ہوں گے۔ اور اُن سے اہل آسمان خوشنود ہوں گے۔ سبحان اللہ کیسے مقدس اور محترم ہیں یہ لوگ اللہ کے نزدیک۔ خوشحال اُس شخص کا جو ان کی اطاعت کرے۔ اور بُرا ہے وہ شخص جو ان کی نافرمانی کرے۔ اور مبارک ہے وہ شخص جو اُن کے سامنے جہاد کرے۔ پس قتل کرے یا قتل ہو جائے۔ اُن پر خدا کی رحمت اور اس کا درود ہو۔ اور وہی ہیں ہدایت یافتہ اور وہی ہیں رستگار اور وہی ہیں کامیاب ؛

(۲۸) **بقیۃ الانبیاءؑ** ہے۔ یہ نام چند دیگر القاب کے ہمراہ حافظ برسی نے مشارق الانوار میں اور سید حسین مفتی کرکی سبط محقق ثانی نے کتاب دفع المناوات میں جناب حکیمہ خاتون سے نقل کیا ہے۔ کہ اُس جناب نے فرمایا۔ کہ پیدائش قائم آل محمدؐ کی شب نیمۂ شعبان میں ہوئی ہے۔ پس میں اُس جنابؑ کو اُن کے بھائی محسنؑ ابن علیؑ کے پاس لائی۔ پس حضرتؑ نے اُن کے روئے مبارک پر دست مبارک پھیرا۔ جو نورالانوار تھا۔ اور فرمایا۔ کلام کرو اے حجۃ اللہ وبقیۃ الانبیاءؑ ونورالاصفیاءؑ وغوث الفقراءؑ وخاتم الاوصیاءؑ ونور الاتقیاءؑ وصاحب کرۃ البیضاءؑ۔ پس کہا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ چنانچہ باب ولادت میں مذکور ہو چکا ہے اور بعض

شیخ مشارق میں اس طرح ہے۔ کلام کرے حجۃ اللہ وبقیۃ الانبیاء وخاتم الاوصیاء وصاحب الکرۃ البیضاء ومصباح البحار العمیقۃ الشدیدۃ البیضاء کلام کرے خلیفۃ الاتقیاء ونور الاوصیاء الخ۔ اور یہ تمام اسمائے مبارک اس جناب کے ہیں۔ اور وجہ تسمیہ تمام کی ظاہر ہے۔ اور اپنے اپنے مقام بیان کا ذکر فی الجملہ تفصیل سے آئے گا۔

(۲۹) تالی ہے۔ اور یوسف بن قزغلی سبط ابن جوزی نے اسی کو مناقب میں حضرت حجتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۳۰) تائید ہے۔ جس کے معنی قوت و زور دینے کے ہیں۔ اور کمال الدین میں امیر المومنینؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے بعد ذکر کرنے شمائل اور اسماء اس جناب کے فرمایا۔ کہ وہ جنابؑ اپنا دست مبارک لوگوں کے سروں پر رکھیں گے۔ پس کوئی مومن نہیں رہے گا مگر یہ کہ اس کا دل لوہے کے ٹکڑے سے زیادہ قوی اور سخت ہو جائے گا۔ اور ہر مومن کو خداوند عالم چالیس پہلوانوں کی طاقت عطا کرے گا۔

(۳۱) تمام ہے۔ اور معنی اس کے واضح ہیں۔ کیونکہ وہ جناب تمام صفات حمیدہ اور کمال و افعال و شرافت۔ نسب و شوکت و حشمت و سلطنت و قدرت و رافت میں تام اور تمام ہیں۔ اور عیوب و نقصان و زوال ہیں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ تمام سے مراد متمم و مکمل ہو۔ کیونکہ اسی جناب سے خلافت اور ریاست الٰہیہ اور زمین میں آیات باہرہ اور علوم و اسرار انبیاءؑ و اوصیاءؑ تمام اور کامل ہوں گے اور یہ اطلاق استعمال میں شائع ہے۔ اور یہ اسم مبارک اس آیہ مجیدہ سے مستنبط ہوتا ہے۔ وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا اور باب ولادت میں بیان ہو چکا ہے کہ امام جس وقت پیدا ہوتا ہے۔ تو اس کے بازو پر یہ کلمہ کندہ ہوتا ہے۔ اور خصوصیت امام زمانؑ اس سے ظاہر ہے کیونکہ ظہور تمام کلمات الٰہیہ اسی جنابؑ سے ہو گا۔ فتامل۔

(۳۲) ثائر ہے۔ اور ثائر اس بدلہ لینے والے کو کہتے ہیں۔ جو آرام نہ کرے جب تک کہ بدلہ نہ لے لے۔ اور وہ جنابؑ اپنے جد بزرگوار بلکہ تمام انبیاءؑ و اوصیاءؑ کے خون کا بدلہ لیں گے۔ چنانچہ دعائے ندبہ میں ہے۔ این الطالب بذحول الانبیاء وابناء الانبیاء این الطالب بدم المقتول بکربلاء۔

(۳۳) جعفرؑ ہے۔ شیخ صدوق نے کمال الدین میں حمزہ بن الفتح سے روایت کی ہے۔ کہ اس نے کہا۔ کہ ابو محمدؑ کے یہاں فرزند پیدا ہوا۔ جس کے پوشیدہ رکھنے کا انہوں نے حکم دیا۔ حسن بن منذر نے اس سے پوچھا۔ کہ اس مولود مسعود کا نام کیا ہے؟ کہا۔ کہ نام تو محمدؑ رکھا گیا ہے اور کنیت

جعفر۔ اور بظاہر اس کا یہ مقصد معلوم ہوتا ہے۔ کہ کنیت معروفہ نہ ہو۔ بلکہ نام کو کنیت بنا یا گیا ہے۔ تاکہ لوگ اس کے نام کی تصریح نہ کریں۔ بلکہ کنایۃً جعفر سے اس کی تعبیر کریں۔ کیوں کہ ان کے چچا جعفر کا خوف تھا۔ کہ جب شیعہ لوگ آپس میں باتیں کریں گے تو کہیں گے۔ کہ میں نے جعفر کو دیکھا یا جعفر امام ہے یا جعفر سے توقیع پہنچی ہے یا اس مال کو جعفر کے پاس لے جا۔ تو اس سے یہ فائدہ ہوگا۔ کہ جو جعفر کے پیرو ہوں گے۔ وہ یہ نہیں سمجھ سکیں گے۔ کہ اس سے کوئی اور مقصود ہے۔ وہ اپنے جعفر کو سمجھیں گے۔ پس شیعہ ان کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ اور غیبت شیخ نعمانی میں جناب امام محمد باقرؑ سے دو حدیثوں میں مذکور ہے۔ کہ یہ حضرت کا لقب ہے۔ کہ اس جنابؑ کو ان کے چچا کے نام کی کنیت دی گئی۔ تاکہ ان کے نام سے ان کے چچا کا نام بھی کنایۃً سمجھا جائے۔ پس بظاہر ان دونوں حدیثوں سے یہی مقصد ہوگا۔ اور علامہ مجلسیؒ نے یہ احتمال پیدا کیا ہے۔ کہ شاید آپ کے بعض چچا کی کنیت ابوالقاسم ہو۔ اور آپ کی کنیت ابو جعفر یا ابوالحسنؑ یا ابو محمد بھی ہو۔ کہ یہ تینوں جناب امام حسنؑ مجتبےٰ کی کنیتیں ہیں۔ اور سید محمد حضرتؑ کے معروف چچا ہیں۔ بعد ازاں اس احتمال کو بیان کیا ہے جو اوپر ذکر کیا گیا۔ پھر اس کے بعد فرماتے ہیں۔ کہ درمیانی کنیت زیادہ ظاہر ہے۔ جیسا کہ حدیث حمزہ بن الفتح میں گذرا الخ۔ اور یہ بات بہت عجیب ہے۔ کیونکہ نسخہ کمال الدین میں جتنے کہ خود اس مرحوم کے نسخہ میں جہاں سے نقل کیا ہے صرف جعفر ہے نہ ابی جعفر۔ اور منتہی الارب میں مذکور ہے۔ و یقال فلان یکنی بابی عبداللہ مجهولا ولا یقال یکنی بعبداللہ۔ پس جہاں ایسا کلام صادر ہو کہ ابو کا لفظ نہیں ہے صرف عبداللہ یا جعفر ہے۔ تو اس سے نام مقصود ہوگا نہ کنیت۔ اور یاد رہے کہ جعفر عربی زبان میں نہر کبیر کو کہتے ہیں۔ اسم مبارک حضرت صادق آل محمدؐ کے لئے وجہ تسمیہ کتب احادیث سے محقق ہے۔ کہ وہ جناب نہر علوم الٰہی ہیں۔ بنا بریں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسی مشابہت سے اس جناب کو جعفر کہا گیا ہو۔ اور ظاہر جس قدر ظہور علوم الٰہی اس جناب سے ہوگا کسی سے نہیں ہوا۔ باب خصائص میں معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت تک علوم الٰہی کے دو حرف عالم کو تعلیم ہوئے ہیں۔ اور کل حروف علم ستائیس ۲۷ ہیں۔ باقی پچیس ۲۵ حرف علم زمانہ ظہور امام مہدی آخر الزمانؑ میں ظاہر ہوں گے اور تعلیم دئے جائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ دریائے علوم اسی جنابؑ سے جاری ہوں گے۔ اور اس لئے حضرتؑ کو جعفر کہنا بالکل بجا و درست ہے۔ اور کسی اور تاویل و تفسیر کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ صاحب نجم ثاقب اور بحار نے کیا ہے۔ اگرچہ وہ بھی ممکن ہیں۔

(۳۴) **جمعہ** ہے۔ جوالباب آیتہ میں مشرحاً مذکور ہوگا۔ جہاں اعمال مخصوصہ زمانہ غیبت اور ایام مخصوصہ اس جناب کا ذکر کیا جائے گا۔

(۳۵) **جابر** ہے۔ اور جابر کے معنی درست کرنے والا اور ٹوٹے کو جوڑنے والا ہے۔ پس یہ لقب حضرت کے خصائص سے ہے۔ کیونکہ فرج اعظم اور تمام کاموں کی کشائش اور قلوب شکستہ کی بندش اور دلہائے پژمردہ کی شگفتگی اور تمام نفوس منقبضہ کی خوشی اور امراض مزمنہ کی شفا آپ کے وجود مسعود سے وابستہ ہے۔

(۳۶) **جنب** ہے۔ احادیث متواترہ اور تفسیر آیۂ مجیدہ یاحسرتا علی ما فرطت فی جنب اللہ۔ میں مروی ہے۔ کہ امام علیہ السلام جنب اللہ ہے۔ اور جناب امیرؑ نے اکثر جگہ اپنے خطبات میں اپنے آپ کو جنب اللہ فرمایا ہے۔ اور اسی طرح امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی جنب اللہ ہیں۔

(۳۷) **جوار الکنّس** ہے یعنی وہ ستارے جو دوران حرکت میں شعاع آفتاب میں پنہاں ہو جاتے ہیں مثل وحوش کے۔ کہ جب وہ خوابگاہ میں آتے ہیں۔ تو وہاں پوشیدہ ہو جاتے ہیں اور کمال الدین اور غیبت شیخ طوسی اور نعمانی میں جناب باقرؑ سے تفسیر آیہ مجیدہ فلا اقسم بالخنس الجوار الکنس میں مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ مراد اس سے وہ امامؑ ہے جو ۲۶۰ھ ہجری میں غائب ہوگا۔ پس مانند شہاب درخشاں کے ظاہر ہوگا۔ اور اس راوی سے حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ اگر تو اس زمانے کو پائے۔ تو تیری آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔ اور اس کی تفسیر باب تفسیر الآیات میں آچکی ہے۔

(۳۸) **حجۃ** اور **حجۃ اللہ** ہے۔ عیون اور کمال الدین اور غیبت شیخ اور کفایۃ الاثر وغیرہا میں علی بن محمد بن زیاد اور ابی ہاشم جعفری سے مروی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے جناب امام علی نقیؑ سے سنا کہ آپؑ نے فرمایا کہ میرے بعد میرا فرزند حسنؑ جانشین ہے۔ پس کیا حال ہوگا تمہارا اس جانشین کے ساتھ جو میرے جانشین کے بعد ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ کیوں میں حضور پر فدا ہو جاؤں؟ فرمایا اس لئے کہ ان کے وجود مبارک کو لوگ نہیں دیکھیں گے۔ اور تمہارے واسطے اُن کا نام لینا بھی حلال نہیں ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ پس ہم ان کو کس طرح یاد کریں گے۔ فرمایا۔ اس طرح کہنا الحجۃ من آل محمد علیہم السلام اور یہ حضرتؑ کے مشہور القاب میں سے ہے۔ جو بہت سی دعاؤں اور حدیثوں میں مذکور ہوا ہے۔ اور بہت سے محدثین نے اس کو ذکر کیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ اس لقب میں تمام ائمہ علیہم السلام یکساں شریک ہیں۔ کیونکہ سب حجت ہیں خدا کی طرف سے مخلوقات پر لیکن اب

اس لقب نے حضرت صاحب الامرؑ سے ایسا اختصاص پیدا کر لیا ہے۔ کہ جہاں کہیں حدیث میں بلا قرینہ ذکر ہوتا ہے۔ اس سے وہی جنابؑ سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ لقب اس جنابؑ کا حجۃ اللہ ہے۔ جس کے معنی غلبہ یا سلطنت خداوندی کے ہیں خلائق پر۔ کیونکہ یہ دونو باتیں اُسی جنابؑ کے واسطے ظہور میں آئیں گی۔ اور حضرتؑ کی انگوٹھی کا نقش اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اَنَا حُجَّۃُ اللّٰہِ وَخَالِصَتُہٗ۔ اور اسی جہت سے روئے زمین کی حکومت کریں گے۔

(۳۹) حقؑ ہے۔ کافی میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ قل جاء الحق الخ کے کہ جب قائمؑ خروج فرمائیں گے۔ تو تمام باطل سلطنتیں زائل ہو جائیں گی۔ اور چونکہ وقوع اس امر کا یقینی اور حتمی ہے۔ اس واسطے صیغہ ماضی استعمال ہوا ہے۔ گویا کہ یہ بات ہو چکی ہے۔ اور حضرتؑ کی زیارت میں ہے اَلسَّلَامُ عَلَی الْحَقِّ الْجَدِیْدِ۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ تمام حالات اور صفات اور افعال اور اقوال اور اوامر اور نواہی اُس جنابؑ کے مشتمل ہیں ہر طرح کے منافع اور خیرات اور مصالح ثابتہ باقیہ تامہ پر۔ کہ جن میں نہ کوئی ضرر ہے اور نہ کوئی مفسد ہے اور نہ کوئی خرابی ہے دنیا اور آخرت میں نہ اُن کی ذات والا صفات کے لئے نہ کسی غیر کے لئے اُن کے تابعین میں ہے۔ اس واسطے آپ کا لقب حق ہے۔

(۴۰) حجابؑ ہے۔ اور آپ کی زیارت میں ہے۔ السلام علی حجاب اللہ الازلی القدیم۔

(۴۱) حامدؑ ہے۔ (۴۲) حمدؑ ہے۔ اور وجہ تسمیہ اس کی بھی واضح ہے۔ بیشک اس سے بڑھ کر حامد کون ہوگا۔ کہ اسی سے دنیا میں وجود حمد الٰہی ہے۔ اور ان کو مجسمہ حمد کہنا بالکل حق ہے۔

(۴۳) حاشرؑ ہے۔ یہ نام حضرتؑ کا صحف ابراہیمؑ میں ہے۔ جیسا کہ تذکرۃ الائمہ میں مذکور ہے۔ اور حاشر کے معنی جمع کرنے والے کے ہیں۔ اور وہ جنابؑ لوگوں کو دین حق پر جمع کریں گے۔ اور اس لئے بھی کہ حشر و نشر عباد امامؑ ہی کے ساتھ ہوگا۔ حضرتؑ کو حاشر کہنا درست ہے۔

(۴۴) خاتم الاوصیاءؑ ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے القاب مشہورہ سے ہے۔ اور وہ جنابؑ بھی اپنے آپ کو اسی لقب سے ملقب کرتے ہیں اور کہلواتے ہیں۔ چنانچہ بعض محدثین نے ابی نصر طریف خادم حضرت عسکریؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صاحب الزمانؑ کی خدمت میں داخل ہوا۔ پس مجھ سے فرمایا۔ اے طریف میرے واسطے صندل سُرخ لا۔ پس میں حضرتؑ کے واسطے وہ صندل لے آیا۔ پس مجھ کو فرمایا۔ کیا تو مجھ کو پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ ہاں۔ فرمایا۔ میں کون

ہوں۔ مَیں نے عرض کیا۔ حضور میرے آقا اور مولا ہیں اور میرے مولا اور آقا کے فرزند ہیں۔ فرمایا۔ اس سے مَیں نے نہیں سوال کیا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ مَیں حضور پر قربان ہوں مجھے بیان فرمائیے کہ وہ کس امر کے متعلق ہے۔ پس فرمایا مَیں ہوں خاتم الاوصیاءؑ۔ میرے ذریعے سے خداوند عالم میرے اہل سے بلا و مصیبت کو رفع کرے گا۔ اور میرے شیعوں سے جو دین خدا کو قائم کرتے ہیں۔

(۴۵) خاتم الائمہؑ ہے۔ چنانچہ جنات الخلود میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۴۶) خجستہ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آل فرنکیان کی کتاب کندر میں ہے۔

(۴۷) خسرو ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرت کا مجوس کی کتاب جاویدان خرد میں ہے۔

(۴۸) خداشناس ہے۔ چنانچہ اُن دونو کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب شاکمونی میں ہے جو اہل ہند کے اعتقاد میں پیغمبر صاحب کتاب تھا۔ اور کہتے ہیں کہ اہل خطاء ختن پر مبعوث ہوا تھا۔ اور جائے پیدائش اس کی شہر کیلماس تھی۔ اور کہتے ہیں۔ کہ دنیا اور اس کی سلطنت اور حکومت فرزند سید خلائق دو جہاں بشن کو جو نام ہے اُن کی زبان میں رسول خدا کا پہنچے گی۔ اور اس کا حکم مشرق اور مغرب دنیا کے پہاڑوں پر جاری اور ساری ہوگا۔ اور وہ بادلوں پر سواری کرے گا۔ اور فرشتے اُس کے کارکن ہوں گے۔ اور جن و انسان اُس کی خدمت میں ہوں گے۔ اور سودان سے جزیرہ خط استوا ہے عرض البلد کے نوّے درجے تک جو زیر قطب شمالی ہے۔ اور ماوراء اقلیم ہفتم جس کو گلستان ارم اور کوہ قاف کہتے ہیں مالک ہوگا۔ اور اس کی سلطنت میں ایک دن ہوگا۔ اور نام اس کا ایستادہ (قائمؑ) اور خداشناس ہے۔

(۴۹) خازنؑ ہے۔ اور بوجہ خزینہ دار علم الٰہی ہونے کے خازن کہلاتے ہیں۔

(۵۰) خلف و خلف صالحؑ ہے۔ یہ لقب کثرہ زبان ائمہؑ میں مذکور ہوا ہے۔ بلکہ تاریخ ابن خشاب میں مذکور ہے۔ کہ اُس جناب کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ اور نام دو ہیں۔ خلفؑ اور محمدؐ۔ جو آخر زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ اور اس جنابؑ کے سر مبارک پر دھوپ میں ایک ابر سایہ کرے گا۔ اور وہی ابر اس جنابؑ کو جہاں چاہیں گے سیر کرائے گا۔ اور وہی ابر باواز فصیح نداء کرے گا۔ ھذا ھوالمھدی یعنی یہ ہے وہ مہدیؑ موعود جس کے تمام منتظر تھے۔

اور نیز جناب امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ کہ خلفؑ صالح فرزندان ابی محمدؑ حسنؑ بن علیؑ سے ہے۔ اور وہی صاحب الزمانؑ ہے اور وہی مہدیؑ ہے۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ کہ خلفؑ صالح میرے فرزندوں میں سے ہے۔ اور وہی مہدیؑ ہے۔ نام اس کا محمدؐ ہے۔ کنیت ابو القاسم ہے۔ آخر زمانے میں خروج کرے گا۔ مراد خلف سے جانشین ہے۔ اور وہ جنابؑ تمام انبیاءؑ اور اوصیائےؑ ماسلف کے خلف اور جانشین ہیں۔ اور تمام علوم اور صفات و حالات اور خصائص انبیاءؑ و اوصیاءؑ سے متصف ہیں۔ اور مواریث الٰہیہ جو ایک دوسرے سے ورثہ میں پاتے ہیں اور تبرکات نبویہ تمام اُس جنابؑ کے پاس جمع ہیں اور وہ جنابؑ خلیفہ جمیع انبیاءؑ ہیں ⁂

اور حدیث لوح میں جس کو جابرؓ نے جناب فاطمۃؑ زہراؑ صدیقہ کبریٰ کے پاس دیکھا تھا اور اس معصومہؑ سے انہوں نے نقل کر لیا تھا۔ بعد ذکر جناب امام حسن عسکریؑ کے مذکور ہے۔ کہ اس وقت ہم کامل کریں گے اس امر کو ان کے فرزند خلف سے جو رحمت ہے جمیع عوالم کے لئے۔ اور اُس پر ہے کمال صفوت آدمؑ اور رفعت ادریسؑ اور سکینہ نوحؑ اور حلم ابراہیمؑ اور شدت موسیٰؑ اور بہا عیسیٰؑ اور صبر ایوبؑ اور حدیث مفضل میں ہے۔ کہ جب وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے تو خانہ کعبہ کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہوں گے اور فرمائیں گے۔ اے گروہ خلائق آگاہ ہو کہ جو شخص چاہتا ہے کہ دیکھے جناب آدمؑ اور شیثؑ کو پس وہ دیکھے میری طرف۔ مَیں ہوں آدمؑ۔ مَیں ہوں شیثؑ۔ مَیں ہوں نوحؑ۔ مَیں ہوں سامؑ۔ مَیں ہوں ابراہیمؑ۔ مَیں ہوں اسمٰعیلؑ۔ مَیں ہوں موسیٰؑ۔ مَیں ہوں یوشعؑ۔ مَیں ہوں عیسیٰؑ۔ مَیں ہوں شمعونؑ۔ مَیں ہوں محمد مصطفےٰؐ اور مَیں ہوں باقی ائمہ علیہم السلام۔ اور بروایت نعمانی اس طرح فرمائیں گے مَیں ہوں بقیۃ اللہ آدمؑ سے اور ذخیرہ نوحؑ سے اور مصطفٰےؑ ابراہیمؑ سے اور صفوۃ محمدؐ سے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ چونکہ حضرت عسکریؑ کو کوئی فرزند نہیں کہتے تھے پس لوگ یہ کہتے تھے۔ کہ بس اب جانشینی کا سلسلہ ختم ہوا۔ چنانچہ ایک جماعت اسی اعتقاد پر باقی رہی پس اُس جنابؑ کی ولادت سے جماعت شیعہ آپس میں بشارت دیتے تھے۔ کہ خلف اور جانشین ظاہر ہوا۔ اور اسی مطلب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شیعہ بلکہ خود ائمہؑ اس جنابؑ کو اس لقب سے یاد فرماتے تھے ⁂

(۵۱) خنّسؑ ہے۔ اور خنس اُن ستاروں کو کہتے ہیں۔ جن کو رجعت ہے۔ یعنی جو کبھی اپنی سیر سے رجوع کرتے ہیں مثل زحل و مشتری و مریخ و زہرہ و عطارد کے۔ آفتاب و ماہتاب کے تئیں رجوع اور رجعت نہیں ہے۔ پس چونکہ اس جنابؑ کو بھی رجوع اور رجعت ہے۔ اس لئے۔ اس

نام سے موسوم ہوئے۔ کما مر سابقاً۔ حسین بن حمدان نے جناب باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرت نے تفسیر میں آیہ مجیدہ فلا اقسم بالخنس کے کہ مراد اس سے وہ امام ہے۔ جو ۲۶۰ھ ہجری میں غائب ہوگا۔ اور یہ سن خلافت آنجنابؑ ہے۔ اور کمال الدین اور غیبت نعمانی میں ام ہانیؓ سے مروی ہے۔ کہ بیان کیا انہوں نے کہ میں ایک روز حضرت باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پس اس جنابؑ سے میں نے سوال کیا۔ کہ۔ اس آیت فلا اقسم بالخنس کا کیا مطلب ہے۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے مراد وہ امامؑ ہے جو اپنے زمانے میں پوشیدہ ہوگا۔ الخ ؛

(۵۲) خلیفۃ اللہؑ ہے۔ کشف الغمہ میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرتؐ نے کہ خروج کرے گا مہدیؑ پس اس کے سر پر ایک ابر سایہ انداز ہوگا۔ اور اس میں سے منادی ندا کرے گا۔ یہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے اس کی پیروی کرو۔ اور نیز اُسی جناب سے مروی ہے۔ کہ حضرتؐ نے ایک حدیث میں اُس جناب کا ذکر فرمایا۔ پس ارشاد فرمایا۔ کہ وہ خلیفۃ اللہ مہدیؑ ہے۔ اور اس حدیث کو گنجی شافعی نے کتاب بیان میں روایت کیا ہے۔ اور اس کی کامل بحث باب اول میں آ چکی ہے۔ اور باب خصائص میں مزید مذکور ہوگا ؛

(۵۳) خلیفۃ الاتقیاءؑ ہے۔ جیسا کہ لقب نسبت ہشتم میں بیان ہو چکا ہے ؛

(۵۴) دابۃ الارضؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔ اور بہت سی حدیثوں میں مذکور ہے کہ مراد اُس سے امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور مفسرین اہل سنت کا خیال ہے۔ کہ وہ ایک حیوان ہے۔ اور روایت کرتے ہیں۔ کہ اس کے پر ہیں۔ اور چار ہاتھ پاؤں ہیں۔ اور طول اس کا ساٹھ ہاتھ ہے۔ اور کوئی اس کو پکڑ نہیں سکے گا۔ اور نہ اس سے بھاگ سکے گا۔ پس وہ مومن کی پیشانی پر نشان کرے گا۔ مومنؑ اور کافر کی پیشانی پر کافر الخ۔ لیکن اہل بیتؑ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفات اور رفتار مناسب نہیں ہے مگر واسطے انسان کے۔ چنانچہ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ ایہا الناس آگاہ ہو۔ کہ دابۃ الارض کے واسطے دُم نہیں ہے اُس کے ڈاڑھی ہے۔ یعنی وہ انسان ہے حیوان نہیں ہے۔ اور ناظرین علامات اور اشراط قیامت پر مخفی نہیں ہے۔ کہ بہت کچھ جو وہاں مذکور اور مروی ہے باب آیات و علامات ظہور مہدیؑ میں بھی مذکور و مروی ہے۔ پس جائز ہے کہ یہ لقب دونوں صاحبوں کے لئے ہو۔ اور اس زمانہ میں بھی وہی وقوع میں آئے جو اس وقت واقع ہوگا۔ اور اس کلام کی تائید لقب ساعۃ میں آئے گی۔ اور حالات ظہور و خروج میں بھی اس کا ذکر ہوگا ؛

(۵۵) داعیؑ ہے۔ اور اس جنابؑ کی زیارت میں وارد ہوا ہے۔ السلام علیک یا داعی اللہ

اور وہ جناب داعی ہیں خلائق کے واسطے خداوند عالم کے اور طرف خداوند عالم کے۔ اور انجام اس
دعوت کا یہ ہوگا۔ کہ دنیا میں سوائے اُن کے جدِ بزرگوار کے دین کے اور کوئی دین نہیں رہے گا۔ اور
اس وقت سچائی سچے وعدے کرنے والے کی ظاہر ہوگی۔ کہ فرمایا ہے۔ لیظہرہ علی الدین کلہ چنانچہ اس کی
تفسیر آگے آئے گی۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں ذیل میں آیہ شریفہ یریدون لیطفئوا نور اللہ کے مروی ہے
کہ خداوند عالم کامل کرے گا اپنے نور کو قائم آل محمدؐ کے ساتھ۔ اور ہم اس کی تفسیر لکھ چکے ہیں۔

(۵۶) رجلؑ ہے۔ کہ اوقات تقیہ میں شیعہ اس جنابؑ کو رجل کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کا تھوڑا
بیان لقب دوم میں گزر چکا ہے۔

(۵۷) راہنماؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام اس جنابؑ کا کتاب
باتکل میں ہے۔ جس کا مصنف عظماء کفرہ میں سے ہے۔ اور اس کتاب سے حضرتؑ کے وجود
اور ظہور کے متعلق کچھ کلمات اثبات رجعت میں نقل کئے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں غیر ضروری ہے۔ اور یہ
ترجمہ ہادی ہے۔ اور ہادی جنابؑ کا لقب مشہور ہے۔

(۵۸) ربّ الارضؑ ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ واشرقت الارض بنور ربہا کی تفسیر میں وارد
ہوا ہے اور کچھ بیان اس کا گزر چکا ہے اور کچھ باب خصوصیات میں آئے گا انشاء اللہ۔ اور یہ لقب
تمام ائمہ میں مشترک ہے۔ اور باب اوّل میں مکمل بحث ہو چکی ہے۔ اور وجہ خصوصیت بلحاظ ظہور
اوصاف ظاہر ہے۔

(۵۹) زندافریسؑ ہے۔ اور ذخیرۃ الالباب میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب
ماریاقین میں ہے۔ اور عبارت ذخیرہ کی یہ ہے۔ وفی کتاب ماریاقین زندافریس پس اس
سے یہ احتمال ہوتا ہے۔ کہ اصل نام تو وہی فریس ہو۔ اور مراد زند سے وہ کتاب ہو۔ جو زردشت کی
طرف منسوب ہے یا صحف ابراہیمؑ یا اس کی کوئی فصل ہو۔ واللہ العالم۔

(۶۰) سروش ایزدؑ ہے۔ اس کتاب اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا زرد
دشت کی کتاب زمزم میں ہے۔

(۶۱) السلطان المامولؑ ہے۔ چنانچہ لقب شانزدہم میں بیان ہو چکا ہے۔ اور
شک نہیں کہ تمام امیدیں اور آرزوئیں اسی سلطان عادلؑ سے مخصوص اور اسی جنابؑ کے
ظہور پر موقوف ہیں۔

(۶۲) سدرۃ المنتہٰیؑ ہے۔ (۶۳) سناءؑ ہے اور (۶۴) سبیلؑ ہے۔ اور

آپ کا سنا، اللہ وسبیل اللہ ہونا محتاج دلیل نہیں۔ اور آپ ہی سدرۃ المنتہائے علوم الٰہی ودین خداوندی ہیں۔ فافہم ؛

(۵) ساعۃ ہے۔ مفضل وغیرہ کی ایک طولانی حدیث میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ مراد ساعۃ سے آیۂ شریفہ یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السّٰعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا اور آیۂ شریفہ یسئلونک عن الساعۃ الخ۔ اور آیۂ کریمہ وعندہ علم الساعۃ اور آیۂ کریمہ هَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اور آیۂ مجیدہ وما یدریک لعل الساعۃ الی قولہ تعالیٰ ان الذین یمارون فی الساعۃ لفی ضلال بعید میں حضرت مہدیؑ ہیں۔ مفضلؓ نے سوال کیا۔ کہ یمارون کے معنی کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ کہیں گے کہ وہ کب پیدا ہوئے۔ اور کس نے ان کو دیکھا۔ اور وہ کہاں ہیں۔ اور کب ظاہر ہوں گے۔ پس یہ تمام باتیں خدا کے امر میں استعجال کو راہ دینے اور اس کی قضاء میں شک کرنے سے پیدا ہوں گی۔ اور بہت ارشاد اس جنابؑ کی ساعۃ کے ساتھ مختلف وجوہات سے ہے۔ مثلاً حضرتؑ کا ظہور اور قیام قیامت دونو ناگہاں ہوں گے۔ اور جو علامتیں قرب قیامت کی ہیں وہی ظہور کی ہیں۔ مثلاً خسف ومسخ اور ظہور آتش وغیرہ۔ اور امتیاز درمیان مومن اور کافر کے۔ اور ہلاکت جبارین کی دونوں کے ظاہر ہونے کے وقت اور عدم تعیین اوقات ہر دو۔ اور تمام پیغمبروں کا اپنی اپنی امتوں کو دونو کے آنے کی خبر دینا۔ اور آیۂ شریفہ وَذَکِّرْهُمْ بِاَیّٰامِ اللّٰهِ کی تفسیر میں جو جناب موسیٰؑ کو خطاب ہوا ہے۔ کہ بنی اسرائیل کو ایام خدا کی یاد دہانی کرے۔ وارد ہوا ہے کہ ایام خداوند تین روز ہیں۔ روز قائمؑ۔ روز رجعت اور روز قیامت اور بعض احادیث میں بجائے رجعت کے روز قیامت مذکور ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں روایت کیا ہے۔ کہ جس روز جناب موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو ایام اللہ کی تذکیر اور تفصیل بیان فرمائی۔ آپ کے وعظ میں ہزار پیغمبر مرسل سننے کے لئے شریک ہوئے تھے۔ اللہ اکبر! اللھم صل علی محمد وآل محمد وعجل فرجھم ؛

اور غیبت فضل بن شاذان میں مروی ہے۔ کہ حضرت امام حسن مجتبیٰؑ نے اپنے نانا رسول اللہؐ سے سوال کیا۔ کہ یا جداہ قائم آل محمدؐ کب خروج فرمائیں گے۔ فرمایا اے حسنؑ بالتحقیق کہ مثال اس کی مثل قیامت کے ہے۔ کہ خداوند عالم نے اس کا علم اہل آسمان اور اہل زمین سے پوشیدہ رکھا ہے۔ ظہور ناگہانی ہوگا۔ جس طرح قیامت اچانک قائم ہو جائے گی۔ اور کافی میں مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ شریفہ حَتّٰۤی اِذَا رَاَوْا مَا یُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ کے۔ کہ مراد ما یوعدون سے خروج قائمؑ ہے۔ اور وہی جناب ساعت ہیں پس جان لیں گے لوگ کہ اس دن ان پر خدا کی طرف سے

اُس مظہر خداوندی کے ہاتھوں سے کیا کچھ نازل ہوگا۔ اور ظہور اس جناب کا قیامت صغریٰ ہے۔

(۶۶) سیّد ہے۔ اکثر اخبار میں حضرتؑ کو اس لقب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور شیخ صدوقؒ نے کمال الدین میں علی خیزرانی سے انہوں نے اس کنیز سے جس کو انہوں نے جناب امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں نذر کیا تھا روایت کی ہے۔ کہ جب جعفر نے حضرتؑ کے مکان کو غارت کیا ہے۔ تو وہ بھاگ کر میرے پاس آئی۔ اور اس نے بیان کیا۔ کہ وہ سیّد کی ولادت کے وقت حاضر تھی۔ اور اس جناب کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی صیقل ہے۔ اور امام حسن عسکریؑ نے ان کو بتا دیا تھا۔ کہ میرے بعد میرے اہل وعیال پر یہ مصیبت نازل ہو گی پس اُس مخدومہ نے امامؑ سے درخواست کی۔ کہ حضورؑ میرے واسطے دعا فرمائیں۔ کہ میں حضورؑ کے سامنے پیوند زمین ہو جاؤں۔ پس وہ مخدومہ حضرتؑ کے سامنے فوت ہوئیں۔ اور ان کی قبر پر ایک لوح تھی۔ جس پر یہ مکتوب تھا۔ کہ یہ قبر والدہ م ح م صلوٰۃ اللہ علیہ کی ہے۔

اور بیان کیا۔ کہ جب سیّد متولد ہوئے۔ تو میں نے اُن سے ایک نور دیکھا۔ جو آسمانوں میں پہنچا ہوا تھا۔ اور مرغان سفید کو دیکھا۔ کہ وہ آسمان سے آتے ہیں۔ اور اپنے بال و پر کو حضرتؑ کے سر و رُو اور تمام جسم پر ملتے ہیں۔ اور پھر پرواز کر جاتے ہیں۔ پس میں نے اپنے آقا امام حسن عسکریؑ کو اس امر کی خبر دی۔ وہ جنابؑ مسکرائے اور فرمایا۔ کہ وہ ملائکہ آسمان تھے۔ اس لئے نازل ہوئے کہ قائم آلِ محمدؐ سے برکت حاصل کریں۔ اور وہ تمام ملائکہ حضرت حجتؑ کے انصار ہیں۔ جب وہ جنابؑ خروج کریں گے تو وہ سب ان کے ہمراہ ہوں گے۔

(۶۷) شماطیل ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام اُس جنابؑ کا کتاب ارماطش میں ہے۔

(۶۸) شرید ہے۔ لسان ائمہؑ میں یہ نام حضرتؑ کا مکرر مذکور ہوا ہے۔ خصوصاً حضرت امیر المومنینؑ و جناب باقرؑ نے اکثر بیان کیا ہے۔ اور شرید کے معنی بھگایا ہوا یعنی مخلوق ناقدر شناس نے اُس جنابؑ کی کچھ قدر نہ کی۔ اور نہ اُن کی معرفت حاصل کی اور نہ اُن کے وجود مسعود کا احترام کیا اور نہ ان کا حق خدمت ادا کیا۔ بلکہ اپنے غلبہ اور تسلط کی وجہ سے اُس جناب کے قتل و قمع کے درپے ہوئے جس طرح اُن کے بزرگوں کو مقتول و مسموم کیا۔ اور زبان و قلم سے لوگوں کے دلوں سے اُن کا ذکر مٹانے میں کوشاں ہوئے۔ اور اُن کے عدم وجود اور نفی تولد پر جھوٹی دلیلیں قائم کیں۔ اور اُن کی یاد لوگوں کے قلوب سے نکال دی۔ اس واسطے حضرتؑ کو بھگایا ہوا کہا گیا ہے۔

اور خود حضرت نے ابراہیم بن علی بن مہزیار سے فرمایا۔ کہ میرے والد ماجدؑ نے مجھے وصیت کی ہے کہ مَیں زمین میں اُس مقام پر قیام کروں جو نہایت مخفی اور بہت دور ہو۔ تاکہ میرا حال کسی پر ظاہر نہ ہو۔ کہ اہل ضلال میری اذیت کے درپے ہوں۔ اور فرمایا۔ کہ والد ماجدؑ نے ارشاد فرمایا۔ اے فرزند تجھ پر لازم ہے۔ کہ زمین پر بہت پوشیدہ مقام میں قیام کرنا۔ جو لوگوں سے بہت دور ہو۔ کیونکہ ہر ولی خدا کے لئے ایک دشمن مغالب اور ضد منازع ہے ؛

(۶۹) صاحبؑ ہے۔ یہ حضرتؑ کے مشہور القابوں میں سے ہے۔ چنانچہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے۔ اور ذخیرہ میں بیان کیا ہے کہ یہ نام اُس جنابؑ کا صحف ابراہیمؑ میں ہے ؛

(۷۰) **صاحبُ الغیبۃ** ہے۔ اور (۷۱) **صاحبُ الزمانؑ** ہے۔ یہ دو نو القاب معروفہ اور ثانی القاب مشہورہ حضرتؑ سے ہے۔ اور مراد اس سے فرمانروا اور حکمران زمان از طرفِ خدا ہیں۔ اور حسین بن حمدان نے ریان بن صلت سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت رضا علیؑ بن موسیٰؑ سے سُنا۔ کہ فرمایا حضرت نے۔ کہ قائمؑ مہدیؑ میرے بیٹے حسنؑ کا فرزند ہے۔ زمانۂ غیبت میں نہ اُن کا کوئی جسم دیکھے گا اور نہ نام لے گا۔ یہاں تک کہ ان کو دیکھیں اور ان کا نام مشہور کریں تاکہ مخلوقات اُن کا نام لیں۔ راوی کہتا ہے۔ مَیں نے عرض کیا۔ اے میرے مولا پس اگر ہم ان کو زمانۂ غیبت میں صاحب الغیبۃ اور صاحب الزمانؑ کہیں۔ حضرتؑ نے ارشاد فرمایا۔ تمام اس طرح کے نام مطلقاً جائز ہیں۔ مَیں تو تمہیں اُن کے صریح نام لینے کی ممانعت کرتا ہوں۔ تاکہ دشمن اُن کو نہ پہچان سکیں کہ وہ کون ہیں ؛

(۷۲) **صاحبُ الرجعۃ** ہے اور (۷۳) **صاحبُ الدّار** ہے۔ چنانچہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور حضرتؑ نے خود فرمایا ہے۔ انا صاحب الدارؑ

(۷۴) **صاحب الناحیۃ** ہے۔ اس کا اطلاق احادیث میں حضرتؑ پر بہت ہوا ہے۔ لیکن علماء رجال نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امام حسن عسکریؑ اور نیز حضرت امام علی النقیؑ پر بھی ہوتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ اور سید علی بن طاؤس نے اقبال میں اور محمد بن مشہدی نے مزار میں اور نیز اور لوگوں نے روایت کیا ہے۔ کہ ۲۵۲ھ ہجری میں ناحیہ مقدسہ سے بذریعہ شیخ محمد بن غالب اصفہانی ایک زیارت معروفہ برآمد ہوئی۔ جس میں شہداء کربلاؑ کے اسماء مبارکہ مذکور ہیں اور علامہ مجلسیؒ نے بحار میں بیان کیا ہے۔ کہ اس خبر میں اشکال ہے۔ کیونکہ اس کی تاریخ ولادت قائمؑ کی تاریخ

سے چار سال پہلے ہے۔ یا شاید کہ نسخہ میں دو سو باسٹھ ۲۶۲ ہو۔ اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ زیارت حضرت امام حسن عسکریؑ سے صادر ہوئی ہو۔ پس اس کلام سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ناحیہ کا اطلاق غیر امام زمانؑ پر بہت کم ہے بلکہ کفعمی نے مصباح کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ کہ ناحیہ ہر وہ مکان ہے۔ جہاں صاحب الامرؑ نے غیبت صغرےٰ میں قیام فرمایا ہو۔

(۷۵) صاحب العصرؑ ہے۔ یہ لقب بھی شہرت اور معروفیت میں مثل صاحب الزمانؑ کے ہے۔

(۷۶) صاحب الکرۃ البیضاءؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔ اور اس کی سند لبست و ہشتم میں گزر چکی ہے۔

(۷۷) صاحب الدولۃ الزہراءؑ ہے۔ چنانچہ اس کو بھی اس کتاب میں عدد القاب میں درج کیا ہے۔

(۷۸) صالحؑ ہے۔ چنانچہ صاحب تاریخ عالم آرا اور مقدس اردبیلی نے حدیقۃ الشیعہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا ہے۔

(۷۹) صاحب الامرؑ ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے مشہور و متداول القاب سے ہے۔

(۸۰) صمصام الاکبرؑ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب کند دال میں ہے۔

(۸۱) صبح مسفرؑ ہے۔ چنانچہ ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب خاصہ سے شمار کیا ہے۔ اور محتمل ہے کہ اس کو آیہ شریفہ والصبح اذا اسفر سے استنباط کیا ہو۔ اور مناسبت اس لقب کی حضرتؑ کے ساتھ صبح صادق کی طرح روشن اور ہویدا ہے۔

(۸۲) صدقؑ ہے۔ چنانچہ مناقب قدیمہ اور ہدایہ میں اس کو حضرتؑ کے القاب خاصہ سے شمار کیا ہے۔ اور اس کی بحث باب اول میں آچکی ہے۔

(۸۳) صراطؑ ہے۔ ہدایہ میں اس کو القاب حضرتؑ سے شمار کیا ہے۔ اور قرآن و حدیث میں اس کا اطلاق ہر امامؑ پر ہوا ہے۔ اور امام زمانؑ کے ساتھ اس کے اختصاص کی وجہ شاید ظہور و غلبہ صراط مستقیم الٰہی ہو۔

(۸۴) ضیاءؑ ہے اور (۸۵) ضحےٰؑ ہے۔ شیخ شرف الدین نجفی کی تاویل الآیات میں تاویل آیۂ مجیدہ والشمس وضحٰھا میں مروی ہے کہ شمس رسول خدا ہیں۔ اور ضحاء شمس جو آفتاب کا

نور اور اس کی ضیاء سے حضرت قائم ہیں۔ اور بعض نسخوں میں فتحے سے مراد اُس جناب کا زمانہ خروج مذکور ہے اور یہ امر ظاہر ہے کہ شعاع نور خورشید رسالت اطراف عالم میں ہر صغیر و کبیر برنا و پیر پہ حضرت صاحب الامر سے نور افشاں ہوگی۔ اور اشرقت الارض بنور ربھا سے اس کی توجیہ ظاہر ہے؛

(۸۶) طالب التراث ہے۔ اور اس کی توضیح لقب وارث کے ضمن میں مذکور ہوگی؛

(۸۷) طرید ہے۔ احادیث میں اکثر حضرتؑ کو اس لقب سے پکارا گیا ہے۔ اور اس کے معنی قریب قریب شرید کے ہیں؛

(۸۸) عالمؑ ہے۔ اور اس نام سے حضرتؑ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ اور اگرچہ اس کا اطلاق ہر ایک امامؑ پر ہوتا ہے۔ لیکن اس زمانے میں عالم سے کنایہ اسی جنابؑ کی طرف ہوتا ہے؛

(۸۹) عدلؑ ہے۔ کمال ظہور عدل کی وجہ سے جنابؑ عدل مطلق اور مجسمۂ عدل کہا گیا ہے؛

(۹۰) عاقبۃ الدار ہے (۹۱) عزۃ ہے۔ (۹۲) عینؑ ہے۔ یعنی عین اللہ۔ چنانچہ حضرتؑ کی زیارت میں مذکور ہے۔ اور اس کا اطلاق تمام ائمہ پر شائع ہے؛

(۹۳) عصرؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں اس کو حضرتؑ کے اُن اسماء سے شمار کیا ہے۔ جو قرآن میں مذکور ہے۔ اور والعصر ان الانسان لفی خسر کی تفسیر و تاویل میں وارد ہے کہ عصر سے مراد یہی جناب ہیں؛

(۹۴) غائبؑ ہے اور (۹۵) غلامؑ ہے یعنی طفل زکی؛ چنانچہ یہ لقب زبان رواۃ اور اصحاب میں مکرر مذکور ہوا ہے؛

(۹۶) غیبؑ ہے۔ اور ان اسماء سے شمار ہے جو قرآن میں مذکور ہیں۔ اور کمال الدین میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ شریفہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب کے کہ متقین شیعیان علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ اور غیب سے مراد حجتؑ و امام غائبؑ ہے! اور شاہد اس پر آیۂ شریفہ ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ من ربہ فقل انما الغیب للہ فانتظروا انی معکم (یعنی وہ کہتے ہیں کہ اس پر کیوں اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی آیت نہیں نازل ہوئی پس اُن سے کہہ دے کہ غیب نہیں ہے مگر خدا کے واسطے پس انتظار کرو۔ مَیں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔ کہ وہ غیب جو آیات خدا سے ہے آئے۔ اور تمہیں تمہاری سرکشیوں کا مزہ چکھائے۔ اس کی مکمل بحث باب غیبت میں ملاحظہ ہو۔

(۹۷) غریمؑ ہے۔ چنانچہ علمائے رجال نے تصریح کی ہے۔ کہ یہ حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور احادیث میں اس کا اطلاق اس جنابؑ پر شائع ہے۔ اور غریم کے معنی طلبگار کے ہیں۔ اور

یہ لقب حضرتؑ حجتؑ کا مثل غلام کے از روئے تقیہ تھا۔ کہ جب چاہتے تھے۔ کہ اس جنابؑ یا ان کے وکلاؑ کے پاس کوئی مال بھیجیں یا وصیت کریں یا اس جنابؑ کی طرف سے مطالبہ کریں۔ تو اس لقب سے پکارتے تھے۔ اور اکثر وہ جنابؑ صاحب زراعت اور تجارت اور صناعت سے طلبگار تھے۔ اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد بن محمد بن صالح سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ اور تمام کاروبار میں مختار ہوا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے والد مرحوم کے پاس مال غریمؑ کے متعلق جو لوگوں کے ذمے تھا ایک تحریر تھی۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ ایک رمز تھی۔ کہ شیعہ اس وقت اس کو پہچانتے تھے اور یہ خطاب حضرتؑ کے واسطے تقیۃً تھا۔

(۹۸) غوثؑ ہے۔ یہ لقب حضرتؑ کے القاب خاصہ سے ہے۔ اور جنابؑ کا فریادرس جملہ مظلومین ہونا بالکل واضح ہے۔ محتاج دلیل و بیان نہیں۔

(۹۹) غایۃ الطالبینؑ اور (۱۰۰) غایۃ القصوےٰؑ ہے۔ اور (۱۰۱) غلیلؑ ہے اور (۱۰۲) غوث الفقراءؑ ہے جیسا کہ لقب بست و ہشتم میں بیان ہو چکا ہے۔

(۱۰۳) فجرؑ ہے۔ چنانچہ شیخ شرف الدین نجفی کی تاویل الآیات میں جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ مجیدہ والفجر کے کہ مراد فجر سے قائمؑ ہیں۔ اور نیز اسی جنابؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں سورہ مبارکہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر کے کہ حتیٰ مطلع الفجر سے مراد یہ ہے۔ کہ یہاں تک کہ خروج فرمائیں گے اور ظاہر ہوں گے قائم علیہ السلام۔

(۱۰۴) فردوس الاکبرؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا دیوں کی کتاب قبرس میں ہے۔

(۱۰۵) فیروزؑ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آمان کے نزدیک لغت ماچار میں ہے۔ اور تذکرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ ماچار آلامان کی کتاب فرنگان میں ہے۔

(۱۰۶) فرخندہ ہے۔ ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا شعیائی پیغمبر کی کتاب میں ہے۔

(۱۰۷) فرج المومنینؑ ہے اور (۱۰۸) الفرج الاعظم ہے اور (۱۰۹) فتحؑ ہے۔ اور حدیث ولادت میں مذکور ہے کہ حکیمہ خاتونؑ نے نرجس خاتونؑ سے فرمایا۔ کہ آج شب کو خداوند عالم تمہیں ایسا فرزند عنایت فرمائے گا۔ جو دنیا و آخرت میں سید ہے اور وہی فرج مومنینؑ ہے۔ اور احمد بن محمد سیاری کی کتاب تنزیل و تحریف میں مروی ہے۔ کہ آیہ شریفہ اذا جاء نصر اللہ والفتح کی تفسیر میں فرماتا ہے کہ

مراد فتح سے قائم علیہ السلام ہیں ۞ اور تفسیر علی بن ابراہیم میں آیہ مجیدہ نصر من اللہ وفتح قریب کی تفسیر میں مذکور ہے۔ کہ فتح سے مراد قائم علیہ السلام ہیں ۞

(۱۱۰) **فقیہ** ہے۔ اور یہ مثل عالم ہے۔ اور شیخ طوسیؒ نے تہذیب میں باب حد حرم حسینؑ میں محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے فقیہ علیہ السلام کی خدمت میں ایک سوال لکھا۔ کہ آیا خاک شفاء کی تسبیح پڑھنی جائز ہے؟ اور اگر جائز ہے۔ تو آیا اس میں کوئی فضیلت ہے؟ پس جواب دیا۔ کہ میں نے تمہاری تحریر پڑھی۔ اور اس کا جواب یہ ہے۔ کہ خاک شفاء کی تسبیح پڑھو اس سے بہتر اور کوئی تسبیح نہیں ہے۔ اور اس کی فضیلت یہ ہے۔ کہ تسبیح اگر اس کو یونہی پھرائے۔ تو بھی اس کے واسطے تسبیح پڑھنے کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ اور نیز انہی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ایک تحریر کے ذریعے فقیہؑ سے سوال کیا۔ کہ یہ جو میت کی قبر میں خاک شفاء رکھی جاتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ پس جواب میں ارشاد ہوا۔ کہ ہم نے تمہاری تحریر پڑھی۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ بیشک میت کے ہمراہ خاک شفاء اس کی قبر میں رکھی جاتی ہے۔ اور اس کے حنوط کے ساتھ بھی اس کو ملاتے ہیں۔ انشاء اللہ۔ پس مراد فقیہؑ سے اس جگہ حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ۞

(۱۱۱) **فیذموا** ہے۔ شیخ اقدم احمد بن محمد بن عیاش نے مقتضب الاثر میں جابرؓ بن یزید جعفی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں نے سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے سنا ہے۔ وہ کہتے تھے۔ کہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے۔ کہ حضرتؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بالتحقیق کہ خدائے عزوجل نے شب معراج میں میری طرف وحی کی۔ کہ اے محمدؐ! زمین میں اپنی امت پر کسی کو اپنا جانشین اور خلیفہ بنایا ہے۔ اور وہ خود اس امر کو بہتر جانتا تھا۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار اپنے بھائی کو۔ فرمایا اے محمدؐ! علیؑ بن ابی طالبؑ کو! میں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا اے محمدؐ! میں نے زمین میں لوگوں کو دیکھا۔ پس اُن میں سے تجھ کو اپنے لئے پسند فرمایا اور منتخب کیا۔ پس اب جہاں میرا ذکر ہوگا۔ وہاں تیرا بھی ہوگا۔ پھر اس کے بعد دوسری مرتبہ علمی نظر سے میں نے زمین پر نگاہ کی پس علیؑ بن ابی طالبؑ کو منتخب کیا۔ پس میں نے اس کو تیرا وصی بنایا۔ پس تو سید الانبیاءؐ ہے اور علیؑ سید الاوصیاء ہے۔ پس اُس کا نام میں نے اپنے ایک نام سے مشتق کیا۔ پس میں اعلےٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔ اے محمدؐ بالتحقیق کہ میں نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ اور باقی ائمہؑ کو ایک نور سے خلق فرمایا ہے۔ پس ان کی ولایت کو میں نے ملائکہ پر پیش کیا۔ پس جس نے ان کی ولایت اور خلافت کو قبول کیا۔ وہ مقربین سے ہوا۔ اور جس نے انکار کیا۔ وہ کافرین سے ہوا۔ اے محمدؐ! اگر میرے بندوں میں سے کوئی بندہ میری یہاں تک

عبادت کرے کہ مر جائے۔ اور وہ ان کی ولایت کا منکر ہو۔ تو مَیں اس کو جہنم میں ڈال دوں گا۔ پس ارشاد فرمایا اے محمدؐ آیا تم ان کو دیکھنا چاہتے ہو۔ مَیں نے عرض کیا۔ ہاں اے میرے پروردگار۔ فرمایا۔ آگے بڑھ کر نظر کرو۔ پس مَیں آگے بڑھا۔ پس ناگہاں دیکھا مَیں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو۔ اور حسنؑ و حسینؑ و علیؑ ابن الحسینؑ اور محمدؑ بن علیؑ اور جعفرؑ بن محمدؑ اور موسےٰؑ بن جعفرؑ اور علیؑ بن موسےٰؑ اور محمدؑ بن علیؑ اور علیؑ بن محمدؑ اور حسنؑ بن علیؑ اور حجتؑ قائمؑ کو اُن سب کے درمیان ستارۂ درخشاں کی مانند دیکھا۔ مَیں نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار یہ کون ہیں؟ ارشاد ہوا۔ کہ یہ سب امامؑ ہیں۔ اور یہ جو کھڑا ہوا ہے۔ حلال کرے گا حلال کو حرام کرے گا حرام کو۔ اور میرے دشمنوں سے بدلہ لے گا اے محمدؐ اس کو دوست رکھو کیونکہ مَیں اس کو دوست رکھتا ہوں۔ اور مَیں اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو اس کو دوست رکھتا ہے۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ جب سالم حجر اسود کو چوم کر لوٹا۔ تو مَیں اس کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے کہا۔ اے ابا عمر مَیں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کہ آیا تجھے تیرے باپ کے سوا کسی اور شخص نے ان ناموں کی خبر دی ہے۔ تو اس نے کہا۔ کہ یہ حدیث رسول خداؐ سے مروی نہیں ہے۔ بلکہ مَیں ایک روز اپنے باپ کے ہمراہ کعب الاحبار کے پاس بیٹھا تھا۔ پس مَیں نے اُس کو سنا۔ کہ کہتا تھا۔ بالتحقیق کہ اس امت میں بعد پیغمبرؐ کے امام نقباء بنی اسرائیل جتنے ہوں گے۔ اسی اثناء میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ظاہر ہوئے۔ پس کعب نے کہا۔ یہ جانے والا ان کا اول ہے۔ اور گیارہ اشخاص اس کے فرزندوں میں سے ہوں گے۔ اور کعب نے اُن کے وہ نام بیان کئے جو توراۃ میں ہیں۔ تقوثیب۔ قیذوا۔ دبیرا۔ مفسورا۔ مسموعاہ۔ دوموہ۔ مثیو۔ ہذار۔ یثیموا۔ بطور۔ نوقس۔ قیدموا۔ ابو عامر ہشام دستوائی جو اس خبر کا راوی ہے وہ بیان کرتا ہے۔ کہ مَیں نے مقام حیرا میں جو کربلا کے نزدیک ہے ایک یہودی سے ملاقات کی۔ جس کو عثوا بن اوسوا کہتے تھے۔ اور وہ علماء یہود سے تھا۔ پس مَیں نے اُس سے ان اسماء مبارکہ کی نسبت سوال کیا۔ تو اُس نے کہا۔ کہ یہ نام نہیں ہیں۔ اگر نام ہوتے۔ تو ناموں کے سلسلے میں مرقوم ہوتے البتہ یہ عبرانی زبان میں ایک قوم کے اوصاف جمیلہ ہیں۔ بالکل درست ہے۔ مَیں ان کو توراۃ میں پاتا ہوں۔ اگر تو میرے سوا کسی اور سے ان کی نسبت سوال کرے گا۔ تو وہ ہرگز ان کے معانی تجھ کو نہیں بتلائے گا۔ یا اس لئے کہ وہ ناواقف ہوگا یا قصداً نہیں بتلائے گا۔ مَیں نے کہا۔ کہ وہ کیوں ایسا کرے گا۔ تو کہا۔ کہ بہرحال ناواقفیت پس جہالت کی وجہ سے ہوگی۔ اور تجاہل۔ پس اس لئے کہ اپنے دین کے باطل ہونے پر معین نہ ہو۔ اور اس لئے کہ لوگوں کو اس کی بصیرت حاصل نہ ہو۔ اور مَیں نے جو تجھ سے صاف صاف بیان کر دیا ہے۔ تو اس لئے ہے۔ کہ مَیں حضرت ہارونؑ بن عمرانؑ کی اولاد میں سے ہوں۔ اور محمد مصطفےٰؐ پر

ایمان لایا ہوں۔ مگر یہودیوں سے میں اسلام کو پوشیدہ رکھتا ہوں۔ اور تیرے بعد کسی اور سے بھی ظاہر نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ مر جاؤں۔ میں نے کہا۔ یہ کیوں۔ تو کہا۔ کہ میں نے اپنے بزرگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے۔ کہ جس پیغمبر پر جس کا نام محمدؐ ہے ظاہراً ایمان نہیں لائیں گے۔ البتہ باطناً ایمان لائیں گے یہاں تک کہ مہدیؑ جو ان کے فرزندوں سے ہے ظاہر ہو۔ پس ہم میں سے جو شخص ان کو پائے۔ اُس کو چاہئے۔ کہ اُن پر ایمان لائے۔ اور ان اسماء مبارکہ کے آخر میں اُن کی تعریف و توصیف بیان کی گئی ہے میں نے کہا۔ کس صفات سے۔ تو کہا۔ کہ وہ جناب تمام ادیان پر غالب آئیں گے۔ اور حضرت مسیح ان کے ہمراہ خروج کریں گے۔ اور ان کے دین میں داخل ہوں گے اور ان کے مصاحب ہوں گے میں نے عرض کی۔ برائے مہربانی مجھے ان اسماء مبارکہ کے معانی بتلایئے کہ کیا ہیں۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ لیکن ان کو سوائے اُن کے اہل کے اور کسی سے مت بیان کرنا:۔

تقوثیث۔ سیّد الاوصیاء ہے۔ اور وصی و خلیفۂ آخر انبیاءؐ ہے۔

قیذوا۔ ثانی اوصیاء ہے اور اوّل عترت اصفیاءؑ ہے۔

دبیرا۔ عترت دوم اور سیّد الشہداءؑ ہے۔

مفسورا۔ سیّد و سردار ہے عبادت کرنے والوں کا۔

مسموعاہ۔ وارث علم اوّلین و آخرین ہے۔ یہی معنی باقرؑ ہیں۔

دوموہ۔ مدح کنندہ علم الٰہیہ ہے۔ اور یہی معنی جعفرؑ ہیں۔

مشیوا۔ تمام محبوسین سے بہتر ہے۔

ہذار۔ آوارۂ وطن ہے۔ غریب الغرباءؑ۔

یثموا۔ تھوڑی عمر والا اور بڑے آثار والا۔

بطورا۔ اس کا چوتھا نام ہے یعنی علیؑ چہارم۔

نوقس۔ وہ اپنے چچا کا ہم نام ہے یعنی حسنؑ۔

قیذموا۔ وہ ہے جو اپنے ماں باپ سے مفقود رہے۔ یعنی بحکم خدا سے غائب ہے۔ اور اُس کے حکم کو قائم رکھنے والا ہے۔

اور شیخ نعمانی نے اپنی کتاب غیبت میں بیان کیا ہے۔ کہ عبدالحکیم بن حسن سمریؒ نے ارجان میں مجھے ایک تحریر سنائی۔ جسے ایک یہودی نے لکھا تھا جو علماء یہود سے تھا اور اس کو حسن بن سلیمان کہتے تھے۔ اُس تحریر میں ائمہؑ کے اسماء مبارکہ عبرانی زبان میں اور ان کی تعداد مذکور تھی خلاصہ

اس کا یہ ہے۔ کہ خداوند عالم فرزندان اسمٰعیلؑ سے ایک پیغمبرؐ مبعوث فرمائے گا۔ اور نام جناب اسمٰعیلؑ توراۃ میں اِشموعیلؑ ہے۔ اور اُس پیغمبرؐ کا اسم مبارک **میمی ماد** ہے اور اب **بماد ماد** ملتا ہے۔ یعنی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور وہ بڑھے گا۔ اور اُس سے بارہ سردار اور امامؑ پیدا ہوں گے۔ جن کی لوگ پیروی کریں گے۔ اور نام اُن کی تقریبیٹ لخ ہیں جو ابھی بیان کئے گئے ہیں۔ اور ماکس سے پوچھا گیا۔ کہ یہ نام کونسی سورۃ میں مذکور ہیں۔ تو اس نے کہا۔ کہ مسنہ سلیمانؑ یعنی قصّہ سلیمان میں ہیں۔ صاحب نجم ثاقب فرماتے ہیں۔ کہ کلمہ **فیہذ موا** اکثر نسخوں میں تو قاف سے مذکور ہے اور بعضوں میں فا سے لیکن چونکہ زبان عبرانی ہے۔ اور پُرانے نسخے ذرا کم پڑھے جاتے ہیں۔ اس لئے ان اسماء مبارکہ کے صحیح تلفظ کے متعلق اطمینان کلی نہیں ہے ؎

(۱۱۲) **قائم** ہے۔ اور یہ حضرتؑ کے اسماء خاصہ مشہورہ متداولہ سے ہے۔ اور ذخیرہ میں بیان کیا ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا سِفر دہم زبور میں مذکور ہے۔ اور نیز کتاب برلیبو موا میں۔ اور قائمؑ کے معنی فرمان الٰہی میں کھڑے ہونے والے کے ہیں۔ کیونکہ وہ جناب ہمیشہ شب و روز فرمان خدا کے بجالانے کے لئے مستعد ہیں۔ جہاں ارشاد ہوا۔ فوراً ظہور فرمائیں گے۔ اللھم عجل اس لئے قائم کہلائے ؎

اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں جناب امام رضاؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب حضرت قائم علیہ الصلوٰۃ والسلام خروج فرمائیں گے۔ تو لوگوں کو نئے اسلام کی طرف بلائیں گے۔ اور فرمایا۔ کہ ان کو قائم اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ حق کو قائم کریں گے۔ اور شیخ طوسیؒ نے غیبت میں ابی سعید خراسانی سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ میں نے جناب صادقؑ سے دریافت کیا۔ کہ آیا مہدیؑ اور قائمؑ سے ایک ہی شخص مقصود ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ اور فرمایا۔ کہ ان کو قائم اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ قائم ہوں گے بعد موت ذکر و نام مبارک بالتحقیق کہ وہ ایک امر بزرگ کے واسطے قائم ہوں گے ؎

صدوقؒ نے معانی الاخبار میں بیان کیا ہے۔ کہ قائم علیہ السلام کو قائم اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ قائم ہوں گے بعد مرجانے اپنے ذکر کے۔ یا اس واسطے کہ بعض بیوقوفوں کے خیال میں وہ جنابؑ مرنے کے بعد قائم ہوں گے۔ اور اسی احتمال کی تائید کرتی ہے وہ حدیث جو شیخ نعمانی نے اپنی غیبت میں حضرت باقرؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب زمانہ پلٹا کھائے۔ اور لوگ کہیں کہ مہدیؑ مرگئے یا ہلاک ہو گئے۔ اور کونسی کھاڑی میں چلے گئے کہ نہیں آتے۔ اور اُن کا تلاش کرنے والا کہے۔ کہ وہ کہاں ہوں گے۔ حالانکہ اُن کی ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئی ہوں گی پس تم لوگ اس وقت اُن کے ظہور کے منتظر رہو (وہی زمانہ اُن کے ظہور کا ہوگا) جھوٹی مہدویت و عیسویت کے مدعی آج کل یہی شور مچا رہے ہیں۔

پیروان حق و صدق پر اعتراض اور طعن کرتے ہیں۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جب قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ کہ یہ وہ نہیں ہیں۔ اُن کی تو ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو چکی ہیں۔ اور دُوسری روایت میں ہے۔ کہ حضرت صادقؑ کے حضور میں حضرت قائم علیہ السلام کا ذکر آیا۔ تو حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ آگاہ ہو۔ کہ جب وہ جنابؑ ظہور فرمائیں گے۔ تو لوگ کہیں گے۔ کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے حالانکہ اُن کی تو ہڈیاں بھی فلاں زمانے سے بوسیدہ ہو گئی ہیں۔ اور صدوقؒ نے کمال الدین میں صقر بن دلف سے روایت کیا ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ مَیں نے حضرت امام محمد تقیؑ سے سُنا۔ کہ وہ جناب فرماتے تھے۔ کہ میرے بعد خلق کا امام میرا فرزند علیؑ ہے۔ اُس کا حکم میرا حکم ہے۔ اُس کا قول میرا قول ہے۔ اُس کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور امامت اُس کے بعد اُس کے فرزند حسنؑ میں ہے۔ اور حکم حسنؑ کا اُن کے والد کے حکم کی مانند ہے۔ اور اُن کا فرمان اُن کے والد کا فرمان ہے۔ اور اُن کی طاعت اُن کے والد کی اطاعت ہے۔ پس حضرت خاموش ہو گئے۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ حضرت حسنؑ کے بعد کون امام ہے۔ پس حضرت زار زار رونے لگے۔ پھر فرمایا۔ کہ اُن کے بعد اُن کے فرزند امامؑ ہیں جو قائم بحق اور منتظر ہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ اُن کو قائم کیوں کہتے ہیں۔ فرمایا۔ اس لئے کہ وہ جنابؑ امامت کے ساتھ اُٹھیں گے بعد اس کے کہ اُن کا ذکر لوگوں میں سے جاتا رہے گا۔ اور بہت سے لوگ جو اُن کی امامت کے قائل ہوں گے اُس سے مُرتد ہو جائیں گے (لعنۃ اللہ علیہم) اس حدیث کا ذکر آئندہ بھی آئے گا۔ نیز ابو حمزہ ثمالیؒ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ مَیں نے حضرت محمد باقرؑ سے سوال کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ۔ آیا آپ تمام ائمہ علیہم السلام قائم بحق نہیں ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا۔ بیشک ہم تمام قائم بحق ہیں۔ مَیں نے عرض کیا۔ پس حضرت صاحب الامرؑ کو کیوں قائم کہتے ہیں؟ فرمایا۔ جب ہمارے جد امام حسینؑ کو اشقیاء نے شہید کیا۔ تو فرشتوں نے بارگاہ ذوالجلال میں آہ و بکاء کی آواز بلند کی۔ اور عرض کیا اے ہمارے پروردگار کیا تو فرزند پیغمبرؐ اور برگزیدہ خلق کے قتل پر خاموشی اور چشم پوشی اختیار کرے گا اور بدلہ و انتقام نہیں لے گا۔ پس خداوند عالم نے اُن کی طرف وحی کی۔ کہ اے میرے فرشتو! قرار پکڑو۔ مجھے اپنے عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مَیں بالضرور ان لعینوں سے انتقام لوں گا اگرچہ بہت زمانوں اور قرنوں کے بعد ہو۔ پس اللہ تعالےٰ نے ملائکہ کے سامنے سے حجابوں کو اُٹھایا۔ اور ائمہ فرزندان حسینؑ کے انوار کو اُنہیں دکھلایا۔ پس ملائکہ ان کو دیکھ کر خوش ہوئے پس اُن میں سے ایک نور کو دیکھا کہ وہ قائم ہے۔ اور نماز میں مشغول ہے۔ پس حق تعالےٰ نے فرمایا۔ کہ مَیں اس قائم کے ہاتھوں سے خون ناحق کا انتقام لوں گا۔

(۱۱۳) قابض ہے۔ (۱۱۴) قیامت ہے۔ جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔ اور بیانِ ساعت میں اس لقب کی مناسبت گزر چکی ہے۔

(۱۱۵) قسط ہے۔ اور یہ مثل مدل ہے۔ (۱۱۶) قوۃ ہے (۱۱۷) قاتل الکفرۃ ہے اور اس کی سند آٹھویں لقب میں گزر چکی ہے۔

(۱۱۸) قطب ہے۔ اور یہ لقب حضرتؑ کا طائفہ عرفا اور صوفیہ کے نزدیک بہت مشہور ہے۔ اور احادیث میں اس کا تذکرہ موجود ہے۔ اور شیخ کفعمی حاشیہ جنۃ الواقیہ اور دعائے اُم داؤد میں جہاں کہ فرمایا ہے۔ اللھم صل علی الابدال والاوتاد بیان کرتے ہیں۔ کہ دنیا کبھی خالی نہیں ہوگی ایک قطب اور چار اوتاد اور چالیس ابدال اور ستر نجیب اور تین سو ساٹھ صالحین سے۔ پس قطب حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں الخ۔

(۱۱۹) قائم الزمان ہے۔ کمال الدین میں حدیث ازدی میں مذکور ہے۔ کہ وہ بیان کرتا ہے۔ کہ میں مسجد الحرام میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا۔ پس حضرتؑ نے ایک پتھر کو میرے لئے سونا بنا دیا۔ اور میرے حق میں دعا کی اور فرمایا۔ کہ کیا تو مجھے پہچانتا ہے۔ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ میں مہدیؑ ہوں۔ میں قائم الزمان ہوں۔ اور میں ہی وہ ہوں کہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دوں گا بعد اس کے کہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

(۱۲۰) قیم الزمان ہے۔ جیسا کہ حدیث علوی مصری میں مذکور ہے۔

(۱۲۱) قاطع ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب تنزہ میں مذکور ہے۔

(۱۲۲) کاشف الغطاء ہے۔ جیسا کہ ہدایہ اور مناقب میں اس کو حضرتؑ کے القاب سے شمار کیا گیا ہے۔

(۱۲۳) کمال ہے۔ (۱۲۴) کلمۃ الحق ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حضرتؑ کا صحیفہ میں مذکور ہے۔

(۱۲۵) کیقباد دوم ہے۔ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا مجوس اور گبران عجم کے نزدیک ہے۔ جس کے معنی عادل برحق کے ہیں۔

(۱۲۶) کو کماب ہے۔ صاحب ذخیرہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب بختا

میں مذکور ہے۔

(۱۲۷) کاڑّ ہے۔ چنانچہ ہدایہ اور مناقب میں اس کو القاب سے شمار کیا گیا ہے۔ جس کے معنی کوٹنے والا اور کوٹانے والا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ جناب ایک دن عالم غیبت سے ظہور فرمائیں گے مُردوں کو زندہ کریں گے۔ چنانچہ شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اور دُوسروں نے اپنی اپنی کتابوں میں روایت کیا ہے۔ کہ جناب امام جعفر صادقؑ نے فرمایا۔ کہ حضرت قائمؑ کے ہمراہ پشتِ کوفہ سے ۲۷ آدمی تو جناب موسٰیؑ کی قوم سے زندہ ہو کر خروج کریں گے جو حق کی طرف ہدایت فرماتے تھے اور عدل و انصاف کرتے تھے۔ اور ۷ آدمی کہفِ رقیم سے۔ اور جناب یوشع بن نونؑ اور سلمان فارسیؓ اور ابودجانہؓ انصاری اور مالک اشترؒ۔ پس یہ سب حضرتؑ کے انصار اور حکام ہوں گے مختلف شہروں میں۔

(۱۲۸) لواء اعظم ہے۔ اور کوئی شک نہیں ہے کہ وہ جناب لواء اعظم الٰہی و رایۃ خداوندی ہیں۔

(۱۲۹) لندیطائث ہے۔ چنانچہ ذخیرہ اور تذکرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب ہزار نامہ ہند میں مرقوم ہے۔

(۱۳۰) لسان الصدقؑ ہے۔ چنانچہ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں کہ یہ نام حضرتؑ کا صحیفہ میں ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ لسان صدق جناب امیرؑ کا نام ہے۔ اور وجہ مناسب دونو بزرگواروں میں واضح ہے۔

(۱۳۱) ماشعؑ ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا توراۃ عبرانی میں ہے۔ اور صاحب تذکرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام اُس توراۃ میں ہے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔

(۱۳۲) عہید الآخر ہے۔ چنانچہ انہی دونو کتابوں میں مذکور ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا انجیل میں ہے۔

(۱۳۳) مسیح الزماں ہے۔ چنانچہ انہی دونوں کتابوں میں مرقوم ہے۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا فرنگیوں کی کتاب میں ہے۔

(۱۳۴) میزان الحق ہے۔ صاحب ذخیرہ فرماتے ہیں۔ کہ یہ نام حضرتؑ کا آذری پیغمبر کی کتاب میں ہے۔

(۱۳۵) منصور ہے۔ ذخیرہ اور تذکرہ میں مرقوم ہے کہ یہ نام حضرتؑ کا کتاب وید براہمہ میں ہے۔ جو اُن کے اعتقاد کے موافق آسمانی کتاب ہے اس کا ہم معنی لفظ اور شیخ فرات ابن ابراہیم کوفی کی

تفسیر میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے آیہ شریفہ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ کہ مظلوم سے مراد جناب امام حسینؑ ہیں۔ اور فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّهٗ کَانَ مَنْصُوْرًا۔ منصور سے مراد جناب مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس خدا نے آپ کا نام منصور رکھا ہے جس طرح سے۔ احمدؐ۔ محمدؐ۔ محمودؐ رکھا ہے۔ اور جس طرح سے جناب عیسٰےؑ کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ اور اس کی تفسیر پہلے آچکی ہے:

(۱۳۶) محمدؐ ہے۔ یہ نام حضرتؑ کا اصلی اور ذاتی اور سب سے پہلا نام ہے۔ جیسا کہ احادیث متواترہ خاصہ اور عامہ میں مروی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مہدیؑ امت میرا ہم نام ہے۔ اور حدیث لوح جابرؓ میں جو کہ متواتر معنوی ہے۔ وہ لوح جس کو جابرؓ نے جناب سیدۃ بنت رسول اللہؐ کے پاس دیکھا تھا جبکہ وہ ولادت حسینؑ کی مبارکباد کے لئے گئے تھے۔ جو ایک لوح تھی۔ مرد اخضر کی اور اُس پر نور کی تحریر تھی۔ پس انہوں نے جناب فاطمہ زہراؑ سے عرض کیا۔ کہ یہ کیسی لوح ہے؟ انہوں نے ارشاد فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے یہ لوح اپنے حبیبؐ کے لئے بطور ہدیہ کے بھیجی ہے۔ جس میں اُن کے اوصیاءؑ کے اسماء گرامی مکتوب ہیں اور انہوں نے مجھے عنایت فرمایا ہے۔ پس جابرؓ نے عرض کیا۔ کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کو نقل کر لوں۔ جناب فاطمہ زہرا صدیقہ کبریٰ نے اجازت دی۔ پس جابرؓ نے نقل کر لیا اور جب جناب امام محمد باقرؑ نے جابرؓ سے فرمایا۔ کہ آیا آپ مجھے اُس لوح کی نقل دکھلا سکتے ہیں جو آپ نے ہماری جدہ جناب سیدہ کے پاس سے نقل کیا ہے۔ پس جابرؓ نے اُس لوح کی نقل کو حضرتؑ کے پیش کیا۔ لیکن قبل دیکھنے کے جناب امام محمد باقرؑ نے اس کو پڑھ کر سنایا۔ جابرؓ کہتے ہیں۔ کہ میں اُس نقل کو دیکھتا رہا۔ اور حضرتؑ زبانی پڑھتے گئے۔ پس اس میں ایک حرف کی بھی کمی اور بیشی نہیں تھی۔ پس حضرتؑ کا نام اُس میں اس طرح مرقوم ہے۔ واکمل ذالک بابنه محمد ابوالقاسم رحمة للعلمین علیه کمال موسیٰ وبهاء عیسیٰ وصبر ایوب یعنی خدا فرماتا ہے۔ کہ میں ان تمام باتوں کو حسن عسکریؑ کے فرزند م ح م د سے کامل کروں گا جس کا لقب ابوالقاسم ہے۔ اور جو رحمۃ للعالمین ہے۔ اور جس میں کمال موسٰےؑ ہے اور بہاء عیسٰےؑ ہے اور صبر ایوبؑ ہے الخ۔ اور آئندہ مذکور ہوگا۔ کہ زمانہ غیبت میں اس نام سے پکارنا جائز نہیں ہے:

(۱۳۷) خلیفۃ الصالحینؑ ہے۔ (۱۳۸) منتقمؑ ہے۔ اور خطبۂ غدیریہ رسول خداؐ میں حضرت حجتؑ کے اوصاف میں ہے۔ الا انه المنتقم من الظالمین آگاہ ہو۔ کہ قائم آل محمدؐ ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔ اور ایک مشہور حدیث طولانی جارود بن منذر بروایت ابن عباسؓ میں جو کتاب

مقتضب میں مذکور ہے مروی ہے۔ کہ رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ شب معراج میں خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ میں رسولانِ ماسلف سے یہ امر دریافت کروں۔ کہ تم کو کس لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ پس میں نے اُن سے پوچھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ حضورؐ کی نبوت پہ اور علیؑ ابن طالبؑ کی ولایت پہ اور اُن اماموں کی ولایت پر جو حضورؐ کی ذریت سے ہیں۔ پس خداوند عالم نے میری طرف وحی کی۔ کہ عرش اعظم کی دائیں جانب دیکھو۔ میں نے نظر کی۔ پس کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہاں پہ علیؑ و حسنؑ و حسینؑ و علیؑ بن الحسینؑ و محمدؑ بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ و موسےٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسٰےؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ و حسنؑ بن علیؑ موجود ہیں۔ اور مہدیؑ کو دیکھا۔ کہ وہ ایک نور کے جبوترے پر نماز میں کھڑے ہیں۔ پس خداوند عالم نے مجھ سے فرمایا۔ کہ یہ تمام میرے دوستوں کے لئے میری حجت ہیں۔ اور یہ (یعنی مہدی علیہ السلام) منتقم ہے یعنی میرے دشمنوں سے بدلہ لے گا۔

اور علل الشرائع میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے۔ آگاہ ہو۔ کہ جس وقت ہمارا قائمؑ خروج کرے گا۔ تو ایک عورت کو زندہ کرے گا۔ تاکہ اس سے انتقام لے اور اس پہ حد جاری کرے واسطے فاطمہؑ بنت رسول اللہؐ کے۔ راوی نے پوچھا۔ اس پر حد کیوں جاری کریں گے۔ فرمایا اُس افتراکی وجہ سے جو اُس نے جناب ابراہیمؑ ابن رسولؐ کی والدہ پر کیا تھا۔ راوی نے پوچھا۔ کہ اس معاملہ کو خدا نے حضرت قائمؑ کے زمانے پر کیوں موقوف رکھا۔ تو فرمایا۔ کہ خداوند عالم نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت مبعوث فرمایا ہے اور قائم علیہ السلام کو نقمت۔

اور کافی میں اُسی جنابؑ سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص قائم علیہ السلام کی تمنا کرے تو اس کو چاہیئے کہ اُن کو عافیت میں تمنا کرے (یعنی وہ شخص اُن کے ظہور کی خواہش کرے جس کے اعمال اچھے ہیں)۔ کیونکہ خداوند عالم نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمت مبعوث فرمایا ہے۔ اور قائم علیہ السلام کو نقمت مبعوث فرمائے گا۔

اور کمال الدین میں مروی ہے۔ کہ اُس جنابؑ نے تین سال کی عمر میں احمد بن اسحاق سے فرمایا۔ اِنا بقیۃ اللہ فی ارضہ والمنتقم من اعدائہ یعنی مَیں اللہ کی زمین میں بقیۃ اللہ ہوں۔ اور انتقام لینے والا ہوں اُس کے دشمنوں سے۔

(۱۳۹) مہدیؑ ہے (صلوات اللہ علیہ) اور یہ لقب تمام اسلامی فرقوں میں حضرتؑ کے القاب مشہورہ سے ہے۔ اور شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب غیبت میں ابی سعید خراسانی سے روایت کیا ہے۔ کہ اُس نے جناب صادقؑ سے سوال کیا۔ کہ حضرت حجتؑ کو مہدی کیوں کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔

اس لئے کہ وہ جناب لوگوں کو ہر امر مخفی کی طرف ہدایت فرمائیں گے۔ اور شیخ مفیدؒ نے ارشاد میں اُسی جناب سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ قائم کو مہدی اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو اس امر کی طرف ہدایت کریں گے جو اُن سے گم ہو چکا ہوگا۔ اور یوسف بن یحییٰ السلمی نے کتاب عقد الدرر فی اخبار الامام المنتظر میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ مہدی کو مہدی اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ وہ لوگوں کو امر مخفی کی طرف ہدایت کریں گے۔ اور توریت و انجیل کو اُس زمین سے نکالیں گے جس کو انطاکیہ کہتے ہیں۔ اور دوسری روایت کے موافق فرمایا۔ کہ اُن کو اس لئے مہدیؑ کہا گیا ہے۔ کہ وہ جنابؑ سفر ہائے توریت سے ہدایت فرمائیں گے۔ پس اُن سفروں کو شام کے پہاڑوں سے نکالیں گے۔ اور اُن کی طرف یہودیوں کو بُلائیں گے۔ پس یہود اُن کتابوں پر ایمان لائیں گے جن کی تعداد تیس ہزار ہوگی۔ اور دوسری روایت کے موافق مہدی اُس جنابؑ کو اس لئے کہتے ہیں۔ کہ وہ شام کے ایک پہاڑ کی طرف لوگوں کو ہدایت کریں گے۔ پس اُس پہاڑ سے سفر ہائے توریت نکالیں گے۔ اور یہودیوں سے اُس کے ساتھ احتجاج فرمائیں گے۔ پس یہودیوں کی ایک جماعت حضرتؑ کے ہاتھ پر اسلام لائے گی۔ لیکن ان حدیثوں پر ایک اعتراض ضرور ہے۔ کیونکہ جو کچھ ان میں بیان کیا گیا ہے وہ لقب ہادیؑ کے مناسب ہے نہ مہدیؑ کے۔ اس اعتراض کا جواب انشاءاللہ لقب ہادی میں مذکور ہوگا۔

(۱۴۰) عبداللہؑ ہے۔ جیسا کہ اسم احمدؑ میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے کہ مہدیؑ کا نام احمد اور عبداللہ اور مہدی ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(۱۴۱) مؤمّلؑ ہے۔ چنانچہ شیخ کلینی اور شیخ طوسیؒ نے جناب امام حسن عسکریؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ جب حضرت حجتؑ متولد ہوئے۔ تو فرمایا حضرتؑ نے کہ ظالموں نے گمان کیا تھا۔ کہ وہ مجھے مار ڈالیں گے تاکہ نسل رسولؐ کو بالکل منقطع کر دیں گے۔ پس کس طرح دیکھا انہوں نے قدرت خدا کو۔ کہ اُس ذات قدیر نے اُن کی مرضی کے برخلاف مجھے فرزند عنایت فرمایا۔ پس حضرتؑ نے اپنے فرزند کا نام مؤمل رکھا۔ پس اس سے ظاہر ہے۔ کہ مُؤمَّل بفتح میم دوم ہے یعنی بصیغہ مفعول جس کے معنی امید کئے گئے کے ہیں۔ یعنی یہ وہ فرزند ہے۔ جس کی تمام خلائق کو امید ہے۔ چنانچہ دعاء ندبہ میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ بنفسی انت من امنیۃ شائق یتمنی من مؤمن ومومنۃ ذکرا فحنّا

(۱۴۲) منتظرؑ ہے۔ چنانچہ کمال الدین میں جناب امام محمد تقیؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ بعد امام حسن عسکریؑ کے امام اُن کے فرزند ہوں گے۔ جو قائم بحق اور منتظر ہیں۔ راوی نے پوچھا کہ اُن کو منتظر کیوں کہتے ہیں؟ ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کے لئے ایک غیبت ہے جس کے بہت سے دن

ہوں گے اور مدت دراز ہو گی۔ پس جن کا ایمان خالص ہے وہ تو ان کا انتظار کریں گے۔ اور جن کا ایمان مخلوط بشک ہے وہ انکار کریں گے۔ اور جو بے ایمان ہیں وہ ان کے نام لینے والوں پر استہزاء کریں گے۔ اور جو اُن کے زمانہ ظہور کا وقت معین کریں گے وہ جھوٹے ہوں گے۔ اور اُن کے ظہور میں جلدی چاہنے والے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور جو لوگ اُن ایام میں اطمینان اور تسلیم کے ساتھ اُن کا انتظار کریں گے۔ اور توقف ظہور میں چون و چرا نہ کریں گے۔ وہ نجات پانے والے اور مومن کامل ہوں گے۔ (اللهم اجعلنا منهم)

پس اس حدیث کی رو سے منتظر بفتح تا ہے یعنی بصیغہ مفعول جس کے معنی وہ شخص جس کی انتظار کی گئی ہے۔ کیونکہ تمام خلائق آپ کی منتظر ہے۔ بعض آیات سے منتظر بھی مستنبط ہے اور یہی صحیح ہے اور آپ منتظر حکم خروج ہیں

(۱۴۳) **ماء معین** ہے یعنی آب شیریں و جاری۔ چنانچہ کمال الدین اور غیبت شیخ میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیۂ مجیدہ قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَاْتِیْکُمْ بِمَاءٍ مَّعِیْنٍ ترجمہ لفظی۔ کہہ دے اے پیغمبر کہ اگر تمہارا آب شیریں زمین میں غائب ہو جائے پس ہے کوئی جو لائے اُس پانی کو۔ پس امامؑ نے فرمایا۔ کہ یہ آیت قائم علیہ السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے پس منشاء خداوند عالم کا یہ ہے۔ کہ اگر تمہارا امام تم سے غائب ہو جائے۔ اور تم کو نہ معلوم ہو کہ وہ کہاں ہے پس کون ہے۔ جو اُس امام حق کو تمہارے پاس لے آئے تاکہ وہ تمہارے لئے آسمانی اور زمینی خبریں بیان کرے اور حلال خدا اور حرام خدا سے تم کو آگاہ کرے۔ پس اُس وقت فرمایا حضرتؑ نے کہ خدا کی قسم اب تک اس آیۂ مجیدہ کی تاویل نہیں ظاہر ہوئی ہے۔ اور ایک روز ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ اور اسی مضمون کے قریب قریب کچھ اور حدیثیں اُس جگہ اور غیبت نعمانی اور تاویل الآیات میں مذکور ہیں۔ اور وجہ مشابہت حضرتؑ کی آب کے ساتھ ظاہر ہے۔ کہ جس طرح بارش کی وجہ سے زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح حضرتؑ کے ظہور سے عدل و انصاف سے سرسبز و شاداب ہو جائے گی۔ اور نیز انواع و اقسام کے اشجار اور نباتات سے زمین مزین ہو جائے گی۔ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا نیز کہ رب الارض حضرت حجت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس جو کام زمین پر پانی کرتا ہے۔ اُس سے زیادہ حضرتؑ کے ظہور سے ہو گا۔ کیونکہ اصل آب حیات وجود حضرتؑ ہے۔ اور کمال الدین میں جناب باقر العلومؑ سے آیۂ مجیدہ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (یعنی آگاہ ہو کہ خداوند عالم زمین کو مر جانے کے بعد زندہ کرتا ہے) کی تفسیر میں مروی ہے۔ کہ زندہ کرتا ہے اللہ زمین کو بسبب قائمؑ کے۔ کہ جب وہ اہل زمین کے کفر سے مر جائے گی۔ تو حضرت حجتؑ کے ظہور سے خداوند عالم پھر اس کو نور ایمان سے زندہ فرمائے گا۔ کیونکہ وجود کا فر مثل مردے کے ہے۔ اور جب تمام روئے زمین پر کافر ہی کافر ہوں گے۔

تو گویا زمین مُردہ ہو چکی ہو گی۔ اور یہی معنی ملئت الارض ظلماً وجوراً کی ہیں۔ یعنی بلحاظ کثرت۔
اور شیخ طوسیؒ کی روایت کے مطابق یہ تفسیر فرمائی۔ کہ اصلاح فرمائے گا۔ خداوند عالم زمین کی وجود قائمؑ سے بعد اس کے مرجانے کے یعنی بعد اہل ممالک کے ظلم و ستم کے ؛
پوشیدہ نہ ہے کہ زمانہ ظہور میں حضرتؑ کے وجود مبارک کو ماء معین سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور زمانہ غیبت میں دوسری آیت میں بئرِ معطلہ سے یعنی چاہ متروک۔ پس وجہ اس کی یہ ہے۔ کہ اس زمانہ ظہور میں تو ہر شخص حضرتؑ سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے جس طرح چاہ جاری سے ہر شخص سیراب ہو سکتا ہے۔ اور زمانہ غیبت میں صرف وہی لوگ مستفیض ہو سکتے ہیں۔ جن کو پانی کی بیحد تلاش ہے۔ اس لئے بئرِ معطلہ فرمایا ہے۔ کہ ہر شخص اُس سے پانی نہیں نکالتا ؛

(۱۴۴) مخبر بما یعلنؑ ہے۔ (۱۴۵) مجازی بالاعمالؑ ہے ؛

(۱۴۶) موعودؑ ہے شیخ طوسیؒ نے جناب امام زین العابدینؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ وفی السماء رزقکم وما توعدون - یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور جو کچھ تم وعدہ کئے جاتے ہو۔ اور جس شے کا تم کو وعدہ دیا گیا ہے۔ اُس کے وقوع کی نسبت ارشاد فرمایا ہے۔ فورب السماء والارض انہ لحق مثل انکم تنطقون یعنی خدائے زمین و آسمان کی قسم جو کچھ تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ وہ ویسا ہی حق ہے جیسا کہ تم بات کرتے ہو پس فرمایا۔ کہ اس سے مراد ظہور اور خروج قائم آل محمدؐ ہے۔ اور ابن عباس سے بھی اسی طرح کا مضمون نقل کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ غرض حضرتؑ کی آیہ مجیدہ میں رزق کی تاویل ہو ظہور حضرت حجتؑ ہے۔ کیوں کہ رزق روحانی حقیقت میں معارف سبحانی ہیں۔ جیسا کہ آیہ شریفہ میں فلینظر الانسان الی طعامہ (یعنی انسان کو چاہئے۔ کہ اپنے طعام کی طرف دیکھے۔ کہ وہ کہاں سے لیتا ہے) طعام کی تفسیر علم سے کی گئی ہے۔ اور جو کچھ اس آیت کے آخر حصہ میں اناج اور انگور اور زیتون اور نخل اور بستان اور چراگاہ وغیرہ مذکور ہیں۔ اُن سے انواع و اقسام کے علوم مراد ہیں۔ اور غیبت نعمانی میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ اس زمانے میں لوگوں کو اس قدر حکمت (یعنی علم شریعت) دی جائے گی۔ کہ عورت اپنے گھر بیٹھی ہوئی کتاب خدا اور سنت رسول خدا پر حکم کرے گی ؛
یا یہ کہ حضرتؑ کا مقصد تفسیر وما توعدون - ہو یعنی وہ موعود کہ جس کے آنے کا وعدہ تمام انبیاءؑ نے اپنی امتوں کو دیا ہے۔ وہ وجود حضرت حجتؑ اور زمانہ ظہور ہے۔ جیسا کہ حضرتؑ کی

زیارت میں وارد ہوا ہے۔ السلام علی المھدی الذی وعد اللہ بہ الامم ان یجمع بہ الکلم اور زیارت جامعہ کے ایک نسخہ میں حضرتؑ کے اوصاف میں مذکور ہے۔ والیوم الموعود والشاھد والمشھود ؛

(۲۴۷) مظہر الفضائح ہے۔ (۲۴۸) مبلی السرائر ہے۔ اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے اُس اثنا میں کہ ایک شخص حضرت حجتؑ کے پیچھے کھڑا ہوگا۔ اور حضرتؑ اُس کو امر و نہی فرماتے ہوں گے۔ کہ یکایک حکم دیں گے کہ اُس کو سامنے لائیں پس وہ حضرتؑ کے رو برو لایا جائے گا۔ پس حکم دیں گے کہ اس کی گردن مارو۔ پس اُس کو قتل کیا جائے گا۔ اور یہ ماجرے دیکھ کر تمام چیزیں حضرتؑ کے رعب سے خائف اور ہراساں ہوں گی۔ اور دوسری روایت میں اس طرح وارد ہوا ہے۔ کہ اُسی جگہ جہاں وہ کھڑا ہوگا۔ اُس کو قتل کریں گے ؛

(۲۴۹) مُبدی الآیاتؑ ہے۔ اور اس کے معنی آیات خداوندی کا ظاہر کرنے والا ہے یا مقام ظہور آیات الہیہ۔ ظاہر ہے کہ جب سے زمین کی خلافت قائم ہوئی ہے انبیاءؑ و مرسلینؑ نے خلق کی ہدایت کے واسطے آیات الٰہیہ کو ظاہر فرمایا ہے۔ لیکن چوں کہ حضرت حجتؑ قائمؑ آل محمدؐ تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ اولین و آخرین کے وارث اور منتقم ہیں۔ اس لئے آپ سے تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ کی آیات اور معجزات ظاہر ہوں گے۔ عمر حضرتؑ کی اس قدر طولانی ہوگی کہ جس کی انتہا نہیں۔ اور باوجود اس کے جوان رعناسی سالہ نظر آئیں گے۔ اور سر مبارک پر ہمیشہ ابر سفید سایہ انداز ہوگا۔ اور اُس میں سے باواز فصیح یہ ندا آئے گی۔ ھذا ھو المھدیؑ یہ ہے مہدیؑ۔ اور جب وہ جناب اپنے دوستوں اور شیعوں کے سروں پر ہاتھ پھیریں گے۔ تو ان کی عقلیں کامل ہو جائیں گی۔ اور اُن کے لشکر میں فرشتے ہوں گے جن کو لوگ کھلم کھلا دیکھیں گے۔ جیسا کہ زمانہ ادریسؑ تک لوگ دیکھتے رہے۔ اور اسی طرح سے جنوں کا لشکر ہوگا۔ اور حضرتؑ کے لشکر میں کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ہوگی سوائے ایک پتھر کے کہ اُسی سے سب کچھ برآمد ہوگا۔ اور ان کے چہرۂ انور سے اس قدر نور ساطع ہوگا۔ کہ نور آفتاب و ماہتاب کی کچھ حاجت نہیں ہوگی۔ واشرقت الارض بنور ربھا۔ اور آپؑ کے ظہور کی وجہ سے تمام درندے اور حشرات الارض کا ضرر اور خوف جاتا رہے گا۔ اور زمین اپنے تمام خزانے ظاہر کر دے گی۔ اور آسمان کی گردش کم ہو جائے گی۔ اور حضرتؑ کا لشکر سطح آب پر رواں ہوگا۔ اور جس شجر یا حجر میں کافر پوشیدہ ہوگا۔ وہ حضرتؑ کو اُس کی موجودگی سے خبر

دے گا۔ اور کافر کو حضرتؑ اُس کی پیشانی سے پہچان لیں گے۔ اور بہت سے مُردے حضرتؑ کے ہمراہ زندہ ہو کر اہل زمین بے دین کو قتل کریں گے۔ اور اسی طرح کی بہت سی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ اور اسی طرح سے وہ آیات ہیں۔ جو قبل از ظہور ظاہر ہوں گی۔ کہ جن کا شمار کرنا مشکل ہے۔ جو حضرتؑ کے ظہور اور خروج کا مقدمہ ہوں گی۔ اکثر قرآن میں مذکور ہیں۔ اور بعض احادیث میں۔ مثلاً یوم ینادِ المنادِ من مکان قریب یوم یسمعون الصیحۃ بالحق ذالک یوم الخروج۔

(۱۵۰) محسنؑ ہے اسد (۱۵۱) منعمؑ اور (۱۵۲) مفضلؑ ہے۔ اور یہ تینوں وہ اسماءِ حسنے ہیں کہ خداوند تعالٰے نے ان کا مظہر کامل وجود حضرت حجتؑ کو بنایا ہے۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چنانچہ سید جلیل علی ابن طاؤس کتاب اقبال میں بسند صحیح روایت کرتے ہیں۔ کہ جب رسول اللہ نجران میں دعوت اسلام کے لئے تشریف لے گئے۔ تو وہاں کے عیسائیوں کے علماء جمع ہوئے کہ حضرتؐ کے دعاوی کی صداقت معلوم کریں۔ اور اپنی آسمانی کتابوں میں تلاش کیا۔ منجملہ اُن کتابوں کے ایک کتاب تھی جس کا نام صحیفۂ کبیر ہے حضرت آدم صفی اللہ تھا۔ اور اس میں علم ملکوت خداوند عالم مرقوم تھا۔ اور جو کچھ زمین و آسمان میں خلاق عالم نے خلق فرمایا سب کا بیان تھا۔ پس اُس کے دوسرے مصباح میں انہوں نے پایا بعد چند فقروں کے) کہ اس وقت جناب آدمؑ نے نظر کی اُس نور کی طرف۔ جس نے اپنی چمک سے تمام خلاء زمین و آسمان کو روشن و منور کر دیا۔ پس اس کی روشنی بڑھتی گئی۔ حتّٰی کہ تمام آفاق مشارق کو پُر کر دیا۔ اور اسی طرح بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ تمام آفاق مغارب کو نور سے معمور کر دیا۔ پس اس وقت اُس چمک نے عالم بالا کا رُخ کیا۔ حتّٰی کہ ملکوت آسمان تک پہنچی۔ پس جناب آدمؑ نے غور سے اس کو دیکھا۔ تو معلوم ہُوا۔ کہ وہ نور محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور دیکھا کہ تمام عالم اُس کی خوشبو سے معطر اور معنبر ہو گیا ہے۔ اور دیکھا کہ چار نور اور ہیں۔ جنھوں نے اُس نور اوّل کا احاطہ کیا ہُوا ہے۔ آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے۔ جو نور اوّل سے بہت ہی مشابہ ہیں نورانیت اور خوشبو میں۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان پانچوں نوروں کے پیچھے کچھ اور انوار نمودار ہوئے ہیں۔ جو ان پانچوں سے استمداد چاہتے ہیں۔ اور یہ تمام انوار بھی انہی پانچوں کی طرح روشنی اور خوشبو اور عظمت میں برابر ہیں۔ پس ان پانچوں نوروں کے نزدیک ہوئے۔ اور ان کا احاطہ کر لیا۔ اور پھر نظر غور سے دیکھا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ان نوروں کے بعد کچھ اور انوار ہیں۔ جو تعداد میں ستاروں سے بھی زیادہ ہیں۔ لیکن پہلے نوروں سے بہت کم روشن ہیں۔ اور پھر ان میں بھی بعض بعض سے روشن اور تاریک ہیں۔

اس کے بعد کیا دیکھتے ہیں۔ کہ شب تاریک کی طرح کی سیاہی نمودار ہوئی ہے۔ اور مثل سیل دریا کے ہر طرف سے بڑھتی چلی آتی ہے۔ حتیٰ کہ اُس نے تمام کوہ و دشت کو پُر کر دیا۔ اور کیا دیکھتے ہیں۔ کہ یہ سیاہی نہیں ہے۔ بلکہ کچھ لوگ نہایت بُری صورت اور شکل کے ہیں۔ اور ان سے سخت بدبو آ رہی ہے۔ پس یہ ماجرے دیکھ کر جناب آدمؑ نہایت متحیر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ اے غیبوں کے جاننے والے اور گناہوں کے بخشنے والے اور اے قدرت قاہرہ والے اور اے مشیت غالبہ والے۔ وہ کون مخلوق سعید اور بلند مرتبہ ہے۔ کہ جس کو تو نے تمام عالم پر فوقیت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ افراد برگزیدہ کون ہیں۔ جنہوں نے اُس کا احاطہ کیا ہُوا ہے۔ اور اس کے گرد پروانوں کی طرح پھرتے ہیں۔ پس ارشاد ہُوا۔ کہ اے آدمؑ یہ نفوس قدسیہ تیرے اور ہر نیک بخت مخلوق کے لئے میری جناب میں وسیلہ ہیں۔ یہ وہ نفوس قادسہ و مقدسہ ہیں۔ کہ سب پر سبقت رکھنے والے ہیں۔ اور تمام مخلوقات کی (رزق و حیات و ممات میں) شفاعت کرنے والے ہیں۔ (اور روز حساب) گنہگاروں کے حق میں ان کی شفاعت مقبول ہے۔ اور یہ احمدؐ ہے جو ان سب کا سردار ہے اور میری تمام مخلوقات کا سردار ہے۔ مَیں نے اپنے علم سے اُس کو برگزیدہ کیا ہے۔ اور اُس کے نام کو مَیں نے اپنے نام سے نکالا ہے پس میں محمود ہوں اور وہ محمدؐ ہے۔ اور یہ اُس کا بھائی اور اُس کا وصی ہے۔ اور اُس کی تقویت مَیں نے اُس سے کی ہے۔ اور مَیں نے اپنی تطہیر اور برکات کو اُس کی ذریت میں قرار دیا ہے۔ اور یہ میری کنیزوں کی سردار ہے اور میرے احمدؐ پیغمبر کی یادگار ہے (صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہما)۔ اور یہ دونوں ان کے دو سبط اور دو دُرِ شاہوار ہیں۔ اور یہ ذوات مقدسہ جن کے نور ان کے نوروں میں داخل اور شامل ہو گئے ان کی ذریت ہیں اور ان کی یادگار ہیں اے آدمؑ آگاہ ہو۔ کہ مَیں نے ان میں سے ہر ایک کو برگزیدہ بنایا ہے۔ اور ہر طرح کی آلائش سے ان کو پاک اور مطہر کیا ہے۔ اور ہر ایک پر اپنی برکت اور رحمت کو بھیجا ہے۔ اور اپنے علم سے مَیں نے ہر ایک کو اپنی مخلوقات کا امام بنایا ہے۔ اور اپنے شہروں (لاہوتی۔ ملکوتی۔ جبروتی۔ ناسوتی) کا ان کو نور بنایا ہے ؎

اور نظر کیا آدمؑ نے۔ پس اُن سب کے آخر میں ایک شیخ (یعنی صورتِ نورانی) کو دیکھا۔ کہ وہ اس طرح اُس خلا میں روشن ہے جس طرح صبح کا ستارہ اہل دُنیا کے لئے روشن نظر آتا ہے پس خداوند عالم نے فرمایا۔ کہ اے آدمؑ مَیں اپنے اس بندہ سعید سے اپنے معتقد بندوں کی طوقوں اور بیڑیوں کو قطع کروں گا۔

اور اُن کو ہر طرح کے بار دنیاوی دشا ہان جبارسے سبکدوش کر دوں گا۔ اور زمین کو اس کے وجود کے ذریعہ سے مہربانی اور نرمی اور عدل سے پُر کر دوں گا جیسا کہ اُس کے ظہور سے پہلے قساوت قلبی اور جور سے پُر ہو چکی ہوگی۔

اور نیز اسی حدیث شریف میں ہے۔ کہ پھر اس جماعت نصاریٰ نے صحیفہ صلوٰۃ ابراہیمؑ کی طرف رجوع کیا۔ پس اس میں مذکور تھا۔ کہ خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو تابوت آدمؑ میراث میں عطا فرمایا جس میں تمام وہ علوم تھے جو خداوند عالم نے ملائکہ کو عطا فرمائے تھے۔ پس جناب ابراہیمؑ نے اُس تابوت میں نظر کی۔ پس دیکھا کہ اُس میں بعدد انبیاءؑ اولوالعزم و مرسلینؑ کے خانے بنے ہوئے ہیں۔ اور دیکھا کہ سب کے آخر میں خانہ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اور اُن کے دائیں طرف خانہ علی ابن ابی طالب علیہم الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا۔ اور دیکھا کہ ایک شکل نہایت نورانی ہے جس کا دامن علی ابن ابی طالب نے پکڑا ہوا ہے۔ اور اُس خانہ میں مرقوم تھا۔ کہ یہ اُس کا بھائی اور اس کا وصی ہے۔ اور مؤید ہے تائید خدا سے۔ پس جناب ابراہیمؑ نے عرض کیا۔ بار الٰہا یہ مخلوق شریف کون ہے؟ ارشاد ہوا۔ کہ یہ میرا بندہ میرا برگزیدہ فاتح خاتم ہے۔ اور یہ اس کا وصی اور وارث ہے۔ عرض کیا۔ فاتح خاتم کون ہے۔ ارشاد ہوا۔ کہ محمد میرا برگزیدہ میری پہلی مخلوق اور میری سب سے بڑی حجت میری مخلوقات ہیں۔ میں نے اس کو اس وقت سے پیغمبر بنایا ہے جبکہ آدمؑ مٹی اور جسد میں تھا۔ پس نظر کی ابراہیمؑ نے۔ پس کیا دیکھتے ہیں۔ کہ بارہ صورتیں نہایت مقدس اور خوش شکل ہیں جن کے حسن جمال سے قریب ہے کہ نور چمکے۔ پس بارگاہ ذوالجلال میں عرض کیا۔ بار الٰہا مجھے ان صورتوں کے نام بتلائے جو پہلی دو صورتوں محمدؐ و علیؑ سے مقرون ہیں صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ارشاد ہوا۔ کہ یہ میری کنیز اور میرے حبیبؐ کی یادگار ہے۔ اس کا نام فاطمہ صدیقہ زاہرہ ہے اور میں نے اس کو اس کے خلیلؑ کے ساتھ قرار دیا ہے۔ اور میرے پیغمبر کی ذریت کا سلسلہ ان سے قائم ہوگا۔ اور یہ دو حسنینؑ ہیں علیہما السلام۔ اور یہ علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ ہے۔ اور یہ محمدؑ بن علیؑ باقر العلومؑ ہے۔ اور یہ جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ اور یہ موسےٰؑ بن جعفرؑ ہے۔ اور یہ علیؑ بن موسےٰؑ ہے۔ اور یہ محمدؑ بن علیؑ ہے۔ اور یہ علیؑ بن محمدؑ ہے۔ اور یہ حسنؑ بن علیؑ ہے۔ اور یہ میرا کلمہؑ ہے۔ کہ اس کے ذریعہ سے میں اپنی رحمت کو شہروں میں منتشر کر دوں گا اور اپنے دین کو ظاہر کروں گا۔ اور اپنے بندوں کو بعد اُن کے مایوس ہو جانے کے اس کے ذریعہ سے فرحاں و شاداں و آباداں کروں گا۔ حتیٰ کہ یعبدوننی لا یشرکون بی شیئاً الخ۔ پس اس مقام میں اس حدیث شریف کا مضمون کافی ہے۔ اور یہ وہ

حدیث ہے۔ جس کو ابن طاؤس نے اصل کتاب عمل ذی الحجۃ حسن بن اسمٰعیل بن اشناس سے نقل کیا ہے۔ اور وہ مشہور قدماء سے ہیں۔ پس جو کچھ ذکر ہوا ہے۔ اُس سے توجیہ القاب خوب ظاہر ہو گئی ہے۔

(۱۵۳) مَنّانٌ ہے۔ اور یہ بھی اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ اور لقب ید باسطہ میں اس کی توضیح ہو گی۔ انشاءاللہ۔

(۱۵۴) مُوتُورٌ ہے۔ کئی ایک حدیثوں میں حضرتؑ کو اس لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ اور موتور بالدین وہ شخص ہے جس کے والد کو قتل کیا گیا ہو۔ اور اس کا بدلہ نہ لیا گیا ہو۔ اور مجلسیؒ فرماتے ہیں۔ کہ مراد والدین سے یا حضرت عسکریؑ ہیں یا امام حسینؑ ہیں۔ یا جنس والد مقصود ہے۔ جو تمام ائمہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کو شامل ہے۔ اور بدیہی ہے کہ اب تک کسی امامؑ کے خون کا بدلہ نہیں لیا گیا ہے اور وراثۃ امامت حضرت حجتؑ تک پہنچ چکا ہے۔ پس حق ثار بھی حضرتؑ کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس لئے جب ظہور فرمائیں گے۔ تو اپنے تمام آباؤ اجداد کا بدلہ لیں گے۔ نہیں بلکہ کل انبیاءؑ و مرسلینؑ کے ولی ثار ہیں۔ کیونکہ وارث تمام انبیاءؑ و مرسلینؑ ہیں۔ پس تمام مظلومین و مقتولین اوّلین و آخرین کا بدلہ لیں گے۔ جیسا کہ دعاء ندبہ میں صریحاً مذکور ہے۔ اس لئے حضرتؑ تمام سلسلہ علیۃ الٰہیہ کے موتور ہیں۔ چنانچہ غیبتِ نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے ابوبصیر سے فرمایا۔ اے ابا محمد! بالتحقیق کہ قائم آلِ محمدؐ موتور خشمناک خروج فرمائیں گے۔ اُن کے جسم مبارک پر رسول اللہؐ کا احد کے دن کا خون آلود پیراہن ہو گا۔ جس کا تذکرہ لقب وارث میں آئے گا۔

(۱۵۵) مُدَبِّرٌ ہے۔ اور اس کی پوری تحقیق باب اوّل میں آ چکی ہے۔ کہ مدبر عالم اس وقت وہی جناب ہیں۔

(۱۵۶) مامورٌ ہے اور (۱۵۷) مُقْتَدِرٌ ہے۔ جس کے معنی توانا کے ہیں۔ کیونکہ حضرتؑ سے بہت سے عجائبات قدرت الٰہیہ کے ظہور ہوں گے۔ اس واسطے گویا وہ جنابؑ عین قدرت الٰہی ہو گئے ہیں۔ پس اس لقب کا اطلاق ویسا ہی ہے جیسا کہ عدل و قسط کا ہے۔

(۱۵۸) مامولٌ ہے۔ جس کے معنی اُس شخص کے ہیں جس کی لوگوں کو امید ہو۔ چنانچہ غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ بعد ذکر کرنے علامات ظہور کے ارشاد فرمایا۔ کہ اس وقت اُٹھے گا قائم مامولؑ اور امام مجہول الخ۔ اور غیبت فضل میں سلطان مامول ہے۔ اور زیارت ماثورہ آنجناب میں ہے۔ السلام علیک ایھا الامام المامول۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہو گا۔ اور مصباح شیخ طوسیؒ

ذخیرہ میں عاصم بن حمید سے مروی ہے۔ کہ فرمایا جناب صادقؑ نے اور ذکر کیا ایک عمل کا جو حاجت طلب کرنے کے لئے بتلایا تھا۔ اور وہ عمل روزہ رکھنا ہے بدھ اور جمعرات اور جمعہ کا۔ اور غسل کرنا ہے۔ اور پاکیزہ لباس پہننا ہے۔ اور مکان کی چھت پر جا کر دو رکعت نماز ادا کرنا ہے۔ اور ایک دعا کا پڑھنا ہے جس کے چند فقرے یہ ہیں۔ کہ اے پروردگار میں تیری جناب میں اس امام غائبؑ اور بقیہ باقی کے ساتھ تقرب چاہتا ہوں۔ جو اپنے دوستوں میں مقیم ہے۔ جس کو تو نے اپنے نفس کے لئے پسند فرمایا ہے۔ جو طیّب و طاہر ہے۔ فاضل ہے خیر ہے۔ نور زمین ہے عماد زمین ہے۔ اور اس امت مرحومہ کا مامول اور سردار ہے۔ نیکیوں کا حکم دینے والا ہے۔ برائیوں سے منع کرنے والا ہے۔ ناصح امین ہے اور انبیاءؑ و مرسلینؑ کی طرف سے دین الٰہی کا پہنچانے والا ہے۔ اور خاتم اوصیاءؑ نجباء طاہرینؑ ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ؛

(۱۵۹) مُفَرِّجِ اعظمؑ ہے۔ اور مسعودی نے اثبات الوصیہ میں اور حضینی نے اپنی کتاب میں جو ہدایہ کے علاوہ ہے جناب امام رضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب تمہارا عالمؑ تم سے غائب ہو جائے پس منتظر ہو فرج اعظمؑ کے ؛

(۱۶۰) مضطرؑ ہے۔ تفسیر علی بن ابراہیم میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ مجیدہ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ کی۔ کہ یہ آیت حضرت قائمؑ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ خدا کی قسم ہے۔ وہ مضطر وہی جنابؑ ہیں۔ جب وہ جنابؑ دو رکعت نماز مقام ابراہیمؑ پر پڑھیں گے۔ اور اللہ سے دعا کریں گے پس خداوند عالم ان کی دعا کو قبول فرمائے گا۔ اور ان کے ایام مصائب کو دور کرے گا۔ اور ان کو اپنی تمام زمین کا خلیفہ بنائے گا۔ اور شیخ شرف الدین کی تاویل الآیات میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ حضرتؑ نے آیۂ مذکورہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ کہ یہ آیت قائم آل محمدؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جب حضرتؑ خروج فرمائیں گے تو عمامۂ مبارک سر پر رکھیں گے۔ اور مقام ابراہیمؑ میں نماز پڑھیں گے۔ اور اپنے پروردگار کی جناب میں تضرع اور انکسار سے دعا کریں گے۔ پس ان کا کوئی علم واپس نہیں لوٹے گا۔ یعنی جہاں حضرتؑ اپنا لشکر روانہ کریں گے ظفریاب ہوں گے۔ اور نیز جناب صادقؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب قائمؑ خروج کریں گے تو مسجد الحرام میں داخل ہوں گے۔ اور منہ خانہ کعبہ کی طرف ہوگا اور پشت مبارک مقام ابراہیمؑ کی طرف۔ پس دو رکعت نماز ادا فرمائیں گے۔ اور کھڑے ہو کر ارشاد فرمائیں گے۔ ایہا الناس میں آدمؑ سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں بہ نسبت اور

لوگوں کے۔ اور مَیں ابراہیمؑ سے زیادہ مماثلت رکھتا ہوں بہ نسبت اور لوگوں کے۔ اور مَیں اسمٰعیلؑ کا بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ سزاوار ہوں۔ اور مَیں رسول اللہؐ سے بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ سزاوار ہوں پس ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند فرمائیں گے اور نہایت اضطرار اور تضرع کے ساتھ دعا کریں گے یہاں تک کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑیں گے۔ اور یہی مقصد ہے آیۂ اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ الخ کا حقیقت یہ ہے۔ کہ جس وقت ظلم و جور زمین میں عام ہو جائے گا۔ اور مومنین زیادہ تر زیادہ مصائب میں گرفتار ہوں گے۔ تو وہ مضطر ہو کر خدا اور اس کے ولی زمانؑ کی طرف رجوع کریں گے۔ اور اس کو ہر طرف سے پکاریں گے۔ اس وقت ولی زمانؑ لوگوں کی یہ حالت دیکھ کر اور ان کا استغاثہ سُن کر مضطرب ہو جائیں گے اور بحالتِ اضطرار بارگاہ الٰہی میں فرج کی دُعا کریں گے۔ اور وہ قبول ہوگی۔ اور اس وقت حقیقت مصداق مضطر معلوم ہوگی۔ اللھم عجل ؛

(۱۶۱) مَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ سَمِيًّا ۔ ہے۔ مناقب قدیمہ میں تو بجائے سمیا کے شبیہا مذکور ہے۔ لیکن ہدایہ میں سمیا ہے جس کی تفسیر شبیہا سے کی ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی بھی اُس جناب کا شبیہ و نظیر نہیں ہے۔ اور نہ کوئی آپؑ کے مرتبۂ عزت و جلال کو پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ اس قدر اسماء سے کوئی ولی خدا موسوم نہیں ہُوا ؛

(۱۶۲) مقتصر ہے۔ شاید اُس جناب کو مقتصر اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ آپؑ اقتصار فرمائیں گے اپنے انصار اور اعوان اور مومنین مخلصین اور عباد صالحین کی مصاحبت اور قرابت کے ساتھ جن کی خداوند عالم تعریف فرماتا ہے۔ کہ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ برخلاف دیگر انبیاءؑ و مرسلینؑ و اوصیاءؑ و صدیقینؑ کے کہ وہ بزرگوار منافقین اور فاسقین کی معاشرت اور موانست اور مصاحبت بلکہ مواصلت اور مناکحت کے لئے معذور تھے۔ اور ان کی مدارات کے لئے مامور تھے۔ تحفظ دین اور بقاء جماعت مومنین کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اور اُس زمانے میں زمین کے مالک تمام صالحین ہی ہوں گے۔ ان الارض یرثھا عبادی الصالحون چنانچہ علی بن ابراہیم نے روایت کیا ہے کہ اس وقت رشتۂ الفت و مجالست و موانست کفار و منافقین سے بالکل شکستہ ہو جائے گا۔ صالح اور طالح اور طیب اور خبیث ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ اور ہرگز ان منافقین میں سے کسی کو امداد کے لئے نہیں بُلایا جائے گا۔ جیسا کہ امیر المومنینؑ منافقین کی اعانت سے جہاد کیا کرتے تھے۔ اُس زمانے میں ایسا نہیں ہوگا ؛

اور یہ بھی احتمال ہے۔ کہ وہ لفظ مقتصر نہ ہو۔ بلکہ منتصر ہو یعنی بدلہ لینے والا۔ اور اس آیۂ شریفہ سے

ماخوذ ہو۔ ولمن انتصر بعد ظلمہ فاولئک ما علیھم من سبیل چنانچہ تفسیر قمی میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ جب قائمؑ خروج فرمائیں گے۔ تو وہ جناب اور اُن کے اصحاب۔ بنی امیہ اور کذابین اور ناصبین سے بدلہ لیں گے۔ اور بظاہر یہی صحیح ہے ؀

(۱۶۳) المصباح الشدید الضیاءؑ ہے۔ چنانچہ لقب بست و ہشتم میں اس کا بیان گزر چکا ہے ؀

(۱۶۴) ناقور صورؑ ہے۔ اور صور قرنا اور نرسنگھے کو کہتے ہیں۔ جس میں پھونکتے ہیں۔ غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے تفسیر آیہ شریفہ فاذا نقر فی الناقور میں فرمایا۔ کہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ہمارے امام قائم الزمانؑ کے قلب مبارک میں خداوند عالم القاء فرمائے گا۔ کہ اب تم خروج کرو جب خداوند عالم کا منشاء ہوگا۔ پس وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے اور بامر خدا کے ساتھ خروج فرمائیں گے۔ اور تفسیر سیاری میں اسی جنابؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے آیہ مذکورہ میں کہ پھونکا جائے گا گوش مبارک قائمؑ میں اور حضرتؑ کو اذن خروج دیا جائے گا۔ اور مسعودی کی اثبات الوصیہ میں مفضل بن عمر سے مروی ہے۔ کہ انہوں نے جناب صادقؑ سے سوال کیا تعبیر جابر کی نسبت۔ پس فرمایا حضرتؑ نے کہ کسی بیوقوف کو اس کی خبر مت دو۔ ورنہ وہ راز فاش کردیں گے۔ کیا تو نے کتاب خدا میں نہیں پڑھا۔ فاذا نقر فی الناقور بالتحقیق کہ ہم میں سے ایک امام پوشیدہ ہو جائے گا۔ پس خداوند عالم ارادہ فرمائے گا۔ کہ اپنے امر کو ظاہر کرے۔ تو اس کے قلب میں القاء فرمائے گا۔ پس وہ جنابؑ ظاہر ہوں گے۔ اور قیام امر الٰہی فرمائیں گے ؀

(۱۶۵) ناطقؑ ہے۔ مقتضب الاثر میں ایک طولانی حدیث میں جو رسول اللہؐ نے سلمان فارسیؓ سے بیان فرمائی تھی۔ اور جس میں حضرتؐ نے ائمہ طاہرینؑ کے اسماء مبارکہ بیان فرمائے تھے حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ حسنؑ بن علیؑ صامت امین عسکریؑ ہے۔ اور اس کا فرزند حجتؑ اللہ ابن الحسن المہدیؑ الناطق اور قائم بحق اللہ ہے ؀

اور زیارت عاشورا میں بروایت ابن قولویہ مذکور ہے۔ وان یرزقنی ثارکم مع امام مھدی ناطق لکم اور بروایت شیخ طوسی امام مھدی ظاھر ناطق منکم ہے۔ اور ناطق ہونا اُس جنابؑ کا ظاہر ہے۔ کیونکہ اُن کے آباء طاہرین صلوٰۃ اللہ علیھم اجمعین اسرار الٰہی اور معارف اور حکم کے بیان کرنے کے لحاظ سے بہ نسبت اس جنابؑ کے گویا خاموش تھے۔ بہت سے احکام خوف اعداء سے پردۂ خفا میں رہ گئے۔ اور ان کو بیان کرنے کا موقع نہ ملا ؀

اور محمد بن طلحہ شافعی فرماتے ہیں۔ کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کو بطین اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ جنابؑ مُبطِن تھے۔ یعنی اُن اسرار اور علوم کو جو رسول اللہؐ نے بتلائے تھے پوشیدہ کرنے والے تھے۔ کہ کسی سے بیان نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ اُن کا متحمل اُن کو نہیں ملتا تھا۔ پس یہ تمام علوم اور اسرار الٰہیہ بطور خزانہ کے وجود امام زماں علیہ الصلوٰۃ والسلام میں موجود ہیں۔ کہ اُن کی زبان مبارک سے لوگوں تک پہنچیں گے۔

اور دعاء ماہ مبارک رمضان میں ہے۔ کہ خدایا اپنے دین اور اپنے اُس پیغمبرؐ کی سنت کو ظاہر فرما۔ کہ کوئی حق بات، کسی کے خوف سے پوشیدہ نہ رہ جائے۔ اور فضیلت نطق بالحق بلاخوف اسی جنابؑ سے مخصوص ہے۔

(۱۶۶) نہارؑ ہے۔ شیخ فرات بن ابراہیم نے اپنی تفسیر میں جناب امام محمد باقرؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ حارث اعور ہمدانیؓ نے جناب امام حسینؑ کی خدمت میں عرض کیا۔ اے فرزند رسولؐ میں آپ پر فدا ہو جاؤں مجھے اس آیت کی تفسیر بتلائیے۔ والشمس وضحٰھا فرمایا۔ اے حارث اس سے مراد وجود پیغمبرؐ ہے۔ پھر عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہو جاؤں۔ والقمر اذا تلٰھا۔ سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا۔ اس سے وجود امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ مراد ہے۔ کہ وہ جنابؑ بعد شمس نور محمدی کے اپنے نور سے عالم کو منور کرنے والے ہیں۔ جس طرح شمس آسمانی کے بعد قمر عالم کو روشن کرتا ہے۔ پھر عرض کیا۔ والنھار اذا جلّٰھا سے کیا مراد ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے مراد وجود قائمؑ ہے۔ کہ روشن کریں گے زمین کو عدل و داد سے۔

اور تفسیر علی بن ابراہیم میں جناب باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے تفسیر میں آیہ شریفہ واللیل اذا یغشٰی کے ارشاد فرمایا۔ کہ شب سے مراد یہاں پر وہ شخص ہے کہ جس نے نور امیر المومنینؑ کو اپنی حکومت میں پوشیدہ کر دیا۔ اور خداوند عالم نے امیر المومنینؑ کو ارشاد فرمایا۔ کہ اُن کی حکومت میں صبر کریں حتٰے کہ اُن کا زمانہ ختم ہو۔ والنھار اذا تجلّٰی فرمایا۔ کہ ان راتوں کی تاریکیوں کا دور کرنے والا ہمارا قائمؑ ہوگا۔ کہ جب وہ جنابؑ خروج فرمائیں گے تو تمام باطل دولتوں کو مغلوب کر دیں گے۔ اور قرآن مجید میں خداوند عالم نے مثالیں بیان کی ہیں۔ اور اُن مثالوں سے مخاطب کیا ہے اپنے پیغمبرؐ کو اور اُن کے اوصیاءؑ کو۔ پس ہمارے سوا کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ان مثالوں سے کون لوگ مقصود ہیں اور اس کی توضیح واشرقت الارض بنور ربھا سے ظاہر ہے۔

(۱۶۷) نفسؑ ہے۔ اور مراد بظاہر نفس اللہ ہے۔ جس طرح کہ زیارت ششم میں جنابؑ امیرؑ کو

نفس اللہ کہا گیا ہے۔ اور وجہ تسمیہ ظاہر ہے ؂

(۱۶۸) نور آلِ محمدؐ ہے علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ اور یہ لقب حضرتؑ کا اکثر احادیث اور آیات قرآنیہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ آیہ شریفہ واللہ متم نورہ میں نور سے مراد حضرتؑ کا وجود مبارک ہے۔ اور اسی طرح آیہ مجیدہ واشرقت الارض بنور ربھا میں نورِ رب سے مراد نور امام زمانؑ ہے۔ کیونکہ ربّ الارض وہی جنابؑ ہیں۔ چنانچہ حضرتؑ کی ایک زیارت میں ہے۔ نور الانوار الذی تشرق بہ الارض عما قلیل ؂

اور غایۃ المرام وغیرہ میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز میں مسجد کوفہ میں داخل ہوا۔ پس کیا دیکھتا ہوں۔ کہ امیر المومنینؑ انگشتِ مبارک سے کچھ لکھ رہے ہیں اور مسکراتے جاتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیر المومنین آپ کیوں مسکراتے ہیں؟ ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ اس آیت کو پڑھتے ہیں۔ لیکن اس کی حقیقت سے بے بہرہ ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وہ کونسی آیت ہے یا امیر المومنینؑ۔ ارشاد فرمایا۔ اللہ نور السموات والارض الخ مثل نورہ کمشکوٰۃ مشکوٰۃ سے مراد وجود پیغمبرؐ ہے۔ فیھا مصباح سے مراد میرا وجود ہے۔ الزجاجۃ سے مراد حسنینؑ ہیں۔ کانھا کوکب دری سے مراد علیؑ ابن الحسینؑ ہے۔ یوقد من شجرۃ مبارکۃ سے مراد محمدؑ بن علیؑ ہے۔ زیتونۃ سے مراد جعفرؑ بن محمدؑ ہے۔ لاشرقیۃ سے مراد موسےٰؑ بن جعفرؑ ہے۔ ولا غربیۃ سے مراد علیؑ بن موسی الرضاؑ ہے۔ یکاد زیتھا یضیٔ سے مراد محمدؑ بن علیؑ ہے۔ ولو لم تمسسہ نار سے مراد علیؑ بن محمدؑ ہے۔ نور علی نور سے مراد حسنؑ بن علیؑ ہے۔ یھدی اللہ لنورہ من یشاء سے مراد قائم مہدیؑ ہے صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین اور یاد رہے کہ اس آیہ مبارکہ نور کی تفسیر میں تقریباً ستر حدیثیں وارد ہیں۔ اور دراصل اپنے اپنے محل کے لحاظ سے سب صحیح ہیں۔ لہذا شبہ نہ ہو۔ کہ مشکوٰۃ نور جنابِ سیدہ کو بھی کہا گیا ہے۔ اور اسی طرح اور کلمات کی تاویل۔ ایک ایک آیت قرآنی کے سات سات بطن ہیں بلکہ ستر بطون۔ ولا یعلم تاویلہ الا اللہ ؂

اور اکثر احادیث معراج میں مذکور ہے۔ کہ نور حضرت حجتؑ عالم ظلال میں درمیان انوار اشباح ائمہ علیہم السلام کی مانند ستارۂ درخشاں کے ہے درمیان تمام ستاروں کے۔ اور ایک حدیث میں ہے۔ کہ مثل ستارۂ صبح کے درخشاں ہے ؂

(۱۶۹) نور الاصفیاءؑ ہے۔ (۱۷۰) نور الاتقیاءؑ ہے۔ ان دونوں کی سند اٹھائیسویں

لقب میں گزر چکی ہے۔

(۱۷۱) نجم ہے۔ چنانچہ ذخیرہ میں اس کو حضرتؑ کے اُن اسماء سے اشمار کیا ہے جو قرآن میں مذکورہ ہیں۔

(۱۷۲) ناحیہ مقدسہ ہے۔ چنانچہ جناب الخلود میں بیان کیا ہے۔ کہ زمانہ تقیہ میں حضرتؑ کو کبھی اس نام سے بھی ملقب کرتے تھے۔

(۱۷۳) واقیذ ہے۔ اسی جنات الخلود میں مذکور ہے کہ یہ لقب حضرتؑ کا کتب سماوی میں ہے۔ جس کے معنی ہیں دیر تک غائب رہنے والا۔ اور تاریخ عالم آراء میں مذکور ہے۔ کہ حضرتؑ کا نام توریت میں واقیذ لکھا ہے۔

(۱۷۴) وتر ہے جس کے معنی ہیں یکتا اور طاق اور فرد کامل۔ اور متفرد کمالات و فضائل میں وہ کمالات و فضائل جو نوع بشر کے لئے ممکن ہیں۔ اور متفرد خصائص اور کرامات الٰہیہ میں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہوگا۔ کہ حجج اللہ میں سے کوئی بھی اُن کے ساتھ حضرتؑ سے پہلے سرفراز نہیں ہوا ہے۔

(۱۷۵) وجہ ہے۔ اور زیارت میں وارد ہے۔ السلام علی وجہ اللہ المتقلب بین اظہر عبادہ۔ اور یہ لقب بھی تمام معصومینؑ میں مشترک ہے۔

(۱۷۶) ولی اللہ ہے۔ یہ لقب حضرتؑ کا احادیث میں بار بار آیا ہے۔ اور رواۃ کی زبان پر تو یہی لقب زیادہ آتا ہے۔ اور لقب ید باسطہ میں آئے گا۔ کہ خداوند عالم نے شب معراج میں فرمایا۔ کہ وہ یعنی قائم علیہ السلام میرا سچا ولی ہے۔ اور تمراز کی کفایۃ الاثر میں رسول خداؐ سے مروی ہے کہ جب ہمارے قائم علیہ السلام کا وقت خروج آئے گا۔ تو اس کے لئے ایک تلوار ہوگی جس پر غلاف ہوگا پس وہ تلوار ان کو آواز دے گی۔ کہ اٹھ اے ولی اللہ اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ اور دوسری حدیث میں ہے کہ حضرتؑ کا علم بھی یہی آواز دے گا۔ اور یہ لقب بھی القاب مشترکہ سے ہے۔

(۱۷۷) وارثؑ ہے۔ خطبہ غدیریہ میں رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ الا وانہ وارث کل علم والمحیط بہ ظاہر ہے۔ کہ وہ جنابؑ وارث علوم و کمالات اور مقامات اور کرامات بینات تمام انبیاء اور اوصیاء اور اپنے آباء طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے ہیں۔

اور مفضلؓ کی ایک طولانی حدیث میں ہے۔ کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ کہ جب حسنی سید کا لشکر کوفہ میں پہنچے گا۔ تو حسنی اپنے لشکر سے جدا ہوگا۔ اور حضرت مہدی علیہ السلام بھی اپنے لشکر سے

جدا ہوں گے۔ پس یہ دونو بزرگوار دونو لشکروں کے مابین کھڑے ہوں گے۔ پس حسنی اُس جناب سے کہے گا۔ کہ اگر تم مہدی آلِ محمد ہو۔ پس کہاں ہے تمہارے جد رسول اللہؐ کا عصاء مبارک اور اُن کی انگشتری اور چادر اور زرہ جس کا نام فاضل ہے۔ اور عمامہ جس کا نام سحاب ہے۔ اور گھوڑا جس کا نام مربوع ہے۔ اور اُونٹنی جس کا نام عضباء ہے۔ اور استر جس کا نام دلدل ہے۔ اور حمار جس کا نام یعفور ہے۔ اور اُونٹ جس کا نام براق ہے۔ اور وہ قرآن جس کو امیرالمومنین نے باترتیب جمع کیا تھا۔ پس حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ترجی نکالیں گے۔ جس کو سفط کہتے ہیں۔ پس اُسی میں وہ تمام چیزیں موجود ہوں گی۔ مفضل نے عرض کیا۔ اے مولا سے من کیا اُسی ایک سفط میں یہ تمام چیزیں موجود ہوں گی۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم یہی نہیں بلکہ تمام انبیائے سابقین کے تبرکات موجود ہوں گے یعنے کہ عصائے آدمؑ اور آلات بخاری نوحؑ اور ترکہ ہودؑ و صالحؑ اور مجموعہ ابراہیمؑ اور صاع یوسفؑ اور کیال شعیبؑ اور ان کا آئینہ اور عصائے موسےؑ اور وہ تابوت جس میں تبرکات آلِ موسےؑ و ہارونؑ ہیں جس کو ملائکہ اُٹھاتے ہیں۔ اور زرہ داؤدؑ اور عصائے رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتم سلیمانؑ اور اُن کا تاج اور رحل عیسےؑ اور تمام پیغمبروں کی میراث اُسی ایک سفط میں ہوگی مفصل بحار میں دیکھو۔

اور شیخ ابو الفتوح رازی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے۔ کہ یہ بات دونو صادقین (امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ) سے پہنچی ہے۔ کہ تابوت سکینہ اور عصاء موسےؑ دریائے طبرستان میں ہے۔ اور اُن کو زمانہ حضرت حجتؑ میں وہاں سے نکالیں گے۔

اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ عصاء موسےؑ اس درخت کی شاخ کا تھا۔ جو بہشت میں بو یا گیا تھا۔ پس جناب موسےؑ مدین کی طرف متوجہ ہوئے۔ تو اُن کو جبرئیلؑ نے وہ عصاء لاکر دیا۔ پس یہ عصاء اور تابوت حضرت آدمؑ دریائے طبریہ میں ہیں۔ اور بوسیدہ اور متغیر نہیں ہوں گے حتےٰ کہ قائمؑ آلِ محمدؐ اُن کو نکالیں گے جبکہ خروج فرمائیں گے۔ اور چند حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ اصلی آسمانی کتابیں غار انطاکیہ میں ہیں۔ اور اُن کو حضرت صاحب الامر علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالیں گے۔

اور غیبت فضل بن شاذان میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ فرمایا حضرتؑ نے کہ سب سے پہلے جو کام حضرت قائمؑ کریں گے وہ یہ ہوگا۔ کہ ایک شخص کو انطاکیہ میں روانہ کریں گے۔ پس وہاں سے توراۃ کو اُس غار سے نکالیں گے جہاں کہ عصاء موسےؑ اور سلیمانؑ کی انگوٹھی ہے۔

اور غیبت نعمانی میں جناب صادقؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرتؑ نے یعقوب بن شعیب سے فرمایا۔ کہ آیا میں تمہیں بتاؤں۔ کہ قائم آلِ محمدؐ کس پیراہن میں خروج فرمائیں گے۔ اُس نے عرض کیا۔ ہاں اے فرزندِ رسولؐ۔ پس حضرتؑ نے ایک جزدان طلب کیا۔ اور اس کو کھولا اور اس میں سے ایک کرباس کا پیراہن نکالا۔ پس اس کی بائیں آستین پر کچھ خون لگا ہوا تھا۔ پس فرمایا۔ کہ یہ پیراہن رسولِ خداؐ کا ہے۔ اور جب حضرتؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے۔ تو یہی پیراہن حضرتؐ کے جسمِ اقدس پر تھا۔ پس اسی پیراہن میں حضرت قائم علیہ السلام خروج فرمائیں گے۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اُس پیراہن خون آلود کو چوما اور اپنے سر پر رکھا۔ پس حضرتؑ نے اُس کو تہ کر دیا اور رکھوا دیا۔

اور اسی غیبت نعمانی اور کافی میں مروی ہے۔ کہ فرمایا۔ حضرتؑ نے کہ باہر جائے گا حضرت صاحب الامر مدینے سے مکہ کی طرف در آنحالیکہ میراث رسولِ خداؐ اُس کے ہمراہ ہوگی۔ راوی نے پوچھا۔ میراث رسولِ خداؐ کیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ شمشیر رسولِ خداؐ اور زرہ اور عمامہ اور عصاء مبارک اور تمام ہتھیار اور زین۔ اور آیۂ مجیدہ ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کی تفسیر میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ وراثت تامہ کاملہ اسی جنابؑ کے لئے ہے۔ اور اسی جنابؑ کے ہاتھ پر ظہور ہوگا۔ پس بلا شک و شبہ وارث علی الاطلاق وہی ہیں۔ صلوات اللہ علیہم اجمعین۔

(۱۷۸) ہادیؑ ہے۔ تاریخ جمعی باب القاب ائمہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت قائم آلِ محمدؐ کا لقب ہادیؑ اور مہدیؑ ہے۔ اور احادیث اور دعاؤں اور زیارات میں تو حضرتؑ کو اس لقب سے مکرر یاد کیا گیا ہے۔ اور مسلمات سے ہے کہ خداوند عالم کسی کو ہادی خلق نہیں بناتا اور اُن کے لئے نہیں بھیجتا بلکہ وعدہ بھی نہیں کرتا کہ اُس کے کام کو منتہیٰ تک پہنچائے گا۔ مگر اس وقت جبکہ وہ شخص از روئے حقیقت ہدایت یافتہ ہو۔ یعنی اُس کی فطرت و ماہیت کو خداوند عالم نے ہدایت کیا ہو۔ اور تمام اسرار حقیقت اور حقانیت کے دروازے اُس پر کشادہ کر دئے گئے ہوں۔ اور ہر مقصد کو پہنچا دیا گیا ہو۔ اور مستعد ہدایت ہو چکا ہو۔ پس جس شخص کو خداوند عالم نے ہادی بنایا ہے چاہیئے۔ کہ وہ مہدی ہو (یعنی ہدایت یافتہ از جانب خدا) اور اس کو مہدی کا خطاب اس لئے دیا گیا ہو۔ کہ وہ ہدایت کے اُن مدارج علیا پر فائز ہو چکا ہے۔ کہ اب وہ جناب اقدس الٰہی کی طرف سے خلق کا ہادی ہو سکتا ہے۔ اور ہر شخص کو صراطِ مستقیم پر اُس کی استعداد کے موافق پہنچا سکتا ہے۔ پس اس لحاظ سے جائز ہے کہ ہادی کی تفسیر مہدی سے کی جائے اور مہدی کی ہادی سے۔ جیسا کہ لقب مہدی میں بیان ہو چکا ہے۔ کہ جب لوگوں نے جناب صادقؑ سے مہدی کے معنی دریافت

گئے۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ مہدی وہ شخص ہے جو لوگوں کو ہدایت کرے الخ۔ یعنی وہ مہدی جس کو خداوند عالم نے مہدی کہا ہے۔ وہ وہ شخص ہے۔ کہ اُس کا منجانب اللہ ہدایت پانا اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ کہ اب وہ خداوند عالم کی طرف سے مخلوقات کو ہدایت کر سکتا ہے۔ افمن یھدی الی الحق احق ان یتبع امن لا یھدی الا ان یھدیٰ فما لکم کیف تحکمون کیا وہ شخص جو ہادی الی الحق ہے سزاوار اتباع ہے یا وہ شخص جو خود محتاج ہدایت غیر ہے۔ یہ کیسا بیجا حکم ہے۔ جو خود ہدایت یافتہ نہیں۔ وہ ہادی ہی کیسے ہو سکتا ہے۔ ہادی دراصل وہی ہے۔ جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ بلکہ مجسمۂ ہدایت اور سراسر مہدی ہو۔

صاحب نجم ثاقب فرماتے ہیں۔ کہ مہدی کی تفسیر ہادی سے کرنے میں جو اشکال پیدا ہوتا ہے ویسا ہی اشکال ہے جو لقب امیر المومنینؑ میں پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ معانی الاخبار اور علل الشرائع میں جناب امام محمد باقرؑ سے مروی ہے۔ کہ لوگوں نے اُن سے سوال کیا کہ امیر المومنینؑ کو امیر المومنینؑ کیوں کہتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ انّہ یمیرُ العلم یعنی وہ جنابؑ لوگوں کے لئے علم کا کھانا لاتے ہیں۔ کیا تم نے کتاب خدا کو نہیں سنا ونمیر اھلنا اور وجہ اشکال کی یہ ہے۔ کہ میرۃ جس کے معنی کھانا لانے کے ہیں مار یمیر میرًا سے ماخوذ ہے۔ اور امیر امر یأمر سے ہے۔ جس کے معنی حکم دینے والے کے ہیں پس بعضوں نے اس کی یہ توجیہ کی ہے۔ کہ یہ بر وجہ قلب ہے اور بعضوں نے کہا ہے۔ کہ اَمیرُ صیغہ واحد متکلم فعل مضارع ہے (جس کے معنی کھانا لاتا ہوں)۔ اور خود حضرت نے یہ کلام فرمایا ہے۔ پس مشہور ہوا۔ جیسا کہ تأبّط شرًا مشہور ہوا۔

اور تیسری وجہ یہ بیان کی گئی ہے۔ کہ اُمراء دنیا امیر اس لئے ہیں کہ وہ اپنے خیال میں لوگوں کے جلب طعام کے متکفل ہیں۔ اور امیر المومنینؑ چونکہ لوگوں کی غذائے روحانی یعنی علم لانے کے متکفل ہیں جو سبب حیات جاودانی ہے اور قوت روحانی ہے۔ اور علاوہ اس بزرگ کام کے جلب طعام دنیاوی میں بھی امرا دنیوی کے مشارک ہیں۔ اس لئے امیر المومنینؑ ہیں۔ علامہ مجلسیؒ نے اس وجہ کو بہت پسند فرمایا ہے۔ لیکن بہتر وہی ہے جو ہم نے تفسیر مہدی میں بیان کیا ہے۔ کہ امارت جانب پروردگار سے نہیں حاصل ہوتی مگر بعد تکمیل اور استعداد اور حصول مدارج علیا کے کہ جو شخص جس چیز کا محتاج ہو۔ اُس کو اُس کی تعلیم دے سکے پس جب تک کہ خود عالم راسخ اور عامل کامل نہ ہوگا۔ مسند امارت الٰہیہ پر ہرگز نہیں بیٹھ سکتا پس جس شخص کو خداوند عالم مہدی کہے۔ چاہیئے کہ وہ ان تمام مدارج کو طے کر چکا ہو۔ اسی طرح جس کو امیر المومنین کہے۔ وہ بھی تمام علوم و کمالات الٰہیہ پر حاوی ہو۔

و مثل امراء دنیوی کے ہو کہ ہر جاہل اور نادان امیر کہلا سکتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ کا مرجع بھی یہی توجیہ ہو سکتی ہے۔

(۷۹) یداللّٰہ الباسطۃ ہے۔ یعنی خداوند عالم کا وہ ہاتھ جس سے نعمت اور رحمت اور رافت اور لطف کو اپنی مخلوقات پہ پھیلاتا ہے۔ اور اُن کی روزی کو اُس سے فراخ کرتا ہے۔ اور بلاؤں کو اُن سے دفع کرتا ہے۔ شیخ صدوقؒ نے امالی میں عبداللہ ابن عباس سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہؐ نے۔ کہ جب مجھے ساتویں آسمان پہ لے گئے۔ اور وہاں سے سدرۃ المنتہیٰ پر اور سدرۃ المنتہیٰ سے حجابہائے نور کی طرف۔ تو خداوند عالم نے مجھے آواز دی۔ کہ اے محمدؐ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا پروردگار ہوں پس میری جناب میں خضوع و خشوع کر۔ اور خاص میری عبادت کر۔ اور مجھ پر توکل کر اور مجھ پر بھروسہ کر۔ پس تحقیق کہ میں راضی اور خوشنود ہوا اس بات سے کہ تو میرا بندہ اور حبیب اور میرا رسول اور نبی ہو۔ اور اسی طرح میں خوشنود ہوا اس بات سے۔ کہ تیرا بھائی علیؑ تیرا خلیفہ اور باب العلوم ہو۔ پس وہ میری مخلوقات میں میری حجت ہے اور سب کا پیشوا ہے۔ اُس کے ذریعہ سے میرے دوست اور دشمن پہچانے جائیں گے۔ اور اُس کے سبب سے تمیز ہو گی جماعت شیطان میری جماعت سے۔ اور اُس کے ذریعہ سے میرا دین قائم ہو گا۔ اور میری حدود محفوظ ہوں گی اور میرے احکام جاری ہوں گے۔ اور تیرے اور اُس کے اور اُس کے فرزندوں کی طفیل سے میں اپنے بندوں اور کنیزوں پر رحم کروں گا۔ اور تمہارے قائمؑ کے ذریعے سے میں اپنی زمین کو معمور و آباد کروں گا اپنی تسبیح اور تقدیس اور تہلیل اور تکبیر اور تحمید سے۔ اور اُس کے ہاتھوں سے میں اپنی زمین کو اپنے دشمنوں سے پاک اور صاف کر دوں گا اور اپنے دوستوں کو اس کا وارث بناؤں گا۔ (ان الارض یرثھا عبادی الصالحون) اور اس کے ہاتھوں سے میں اُن کا نام و نشان مٹا دوں گا جنہوں نے میرے ساتھ کفر کیا ہے۔ اور اپنے نام و نشان کو بلند کروں گا اور اُس سے اپنے بندوں اور شہروں کو زندہ اور آباد کروں گا اپنے علم سے۔ اور اُس کے واسطے تمام خزانے اور ذخیرے اپنی مشیت سے ظاہر کر دوں گا۔ اور اُس کے لئے تمام اسرار اور ضمائر اپنے ارادے سے واضح کر دوں گا۔ اور اُس کی امداد اپنے فرشتوں سے کروں گا۔ تو اُس کی تائید کریں میرے امر کے نفوذ کی خاطر اور میرے دین کے اعلان کی خاطر۔ پس یہ شخص میرا سچا ولی ہے۔ اور میرے بندوں کا حقیقی ہادی ہے۔

(۸۰) یمین ہے۔ اور یہ بھی معنا ید باسطہ کی طرح ہے۔

(۸۱) وجہ اللہ ہے۔ شیخ احمد بن محمد بن عباس اپنی کتاب مقتضب الاثر کے جزو ثانی

میں اپنے ہی اسناد سے حاجب بن سلیمان بن صورح السدوی سے روایت کرتے ہیں کہ اُس کا بیان ہے کہ "میں نے بیت المقدس میں عمران بن خاقان سے ملاقات کی جو منصور کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ پس اُس نے یہود کے ساتھ مباحثہ کیا تھا اُس بیان اور اُس علم سے جس کا وہ عالم تھا۔ پس یہود انکار نہیں کر سکتے تھے جو کچھ وہ کہتا تھا اُن کو تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ اُس نے تورات میں سے رسول اللہؐ اور اُن کے اوصیاءؑ کی پیش گوئیوں کو بیان کیا تھا۔ پس یہ شخص ایک روز مجھ سے کہنے لگا۔ کہ اے ابا مورج ہم تورات میں تیرہ نام پاتے ہیں۔ جن میں سے ایک محمدؐ ہے۔ اور بارہ نام اُن کے اہل بیتؑ کے ہیں جو اُن کے خلفاء ہیں۔ اور یہ سب توریت میں مذکور ہیں۔ لیکن اُن کے بعد اُن کے خلفاء میں سے کوئی بھی قبیلہ تیم و عدی اور بنی امیہ میں سے نہیں ہے۔ سب اُن کے اہل بیت میں سے ہیں۔ پس میں گمان کرتا ہوں کہ یہ اہل تشیع جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ حق ہے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے اُس سے کہا۔ مجھے بھی بتلا دے کہ وہ نام کون کون سے ہیں۔ اُس نے کہا۔ یوں نہیں بتلاؤں گا۔ مجھے عہد و میثاق خداوندی دے۔ کہ کسی شیعہ کو خبر مت کرنا۔ اُن ناموں کی جو میں تمہیں بتلاؤں گا۔ ورنہ اُنہی ناموں کو پیش کر کے مجھے مغلوب کریں گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اس بات سے کیوں ڈرتا ہے۔ یہ لوگ یعنی بنی عباس تو بنی ہاشم سے ہیں۔ تب اُس نے کہا۔ کہ ان لوگوں کے ناموں میں سے بھی کوئی نام اُن میں نہیں ہے۔ تو وہ سب کے سب فرزندان محمدؐ سے ہیں اور اُس کی یادگار یعنی فاطمہ زہراؑ کی ذریت سے ہیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ پھر میں نے اُس کو عہد و پیمان دیا۔ کہ میں ہرگز کسی سے بیان نہیں کروں گا۔ تب اُس نے کہا۔ کہ ایک بات اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ اگر میں تجھ سے پہلے فوت ہو جاؤں۔ تو تجھ کو اجازت ہے کہ ان کو بیان کرے۔ اور میری زندگی میں تجھ کو جائز نہیں ہوگا۔ کہ کسی سے بیان کرے۔

بہر حال اُس نے کہا۔ کہ وہ اسماء مبارکہ یہ ہیں۔ شموعل۔ شما عیشحو۔ وقی بر جتی شبوا۔ یسامدیثم۔ عوشود۔ یثمنم۔ بولیث۔ دبشیر العوی۔ فوم لوم۔ کودرد۔ عان لانذبود۔ دھوکال۔ یہ نقل مطابق اصل ہے۔ غلطی اور صحت کے ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ اور پوشیدہ نہ رہے۔ کہ تورات کبھی تو صرف انہی پانچ حصوں کو کہتے ہیں جو جناب موسےٰؑ کی طرف منسوب ہیں۔ اور کبھی تمام صحف انبیاءؑ کو کہتے ہیں۔ جن کو عہد عتیق بھی کہتے ہیں۔

(۱۸۲) یعسوب الدینؑ ہے۔ غیبت شیخ طوسیؒ میں جناب امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ فرمایا کرتے تھے۔ کہ لوگ ہمیشہ خسارے میں ہیں جب تک کہ

وہ زمانہ نہ آئے کہ لوگ اللہ کہیں۔ یعنی نام خدا لیا جائے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جبکہ یعسوب دین مع اپنے اتباع و انصار کے خروج کریں گے۔ اور جب وہ زمانہ آئے گا۔ تو خداوند عالم ایک گروہ کو اطراف زمین سے اُن کی خدمت میں پہنچائے گا۔ پس وہ لوگ مختلف مقامات سے اس طرح آئیں گے جس طرح بادل کا ٹکڑا دوڑتا ہے۔ قسم بخدا کہ میں اُن کے ناموں کو جانتا ہوں اور اُن کے قبیلوں کو جانتا ہوں۔ اور اُن کے امیر کو جانتا ہوں۔ اور اُن کو خداوند عالم جس طرح چاہے گا اُن کے مکانوں سے اُٹھائے گا۔ کسی قبیلہ سے ایک آدمی کسی سے دو۔ کسی سے تین۔ کسی سے چار۔ کسی سے پانچ۔ کسی سے چھ۔ کسی سے سات۔ کسی سے آٹھ اور کسی سے نو۔ پس تمام آفاق عالم سے تین سو تیرہ آدمی موافق تعداد شجاعان بدر حضرت قائم آل محمدؑ کی خدمت میں جمع ہو جائیں گے۔ پس یہی مقصد ہے خداوند عالم کا آیہ مجیدہ سے۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ ترجمہ: "تم جہاں کہیں ہو گے خداوند عالم تم سب کو اکٹھا کر دے گا۔ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔" حتیٰ کہ اُن میں سے اگر کوئی شخص گھٹنوں میں ہاتھ ڈالے بیٹھا ہوگا۔ تو خداوند عالم اس کے ہاتھ کھولنے سے پہلے اُس کو حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا دے گا۔ اور اس حدیث کے پہلے حصہ کو سید رضیؒ نے کتاب نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے۔ جس کی اصل عبارت یہ ہے "فاذا کان ذالک ضرب یعسوب الدین بذنبہ فیجتمعون الیہ کما یجتمع قزع الخریف" سید رضیؒ نے فرمایا ہے کہ یعسوب دین و سید عظیم اس روز تمام امور انسانی کے مالک ہوں گے علیہ الصلوٰۃ والسلام (اللھم عجل) اور قزع اُس بادل کو کہتے ہیں۔ جس میں پانی نہیں ہوتا۔ اور جزری اور زمخشری اور دوسروں نے اس جملہ کو جس میں ظہور مہدیؑ کنایۃً مذکور ہے نقل کر کے اس کی شرح کی ہے۔ اور یعسوب شہد کی مکھیوں کے سردار کو کہتے ہیں۔ اور ذنب سے مراد حضرتؑ کے انصار ہیں۔ اور یہ ترجمہ زمخشری کی تفسیر کے موافق ہے جو اس نے اس حدیث کے متعلق لکھی ہے۔

مخفی نہ رہے۔ کہ اکثر ان اسماء اور القاب اور کنیتوں سے جو مذکور ہوئے ہیں از جانب خدا اور انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کی طرف سے رکھے گئے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اور اُس کے خلفاء کا نام رکھنا عوام الناس و خواص الناس کے نام رکھنے کی طرح نہیں ہوتا۔ کہ اس تسمیہ میں تو معنی کا لحاظ رکھتے ہیں۔ اور نہ اسم کے مفہوم کا مسمٰی میں پائے جانے یا نہ پائے جانے کا لحاظ ہوتا ہے۔ محض نام رکھ دیتے ہیں۔ اور بس اسی واسطے اکثر ایسا ہوتا ہے۔ کہ نہایت پست فطرت اور دنی النفس کا نام نہایت اعلےٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ لیکن خداوند عالم اور اُس کے خلفاء اپنی اوصاف ذاتیہ و صفاتیہ کے لحاظ سے کسی کا

نام کہتے ہیں۔ جو حقیقتہً اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جس نفس قدسی میں متعدد اوصاف ہوتے ہیں۔ تو اس کا ایک ایسا نام یا لقب یا کنیت رکھتے ہیں۔ جو سب کو حاوی ہو۔ پس یہی وجہ ہے۔ کہ بعض حج اللہ کے اسماء والقاب کی توجیہ احادیث میں مختلف طریقوں سے مذکور ہوئی ہے۔ مثلاً کنیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوالقاسم ہے۔ پس کسی سائل کے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ ابوالقاسم حضرت کو اس لئے کہا گیا ہے۔ کہ حضرت کے فرزند کا نام قاسم تھا۔ اور کسی سائل کے جواب میں ارشاد ہوا ہے کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے باپ ہیں۔ اور تمام امت میں امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ بھی داخل ہیں۔ اور وہ جناب قاسم جنت و نار ہیں۔ اس لئے رسول اللہؐ کو ابوالقاسم کہا گیا ہے۔ یعنی علیؑ کے باپ اور کسی کے جواب میں کہا گیا ہے۔ کہ چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم روز قیامت خلق خدا میں رحمت الٰہی کو تقسیم فرمائیں گے۔ اس لئے ابوالقاسم ہیں۔ اور کسی کے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ کہ مخلوقات علوی و سفلی میں وہی جناب مقسم امور الٰہیہ ہیں۔ اس لئے ابوالقاسم سے موسوم ہوئے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پس یہی حال ہے تمام ان اسماء والقاب کا جو حج اللہ کو اللہ اور رسولؐ اور اوصیاءؑ کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔

پس یہاں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کثرت اسماء شرف مسمیٰ کی دلیل ہیں۔ پس ہر ایک اسم جو اللہ کی جانب سے حج اللہ صلوات اللہ وسلامہ علیہم کو عطا ہوا ہے۔ وہ ایک خاص صفت اور مقام و مرتبہ عظیم کا کاشف ہے اس لئے ہر ایک اسم ایک خلق اور صفت اور فضل اور رتبہ پر دلالت کرتا ہے۔ بلکہ بعضے ایسے ہیں۔ کہ بحیثیت جامعیت سارے ہی اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔ پس ان اسماء اور القاب سے انسان کو چاہئے۔ کہ ان مقامات اور مدارج ائمہ علیہم السلام کو معلوم کرے۔ جو اس اسم سے مفہوم ہو سکتے ہیں۔

اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مراتب و مقامات امام زمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھوڑا سا ادراک بھی قوت بشری کے لئے ناممکن ہے۔ وقال عزوجل قل لوکان البحر مداداً لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی ولوجئنا بمثلہ مدداً ... یہ خلاصہ ہے ان مباحث کا جو اصول کافی۔ کمال الدین و تمام النعمہ۔ جنات الخلود۔ سیزدہم بحار۔ تفسیر برہان و صافی۔ نور الانوار اور نجم ثاقب میں اسماء مبارکہ مہدی آخر الزمانؑ کے متعلق ہیں۔ اور لفظ زیادہ تر نجم ثاقب کے ہیں اور ترتیب بھی اسی کے موافق کیونکہ جو جامع فہرست اس کتاب میں ہے۔ اور کسی میں نہیں ہے۔ اور یہ زیادہ ذخیرہ۔ ذخیرۃ الالباب ہدایہ اور مناقب قدیمہ کا ہے۔ اور یہ کتب نہایت کم یاب بلکہ بعض نایاب ہیں۔

یہیں سے یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ مہدی آخر الزمان وہ شخص ہے۔ جو ان تمام اوصاف سے حقیقۃً متصف ہو۔ اور ان کی حقیقت اس میں پائی جائے۔ وہ اصلا اصل عالم امکان۔ احمد مجتبےٰ امیر جمیع امراء۔ بقیۃ اللہ فے الارضین و بقیۃ الانبیاء و اوصیاء مرسلین۔ ثائر و منتقم انبیاء و اولیاء و حجت خدا۔ جنب اللہ۔ حق مطلق۔ حجاب اللہ۔ حاشر لے اللہ۔ خزینہ دار علوم الٰہی۔ خدا شناس یکتا۔ خلیفہ خدا و خاصان خدا۔ داعی حق۔ رب الارض۔ سلطان مرتجی و مامول۔ سید اکبر۔ شرید و طرید ظالمین و طاغین صاحب الرجعت و الغیبت۔ صاحب الدولۃ الباہرہ۔ صدق مجسم۔ آفتاب درخشان عالم امکان و ماہتاب تابان امامت و خلافت۔ صراط مستقیم و ضیاء کون و مکان۔ عدل و عادل۔ فریاد رس۔ مشکل کشائے جمیع مومنین و مسلمین۔ عالم علم لدنی۔ قائم آل محمدؐ۔ قوت خدا۔ قاتل الکفرۃ۔ قطب زمان مسیح دوران کاشف الغطاء۔ لواء اعظم۔ لسان صدق۔ میزان حق۔ منصور من اللہ۔ مسمٰی بجد خود رسول خدا۔ ہادی خلق و مفطور بر ہدایت حق۔ فیض اعضاء عمال الٰہی و ید باسط خداوندی۔ نور خدا و منعم و محسن دنیا۔ مامور من اللہ و موتور انبیاء و اولاد انبیاء۔ شمع ہدایت و مصباح امامت و ولایت۔ وجہ اللہ۔ ولی خدا۔ غایت العالمین و یعسوب الدین۔ عین اللہ و یمین اللہ ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ یہ اوصاف حقیقۃً اگر کسی میں پائے جا سکتے ہیں، تو وہ انہی حضرت حجت ابن الحسن العسکری جزو نور الٰہی و فرزند رسالت پناہی علیہم الصلوٰۃ والسلام میں پائے جا سکتے ہیں۔ اور جو ہمارے استدلال باب اول میں خوب غور کرے گا۔ اس کو اس کا پورا یقین ہو جائے گا۔ اور نیز تمام ابواب کے ضمن میں ہر ایک نام کی اصلیت اور اس کی دلیل مل جائے گی۔ اور اس لئے یہ ایک سو بیاسی نام ایک سو بیاسی دلیلیں تشخیص و تخصیص امامت و مہدویت جناب حجت ابن الحسن العسکری علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ہیں۔ اور کسی ذات میں یہ اوصاف مجموعاً نہیں پائے جاتے۔ اور جھوٹے مدعیان مہدویت و عیسویت میں تو ایک صفت بھی ان میں سے حقیقۃً نہیں پائی جاتی۔ تو یہ ایک سو بیاسی دلائل ان کے کذب و افتراء پر شاہد بیّن ہیں۔ ناظرین حق و باطل کو پہچانیں اور حق کی پابندی کریں۔ وبشر عبادی الذین یستمعون القول ویتبعون احسنہ اولئک الذین ھداھم اللہ واولئک ھم اولوا الالباب۔

باب ششم

(غیبت و علل غیبت امام علیہ السلام)

فصل

(مطلق غیبت اور اس کی علت)

حضرت آدمؑ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الٓمّٓ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ "الٓمّٓ یہی کتاب ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہے۔ یہ ہدایت ہے اُن متقیوں کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور جو ہم نے ان کو ان کی روزی اور قوت دی ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جو کچھ تیری طرف نازل کیا گیا ہے۔ اور اس پر جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا ہے۔ اور آخرت پر وہ پورا یقین رکھتے ہیں **بس یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر ہیں۔ اور یہی لوگ نجات و فلاح پانے والے ہیں۔**" پس اول مرتبہ متقین ایمان بالغیب ہے۔ اور آخر درجہ ایقان بالآخرۃ۔ کتاب اللہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خداوند عالم نے جابجا حضرت آدمؑ کے قصہ کا ذکر کیا ہے۔ اور بیان قصص عبرت و نصیحت کے لئے ہوتا ہے۔ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰی ۔ اور جو قصہ جس قدر زیادہ اہتمام سے بیان ہو۔ اور مکرر ذکر کیا جائے۔ اور جابجا اس کے بیان کرنے کا حکم ہو۔ اور لوگوں کو اس کے بیان کرنے کی ہدایت کی جائے۔ وہ اتنا ہی ضروری اور مہتم بالشان ہوگا۔ بنا بریں معلوم ہوتا ہے۔ کہ قصہ حضرت آدمؑ نہایت اہم اور

مہتم بالشان قصہ ہے۔ اور یہ امر اہل بصیرت اور علما، علم قرآن سے پوشیدہ نہیں۔ کہ بیشمار نصیحتیں اور عبرتیں اور بہت سے احکام اس قصہ میں مندرج اور مطوی ہیں۔ اور بہت سے اہم راز خدا نے اس میں ودلیعت کئے ہیں۔ اور اس کا ہر ایک لفظ قابل غور و تامل ہے۔ سب سے اہم اور اول امر قابل غور اس میں یہ ہے۔ کہ خدا نے قبل خلقت حضرت آدمؑ ہزاروں برس پہلے اس کا اعلان کیا۔ اور اپنے ملائکہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً "میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں"۔ وَقَالَ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ "تحقیق کہ میں مٹی سے ایک صورت بشری خلق کرنے والا ہوں پس جب میں اس کو درست بنالوں۔ اور اس میں اپنی ایک ذراسی روح پھونک دوں۔ تو تم اس کو سجدہ تعظیمی دو"۔ پس مخلوق سے پہلے خلیفہ خلق کیا گیا اور خلقت انسانی کی ابتدا، خلیفہ خدا سے ہوئی۔ اور قاعدہ کلی ہے کہ حکیم پہلے وہی کام شروع کرتا ہے اور اسی سے ابتدا کرتا ہے۔ جو زیادہ اہم اور مہتم بالشان ہو۔ لہذا خلقت خلیفہ خلقت مخلوق سے اہم اور افضل و اشرف و مہتم بالشان ہے۔ اور وجود خلیفہ میں مصلحت بہ نسبت وجود مخلوق زیادہ ہے۔ اور جب قبل مخلوق وجود خلیفہ خدا ضروری ہے تو مخلوق کے وجود کے ساتھ ضروری تر ہوگا۔ اور حکیم کبھی امر ضروری و واجب کو ترک نہیں کر سکتا۔ پس اب ناممکن ہے۔ کہ زمین خدا خلیفہ خدا سے خالی ہو۔ جب تک زمین ہے خلیفہ خدا کا وجود اس میں ضروری ہے۔ نیز انہی آیات اور ان واقعات سے ثابت ہے۔ کہ بشر اشرف مکونات ہے کہ ملائکہ مقربین تک تعظیم بشر پر مامور ہیں۔ اور جس طرح یہ معلوم ہوا۔ کہ خلقت مخلوق سے پہلے خلقت خدا اہم و ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اعلان خلقت خلیفہ خدا اس کے وجود سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ ورنہ ناممکن ہے کہ حکیم مطلق قبل خلقت خلیفہ خدا ہزاروں برس پہلے اس کے پیدا کرنے اور اس کے بھیجنے کا اعلان کرے۔ اگر اس وقت اعلان خلافت الٰہیہ میں کوئی اہم ترین مصلحت پوشیدہ نہ ہو۔ تو فعل حکیم لغو سمجھا جائے گا۔ حالانکہ یہ محال ہے۔ وَفِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ۔ حکیم کا فعل کبھی حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ یقیناً اس اعلان خلافت میں وجود خلیفہ سے بھی زیادہ مصلحت ہے۔ ورنہ اس پر مقدم نہ ہوتا۔

اب غور طلب یہ امر ہے۔ کہ وہ کیا مصلحت ہے جس کی وجہ سے اعلان کو وجود خلیفہ پر مقدم کیا گیا۔ اور پیدا کرنے سے پہلے ملائکہ سے فرمایا۔ کہ میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔ اور فرمایا۔ کہ جب میں اسے بنالوں۔ اور اپنی روح خاص اس میں پھونک دوں۔ تو فوراً اس کے لئے سجدہ ادا کرو اور سجدہ تعظیمی میں گر پڑو۔ کیوں ایسا کیا گیا؟ اگر انسان عقل و بصیرت سے کام لے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ اس میں مصلحت عرف

یہی ہے۔ اور محض اسی وجہ سے اعلان کو وجود پر مقدم رکھا گیا ہے۔ کہ بعوث الیہم اور مخاطبین و سامعین اس پر اسی
وقت سے ایمان لے آئیں۔ اور اس کی تصدیق کریں۔ اور اس پر یقین رکھیں۔ اور ان کے لئے جو حکم دیا جائے اس
کے بجالانے کے لئے ان میں ایک حالت منتظرہ پیدا ہو جائے۔ اور جس وقت وہ خلق کیا جائے۔ اور ظاہر ہو تو حکم
الٰہی میں تخلف و تخلی نہ ہو۔ فوراً بجا لائیں۔ چنانچہ اس قصے اور الفاظ آیہ مبارکہ سے صاف ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ فرماتا ہے
کہ جس وقت میں اسے درست بنالوں اور اس میں اپنی روح خاص پھونک دوں۔ تو فوراً بلا توقف و تاخیر سجدے
میں گر پڑو۔ خلقت خلیفہ خدا اور صورت بشری مکمل و درست ہونے کے ساتھ ہی تعظیم کا حکم ہے۔ اور قاعدہ فطریہ
ہے۔ کہ مجہول مطلق کی طرف ذہن کی توجہ محال ہے۔ اگر یہ صورت بشری پہلے سے معلوم بالوجہ نہ ہو۔ اور مجہول
مطلق ہی ہو۔ تو اذہان مخاطبین و سامعین و مامورین اس طرف متوجہ نہیں ہو سکتے۔ اور ایسی صورت میں اگر
یکایک و ناگہانی خلقت اور ظہور خلیفہ خدا واقع ہو۔ اور تعظیم کا حکم بھی ساتھ ساتھ ہی۔ تو بہت سے مامورین سے
تخلف واقع ہو۔ کیونکہ ان کے اذہان اس کی طرف متوجہ نہیں ہیں۔ اور وہ کسی ایسے امر اور حکم کے لئے منتظر نہیں ہیں
اور جس کی تعظیم کا حکم دیا جا رہا ہے۔ اس کی کوئی عظمت و وقعت پہلے سے ان کے دل میں نہیں ہے۔ کیوں کہ
اس کی معرفت نہیں رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں تخلف وقوع ساجدین میں تخلف واقع ہو گا۔ کم سے کم یکایک ایسا
کرنے سے جھجکیں گے۔ بخلاف اس کے جبکہ ان کو پہلے سے خبر دی جائے اور اس کا اعلان کر دیا جائے اور پہلے
سے اس کے لئے مامور کر دیا جائے۔ تو ان میں حالت منتظرہ پیدا ہو جائے گی۔ اور چونکہ وہ ہزاروں برس سے
اس کے آنے کے منتظر ہوں گے۔ اس پر ایمان لا چکے ہوں گے اور اس کی فی الجملہ معرفت حاصل کر چکے ہوں گے
اس کے ظاہر ہوتے ہی اور صورت بنتے ہی بلا توقف و تاخیر حکم بجا لائیں گے اور تعظیم ادا کریں گے۔ حکم مانیں
گے اور اس کی اطاعت کریں گے۔ چنانچہ معلوم ہے کہ ملائکہ نے حضرت آدمؑ کے مخلوق ہوتے ہی ان کو سجدہ کرنے
میں ذرا توقف نہ کیا۔ اور وجود آدمؑ اور سجدے میں تخلف واقع نہ ہوا۔ جو ان پر پہلے سے ایمان لے آئے تھے ان کے
آنے کے منتظر تھے۔ ان کی فی الجملہ معرفت حاصل کر چکے تھے۔ سب کے سب فوراً سجدے میں گر پڑے۔ لیکن جو شخص جو
ایمان بالغیب نہیں رکھتا تھا اس وقت سے مومن نہیں ہوا تھا جس وقت کہ حضرت آدمؑ اس سے غائب تھے
اور صورت ظاہری جسمانی نہیں رکھتے تھے۔ اس وقت سے ان کا منتظر نہیں تھا جبکہ وہ عالم غیب میں تھے۔
اور عالم شہود میں نہیں آئے تھے۔ اور پہلے ہی سے ان کی معرفت حاصل نہیں کی تھی۔ وہ فوراً سجدے
سے ہٹ رہا۔ کیونکہ پہلے سے ایمان نہیں لایا ہوا تھا۔ اعتراض کرنے لگا۔ کیوں کہ معرفت پہلے سے

حاصل نہیں کی تھی۔ قیاس کرنے لگا۔ کیونکہ پہلے سے حالت منتظرہ اس میں حکم بجا لانے کے لئے پیدا نہیں ہوئی تھی۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ اِلَّآ اِبْلِيْسَ اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ کل فرشتوں نے فوراً سجدۂ تعظیمی ادا کیا سوائے ابلیس کے۔ کہ اس نے انکار کیا اور تکبر کیا۔ اور پہلے ہی سے مومن نہیں بلکہ کافر و منکر تھا۔ لہٰذا معلوم ہوا۔ کہ ایمان بالغیب نہایت ضروری ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے۔ کہ کسی حجت خدا کے ماننے اس کی اطاعت کرنے اس کا حکم تسلیم کرنے اور اس کی تعظیم بجا لانے کے لئے معرفت ضروری ہے اگرچہ تھوڑی ہی سی ہو۔ جب تک معرفت حاصل نہ ہو۔ دل میں عظمت پیدا نہ ہو گی۔ جب تک عظمت پیدا نہ ہو گی۔ قلب اس کی پوری تصدیق نہ کرے گا اور اطاعت و اتباع کی طرف مائل نہ ہو گا۔ پس اگر کسی حجت خدا کی معرفت قبل اس کے وجود ظاہری کے حاصل نہ ہو اور نہ بتلائی جائے اور اس کا پہلے سے اعلان نہ کیا جائے اور فوراً اس کی اطاعت و اتباع و تعظیم کا حکم دیا جائے۔ تو مامورین تا حصول معرفت تعظیم و توقیر و اطاعت و اتباع سے متخلف رہیں گے اور توقف کریں گے۔ اور غرض فوت ہو جائے گی۔ لہٰذا چاہئے کہ اس کے وجود اور ظہور سے پہلے اس کا اعلان ہو۔ اس کی فی الجملہ معرفت حاصل ہو اور اس طرح سے وہ پہلے سے منتظر ہو جائیں اور تیار رہیں۔ اور ظاہر ہوتے ہی اس کی تعظیم و توقیر کریں۔ اور اطاعت و اتباع کے لئے فوراً تیار و آمادہ ہو جائیں۔ شک و شبہ نہ کریں۔ قیاسات نہ دوڑائیں۔ شیطان کی طرح اعتراض نہ کریں۔ بلکہ فرشتوں کی طرح فوراً سر تسلیم خم کریں۔ پس ایمان بالغیب بہترین ایمان ہے۔ اور یہاں سے یہ معلوم ہو گیا۔ کہ جو لوگ ایمان لانے والے ہیں اور مومن ہوتے ہیں وہ پہلے ہی سے ایمان لے آتے ہیں۔ اور ان کے لئے غیب و شہود دونوں مساوی ہیں۔ وہ اعلان و اخبار ہی سے مومن ہو جاتے ہیں۔ وہ غیب و غائب پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ چنانچہ ملائکہ مقربین کے حالات سے ثابت ہے۔ ملائکہ نے اس سجدہ پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ کہ ہم کیوں اس شخص کو سجدہ کریں۔ ہمیں اس سے کیا فائدہ۔ اور جو کافر ہوتے ہیں وہ پہلے ہی سے کافر ہوتے ہیں اور اسی طرح وقت ظہور حجت ثابت ہوتے ہیں۔ جیسا کہ شیطان۔

اور اس وجہ سے کہ ایمان بالغیب نہایت اہم و ضروری ہے بلکہ مومن وہی ہے جو غیب پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ سنت الٰہی ہمیشہ جاری رہی ہے اور ہمیشہ حجج اللہ کے آنے کا اعلان ہوتا رہا ہے۔ ہر ایک سابق حجت خدا لاحق کی خبر دیتا رہا ہے۔ قبل خلقت آدمؑ خلافت آدمؑ کا ہزاروں برس پہلے اعلان کیا گیا۔ حضرت آدمؑ نے اپنے وصی جناب ہبۃ اللہ شیثؑ کا اعلان اور ان کی نبوت کی خبر دی۔ حضرت شیثؑ نے اپنے بیٹے شبانؑ کی وصایت کا اعلان کیا۔ شبانؑ نے مجلثؑ کا مجلثؑ نے محوقؑ کا

محوقؑ نے غنمیشاؑ کو۔ غنمیشاؑ نے انخوخؑ کو۔ انخوخؑ نے ناخورؑ کو۔ ناخورؑ نے نوحؑ کا اعلان کیا۔ اور مومنین ان پر ایمان لائے۔ کافرین منکر ہے۔ اور اسی طرح تا زمانہ حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر ایک نبی اور حجت خدا اپنے سابق کی تصدیق اور لاحق کی تبشیر کرتا آیا۔ اور خاص طور سے ان انبیاءؑ کی بشارت جن پر ظہور کا دار و مدار تھا چنانچہ بعد وفات حضرت آدمؑ ظہور حق جناب نوحؑ کے ظہور پر موقوف رکھا گیا تھا۔ بعد ازاں حضرت ہودؑ پر ہکذا۔ اسی سلسلہ اعلان و اخبار میں جناب نوحؑ نے اپنے بیٹے سامؑ کو وصایت نبوت پہنچائی۔ اور مومنین کو ان کی خبر دی۔ جناب سامؑ نے عثامؑ کو وصیت کی اور مومنین کو ان کی خبر دی۔ اور وہ ان پر ایمان لائے۔ اور عثامؑ نے برعیثاثاؑ کو وصیت کی اور ان کی وصیت کا اعلان کیا۔ برعیثاثاؑ نے یافثؑ کو۔ اور یافثؑ نے برہؑ کو۔ اور برہؑ نے حقیقبہؑ کو۔ اور حقیقبہؑ نے عمرانؑ کو۔ اور عمرانؑ نے ابراہیمؑ کو۔ اور ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو۔ اسمٰعیلؑ نے اسحٰقؑ کو۔ اسحاقؑ نے یعقوبؑ کو۔ اور یعقوبؑ نے یوسفؑ کو۔ یوسفؑ نے بثریاؑ کو۔ بثریاؑ نے شعیبؑ کو۔ شعیبؑ نے موسیٰؑ بن عمرانؑ کو۔ موسیٰؑ بن عمرانؑ نے یوشعؑ کو۔ یوشعؑ نے داؤدؑ کو۔ داؤدؑ نے سلیمانؑ کو۔ سلیمانؑ نے آصفؑ بن برخیاؑ۔ آصفؑ بن برخیاؑ نے زکریاؑ کو۔ زکریاؑ نے عیسےٰؑ کو۔ عیسےٰؑ نے شمعونؑ بن حمون الصفاؑ کو۔ شمعونؑ نے یحییٰؑ بن زکریاؑ کو۔ یحییٰؑ نے منذرؑ کو۔ منذرؑ نے سلیمہؑ کو۔ سلیمہؑ نے بردہؑ کو۔ اور بردہؑ نے بوساطت جناب رسول اللہؐ کو وصیت کی۔ اور ان کی نبوت و رسالت کا اعلان کیا۔ اور لوگوں کو خبر دی۔ اور ان میں سے جنہوں نے یہ خبر سنی اور اس کی تحقیق کر کے یقین کر لیا۔ وہ اسی وقت سے آنحضرتؐ پر ایمان لے آئے۔ اور ان کے ظہور و بعثت کا انتظار کرنے لگے۔ چنانچہ کتب تواریخ و سیر شاہد ہیں۔ کہ بہت سے علماء نصاریٰ و راہبان خیبر آنحضرتؐ پر ایمان لائے ہوئے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر تھے۔ پڑھو قصہ سیف بن ذی یزن و روزبہ سلیمان فارسیؓ وغیرہا۔ سیف بن ذی یزن اور بہت سے کاملین نے ظہور حضرت ختمی مرتبتؐ سے پہلے ہی انتقال کیا۔ اور سلمان فارسیؓ جیسے بزرگوار ظہور حضرتؐ تک زندہ رہے۔ اور زیارت و صحبت سے مشرف ہو کر سلمان منا اہل البیتؑ کے مرتبہ عالیہ تک پہنچے۔ اور تین سو یا پانچ یا چھ سو سال کی عمر پائی۔ یہ سنت سنت خدا و سنت حجج اللہ ہے ایمان بالغیب کی ہمیشہ ہدایت کی گئی اور تعلیم دی گئی ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا اس سنت الٰہی میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

انبیاءؑ مستعلین و مستخفین اس سلسلہ حجج اللہ میں یہ سنت الٰہی بھی ہمیشہ جاری رہی ہے۔ اور تا ظہور حضرت رسالت مآبؐ کبھی تبدیلی نہیں ہوئی کہ ان حجج اللہ میں

اکثر و بیشتر حجج اللہ غائب و پوشیدہ رہے ہیں۔ یعنی اپنے زمانہ وجود ظاہری میں اکثر لوگوں سے بحیثیت حجت خدا پوشیدہ و غائب رہے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے حجت اللہ ہونے کو ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ بہت زیادہ تعداد انہی حجج اللہ کی ہے چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا یعنی خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے ہمارے حبیب بعض رسول تو وہ ہیں جن کا ہم نے تجھ سے پہلے ہی ذکر کر دیا ہے۔ اور بعض ایسے ہیں جن کا بیان نہیں کیا۔ اسی کی تفسیر میں صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں ان اللہ رسلا مستعلین ورسلا مستخفین فاذا سئلته بحق المستعلین فاسئلہ بحق المستخفین یعنی خدا کے کچھ انبیاء ظاہری ہیں جنہوں نے اپنی نبوت و رسالت کا اظہار و اعلان کیا۔ اور بعض وہ غائب و پوشیدہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مخفی اور پوشیدہ رکھا ہے۔ اور اپنی نبوت و رسالت کا اظہار و اعلان خود نہیں کیا۔ اور تبلیغ ظاہری نہ کر سکے اور خدا نے انہی مستعلین کا ذکر کیا ہے مستخفین کا نہیں کیا۔ اور یہ مطلب صاف لم نقصصہم کا ہے۔ اور یہ غیبت و ظہور بمقتضیات الزمان و حکم الٰہی ہوتا رہا ہے۔ حضرت ہابیلؑ کے قتل ہونے سے ہی قابیلی مومنین و اولاد مومنین قتل و اولاد ہبتہ اللہ پر غالب آ گئے۔ اور کفر و ضلالت کا زور ہو گیا۔ اور حضرت ہبتہ اللہ ان کے خوف و عدم قدرت اظہار حق و دین حق علے الاعلان کی وجہ سے جزیروں میں پوشیدہ و غائب رہے۔ اور اپنے معبود کی عبادت کرتے رہے۔ اور سب حضرت نوحؑ کے ظہور کی بشارت دیتے رہے۔ اور مومنین ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ اور اس عرصے میں یعنی وفات حضرت آدمؑ سے تا ظہور حضرت نوحؑ صرف جناب ادریسؑ بصورت حکیم مدرس ظاہر ہوئے۔ اور بطور حکیم و فلاسفر علوم کی تعلیم دیتے رہے۔ اور انہی کو ہرمس حکیم کہا جاتا ہے۔ ان کے چالیس شاگرد کامل ہوئے۔ جو سب کے سب ہرامسہ کہلاتے تھے۔ انہی میں سے دو شخص ہندوستان میں آئے۔ اور خاص طور سے علوم ریاضیہ ہندسہ و حساب و نجوم کی تعلیم دی۔ اور ہندوستان ان علوم میں مشہور ہوا۔ اور بعض نے بعض پیغام الٰہی پہنچائے۔ غرض جس وقت ظہور و تربیت قوم و تدبیر مملکت ان اولیاء اللہ و حجج اللہ کو ممکن ہوئی اظہار کیا۔ اور جس وقت جس زمانے میں ممکن نہ ہوئی اظہار نہ کیا۔ اور غلبۂ دولت کفر و ضلال میں اپنے کو پوشیدہ رکھا۔ وفات جناب آدمؑ سے تا حضرت نوحؑ اور حضرت نوحؑ سے تا حضرت ابراہیمؑ حجج اللہ مستعلین و مستخفین ہوتے رہے۔ جب حضرت ابراہیمؑ کے ظاہر ہونے کا وقت آیا۔ اور لوگ ان کے ظہور کے منتظر تھے۔ تو خدا نے ان کے وجود کو پوشیدہ کر دیا اور ان کی ولادت کو چھپا دیا۔ اور نمرود کو خبر نہ ہوئی۔ اور اس کی سلطنت و غلبے کے زمانے میں حضرت ابراہیمؑ اپنی رسالت کو چھپاتے رہے۔ اور اپنے آپ کو ظاہر نہیں کیا۔ اور نمرود ان کی تلاش میں اپنی

اہل مملکت اور اپنی رعیت کی اولاد کو قتل کرتا تھا کیونکہ اس کو خبر دی جا چکی تھی اور لوگ منتظر تھے۔ مگر حضرت ابراہیم اپنے کو ظاہر نہیں کرتے تھے اور پوشیدہ زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ ظلم و جور نمرود دیکھتے تھے۔ اور صبر سے وقت اعلان و اظہار و مصلحت و حکمت الٰہی کے منتظر تھے۔ جب وہ مدت غیبت ختم ہو گئی۔ اور ظہور ممکن ہوا۔ اور مصلحت و حکمت الٰہی مقتضی۔ تو حضرت نے لوگوں کو اپنی طرف راہ نمائی کی۔ اور اپنے امر رسالت کو ظاہر کیا۔ یہاں تک کہ خدا نے ان کے دین کو ظاہر کیا اور ان کی حجت کو غالب۔ اور بعد وفات جناب ابراہیم ان کے اوصیاء حجج اللہ ہوئے۔ اور یکے بعد دیگرے وارث وصیت ہوتے رہے۔ بعض ان میں سے ظاہر ہوئے اور بعض بالکل غائب رہے۔ تا اینکہ حضرت موسٰے کے ظاہر ہونے کا وقت آیا۔ تو لوگ شدت سے ظہور کا انتظار کرتے تھے۔ اور فرعون موسٰے کی تلاش میں بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرتا تھا۔ اور ان کے آنے اور ظاہر ہونے کی خبر ہر طرف شائع ہو چکی تھی۔ اللہ نے ان کی ولادت کو بھی پوشیدہ رکھا۔ صندوق میں بند ہو کے دریا میں ڈلوائے گئے۔ اور آخر کار فرعون کی گود میں پرورش پائی۔ اور وقت حکمت و مصلحت تک حضرت موسٰے اپنے کو چھپاتے رہے اور لوگوں سے غائب۔ پھر جب حکم خدا ہوا اور وہ ظہور ممکن۔ تو ظاہر ہو کر فرعون اور فرعونیوں کو دعوت دی۔ اور بنی اسرائیل کو اس کے ظلم و جور سے بچایا۔ اور اس کے پھندے سے نجات دلائی۔ بعد وفات حضرت موسٰے ان کے اوصیاء حجج اللہ قرار پائے۔ اور وہ مستعلین و مستخفین رہے اور حضرت عیسٰے علیہ السلام وقت ولادت ہی سے ظاہر ہوئے۔ کیونکہ وہ وقت ایسا ہی تھا۔ اور مصلحت اسی کو مقتضی تھی۔ اعتراض یہود و اقتضاء زمانی اسی کو چاہتا تھا۔ کہ حضرت وقت ولادت ہی سے نبوت کا اظہار کریں۔ اور اس میں تکلم فرما کر معترضین کی زبان بند فرمائیں۔ بغیر تا ظہور و نور موفور السرور حضرت سرور کائنات صلعم جو پانچ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے حضرت عیسٰے کے اوصیاء حجج اللہ رہے۔ اور اوّل اوّل بعض ان میں سے ظاہر ہوئے۔ اور اس کا اظہار و اعلان کیا۔ بعد ازاں دولت کفر و ضلالت غالب ہو گئی اور حجج اللہ مغلوب تا اینکہ آنحضرت کے ظہور سے پہلے عالم پر جہالت و ضلالت کی سخت تاریک گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ اور دنیا ظلم و جور و فتنہ و فساد سے پُر ہو رہی تھی۔ حضرت کے ظاہر ہوتے ہی دور دور تک نور حق پھیل گیا۔ ضلالت و جہالت کا بادل پھٹ گیا۔ اور حق کا ہر طرف اعلان ہوا۔ وَقِيلَ لَهُ مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِهِ جو کچھ پہلے رسولوں کے لئے حکم ہوا تھا اور ان سے کہا گیا۔ وہی آنحضرت سے کہا گیا۔ اور وہی ان کے لئے حکم ہوا۔ وَقَالَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا یعنے سنت اُن لوگوں کی جن کو ہم نے تجھ سے پہلے رسول بنا کر بھیجا۔ اور وہ سنت یہی تھی۔ کہ آپ کے بھی

مثل انبیاء سابقین اوصیاء حجج اللہ قرار پائیں۔ چنانچہ مثل نقباء بنی اسرائیل بارہ اوصیاء حجج اللہ قرار پائے۔ جن میں سے گیارہ مستعلین ہوئے۔ اور بارھواں مستخفین میں سے۔ کیونکہ سنت استعلان واستخفاء ہے۔ اور مسلم ہے کہ بارہ منصوص اوصیاء میں سے گیارہ یقیناً ظاہر و مستعلن ہوئے۔ پس لا بد سنت استخفاء بارھویں سے متعلق ہو گی۔ اور وہی حجت غائب قرار پائے گا۔ اور ایسا ہی ہے (دیکھئی تفصیلا) یہ سنت الٰہی و سنت رسول اللہ ہی ہے اور کبھی اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوا۔ اور نہ اس وقت ہی ہو گا۔ اکثر حجج اللہ ہمیشہ پوشیدہ و غائب رہے ہیں اور مومنین جس طرح انبیاء مستعلین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اسی طرح مستخفین پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور احادیث نبویہ شاہد ہیں۔ کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کل تین سو تیرہ رسول مبعوث برسالت ہوئے ہیں۔ اور باقی صرف اپنے نفس پر نبی تھے۔ اور جو رسول ہوئے ہیں۔ ان میں سے بھی سب ظاہر نہیں ہوئے بلکہ بعض بالکل غائب رہے۔ اور بعض ایک مدت خاص تک غائب رہے۔ اور جس طرح انبیاء مستعلین پر ایمان لانا فرض ہے اسی طرح انبیاء مستخفین پر۔ چنانچہ امت محمدی بھی بلا استثناء تمام انبیاء پر ایمان لانے پر مامور ہے۔ اور آیات صریحۃ الدلالۃ شاہد ہیں۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ (ایمان لایا رسول اس پر جو کچھ اس کی طرف اس کے پروردگار کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اور ایمان لائے اس پر مومنین۔ یہ سب کے سب ایمان لائے ہیں خدا پر اس کے ملائکہ پر اور اس کے تمام رسولوں پر۔ اور وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ہم کسی ایک کو بھی اس کے رسولوں میں سے جدا نہیں کرتے ہیں) پس کل انبیاءؑ پر ایمان لانا تمام امت محمدی پر فرض ہے۔ اور جو بعض پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اور اب یہ تمام انبیاءؑ گزر چکے ہیں۔ اور اب سب ہم سے بالکلیہ غائب ہیں۔ اور ایک بھی ہمارے سامنے موجود نہیں ہے۔ جو زندہ ہیں وہ بھی غائب ہیں۔ مثل حضرت ادریسؑ و عیسےٰؑ و الیاسؑ و خضرؑ۔ اور اپنے زمانوں میں بھی تمام ظاہر نہیں تھے۔ بلکہ اکثر مخفی و پوشیدہ اور غائب تھے۔ ان سب پر ایمان لانا فرض ہے۔ جس سے ثابت ہے۔ کہ ایمان بالغیب نہایت اہم ہے۔ بلکہ افضل ترین ایمان ایمان بالغیب ہے۔ اور مومنین کاملین صرف وہی لوگ ہیں جو غیبؑ غائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور اس لئے جس طرح گزشتہ حجج اللہ پر ایمان لانے پر مامور ہیں اسی طرح لابد ہم آنے والے حجت اللہ الغائبؑ پر ایمان لانے پر مامور ہیں۔ اور جب تک آنے والے حجت اللہ الغائب پر ایمان نہ لائیں۔ مومن کامل نہیں کہلا سکتے۔ بلکہ نجات و فلاح صرف انہی کے لئے ہے۔ جو مومن بالغیب ہیں۔ وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ جو غیب پر یقین رکھتے ہیں۔ متقی و پرہیزگار وہی ہیں۔ جو

حجت غائب کے قائل و معتقد ہیں۔ اور فیض قرآن و ہدایت قرآن انہی کے لئے ہے۔ ذَٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ اور اس غیب سے مراد قیامت ہرگز نہیں ہو سکتی کیونکہ قیامت کا ذکر صاف آخر آیت میں موجود ہے۔ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ اور قیامت پر ایمان لانا مومنین بالغیب کی آخری صفت ہے۔ اس لئے غیب سے مراد یہاں قیامت کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ علاوہ ازیں ایمان بالغیب متقین کاملین کی اوّل صفت ہے۔ اور اسلام و ایمان میں فرق ہے۔ سارے مومن بھی متقی نہیں ہیں چہ جائیکہ سارے مسلمان متقی کہلا سکیں۔ حالانکہ قیامت پر اعتقاد رکھنا اوّل اسلام ہے۔ اور ہر ایک مسلمان اس پر ایمان رکھتا ہے۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک کلمہ گو اس صفت سے متصف ہو حالانکہ یقیناً ایسا نہیں ہے۔ سارے مسلمان متقی نہیں اور نہ سارے نجات پانے والے جیسا کہ قرآن میں صاف موجود ہے۔ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ثُمَّ لَنَنزِعَنَّ مِن كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلَىٰ رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوا وَّنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا (مریم) "پس تیرے پروردگار کی قسم ہے کہ ہم ضرور ان سب کو اور شیاطین کو اکٹھا کریں گے۔ اور پھر ہم ان سب کو جہنم کے گرد حاضر کریں گے۔ پھر ہم ہر ایک جماعت سے لوگوں کو جدا جدا کریں گے۔ کہ ان میں سے کون خدا کا سب سے زیادہ نافرمان اور سرکش ہے (یہاں تک عام کافرین و اولیاء شیاطین کا حال ہے۔ اب خاص اہل اسلام سے خطاب کر کے خدا فرماتا ہے) اور تم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ وہ وارد جہنم ہوگا اور اس تک پہنچے گا۔ یہ تیرے پروردگار کی قضاء حتمی ہے۔ پھر ہم نجات دیں گے صرف ان لوگوں کو جو متقی ہیں۔ اور باقی گنہگاروں کو وہیں جہنم میں پڑا ہوا چھوڑ دیں گے۔" اس سے صاف ثابت و محقق ہے۔ کہ سارے مسلمان نجات نہیں پا سکتے۔ اور یہی مضمون حدیث کا ہے کہ مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں سے بہتر ناری اور ایک ناجی اور مطابق آیۂ مبارکہ ناجی صرف یہی فرقہ متقین ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ آیۂ یُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ میں غیب سے مراد قیامت و معاد ہرگز نہیں ہے۔ ورنہ لازم آتا ہے کہ سارے مسلمان متقی اور ناجی ہوں۔ وھو خلاف الحق و خلاف القرآن یقیناً نجات صرف ان متقین کے لئے ہے جو اقامۂ صلوٰۃ و انفاق فی سبیل اللہ و ایقان معاد و قیامت کے ساتھ غیب پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان بالآخرہ اور شے ہے۔ اور ایمان بالغیب اور شے۔ جو لوگ مومنین بالغیب ہیں وہ مومنین بالآخرۃ ضرور ہیں۔ مگر جو لوگ مومنین بالآخرۃ ہیں ضروری نہیں کہ وہ مومنین بالغیب بھی ہوں۔ مومنین بالقیامت سارے مسلمان ہیں۔ اور مومنین بالغیب

ایک خاص جماعت۔ اور اب دیکھنا ضروری ہے کہ وہ مومنین بالغیب کون جماعت ہے۔ اور غیب سے مراد کیا ہے اور کیوں اس کو نمازیوں اور متقیوں کی سب سے پہلی صفت قرار دیا گیا ہے۔ اور جملہ اوصاف متقین پر مقدم کیا گیا اور ضرور اس میں کوئی خاص حکمت و مصلحت ہے۔ پس حکمت و مصلحت اور اس کی علت یہی ہو سکتی ہے۔ کہ یہ غیب کوئی ایسی شے ہے۔ جس پر ایمان لائے بغیر باقی اوصاف کالعدم ہوں۔ اور نجات کا دارومدار اسی پر ہو۔ بلکہ باقی تمام اوصاف متقین اسی پر موقوف ہوں۔ اور وہی علت تامہ اور علت غائی ہو۔ ظاہر ہے۔ کہ اصول دین اسلام بنا بر مشہور تین ہیں۔ توحید۔ و نبوت و معاد۔ اور ان تینوں میں تمام مسلمان مساوی ہیں۔ اور سب ان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اور مقام توحید میں شہود و غیب دونو پر اعتقاد اجمالی رکھتے ہیں۔ لہذا بنا بر دلیل سابق اگر ان تینوں اصولوں میں سے کوئی غیب کا یہاں مصداق ہو۔ تو وہی محظور پھر لازم آتا ہے۔ یعنی کہ سارے مسلمان مومنین بالغیب ہو جاتے ہیں۔ اور یہ خلاف حق و خلاف فرض ہے۔ اور یہ تینوں اصول اسی کا مصداق ہوئے تو ضرور ان کے علاوہ ہوں گے۔ اور مسلم ہے کہ ان تینوں اصولوں کے علاوہ اگر اصول ہیں تو وہ عدل و امامت ہیں! اور عدل توحید کے ساتھ ہے۔ اب اگر بعد نبوت کوئی اعتقاد ضروری ہے تو وہ اعتقاد امامت ہے۔ اور یہ ایمان بالغیب اسی میں منحصر ہے۔ اب ہم قرآن شریف میں دیکھتے اور غور کرتے ہیں۔ کہ غیب خدا نے کن چیزوں کو کہا ہے۔ اور یہاں غیب سے مراد کون ہو سکتا ہے قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یَقُوْلُوْنَ لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ " یعنی وہ لوگ کہتے ہیں۔ کیوں نہیں اس پر اس کے پروردگار کی کوئی آیت نازل ہوتی؟ کہہ دو۔ کہ آیت غیب ہے اور غیب تو بس اللہ ہی کے لئے ہے۔ پس تم اس آیت کے آنے اور ظاہر ہونے کے منتظر رہو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔" اس آیہ مجیدہ میں آیۃ اللہ کو غیب سے تعبیر کیا ہے۔ اور آیۃ اللہ العظمٰی حجت اللہ ہے۔ اور حجت اللہ سے بڑھ کر کوئی آیت خدا نہیں ہے۔ کیونکہ تمام آیات اور ظہور تمام آیات الٰہی حجت اللہ (نبی و امام) پر موقوف ہے۔ اور اس میں کسی مومن متدین بلکہ کسی ذی عقل و فہم کو شک نہیں ہو سکتا کہ پیغمبر و امام سے بڑھ کر کوئی آیت اللہ نہیں ہے۔ بلکہ اصل آیت خدا وہی ہیں نفس جو نبی و امام آیت خدا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ کو خدا صاف آیۃ فرماتا ہے۔ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ اٰیَةً یعنی ہم نے عیسٰی بن مریم اور اس کی ماں کو آیت بنایا ہے۔ یعنی حجت قرار دیا ہے۔ اور چونکہ خدا نے حضرت عیسٰی کو حجت خلق کیا تھا۔ اور انہوں نے اول روز ولادت ہی اپنی حجت کا اقرار کیا اور اظہار فرمایا۔ فَقَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ بیشک میں بندہ خدا

اور مجھ کو خدا نے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔" اور نبی حجت خدا ہے۔ پس ان آیات میں آیت سے مراد حجت خدا ہے۔ اور دوسری جگہ خدا نے آیت یعنی حجت کو غیب سے تعبیر کیا ہے۔ وَقَالَ لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ لہذا غیب و آیت و حجت خدا یہاں ایک ہی ہوئے۔ اور لابد غیب ایک حجت خدا ہے۔ نیز قرآن شریف میں خدا نے حضرت یوسف کو جو ایک آیت خدا اور حجت خدا ہیں صاف لفظوں میں غیب کہا ہے۔ فَقَالَ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ "اے حبیب یہ غیب کی خبر ہے جو ہم تجھ کو وحی کرتے ہیں اور تو اس وقت ان کے برادران یوسف کے پاس نہیں کھڑا تھا۔ جبکہ انہوں نے اپنی رایوں میں اتفاق کیا۔ اور ایک مکر کی چال چلے۔ خدا اس قصہ یوسف کو غیب کی خبر کہتا ہے۔ پس لابد صاحب قصہ غیب ہے ورنہ تو ظاہر ہے کہ اس وقت قصہ حضرت یوسف عالم شہود میں آچکا تھا۔ اور کتب سابقہ میں موجود تھا۔ اور یہود و نصاریٰ و علماء اس کے عالم تھے۔ اب صرف عالم غیب میں نہیں تھا۔ ضرور غیب یہاں پر وہی بزرگوار ہیں۔ جن کا قصہ بیان کیا گیا ہے۔ اور قصہ حضرت یوسف کا ہے۔ اور اس لئے غیب حضرت یعنی حجت خدا ہی ہیں۔ اور اس میں شک نہیں۔ اور ابواب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ بعد رسول اللہ ائمہ اہل بیت اور اوصیاء عترت رسول حجج اللہ ہیں۔ اور یہ سب کے سب آیات الٰہی ہیں۔ اور ان آیات الٰہی میں گیارہ آیات گزر چکی ہیں۔ اور اب اس سلسلۂ اوصیاء رسول اور حجج اللہ میں صرف امام غائب و حجت قائم باقی ہیں۔ اور وہ وہی آیت منتظرہ ہیں۔ اور چونکہ وہ آخری خلیفہ خدا اور حجت خدا اور آیت الٰہی ہیں۔ اور ان پر ایمان لانے والا ضرور باقی تمام آیات سابقہ پر ایمان لانے والا ہوگا۔ جس طرح سلسلہ انبیاء میں جناب ختمی مرتبت پر ایمان لانے والا پہلے تمام انبیاء پر ایمان لانے والا ہے۔ کیونکہ وہ جناب مصدق جملہ انبیاء سابقین ہیں عملاً و علماً۔ اسی طرح جناب امام غائب آخری اوصیاء و مصدق جملہ انبیاء و اوصیاء ہیں علماً و عملاً۔ پس آنحضرت پر ایمان لانے والا جملہ انبیاء و اوصیاء پر ایمان لانے والا ہے۔ اور آنحضرت کا منکر گویا تمام انبیاء و اوصیاء کا منکر ہے اور اس کو یہ ایمان کچھ مفید نہیں ہے۔ اور سلسلہ نبوت میں علت تامہ اور علت غائی جناب خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں۔ اسی طرح سلسلۂ اوصیاء میں جناب خاتم الاوصیاء امام غائب حجۃ اللہ المنتظر علیہ الصلوٰۃ والسلام علت تامہ و علت غائی ہیں۔ اور ان پر ایمان لانا تمام انبیاء و اوصیاء سابقین پر ایمان لانا ہے۔ اور ان کی تصدیق سب کی تصدیق ہے۔ اور ان کا انکار سب کا انکار ہے اور جو شخص ان پر زمانہ غیب میں ایمان نہیں لائے گا۔ اس کی نجات ہرگز نہیں ہو سکتی۔ اور

یہی مطلب ہے اس آیہ مبارکہ کا یَوْمَ یَاْتِیْ بَعْضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنْفَعُ نَفْسًا اِیْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِیْۤ اِیْمَانِهَا خَیْرًا جس وقت بعض آیات پروردگار ظاہر ہوں گی۔ اس دن کسی نفس کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ دے گا جو پہلے ہی سے اس پر ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ اور نہ اس کو کچھ فائدہ ہوگا جس نے اپنے ایمان میں کسب خیر نہیں کیا ہے۔" اس بعض آیات کے ظاہر ہونے سے بھی آیہ منتظرہ حجت غائبؑ مراد ہے۔ جس وقت اس کا ظہور ہوگا۔ تو اس وقت جو اس کے خروج بالسیف و قیام بالسیف سے پہلے ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا پہلے سے اس نے کسب خیر نہیں کیا ہے۔ اور اس کا ایمان لانا مثل ایمان فرعون ہوگا۔ اور آیہ مجیدہ مذکورہ قُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ تصان غیبت منتظر پر دال ہے۔ اور ان آیات سے مراد قیامت کبریٰ کسی طرح نہیں ہو سکتی کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ قیامت پر سارے مسلمان ایمان رکھتے ہیں کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے۔ جو قیامت پر ایمان نہیں رکھتا۔ اگر کوئی ایسا ہے تو وہ داخل مسلمان ہی نہیں ہے۔ اوّل ہی سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ بلکہ قیامت پر تو یہود و نصاریٰ وغیرہم بھی اعتقاد و ایمان رکھتے ہیں۔ تو چاہئیے کہ وہ سب ناجی و بہشتی ہوں۔ اور اسی طرح ایمان بالغیب میں بھی وہ سب داخل ہوں۔ اور مثل اہل ایمان و اسلام نجات پائیں۔ حالانکہ کفار خالدین فی النار ہیں ضروری ان آیات سے مراد حجج اللہ ہیں۔ اور وہ آیہ منتظر جس پر قبل ظہور زمانہ غیبت میں ایمان لانا ضروری ہے۔ حجت غائب منتظر امام قائم الزمانؑ ہیں۔ اور یہی بزرگ ترین آیات الٰہی ہیں۔ اسی واسطے ورہیں سے ابن ابی الحدید نے کہا ہے اور اچھا کہا ہے۔

وَمَا اٰیَةٌ لِلّٰهِ اَكْبَرُ مِنْهُمُ ؛ وَهُمْ اٰیَةٌ مِنْ دُوْنِهِمْ كُلُّ اٰیَةٍ

خدا کی کوئی آیت ان سے بڑھ کر اور بزرگ تر نہیں ہے۔ یہی وہ آیت خدا ہیں کہ باقی تمام آیاتِ الٰہی ان سے پست ہیں۔ فلا شک ولا ریب یؤمنون بالغیب میں غیب جناب امام غائب ہیں۔ اور تفسیر آیات میں ہم لکھ چکے ہیں۔ کہ غیب اس جنابؑ کا نام ہے۔ اور نجات انہی کے لئے اور ہدایت یافتہ وہی ہیں۔ جو امام غائبؑ پر اعتقاد اور ایمان رکھتے ہیں۔ اور یہی اعتقاد تکمیل ایمان و غایت ایمان ہے۔ اور اسی وجہ سے متقین کو خدا نے اس خاص صفت سے متصف قرار دیا ہے۔ اور تمام اوصاف پر مقدم رکھا ہے۔ اور یہی خاص صفت باالامتیاز ہے۔ نہ اعتقاد قیامت جو یہود و نصاریٰ وغیرہم سب میں مشترک ہے۔ کیونکر ممکن ہے۔ کہ خدا مومنین خلص و متقین کی مدح ایسی صفت سے کرے۔ جو دشمنان خدا یہود و نصاریٰ کفار میں مشترک ہے۔

پس بر براہین قاطعہ و دلائل ساطعہ و آیات بینہ ثابت ہو گیا۔ کہ ابتدائے خلقت بشری سے غیبت سنت حجج اللہ ہے۔ اور ایمان بالغیب افضل ترین ایمان و اہم ترین مرتبہ ایمان ہے۔ اور نجات صرف انہی کے لئے ہے۔ جو غیبت اور حجت دغائب پر ایمان رکھتے ہیں۔ حجت خدا کے ظہور سے وہ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اُٹھا رہے ہیں۔ جو پہلے سے زمانہ غیبت میں ایمان لائے ہوئے ہوں۔ اور اس پر اعتقاد رکھتے ہوں۔ وہ لوگ اوّل اس کی تصدیق کر سکتے ہیں اور اس کو پہچان سکتے ہیں۔ اس کے اتباع و اطاعت میں سبقت کر سکتے ہیں۔ جو پہلے سے مومن ہوں اور اس کے منتظر۔ جب تک ان میں حالت منتظرہ پہلے سے پیدا نہ ہوگی۔ ہر گز اطاعت و اتباع میں سبقت نہ کر سکیں گے بلکہ ہر گز ایمان نہ لائیں گے بلکہ مثل شیطان شک و شبہ کر کے اپنے قیاسات باطلہ رکیکہ سے اس کی حجیت کا انکار کریں گے۔ بلکہ اس کے مقابلہ کو تیار اور عداوت و دشمنی پر آمادہ ہو جائیں گے۔ اور ہر طرح سے اس کو اور اس کے معتقدین کو اذیت پہنچانے کی کوشش کریں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے اور بعض اہل دول اس کے قتل کے لئے فوجیں بھیجیں گے۔ اور یہ تمام نام کے مسلمان ہی ہوں گے۔ جیسا کہ آئندہ مفصل بیان ہوگا۔ ولو لا السیف بیدہ لافتی الفقھاء لقتلہ۔ اگر تلوار اس کے ہاتھ میں نہ ہو تو فقہاء اس کے قتل کا فتوے دے دیں۔ اس کی تلوار کے سامنے ان کی کچھ نہ چلے گی۔ اور نور حق ظاہر ہو کر رہے گا اور مشرق و مغرب عالم تک پھیلے گا۔ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔

بہر حال اب معلوم ہو گیا۔ کہ حجت غائب پر ایمان لانا ایمان کامل کی دلیل ہے۔ اور یہی ایمان اہل اسلام کے لئے موجب نجات ہے۔ جو لوگ حجت غائب پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ وہ ہر گز ہدایت یافتہ نہیں ہیں۔ اور ان کے لئے کوئی امید نجات نہیں ہے۔ اور ہمیں سے بخوبی ثابت و واضح ہو گیا۔ کہ حجت غائب کے لئے غیبت کوئی مضر نہیں ہے۔ غیبت سنت انبیاء حجج اللہ ہے۔ بہت سے حجج اللہ غائب رہے ہیں۔ اور بہت سے ایک مدت تک غائب رہنے کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسے کہ حضرت ادریس و حضرت ابراہیم و یوسف و موسیٰ وغیرہم۔ اور اس غیبت سے ان کی نبوت و رسالت باطل نہیں ہو گئی۔ بلکہ ان کی نبوت زمانہ غیبت میں بھی اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح کہ زمانہ ظہور میں۔ اور ان کی نبوت اسی طرح صحیح و ثابت ہے جس طرح کہ ان انبیاء کی جو غائب نہیں ہوئے اور جب حضرت ابراہیم و حضرت یوسف و حضرت موسیٰ کی نبوت باوجود غیبت صحیح و

ثابت ہے۔ تو پھر امام مہدی حجت غائبؑ کی امامت و حجیت کیوں صحیح نہیں ہوگی۔ اور کیونکر ان کی غیبت معاذاللہ موجب بطلان امامت ہوگی۔ اور کیوں کر ان پر ایمان رکھنے والے مورد طعن مخالفین و مخاصمین ہوں گے۔ اگر محض غیبت کی وجہ سے امامت امام مہدیؑ حجت اللہ الغائب کا انکار ممکن ہے۔ تو ان انبیا کی نبوت کا انکار ممکن ہوگا! اور تکذیب قرآن لازم آئے گی! اور سلسلہ نبوت منقطع بلکہ باطل ہو جائے گا۔ ورنہ اگر ان کی نبوت باوجود غیبت صحیح ہے۔ تو حجت غائبؑ کی امامت درزمان غیبت ضرور صحیح ہے۔ اور یہاں یہ کہنا غلط محض ہے کہ نبوت حضرت ابراہیمؑ وغیرہم اس وقت ثابت ہوئی جبکہ انہوں نے اپنی معرفی کی اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ نہ اس وقت جبکہ وہ ظاہر نہ تھے۔ اور اپنے کو نہ بتلاتے تھے اور اپنی طرف نہ بلاتے تھے اور دعوت اسلام نہ دیتے تھے۔ کیوں کہ ہم پہلے ہی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر ایک حجت خدا کے آنے سے پہلے ہی مومنین کو خبر دی جاتی رہی تھی اور ہر پہلے سے اعلان ہوتا رہا تھا۔ اور پہلے ہی سے لوگ ان پر ایمان لاتے تھے اور ان کے ظہور کے منتظر رہتے تھے اور ان کے نزدیک ان کی نبوت پہلے ہی سے ثابت تھی۔ چنانچہ قصہ حضرت موسےٰؑ سے معلوم ہے۔ کہ قبل ظہور و مقابلہ فرعون اور اس کی دعوت دینے اور ظاہر ہونے سے پہلے حضرت موسےٰؑ کے پیروان پر ایمان رکھنے والے اور ان کے شیعہ موجود تھے۔ اور حالات جناب سرور کائناتؐ کے ظہور و بعثت سے پہلے بہت سے لوگ حضرتؐ پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ جیسا کہ سلمان فارسیؓ۔ سیف بن ذی یزنؓ۔ جناب عبدالمطلبؑ۔ حضرت ابو طالبؑ۔ قس بن ساعدۃ الایادیؓ۔ ابو مویہب الراہبؓ۔ بحیرا الراہبؓ۔ سطیح کاہنؓ۔ تبع الملکؓ۔ یوسف الیہودیؓ۔ ابن حراش الحبرؓ۔ زید بن عمرو بن نفیلؓ وغیرہ وغیرہ بہت سے علماء و راہب حضرتؐ پر ایمان رکھتے تھے ظہور کے منتظر تھے اور ان کے اوصاف حسان کو پہچانتے تھے۔ اور ان کے حالات و واقعات تواریخ میں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان کی نبوت بعد ظہور و اظہار دعوت ثابت نہیں ہوئی بلکہ پہلے ہی سے ثابت تھی۔ مومن پہلے ہی سے ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کا امر کبھی ان کے اولیاء ان کے شیعوں و تبعین سے پوشیدہ نہیں رہا۔ صرف اہل حجود و ضلال و جہال ان کے وجود کے منکر ہوتے تھے۔ مومنین ہمیشہ مومنین بالغیب رہے ہیں۔ حضرت یوسفؑ مخاصمین و مخالفین کے نزدیک غائب تھے۔ مگر مومنین و موالین ان کو جانتے تھے۔ اور یقین رکھتے تھے۔ بلکہ مومنین کو ان کی ولادت کا وقت ان کا حسب نسب ان کا خاندان اور ان کا مقام ظہور ہمیشہ معلوم رہا ہے۔ یہی حال بعینہٖ حضرت صاحب الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ کہ مومنین و موالین ان پر ایمان رکھتے ہیں۔ ان کی امامت کے قائل ہیں۔ ان کے خاندان اور ان کے والدین سے واقف ہیں۔ ان کی ولادت کے

وقت سے آگاہ ہیں۔ حالاتِ ولادت سے باخبر ہیں۔ ان کے اوصاف و کمالات کا علم رکھتے ہیں۔ ان کے شمائل و خصائل کو پہچانتے ہیں۔ ان کے نقش و نگار سے خبردار ہیں۔ اور ان کے آنے کے منتظر جیسا کہ مومنین حضرت ادریسؑ و ابراہیمؑ و یوسفؑ و موسیٰؑ وغیرہم ان کے زمانہ غیبت میں ان کے ظہور کے منتظر رہتے تھے۔ پس مومنین و شیعہ امام قائم الزمانؑ حجت غائب صاحب العصر علیہ السلام سنت انبیاءؑ و امم انبیاء پر ہیں۔ ان کا طریق طریق پیغمبری ہے اور منہاج منہاج مومنین کاملین اہل التقوےٰ والیقین۔ وَلَیْسَ الْعَاقِبَةُ اِلَّا لِاَهْلِ التَّقْوٰى وَالْیَقِیْنِ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ انکار وجود حجت غائبؑ انکار وجودی یا نتیجہ تقلیداً آبائی و اثر عصبیت مذہبی ہے۔ کہ سنت حجج اللہ بدعت نظر آتی ہے۔ اور بہتوں نے صفت ایمان بالغیب مورد طعن و تشنیع ہے۔ پس سچ ہے ؎

ہنر بچشم عداوت بزرگ تر عیب است ۞ گل است سعدیؔ و در چشم دشمناں خار است

حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ بیشک انسان محبت میں اندھا اور بہرہ ہو جاتا ہے۔

فصل

(غیبتِ انبیاءؑ)

یہاں مناسب ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام کی غیبت کا حال مفصل لکھا جائے۔ تاکہ مکمل طور پر سنت انبیاء اللہ اور سنت الٰہی در باب حجج اللہ کالشمس فی رابعۃ النہار واضح و لائح ہو جائے۔ اور کسی عاقل بصیر کو شک و شبہ کا موقع نہ رہے۔ اور مومنین کو اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور معلوم ہو جائے کہ مہدی آخر الزمانؑ کی غیبت سنت انبیاءؑ و سنت الٰہی ہے۔ کہ جس میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ اور جس سے انکار اصل دیانت اسلام سے انکار ہے اور اس کی تکذیب تکذیب سنن الٰہی اور سنن انبیاء اللہ و حجج اللہ ہے۔ وَمَنْ تَرَكَ السُّنَّةَ فَقَدْ كَفَرَ

غیبتِ حضرت ادریسؑ

جناب محمد بن علیؑ سے مروی ہے۔ کہ حضرت ادریسؑ کے زمانہ میں ایک بادشاہ جبار تھا۔ وہ ایک دن سیر کے لئے سوار ہو کر چلا۔ تو ایک زمین کے پاس سے گزرا جو نہایت تر و تازہ اور شاداب تھی۔ اور وہ ایک بندۂ مومن شیعۂ ادریسؑ کی ملکیت تھی۔ اس بادشاہ کو وہ سرسبز زمین نہایت اچھی معلوم ہوئی۔ اور اپنے وزیر سے دریافت کیا۔ کہ یہ زمین کس کی ہے۔ کہا۔ یہ ایک بندۂ رعیت بادشاہ کی زمین ہے جو رافضی اور شیعۂ ادریسؑ نبی سے ہے

اللہ پادشاہ کے دین پر نہیں ہے۔ بادشاہ نے اس بندۂ مومن کو بلایا۔ الیاس سے کہا۔ کہ یہ زمین مجھے دے دے۔ اس نے
جواب دیا۔ کہ میرے عیال اس کے زیادہ محتاج ہیں۔ کہا۔ اچھا تو اس کی قیمت لگا۔ کہ میں اس کی قیمت تجھے دے دوں۔ اس
نے کہا۔ کہ میں نہ مفت دوں گا اور نہ فروخت کروں گا۔ اس کا ذکر ہی چھوڑ دو۔ بادشاہ یہ سن کر غضبناک ہوا! اور افسوس
کرتا ہوا واپس ہو گیا۔ درآنحالیکہ اس معاملہ میں نہایت مغموم و متفکر تھا۔ اس کی ایک بیوی قوم ازارقہ سے تھی۔ اور وہ
اس کو بہت محبوب رکھتا تھا۔ اور جب اس کو کوئی مہم پیش آتی تھی۔ تو وہ اس سے اس معاملہ میں مشورہ لیتا تھا جب اپنے
مقام پر پہنچا اور اپنی جگہ بیٹھا۔ تو اس کو بلا بھیجا۔ تاکہ اس امر میں اس سے مشورہ لے۔ وہ اس کے پاس آئی۔ اور اس کو غیظ
غضب کی حالت میں پایا۔ اور کہنے لگی۔ اے بادشاہ کیا مصیبت پڑی ہے جو چہرے پر آثار غضب نمایاں ہیں۔ اس نے
زمین اور مالک زمین کا مفصل قصہ سنایا۔ وہ سن کر کہنے لگی۔ کہ اے بادشاہ غمگین وہ ہوتا ہے جو انتقام پر قادر نہ ہو۔ اگر تو
چاہتا ہے۔ کہ بلا حجت و دلیل اس کو قتل کرے۔ تو میں ایک تدبیر نکالتی ہوں! اور اس کام کو انجام دوں گی۔ اور وہ زمین اس
طرح سے تیرے قبضہ میں کر دوں گی۔ تو اپنی رعیت اور اہل مملکت کے نزدیک اس کے قتل کرنے میں معذور سمجھا جائے گا اور
حجت قائم ہو جائے گی۔ بادشاہ نے پوچھا وہ کیا تدبیر ہے۔ اس نے کہا۔ میں اپنے بعض اصحاب ازارقہ کو اس کے
پاس بھیجتی ہوں۔ جو تیرے پاس آکر شہادت دیں گے۔ کہ وہ شخص تیرے دین سے بیزار ہے۔ پس تجھ کو اس کا قتل
کرنا جائز ہو جائے گا۔ اور اس کی زمین جائز طور سے لے سکے گا۔ کہا ایسا ہی کر۔ اس نے بعض ازارقہ کو بھیجا جو مومنین
اور پیروان ادریس نبی کے قتل کو مباح جانتے تھے کہ بادشاہ کے پاس شہادت دیں۔ کہ فلاں شیعہ بادشاہ کے دین سے
بیزار ہے۔ ان کی شہادت پر اس مومن شیعۂ ادریس کو قتل کر دیا اور اس کی زمین کو خالصہ بنا کر قبضہ کر لیا۔ اس وقت خداوند عالم
احکم الحاکمین مالک الملوک رب العالمین کو اس مومن کے قتل سے طیش آگیا۔ آثار غیظ و غضب اس بادشاہ جبار سفاک قاتل مومنین پر ظاہر
ہوئے اور حضرت ادریس کو وحی ہوئی کہ اس جبار کے پاس جاؤ اور اس سے کہو اَمَا رَضِيْتَ اَنْ قَتَلْتَ عَبْدِيَ الْمُؤْمِنَ
ظُلْمًا اَسْتَخْلَصْتَ اَرْضَهُ خَالِصَةً لَكَ فَاَحْوَجْتَ عِيَالَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَاَجَعْتَهُمْ اَلَا وَعِزَّتِيْ لَاَنْتَقِمَنَّ
لَهُ مِنْكَ فِي الْاٰجِلِ وَلَاَسْلُبَنَّكَ مُلْكَكَ فِي الْعَاجِلِ وَلَاُخَرِّبَنَّ مَدِيْنَتَكَ وَلَاُذِلَّنَّ عِزَّتَكَ
وَلَاُطْعِمَنَّ الْكِلَابَ لَحْمَ امْرَاَتِكَ فَقَدْ غَرَّكَ يَا مُبْتَلٰى حِلْمِيْ عَنْكَ اے شاہ جبار تو اس پر راضی نہ ہوا کہ میرے بندۂ
مومن کو قتل کیا تا آنکہ اس کے بعد تو نے اس کی زمین کو اپنا خالصہ بنا لیا۔ اس کے عیال کو اس کے بعد محتاج کر دیا
اور ان کو بھوکا رکھا۔ خبردار مجھ کو اپنی عزت و بزرگی کی قسم ہے میں ضرور آخرت میں تجھ سے اس کا انتقام لوں گا۔
اور دنیا میں تیرا ملک تجھ سے چھین لوں گا۔ البتہ تیرے شہر کو برباد کر دوں گا۔ اور تیری اس عزت کو ذلت سے

بدل دوں گا۔ اور تیری بیوی کا گوشت کتوں کو کھلاؤں گا۔ اے میرے حلم کے آزمانے والے تجھے اس بات نے مغرور کر دیا ہے"

حضرت ادریسؑ اس کی مجلس میں اپنے پروردگار کی رسالت پہنچانے گئے۔ ایک جبار کا دربار ہے اور ایک تنہا ولی خدا ہدایت اور تبلیغ رسالت کے لئے جاتا ہے۔ اور انہی لفظوں میں پیغام الٰہی پہنچا دیا۔ درآنحالیکہ اس کے گرد اس کے اصحاب جمع تھے۔ وقال ایھا الجبار انی رسول اللہ الیک وھو یقول لک اما رضیت ان قتلت عبدی المومن ظلماً حتی استخلصت ارضہ خالصۃ لک واحوجت عیالہ من بعدہ واجعتھم اما وعزتی لانتقمن لہ منک فی الاجل ولاسلبنک ملکک فی العاجل جبار نے یہ پیغام الٰہی سن کر کہا۔ اخرج عنی یا ادریس فلن تسبقنی بنفسک اے ادریسؑ یہاں سے باہر ہو جاؤ۔ تم اپنی جان بچا سکو گے اور مجھ سے سبقت نہ کرو گے اور مجھ سے پہلے ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ پھر اس عورت کو بلایا۔ اور پیغام ادریسؑ کی خبر دی اس نے کہا میں ابھی اس کو قتل کر کے اس کے خدا کی رسالت باطل کئے دیتی ہوں۔ اس نے کہا۔ ایسا ہی کر۔ حضرت ادریسؑ کے شیعہ جو آپؑ کے پاس جمع ہوتے تھے جب انہوں نے حضرتؑ سے یہ قصہ سُنا ڈرے۔ کہ مبادا حضرتؑ قتل ہو جائیں اور اس خبیثہ نے چالیس جوان ازارقہ اس جنابؑ کے قتل کے لئے بھیجے۔ جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں حضرتؑ بیٹھا کرتے تھے۔ تو حضرتؑ کو وہاں نہ پایا۔ اور واپس پھرے۔ مومنین کو ان کے ارادے کی خبر ملی۔ تو وہ حضرت ادریسؑ کی تلاش میں ہر طرف پھیل گئے۔ اور ایک مقام پر ملاقات ہوئی۔ بادشاہ اور ان چالیس جوانوں کے ارادے سے حضرتؑ کو خبر دی۔ اور عرض کیا۔ کہ آپ یہاں سے باہر نکل جائیں۔ حضرتؑ کچھ اصحاب کے ہمراہ باہر چلے گئے۔ اور اپنے پروردگار سے مناجات کی۔ اور عرض کیا۔ پروردگارا تو نے مجھے اپنی پیغامبری کے ساتھ اس جبار کے پاس بھیجا۔ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا۔ اب وہ جبار مجھے دھمکاتا ہے۔ اور قتل سے ڈراتا ہے۔ اور اگر مجھے پکڑے تو قتل ہی کر ڈالے گا۔ وحی ہوئی۔ اے ادریسؑ اس سے کنارہ کشی اختیار کرو۔ اور اس کے شہر سے باہر نکل جاؤ۔ اور اس کو اور مجھے چھوڑ دو۔ میں ضرور اپنا امر اس کے باب میں جاری کروں گا اور تمہاری تصدیق کروں گا۔ حضرت ادریسؑ نے عرض کیا اے میرے پروردگار میری ایک حاجت ہے ارشاد ہوا کیا ہے عرض کرو۔ عرض کیا۔ جب تک میں سوال کروں اس شہر اور اس کے اردگرد باران رحمت نہ برسانا۔ ارشاد ہوا اے ادریسؑ گاؤں تباہ ہو جائے گا۔ لوگ بھوک کے مر جائیں گے اور نہایت محنت و تکلیف میں پڑ جائیں گے۔ عرض کیا۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ شہر تباہ ہو جائے لوگ بھوک کے مر جائیں اور سخت تکلیف میں پڑ جائیں۔ مگر میری دعا یہی ہے کہ باران رحمت نہ برسے جب تک کہ میں سوال نہ کروں۔ ارشاد ہوا۔ تیری دعا ہم نے قبول کی۔ اور جب تک تو سوال نہ کرے گا میں ان پر

باراں نازل نہ کروں گا۔ اور اپنے وعدے کو پورا کرنے کا زیادہ سزاوار ہوں پس اے مومنین تم سب اس گاؤں سے
نکل جاؤ۔ مومنین سب باہر چلے گئے۔ جو اس وقت صرف بیس شخص تھے۔ اور دوسرے گاؤں میں چلے گئے۔
اور حضرت ادریسؑ کی اس دعا کی خبر تمام دیہات میں پھیل گئی۔ اور حضرت ادریسؑ ان سے کنارہ کشی کر کے ایک
بلند پہاڑ کی کھو میں چلے گئے اور ان سے غائب ہو گئے۔ دن میں روزہ رکھتے تھے اور شام کے وقت ایک فرشتہ
مؤکل ان کا کھانا لاتا تھا اس سے افطار کرتے تھے۔ اور خدا نے اس عرصہ میں اس بادشاہ جبار کے ملک کو برباد کر دیا
اس کی سلطنت چھین لی۔ اور اس مومن کے قتل کی وجہ سے اس کی عورت کا گوشت کتوں کو کھلا دیا۔ بعد ازاں شہر
میں ایک جبار نافرمان ظاہر ہوا۔ اور حضرتؑ کے غائب ہونے کے بعد بیس سال تک ان لوگوں پہ بارش نہ ہوئی۔
ایک قطرہ تک نہ ٹپکا۔ اور لوگ سخت تکلیف میں تھے۔ اور دوسرے دیہات سے کھانا مانگ کر کھاتے تھے جب
یہ حالت ہوئی۔ تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہ سب دعاء ادریسؑ کا اثر ہے۔ اور جب تک وہ دعا نہ
کریں بارش نہ ہو گی۔ اور وہ غائب ہے۔ اور ہمیں اس کا مقام معلوم نہیں۔ اور خدا ہم پر ادریسؑ سے زیادہ
مہربان ہے۔ اور سب نے اتفاق کیا۔ کہ بارگاہ الٰہی میں توبہ کریں اور اس سے پناہ لیں۔ اور سوال کریں کہ باران
رحمت نازل فرمائے۔ پس راکھ پر کھڑے ہوئے۔ ٹاٹ پہن لیا۔ سروں پر خاک ڈالی۔ اور خدا کی طرف
توبہ و استغفار و تضرع و زاری کے ساتھ استغاثہ کیا۔ دریائے رحمت الٰہی جوش میں آیا اور حضرت ادریسؑ کو
وحی ہوئی۔ کہ تمہارے گاؤں والوں نے توبہ و استغفار و تضرع و زاری کے ساتھ مجھ سے فریاد کی ہے۔ اور میری
طرف رجوع کیا ہے۔ اور میں خدائے رحمان و رحیم ہوں۔ میں توبہ کو قبول کرتا ہوں اور سیئات کو معاف کرتا ہوں۔
اور مجھے ان پر رحم آتا ہے۔ اور مجھے ان کی دعا قبول کرنے سے تمہاری دعا اور میرا وعدہ مانع ہے نہ اور کوئی شے
اب مجھ سے سوال کرو۔ کہ میں ان پہ بارش برساؤں۔ حضرت ادریسؑ کہنے لگے۔ خداوندا میں تو یہ سوال کروں گا
ارشاد باری ہوا۔ کہ اے ادریسؑ کیا تو نے سوال نہیں کیا تھا کہ میں نے قبول کیا اب میں سوال کرتا ہوں۔ تو کیوں
میرا سوال منظور نہیں کرتا۔ کہا۔ خداوندا میں بارش کے لئے تجھ سے سوال نہ کروں گا۔ پس اس وقت خدا نے اس ملک
مؤکل کو وحی کی۔ کہ ادریسؑ کو کھانا نہ پہنچا۔ کھانا بند ہو گیا۔ اور حضرتؑ کو بھوک محسوس ہوئی۔ ایک دن صبر
کیا۔ دوسرے دن صبر کیا۔ تیسرے دن بہت تکلیف محسوس ہوئی۔ اور بہت مغموم ہوئے۔ اور دامن صبر
ہاتھ سے چھوٹنے لگا۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے۔ خداوندا میری روح قبض کرنے سے پہلے
میرا رزق بند کر لیا۔ وحی ہوئی۔ اے ادریسؑ تین دن روٹی نہ ملنے سے بیقرار ہو گئے۔ اور تمہارے اہل قریہ

بیس سال سے بھوک کی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ پھر میں نے ان کی اس تکلیف کو دیکھ کر تم سے سوال کیا۔ کہ تم ان کے لئے بارش کی دعا کرو۔ تم نے میرا سوال قبول نہ کیا۔ اور متحمل کیا۔ اب میں نے تم کو تادیب کی ہے تاکہ تم بھوک کی لذت محسوس ہو۔ اس وقت تمہارا صبر کم ہو گیا۔ اور جزع و فزع ظاہر کرنے لگے۔ اب یہاں سے اتر و۔ اور اپنی غذا خود تلاش کرو۔ اب میں نے تمہاری غذا تمہاری سعی پر منحصر کر دی ہے۔ حضرت ادریس اس پہاڑ سے اترے اور کھانے کی تلاش میں ایک گاؤں کی طرف چلے۔ گاؤں میں داخل ہوئے۔ تو کہیں سے دھواں اٹھتے دیکھا۔ اس طرف گئے اور ایک بڑھیا کے گھر پہنچے۔ وہ اپنے چولہے پر دو روٹیاں پکا رہی تھی۔ کہا اے بڑھیا مجھے کھانا کھلا۔ کہ بھوک سے مر رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اے شخص ادریس کی دعا نے ہمارے لئے کچھ وسعت نہیں چھوڑی جو ہم کسی کو کھانا کھلائیں۔ اور اس نے حلف کیا۔ کہ اس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے جاؤ کہیں اور سے کھانا طلب کرو کھا آتنا سا کھانا دے دے کہ میں جان بچا سکوں اور قدم اٹھا سکوں۔ اور کہیں اور جا کر کھانا طلب کر سکوں۔ کہا یہ صرف دو روٹیاں ہیں۔ ایک میرے لئے اور دوسری میرے بیٹے کے لئے اگر میں اپنی قوت دے دوں تو میں بھوک سے مر جاؤں گی اگر بیٹے کی دے دوں تو وہ مر جائے گا اور زیادہ یہاں ہے نہیں۔ فرمایا۔ لڑکا ابھی بچہ ہے اس کے لئے آدھی روٹی کافی ہو گی۔ اور آدھی میری جان بچانے کے لئے۔ بڑھیا نے اپنی روٹی کھالی۔ اور لڑکے کی روٹی میں سے نصف حضرت ادریس کو دے دی۔ جب لڑکے نے اپنی روٹی حضرت ادریس کو کھاتے دیکھا۔ بیقرار ہو گیا۔ اور صدمہ سے مر گیا۔ بڑھیا چلائی۔ کہ اے بندۂ خدا میرا لڑکا اس اپنی قوت کے صدمہ سے مر گیا۔ حضرت ادریس نے فرمایا۔ میں باذن خدا اس کو زندہ کرتا ہوں۔ اور حضرت نے اس بچے کا بازو پکڑا۔ اور کہا اے روح جو اس کے بدن سے نکل گئی ہے۔ باذن خدا اس کے بدن میں واپس آجا اور میں ادریس نبی ہوں۔ لڑکے کی روح واپس ہو گئی۔ اور لڑکا زندہ۔ جب بڑھیا نے حضرت ادریس کا یہ کلام سنا۔ اور اپنے لڑکے کو زندہ دیکھا۔ کہا۔ میں شہادت دیتی ہوں کہ تو ادریس ہے۔ اور باہر نکل کر پکارنے لگی۔ کہ لوگو تمہیں کشادہ حالی اور فراخ عیشی کی بشارت ہو۔ ادریس تمہارے گاؤں میں آگیا ہے۔ حضرت ادریس چلے اور اسی جبار بادشاہ کے مقام پر جا بیٹھے۔ اور اس کو ایک تباہ شدہ ٹیلہ پایا۔ تلک بیوتہم خاویہ حضرت کے گرد اہل قریہ جمع ہو گئے اور التماس کرنے لگے کہ ہمارے لئے دعا کیجئے۔ کیا آپ کو رحم نہیں آتا۔ کہ بیس برس سے بارش نہیں ہوئی۔ اور بھوک کی تکلیف سے مر رہے ہیں۔ کہا۔ تمہارا بادشاہ جو اس وقت ہے اور کل اہل قریہ برہنہ پا پیادہ چل کر آئیں اور مجھ سے سوال کریں۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی۔ تو چالیس شخصوں کو بھیجا۔ کہ حضرت ادریس کو پکڑ لائیں۔ جب وہ آپ کے پاس آئے

تو حضرت ادریسؑ نے ان کے لئے بددُعا کی اور سب ہلاک ہو گئے۔ جب بادشاہ کو یہ خبر پہنچی۔ تو پانچ سو آدمی اور بھیجے کہ پکڑ لائیں۔ جب وہ لوگ حضرتؑ کے پاس آئے۔ تو حضرتؑ نے ان سے فرمایا۔ کہ اپنے اصحاب کی قتل گاہ اور قیام گاہ کو دیکھ لو۔ یہی تمہارا انجام ہوگا۔ تب انہوں نے عرض کیا۔ بیس سال ہمیں بھوک سے ہلاک کیا۔ اب چاہتے ہو کہ بددعا کر کے ہلاک کر دو۔ کیا تمہیں رحم نہیں آتا۔ فرمایا۔ نہ تو میں تمہارے بادشاہ کے پاس جاؤں گا۔ اور نہ بارش کی دُعا کروں گا۔ جب تک کہ تمہارا بادشاہ اور تمام اہل قریہ میرے سامنے برہنہ پا اور پیادہ نہ آئیں۔ تم اپنے جبار کے پاس جاؤ اور اس کو یہ خبر دے دو۔ وہ گئے اور بادشاہ سے عرض کیا۔ اور اس کو ادریسؑ کے پاس چلنے کے لئے کہا۔ وہ سب حضرتؑ کے سامنے اسی شان سے آئے جس طرح حضرت ادریسؑ چاہتے تھے۔ اور عجز و انکسار کے ساتھ حضرتؑ کے آگے کھڑے ہوئے۔ اور خواہش کی کہ حضرتؑ بارش کی دُعا کریں۔ اس وقت حضرتؑ نے فرمایا۔ اب میں تمہارے لئے دُعا کرتا ہوں۔ اور دُعا کی۔ فوراً بادل پیدا ہوا۔ بجلی کڑکی اور چمکی۔ اور اسی وقت بارش ٹوٹ پڑی۔ یہاں تک کہ اتنا پانی پڑا کہ لوگوں کو غرق ہونے کا گمان ہونے لگا۔ اور بمشکل تمام اپنے گھروں تک پہنچے۔ غرض حضرت ادریسؑ کی غیبت میں شیعیان حضرت ادریسؑ مصائب میں گرفتار ہے شاہان جباران کی اولاد کو قتل کرتے تھے۔ ان کو محتاج کرتے تھے اور ان کو ڈراتے تھے۔ پھر حضرتؑ اپنے شیعوں میں ظاہر ہوئے۔ تو ان کو حضرت نوحؑ کے ظہور کی خبر دی۔ اور ان کے ظہور پر فرج و کشادگی کی بشارت دی۔ اور لوگ برابر ان کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ اور اس پر قرن گزر گئے۔ بعض فنا ہو گئیں۔ اور برابر طغات و طواغیت زمانہ کی سختیوں اور عذاب و محنت پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت نوحؑ نے اظہار نبوت کیا۔

اس قصے سے حسب ذیل نکات مفیدہ ثابت ہوتے ہیں۔ اوّل جناب ادریسؑ کا بیس سال اپنی امت سے غائب رہنا۔ دوم یہ غیبت طغات زمان و طواغیت دوران شاہان جبابرہ کے غلبہ و ظلم و جور کی وجہ سے تھی۔ سوم۔ شیعیان حضرت ادریسؑ اس عرصہ غیبت میں متفرق مقامات پر سختی و شدت میں تھے۔ اور طرح طرح کے ظلم و ستم سہتے تھے اور صبر کرتے تھے۔ چہارم حضرت ادریسؑ نے اس بیس سال کی غیبت کے بعد خروج فرما کر جباران جہاں کو فنا نہیں کیا۔ بلکہ سوائے اس دعاء خاص کے اور کوئی سزا ان کو نہیں دی۔ اور فرج و کشادہ حالی و فراخ عیشی کے لئے اپنی اولاد میں سے جناب نوحؑ کے آنے کی بشارت دی۔ اور وہ ان کے ظہور پر موقوف رکھی گئی۔ اور حضرت ادریسؑ سے حضرت نوحؑ تک چار پشتیں ہوتی ہیں۔ بہت سے لوگ اس انتظار میں مر گئے۔ پنجم اس غیبت نوحؑ

قتل وجود کے زمانے میں یہ مومنین حضرت نوح پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ہمیشہ دعاء فرج کرتے رہتے تھے۔ **ششم** اس سے واضح ہے۔ کہ شاہان جبارہ سے ہمیشہ خاصان خدا پر ظلم ہوتے رہے ہیں۔ اور مومنین ان کے ہاتھ سے اذیتیں اُٹھاتے رہے ہیں۔ **ہفتم** مومنین و شیعیان حضرت ادریس شاہان دنیا سفاک و جبار ان کے مذہب سے بیزار تھے۔ اور اس وجہ سے کہ یہ لوگ خاصان خدا اور انبیاء اللہ کے ساتھ تھے سلاطین زماں ان کے دشمن رہتے تھے۔ اور ان کا قتل جائز جانتے تھے۔ **ہشتم** غیبت حضرت ادریس بحکم خدا تھی۔ خوف و خطر کے موقع پر خدا نے ان کو غائب ہو جانے کا حکم دیا۔ یہ نہیں کیا کہ فوراً بادشاہ کو ہلاک کر دے اور حضرت ادریس کو غالب کرے۔ کیونکہ خدا رب العالمین ہے حجت تمام کرتا ہے۔ اور اجل معین سے پہلے ہلاک نہیں کرتا۔ بلکہ اجل معینہ تک مہلت دیتا ہے اور اپنے خلیفہ کو محفوظ رکھتا ہے۔ تا اینکہ حضرت ادریس کو اپنے پاس اُٹھا لیا۔ اور فرمایا۔ وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا اور مومنین تا ظہور حضرت نوح مصائب و شدائد میں گرفتار رہے۔ اور پھر زمانہ حضرت نوح بھی ایک نہایت طولانی زمانہ ہے۔ اور تمام قوم نوح اس وقت ہلاک ہوئی۔ طوفان آیا۔ جبکہ کتاب الٰہی یعنی میعاد کو پہنچ گئی۔ اس کی علت کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ **نہم** خداوند عالم ایک بندہ مومن پر ظلم دیکھنے سے بادشاہ جبار پر غضبناک ہوا۔ دنیا میں اس نے اپنے کئے کا نتیجہ بھگتا۔ اور آخرت میں اس کی سزا پائے گا۔ **دہم** اس سے معلوم ہے۔ کہ دنیا میں بہت زیادہ شر عورت کے ہاتھ سے ظاہر ہوا ہے۔ اور اکثر فتنہ دین کا باعث عورت ہی ہے۔ **یازدہم** معلوم ہوا۔ کہ انبیاء علیہم السلام مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔ جو کچھ خدا سے طلب کرتے ہیں وہ عطا کرتا ہے۔ **دوازدہم** خدا اپنے وعدے کے کبھی خلاف نہیں کرتا۔ اور یہی ہمارا ایمان ہے۔ **سیزدہم** خدا اپنے بندوں پر پیغمبروں سے زیادہ مہربان ہے۔ مگر پیغمبروں کے ناز بھی اُٹھاتا ہے۔ **چہاردہم** محل امتحان نہایت نازک ہے۔ اور بھوک و پیاس میں ثابت قدم اور صابر رہنا بہت مشکل۔ **پانزدہم** انبیاء اللہ باذن اللہ مُردوں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ اور جس نے تواریخ انبیاء کا مطالعہ کیا ہے وہ یقین کرے گا۔ کہ ہمارے پیغمبر حضرت ختمی مرتبت تمام انبیاء سے زیادہ صابر اور اپنی امت پر مہربان تھے۔ انتہا درجہ کی سختیوں میں بھی انہوں نے کبھی اپنی امت کے لئے اس قسم کی بددعا نہیں کی۔ اور اذیت پر اذیت اُٹھاتے رہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آپ کو رحمۃ للعالمین کے مبارک و گراں بہا خطاب سے مخاطب کیا گیا ہے۔ رُوحی و ارواح المومنین لہ الفداء۔

ظہور حضرت نوح

مومنین برابر شدائد و مصائب میں رہے۔ تا اینکہ نوح ظاہر ہوئے۔

اس وقت بھی شاہان جبار و سلاطین زمان کا دور دورہ تھا۔ اور شیعیان حضرت ادریسؑ پر بیا بر ظلم و ستم ہو رہے تھے حضرت نوحؑ نے ستر جباروں کے دربار میں پیغام خدا پہنچایا۔ مگر ان کو کوئی اثر نہیں ہوا۔ تین سو برس تک دعوت دیتے رہے۔ اور اس عرصے میں ایسے ایسے صدمے اٹھائے اور سختیں جھیلیں کہ حضرتؑ اکثر غش ہو جاتے تھے۔ بعض ملاعین آ کر حضرتؑ کے سر پر پتھر مارتے تھے۔ جب تین سو سال اس حالت میں گزر گئے تو حضرتؑ ان کے لئے بددعا کرنے پر آمادہ ہوئے۔ اور بعد نماز صبح مصلے پر بیٹھ کر چاہا۔ کہ دعا کریں۔ کہ تین فرشتے ساتویں آسمان سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ کہ ہم آپؑ سے ایک حاجت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا ہے۔ عرض کیا۔ ابھی دعا کرنے میں تاخیر کیجئے۔ کہ یہ خدا کا زمین پر پہلا عذاب ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تین سو سال کے لئے میں نے دعا میں اور تاخیر کر دی۔ اور حضرتؑ پھر اپنی قوم میں آئے۔ اور وعظ و پند کرنے لگے۔ اور دعوت حق دینے لگے۔ اور وہ لوگ حضرتؑ کے ساتھ اسی طرح پیش آتے رہے۔ یہاں تک کہ جب یہ مدت بھی پوری ہو گئی۔ اور ان کے ایمان لانے سے مایوسی ہوئی۔ تو پھر چاشت کے وقت دعا کرنے بیٹھے کہ تین فرشتے چھٹے آسمان سے نازل ہوئے اور عرض کیا۔ ہم صبح چلے تھے اور اب چاشت کے وقت آئے ہیں۔ اور ہم آپؑ سے ایک حاجت رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا ہے۔ عرض کیا۔ ابھی دعا میں تاخیر کیجئے۔ حضرتؑ پھر اپنی قوم میں گئے اور دعوت حق دینے لگے۔ مگر وہ لوگ حضرتؑ سے گریز ہی کرتے رہے۔ اور تین سو سال اور گزر گئے۔ اور پورے نو سو سال ہو گئے۔ پھر شیعہ حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلاطین سفاکین و جبارین کے ظلم و جور اور سختی اور شرارت کی شکایت کی۔ اور التماس کی۔ فرج کے لئے دعا فرمائیں۔ حضرتؑ نے دعا کی۔ اور حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے۔ اور کہا۔ خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ اپنے شیعوں سے کہدو۔ کہ چھوارے کھائیں۔ اور ان کی گٹھلیاں بو دیں۔ اور ان کی حفاظت کریں یہاں تک کہ ان میں پھل لگے۔ گٹھلیاں بوئی گئیں۔ اُگیں اور پھل لگا۔ تو حضرت نوحؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایفاء وعدہ کا سوال کیا۔ حضرتؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ وحی ہوئی۔ کہ ان سے کہدو۔ کہ چھوارے کھائیں اور گٹھلیاں بو دیں۔ جب وہ پھل دیں گی۔ تو فرج حاصل ہو جائے گی۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو گمان کیا۔ کہ یہ خلاف وعدگی ہے۔ اور ایک تہائی مومنین دین حق سے مرتد ہو گئے۔ اور باقی دو تہائی رہ گئے۔ یہاں تک کہ جب ان پر پھل لگے وہ لوگ۔ پھر حضرت نوحؑ کے پاس آئے۔ اور وہی سوال کیا۔ حضرتؑ کے سوال پر وحی ہوئی۔ کہ ان سے کہہ دو۔ کہ پھل کھائیں اور گٹھلیاں بو دیں۔ جب ان پر پھل لگیں گے اس وقت

فرج حاصل ہوگی۔ اس وقت ایک تہائی اور پھر گئے اور مرتد ہوگئے۔ اور ایک تہائی باقی رہ گئے۔ انہوں نے مثل سابق عمل کیا۔ اور پھر کھجوروں پہ پھل لگا۔ اور وہ پھر حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہی سوال کیا۔ اور کہا۔ کہ اب ہم میں سے صرف تھوڑے سے باقی رہ گئے ہیں۔ اور ہمیں خوف ہے۔ کہ مبادا باقی بھی مرتد ہو جائیں اور انتظار فرج پر صبر نہ کر سکیں۔ حضرتؑ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ خداوندا میرے اصحاب میں سے یہ جماعت باقی رہ گئی ہے۔ اور مجھے اب ان کی ہلاکت کا خوف ہے اگر اب فرج میں تاخیر ہوئی۔ وحی ہوئی! اب تمہاری دعا قبول کی گئی کشتی بناؤ۔ (اور اجابت دعا اور طوفان کے درمیان پچاس سال کا زمانہ تھا) کشتی بنائی گئی اور طوفان آیا۔ تمام کفار و جبار ہلاک ہوئے۔ اور مومنین نے سفینۂ نوحؑ میں نجات پائی۔ اور مالک زمین بنے۔ اور دنیا کچھ عرصہ کے لئے کفر و شرک سے خالی ہوئی۔ جب حضرتؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ وحی ہوئی۔ کہ اے نوحؑ تمہاری نبوت کے دن پورے ہو گئے ہیں۔ اسم اکبر۔ میراث العلم اور ان آثار علم نبوت کو جو تمہارے پاس ہیں اپنے بیٹے سامؑ کے سپرد کر دو۔ کیونکہ میں کبھی زمین کو بلا ایسے عالم کے نہیں چھوڑ سکتا۔ جس سے میری طاعت پہچانی جائے۔ ایک نبی کے قبض ہونے سے دوسرے نبی کے مبعوث ہونے تک میرے بندوں کے لئے باعث نجات ہو۔ اور میں نے کبھی زمین کو اپنی حجت اور داعی اور ایسے ہادی سے خالی نہیں چھوڑا ہے۔ جو میرے امر کا عارف ہو۔ کہ میری قضا جاری ہو چکی ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک ہادی قرار دوں۔ ایک پیغمبر یا امام بھیجوں۔ سعیدوں کو اس سے ہدایت کروں اور بدبختوں اور شقیوں پر اتمام حجت۔ حضرت نوحؑ نے اسم اکبر۔ مواریث علم اور آثار نبوت حضرت سامؑ کے سپرد فرمائے۔ اور حامؑ یافثؑ کو یہ علم نہیں دیا گیا۔ اور حضرت نوحؑ نے حضرت ہودؑ کے آنے کی خبر دی۔ اور تمام امت کو ان کے اتباع کا حکم دیا۔ اور یہ کہ وصیت کو ہر سال قائم کرتے رہیں اور تازہ رکھیں۔ اور اس کو دیکھیں۔ اور وہ دن اُن کی عید ہو۔ جیسا کہ آدمؑ نے ان کو وصیت کی ہے پس اولاد حام و یافث کے جابر ظاہر و غالب تھے جس طرح اولاد قابیل کی جابرہ۔ اور اولاد سامؑ اپنے علم اور آثار علم کے ساتھ پوشیدہ اور مخفی ہو گئی۔ اور حضرت سامؑ پر جابرۂ حام و یافث کی دولت و حکومت رہی۔ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۔ اور خلاصہ حضرت نوحؑ کی وصیت کا یہ ہے۔ کہ حضرتؑ نے اپنے تمام شیعوں کو بلا کر فرمایا۔ کہ میرے بعد حجج اللہ کے لئے غیبت واقع ہوگی۔ اور طواغیت و طغاۃ زماں غالب و ظاہر ہوں گے۔ اور اللہ تعالے میری اولاد میں سے ایک شخص کے ہاتھ پہ تمہیں فرج و کشادگی عطا کرے گا۔ اس کا نام ہودؑ ہے۔ اور اس کے لئے نشان اور سکینہ و وقار ہے۔ وہ خلق اور نرم مزاجی میں میرے مشابہ ہوگا۔ اور خدا اس کے ہاتھ سے

دشمنوں کو ہلاک کرے گا اور ریح عقیم بھیجے گا۔ اور یہی وہ ریح عقیم ہے جس کا خدا نے قرآن میں ذکر کیا ہے۔ لوگ برابر حضرت ہودؑ کے ظہور کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مدت دراز ہو گئی اور ان کے قلب سخت و سیاہ ہو گئے۔ اور جب وہ مایوس ہو گئے۔ تو خدا نے اپنے نبی ہودؑ کو ظاہر کیا۔ اور ریح عقیم سے لوگوں کو ہلاک کیا۔ مَا تَذَرُ مِن شَیْءٍ اَتَتْ عَلَیْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ کَالرَّمِیْمِ پھر غیبت حج اللہ واقع ہوئی۔ اور حضرت صالحؑ نے ظہور کیا۔

مومنین اور شیعیان انبیاءؑ کے لئے حضرت نوحؑ سے تا حضرت ہودؑ نہایت سخت امتحان کا زمانہ تھا۔ اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان کی قوم میں ضعیف الایمان اور منافقین بہت زیادہ تھے۔ اور اسی وجہ سے ملائکہ نے تاخیر کی التماس کی۔ پھر وعدہ الٰہی برابر مشروط ہوتا رہا۔ چنانچہ نتیجہ اس کا ظاہر ہوا۔ جتنے ضعیف الایمان اور منافقین تھے سب مرتد ہو کر کافر ہو گئے۔ اور ان طولانی امتحانوں کے بعد خالص مومنین چھنٹ کر رہ گئے۔ ایک طرف کافر محض تھے اور دوسری طرف مومنین خالص۔ اس کے بعد طوفان آیا۔ اور سب کفار کو ہلاک کر دیا۔ اور مومنین کو نجات ملی۔ ان تمام تکالیف و مصائب و شدائد میں مومنین کاملین ثابت اور صابر رہے۔ اور حجت حاضر و غائب سب پر ایمان رکھتے رہے۔ اور کبھی ان کے ایمان میں فرق نہ آیا۔ مگر منافقین و مشرکین مرتد ہوتے گئے۔ جتنا زمانہ طولانی ہوتا گیا۔ وہ قسی القلب ہوتے گئے۔ اور آخر ان کا نفاق ظاہر ہوا۔ اسی کی خبر خدا ان الفاظ میں دیتا ہے۔ اور اس آیت سے خطاب کر کے فرماتا ہے۔ اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ وَلَا یَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَیْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَکَثِیْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ "کیا ابھی اہل ایمان کے لئے وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ان کے دل خدا کی طرف جھکیں اور اس کے ذکر کی طرف۔ اور اس کی طرف جو حق نازل ہوا ہے مائل ہوں۔ اور مثل ان لوگوں کے نہ ہوں جنہیں پہلے کتاب دی گئی تھی۔ پھر جب مدت دراز ہو گئی۔ تو ان کے دل سیاہ ہو گئے۔ اور بہت سے ان میں سے فاسق ہیں۔" یہ حالت بعینہ زمانہ غیبت امام زمان علیہ السلام سے مشابہ ہے۔ اور اسی واسطے خدا مومنین سے خطاب کرتا ہے۔ کہ عبرت حاصل کریں۔ اور خدا کی طرف رجوع لائیں اور محبت خدا پر ایمان اور بہت سخت امتحان مومنین کے لئے ہے۔ جو کامل الایمان ہیں ان کا ایمان اور بڑھتا جاتا ہے۔ اور جو شاکین اور جاحدین ہیں۔ وہ طول مدت غیبت کی وجہ سے مرتد ہوتے جاتے ہیں اور اپنی جلد بازی سے جہال کو امام بنا کر دین سے پھرتے جاتے ہیں اور اعتقاد صحیح سے دور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ مشاہدہ ہے۔ کہ لاکھوں مسلمان اس عرصہ غیبت میں دین اسلام سے مرتد ہو گئے۔ نئے نبی اور نئے امام بنا لئے۔ مگر مومنین برابر صبر کے ساتھ

انتظار کرتے ہیں۔ خدا انہی کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ کہ اب باوجود بہت سی شرائط و علائم موجود ہو جانے کے ان کے دل ذکر خدا اور حق کی طرف مائل نہیں ہوتے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا۔ کہ ضلالت و جہالت کی خواب غفلت سے بیدار ہوں اور خدا کی طرف رجوع کریں۔ بہر حال طول غیبت حجت اللہ، حجت اللہ کی حجیت کو باطل کر دیتی ہے۔ نہ مخلص اہل ایمان کے ایمان میں خلل انداز ہو سکتی ہے۔ بلکہ یہ تمام آیات و سنن الٰہی ہیں۔ ان کو دیکھ کر ان کے دل نور ایمان سے اور روشن ہو جاتے ہیں۔ اور جب وہ کوئی ایسی بات دیکھتے ہیں۔ تو بےساختہ کہہ اٹھتے ہیں صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ جو کچھ خدا اور اس کے رسولؐ نے خبر دی ہے وہ سب سچ ہے۔ اس زمانہ غیبت میں مثل امت حضرت نوحؑ ضعیف الایمان اور منافقین کا نفاق ظاہر ہو جائے گا! اور آخر کار خالص ایمان اور ان کے مقابل کامل اہل کفر باقی رہ جائیں گے۔ تاکہ ان کے فنا کرنے کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔ مزید توضیح باب امتحان مومنین میں کی جائے گی۔

اور انبیاء اللہ کے ساتھ مشابہت امام زمان علیہ السلام کا حال مفصل معلوم ہو گا۔

غیبت حضرت صالح علیہ السلام

حضرت ہودؑ نے حضرت صالحؑ کے خروج اور ظہور کی خبر دی۔ اور لوگ ان کے آنے کے منتظر رہے۔ حضرتؑ ظاہر ہوئے۔ اور قوم ثمود کو دعوت حق دی۔ اور ان کے بتوں کو حجاب کر کے ان کو محروج کیا۔ پھر حضرتؑ سے معجزہ طلب کیا گیا۔ کچھ لوگ منتخب ہو کر پہاڑ کے قریب گئے اور حضرت صالحؑ سے سوال کیا۔ کہ اپنے پروردگار سے سوال کر کے ایک اونٹنی سرخ رنگ اس پہاڑ سے نکال دے۔ حضرتؑ نے دعا کی فوراً پہاڑ کو جنبش ہوئی اور ویسی ہی اونٹنی نکل آئی۔ پھر انہوں نے کہا۔ کہ اس کا بچہ بھی نکلے۔ فوراً اس سے بچہ پیدا ہو گیا۔ اور اس کے گرد پھرنے لگا۔ ستر آدمی ایمان لائے مگر اپنی قوم تک واپس ہوتے تک ستر میں سے چونسٹھ مرتد ہو گئے۔ اور ان چھ میں سے بھی ایک شک کرنے لگا! اور کہنے لگا کہ یہ جادو ہے۔ اور یہ حکم ہوا تھا۔ کہ ایک دن پانی یہ اونٹنی پیئے اور ایک دن تم پیو۔ اور جب اونٹنی پانی پی لیتی تھی۔ تو اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم سیراب ہو جاتی تھی۔ مگر عتاۃ و طغاۃ و طواغیت قوم پھر بھی ایمان نہ لائی۔ اور حضرتؑ کی تکذیب کرتے رہے۔ اور آخر کار انہوں نے ناقہ کی کوچیں کاٹ ڈالیں۔ اور عذاب خدا نازل ہوا۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ اِذِ انْبَعَثَ اَشْقٰىهَا فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا۔ قوم ثمود نے اپنی سرکشی سے اپنے پیغمبر کی تکذیب کی جب کہ انہوں نے ناقہ کو پے کرنے کے لئے اپنے شقی ترین شخص قدار کو بھیجا۔ پس پیغمبر خدا نے ان سے کہا۔ خدا کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے سے تعرض نہ کرو۔ اور اس کا خیال رکھو۔ اس حرکت سے بچو۔ ان لوگوں نے

رسولؐ خدا کی تکذیب کی۔ اور اس کو پے کر دیا۔ اور کوچیں کاٹ ڈالیں پس اس گناہ کی وجہ سے خدا غضب ناک ہُوا۔ اور ان سب کو ملیا میٹ کر دیا۔ اور وہ اس کے انجام سے ذرا نہیں ڈرتا کیونکہ وہ اسی عذاب اور سزا کے مستحق تھے۔ جب ان پر عذاب نازل ہُوا۔ اور حضرت صالحؑ وہاں سے چلے گئے۔ اور ایک زمانہ دراز تک لوگوں سے غائب رہے۔ اور جب غائب ہوئے۔ تو ادھیڑ عمر۔ خوبصورت جسم۔ حسین و شکیل جوان رعنا تھے شکم بھاری۔ رخسار سیاہ اور بھری ہوئی ڈاڑھی رکھتے تھے جب ظاہر ہوئے۔ تو آپ کی شکل بہ نسبت سابق بدلی ہوئی تھی۔ اور لوگوں نے انہیں نہ پہچانا۔ اور لوگوں کے تین فرقے تھے۔ ایک بالکل جاحد اور منکر تھا جو کبھی حق کی طرف رجوع ہی نہیں کر سکتا تھا۔ دوسرا شک کرنے والا۔ تیسرا یقین رکھنے والا۔ حضرتؑ نے اوّل شاکین کو دعوت دی۔ اور کہا۔ میں صالحؑ ہوں! انہوں نے حضرتؑ کی تکذیب کی اور گالیاں دیں۔ اور زجر و توبیخ کی۔ اور کہا۔ خدا تیرے دعوے سے بری ہے۔ تحقیق کہ صالحؑ اور صورت میں تھا۔ اس کی یہ صورت نہ تھی۔ پھر حضرتؑ جاحدین و منکرین کی طرف آئے۔ انہوں نے حضرتؑ کی بات بھی نہ سُنی اور ان سے گریز کیا۔ تب حضرتؑ تیسرے طبقے کے لوگوں کے پاس گئے اور کہا۔ میں صالحؑ ہوں۔ کہا۔ ہمیں ایسی خبر دیجئے۔ جس سے ہمیں یقین ہو جائے کہ آپؑ صالحؑ ہیں۔ اور شک باقی نہ رہے کیونکہ ہم اس میں شک نہیں کرتے۔ خدا قادر ہے۔ جس کو جس شکل میں چاہے بدل دے۔ اور ہمیں پہلے ہی خبر دی گئی ہے۔ اور کچھ علامات قائم دیکھتے اور سنتے رہتے ہیں۔ کہ جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو کیسا ہوگا اور کیا علامت ہوگی۔ اور ہمارے نزدیک وہی خبر صحیح ہے جو آسمان سے ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ میں وہی صالحؑ ہوں۔ جو تمہارے لئے ناقہ لایا تھا۔ کہا۔ سچ کہتے ہو۔ یہی بات ہم میں معروف ہے۔ فرمایا۔ ایک یوم معلوم کا پانی تمہارے لئے تھا اور ایک دن اس کے لئے۔ یہ سُن کر وہ بول اُٹھے۔ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِمَا جِئْتَنَا۔ اس وقت خداوند عالم نے فرمایا۔ اِنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّہٖ اور اہل یقین نے عرض کیا۔ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِہٖ مُؤْمِنُوْنَ ہم اس پر جو کچھ اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے ایمان لائے ہوئے ہیں۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْآ اِنَّا بِالَّذِیْٓ اٰمَنْتُمْ بِہٖ کٰفِرُوْنَ۔ متکبرین و جاحدین نے کہا۔ ہم اس کے کافر ہیں۔ اور اس سے انکار رکھتے ہیں جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ان مومنین نے نجات پائی۔ اور کافرین ہلاک ہوئے:

حالات حضرت صالحؑ بہت مشابہ ہیں حضرت مہدی آخر الزمانؑ اور زمانہ غیبت سے۔ بعض لوگ وقتِ ظہور حضرتؑ کو نہ پہچانیں گے۔ اور اس وقت تین فرقے ہوں گے۔ ایک اہل یقین۔ دوسرے شاکین تیسرے جاحدین۔ اہل یقین حضرتؑ کے ساتھ ہوں گے اور حضرتؑ کا اتباع کریں گے۔ شاکین شک سے ہلاک ہوں گے جاحدین مقابلہ کریں گے اور سب سے پہلے لڑنے کو تیار ہوں گے۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہُوا۔ کہ مومنین

وہی ہیں۔ جو پہلے ہی ایمان لائے ہوئے ہیں۔ اور ایمان دراصل ایمان بالغیب ہے۔ بدر رہ حجت خدا کے
ظہور کے وقت تلوار کی دھار دیکھ کر تو بہت سے منافقین بھی ایمان کا اظہار کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں۔
یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ مومنین ہمیشہ علائم حجت قائمؑ کو ضبط و حفظ رکھتے ہیں۔ اور وقت ظہور دلائل و
علائم طلب کرتے ہیں۔ اور ان کے روسے دلائل و براہین اطمینان پیدا کر لیتے ہیں۔ شاکین و جاحدین کی
طرح اندھا دھند انکار نہیں کر دیتے۔ اور اسی وجہ سے اہل یقین جھوٹے مدعیان امامت و مہدویت کے
دعوے پر ایمان نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ دلائل و براہین و علامات طلب کرتے ہیں اور ان سے واقف
ہوتے ہیں۔ اور جھوٹے مدعی وہ علائم و براہین نہیں دکھا سکتے۔ وَمَنْ يَهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ
اور خروج و ظہور امام مہدی آخر الزمانؑ سے وہی فائدہ اٹھائیں گے۔ جو پہلے سے ایمان رکھتے ہیں۔ اس کے
اوصاف سے آگاہ۔ اس کی علائم کو جانتے ہیں۔ اور وہی ناجی و رستگار ہیں وَهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ وَالشَّكُّ هُوَ الْكُفْرُ۔ شک کرنا ہی کفر ہے خدا اہل ایمان کو
اس سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

غیبت حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیمؑ کے والد ماجد نمرود کے منجم تھے۔ ایک روز آپ نے بیان کیا۔ کہ اے نمرود میں نے علم نجوم سے دیکھا ہے۔
کہ ایک بچہ ہمارے ملک میں پیدا ہوگا۔ اور اسی کے ہاتھ پر اس ملک کی ہلاکت ہے۔ دریافت کیا۔ کیا
اس کا حمل قائم ہو چکا ہے۔ کہا۔ نہیں۔ عنقریب ہونے والا ہے۔ اس نے حکم دے دیا۔ کہ عورتیں
مردوں سے علیحدہ رکھی جائیں۔ کوئی مرد ان کے پاس نہ جانے پائے۔ اور بعض روایات میں یہ تصریح
ہے۔ کہ بہت سے منجمین نے نمرود کو یہ خبر دی تھی۔ اور اس پر نمرود نے یہ حکم جاری کیا۔ مگر قدرت خدا کو
کون روک سکتا ہے۔ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ
(صف ۱) "یہ لوگ چاہتے ہیں۔ کہ نور خدا کو پھونکیں مار مار کر بجھا دیں۔ مگر یہ ناممکن ہے۔ وہ نور اپنے سیر
تمام و کمال پر پہنچ کر رہے گا۔" عورتیں مردوں سے بالکل جدا کر دی گئیں۔ اور وہ نور محل نمرود ہی میں نازل
ہوا۔ اور اپنی امانت گاہ میں پہنچا۔ حضرتؑ کے والد شب کو نمرود کے سرہانے پہرہ دیا کرتے تھے۔ جس
شب کو یہ قدرت خدا ظاہر ہونے والی تھی۔ والدہ گرامی وہیں قصر شاہی میں ساتھ ڈیوڑھیوں اور پہرہ داروں
سے گزر کر اپنے شوہر کے پاس پہنچ گئیں۔ اور نمرود کے سرہانے ایک گھڑی کے لئے یہ نور خدا اپنے مستقر و
قرار مکین میں پہنچا۔ ادھر آنا تھا کہ اس طرف نمرود عالم خواب میں دیکھ رہا تھا۔ کہ ایک ستارہ درخشاں آسمان سے
نازل ہوا۔ اور قصر نمرود پر آ گرا۔ اور اس کو چاروں طرف سے احاطہ کر لیا۔ اور چھت میں سے گزر کر اس کے سرہانے

ایک گز کے فاصلہ پر غائب ہو گیا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ منجمین سے تعبیر خواب دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ اس بچے کا حمل اس شب قائم ہو چکا ہے۔ اور ایک منجم نے بیان کیا۔ کہ اسی جگہ اور اسی قصر میں ہوا ہے۔ مگر یقین نہ آیا تھا۔ اس خبر کے بعد حاملہ عورتوں پر دایہ مقرر ہوئیں۔ کہ حمل معلوم کر کے ضائع کر دیں۔ جب حضرت ابراہیمؑ کی والدہ کو ان عورتوں نے جا کر دیکھا۔ تو کوئی اثر حمل کا نہ پایا۔ خدا نے اس کو پشت کی طرف غائب کر دیا۔ جب ولادت ہوئی۔ تو یہ بھی مخفی رہی۔ ان کی والدہ گرامی ہلاکت کے خوف سے ان کو ایک غار میں چھوڑ آئیں۔ خدا نے ان کی پرورش کا یہ سامان کیا۔ کہ ان کے انگوٹھے میں دودھ آتا تھا۔ کہ وہ سیراب ہو جاتے تھے اور اسی سے پرورش پاتے تھے۔ ان کی والدہ کبھی کبھی جا کر دیکھ آتی تھیں۔ نشوونما آپ کی غیر عادی تھی۔ پندرہ ماہ میں پندرہ سالہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ اور خدا نے اپنی قدرت کا اظہار کیا۔ اور آخر کار انہی کے ہاتھ سے نمرود اور اس کی قوم ہلاک ہوئی۔ اور کلمۂ خدا بلند ہوا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ایک مدت تک حضرت ابراہیمؑ مخفی و غائب رہے۔ اور خدا نے دشمنوں کے شر سے انہیں یوں محفوظ رکھا۔ اور ظاہر ہو گئے۔ پھر ایک عرصہ بعد جب طاغوت زماں نے غلبہ پایا اور آپ کو مصر سے نکال دیا۔ تو پھر حضرت ابراہیمؑ غائب رہے۔ اور اسی کا ذکر حضرت اس آیت میں فرماتے ہیں۔ وَاَعْتَزِلُکُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَاَدْعُوْا رَبِّیْ عَسٰی اَلَّا اَکُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا۔ یعنی فرماتے ہیں۔ کہ میں تم سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جو تم نے خدا کے مقابل بنا رکھے ہیں جدا اور علیحدہ ہوتا ہوں۔ اور کنارہ کشی اختیار کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار کو پکارتا ہوں۔ اور امید ہے۔ کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہ ہوں گا۔ اور اسی کی بابت خدا فرماتا ہے۔ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَکُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِنْ رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا۔ جب ہمارے خلیلؑ نے ان لوگوں اور ان کے خود ساختہ معبودوں سے کنارہ کشی کی۔ تو ہم نے اس کو اسحاقؑ و یعقوبؑ بخشے۔ اور سب کو نبی بنایا۔ اور ہم نے ان کو اپنی رحمت کا خاص ایک حصہ عطا کیا۔ اور ان کے لئے علیؑ کو لسان صدق بنا کر بھیجا۔ یہ فضیلت خاص بھی جناب ابراہیمؑ کو عطا ہوئی۔ کیونکہ آپ ہی نے دعا کی تھی۔ وَاجْعَلْ لِّیْ لِسَانَ صِدْقٍ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ امت آخری میں میرے لئے ایک لسان صدق پیدا کر۔ اور رحمۃ للعالمین پیغمبرؐ آپ ہی کی ذریت سے مبعوث ہوئے۔

یہ دوسری غیبت حضرت ابراہیمؑ کی تھی۔ تیسری غیبت حضرتؑ کی وہ ہے۔ جس میں موجودات ارضی و موجودات عالم سے عبرت یعنی حاصل کرنے کے لئے اطراف و اکناف بلاد میں پھرتے تھے اور سیر کرتے پھرتے

اور اسی سیر میں ایک جنگل میں گزرے۔ اور ایک شخص کو نہایت خضوع و خشوع سے عبادتِ خدا میں مشغول دیکھا اور آپؑ نے دریافت کیا۔ کہ یہ کس کی نماز پڑھتا ہے۔ عرض کیا۔ ابراہیمؑ کے معبود کی ۔ اور حضرتؑ نے اس سے مواخات پیدا کی۔ لہذا اس شخص نے حضرت ابراہیمؑ سے عرض کیا۔ تمہاری کوئی حاجت ہے؟ فرمایا۔ ہاں۔ عرض کیا۔ کیا ہے۔ فرمایا۔ یا میں دُعا کروں۔ تو آمین کہو۔ یا تو دُعا کر۔ میں آمین کہوں۔ عرض کیا کس امر کے لئے دُعا کرتے ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ گنہگار مومنین اور مومنات کے لئے۔ اس نے کہا۔ میں تو ایسا نہ کروں گا۔ کیونکہ میں تین سال سے ایک دُعا کر رہا ہوں۔ اور آج تک وہ قبول نہیں۔ اب مجھے دُعا کرتے شرم آتی ہے۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ تو کیا دُعا کرتا ہے۔ عرض کیا۔ میں یہاں نماز پڑھ رہا تھا۔ کہ ناگاہ ایک نہایت حسین و جمیل و شکیل لڑکا نہایت ناز و ادا سے چاق گائیں اور بھیڑیں لے کر گزرا۔ میں دیکھ کر متعجب ہوا۔ اور یہ نظارہ بہت عمدہ معلوم ہوا۔ اور میں نے کہا۔ اے لڑکے تو کون ہے۔ کہا۔ میں اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں۔ اس وقت میں نے دُعا کی۔ کہ خدایا مجھے اپنے خلیلؑ کو دکھلا دے۔ حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا۔ میں ہی ابراہیمؑ خلیل اللہ ہوں۔ اور وہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے خدا کی حمد و ثنا کی۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے رخساروں پر بوسہ دیا۔ تاخیر اجابت دُعا سے مومنین کو تنگ دل نہیں ہونا چاہیئے۔

حضرت حجت عجل اللہ فرجہٗ کے حالات ولادت کو مطالعہ کر کے ناظرین معلوم کر چکے ہوں گے۔ کہ حالات ولادت و غیبت حضرت ابراہیمؑ کس قدر حضرت امام زمانؑ کے حالات ولادت و غیبت سے مشابہ ہیں۔ اور اثر حمل مثل حضرت ابراہیمؑ پوشیدہ رہا۔ پرورش بحالت خفا و غیبت ہوئی۔ اور پھر غیبت صغریٰ و کبریٰ واقع ہوئی۔ اور مثل حضرت ابراہیمؑ امام مہدیؑ کے لئے تین غیبتیں مسلم ہیں۔ اور یہ غیبت جناب امام زمانؑ وراثت جد بزرگوار حضرت ابراہیمؑ ہے۔ لسان صدق حضرت علیؑ ہیں۔ اور حضرت مہدی آخر الزمانؑ اولاد حضرت علیؑ سے ہیں۔ اور ظہور صدق کلی انہی کے ظہور پر موقوف ہے۔ جب ظاہر ہوں گے۔ یَملَأُ الاَرضَ قِسطًا وَّ عَدلًا کَمَا مُلِئَت ظُلمًا وَّجَورًا زمین کو عدل و داد و صدق و حق سے پُر کر دیں گے۔ اور اس وقت لسان صدق فی الآخرین کے تفصیلی معنی مشاہدے میں آئیں گے۔ و ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

غیبت حضرت یوسفؑ } حضرت یوسفؑ اپنی قوم و قبیلہ باپ بھائیوں سے بیس برس غائب رہے۔ اس عرصہ میں حضرتؑ نے نہ سُرمہ لگایا نہ خوشبو استعمال کی اور نہ عورتوں کے پاس گئے۔ اس عرصے میں تین دن حضرت یوسفؑ کنوئیں میں رہے۔ چند سال قید خانہ میں اور باقی مدت ملک مصر میں۔ حضرت یعقوبؑ فلسطین میں تھے۔ اور مصر و فلسطین کے درمیان نو دن کی راہ ہے اور زیادہ سے زیادہ اٹھارہ دن کی۔ مگر اس عرصے میں حضرت یوسفؑ کو نہ دیکھ سکے۔ اور

ملاقات نہ ہوئی۔ کیونکہ یہ زمانہ زمانہ غیبت تھا۔ حضرتؑ نے بھائیوں کے ظلم اُٹھائے۔ کنوئیں میں ڈالے گئے چند درہم کو بازار میں فروخت ہوئے۔ زلیخا کے فتنہ میں مبتلا ہوئے۔ اور ان تمام مصائب میں صابر و ثابت قدم اور معصوم رہ کر بادشاہ مصر بنے۔ باپ بھائیوں سے ملے۔ اور غیبت کے بعد ظہور ہُوا۔ اسی طرح قائمؑ آل محمد بعد مصائب و شدائد و غیبت طولانی اپنے دوستوں عزیزوں سے ملیں گے۔ اور آخر کار روئے زمین کے مالک اور بادشاہ ہوں گے۔ اور تمام روئے زمین کو عدل وداد اور دین خدا سے پُر کر دیں گے۔ مشرق سے مغرب تک دین خدا ہوگا۔ اس زمانہ غیبت میں لوگ طرح طرح کے گمان حضرت یوسفؑ کی نسبت رکھتے تھے۔ کچھ تصدیق کرتے تھے کہ حضرتؑ کو بھیڑیا کھا گیا۔ کچھ گمان کرتے تھے کہ حضرتؑ دوسری صورت سے ہلاک ہو گئے۔ مگر اولیاء حضرتؑ مثل حضرت یعقوبؑ یقین رکھتے تھے کہ حضرت یوسفؑ زندہ ہیں اور ضرور ایک دن ملیں گے اور اس غیبت کے بعد ظاہر ہوں گے اور بار بار اس کا اظہار بھی فرماتے تھے۔ جب حضرت یعقوبؑ نے قمیص یوسفؑ کی بُو سُونگھی۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ کہ مَیں یوسفؑ کی بُو پاتا ہوں۔ تو بیٹوں نے کہا۔ کہ آپ تو یونہی محبت یوسفؑ میں غرق ہو رہے ہیں۔ اور جب بشیر یعنی یہودا ان کے بیٹے نے کرتا لا کر آپ کی آنکھوں پر ڈالا۔ اور آپؑ کی بینائی روشن ہو گئی۔ تو فرمایا اَلَمْ اَقُلْ لَّکُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰہِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مَیں منجانب اللہ وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو"۔ نیز فرمایا۔ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِہِمْ جَمِیْعًا امید ہے کہ خدا ان دونوں کو مجھ سے ملائے گا۔ وَقَالَ یٰبَنِیَّ اذْھَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَاَخِیْہِ وَلَا تَایْئَسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ وَلَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْکٰفِرُوْنَ "میرے بیٹو جاؤ اور یوسفؑ اور اس کے بھائی کی تلاش کرو۔ اور خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہو کیونکہ رحمت سے سوائے کافرین اور کوئی مایوس نہیں ہوتا"۔ مومنین حضرت یوسفؑ کی غیبت کے زمانہ میں ان کے ظہور پر یقین رکھتے تھے۔ اور کافرین اس سے مایوس تھے۔ یہی حال زمانہ غیبت امام زمان علیہ السلام میں ہے کہ مومنین کاملین ان کے ظہور و خروج اور غیبت کے بعد رجوع کرنے پر کامل یقین رکھتے ہیں۔ اور ہمیشہ رحمت خدا سے امامؑ کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔ اور مخالف خصوصاً مرتدین اسلام ان سے مایوس ہیں۔ طرح طرح کے شک و شبہ پیدا کرتے ہیں اور مومنین پر اعتراض کرتے ہیں۔ وَلَا یَایْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰہِ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ حضرت یعقوبؑ یہ بھی جانتے تھے کہ یوسفؑ حی و زندہ ہیں۔ صرف امتحان و اختیار کے لئے غائب ہوئے ہیں۔ اور مخالفین و معاندین کہتے تھے کہ یوسفؑ ہلاک ہو گئے اب واپس نہ ہوں گے۔ مومنین بھی یہ یقین رکھتے ہیں کہ حضرت مہدی آخر الزمانؑ حی و زندہ ہیں۔ اور محض امتحان اور اختیار اور مومنین و کافرین کے جدا اور ممیز ہونے کے لئے غائب ہوئے ہیں۔ اور یہ سنت ہے۔ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا

سنت الٰہی تبدیل نہ ہوگی۔ وَمَنْ اَنْکَرَ السُّنَّۃَ فَقَدْ کَفَرَ

غیبت حضرت موسےٰ علیہ السلام

جناب امیرالمومنینؑ و جناب صادق آل محمدؑ جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت یوسفؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو آپؑ نے تمام آل یعقوبؑ کو جمع کیا جو اسی آدمی تھے۔ اور اسی طرح اپنے تمام شیعوں کو اکٹھا کیا۔ اور حمد و ثناء الٰہی بجا لانے کے بعد فرمایا۔ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ الْقِبْطَ سَیَظْھَرُوْنَ عَلَیْکُمْ وَیَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ یہ قبطی تم پر غالب آئیں گے۔ اور تم کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں گے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کئے جائیں گے۔ بچے ذبح ہوں گے۔ مرد قتل کئے جائیں گے حَتّٰی یُظْھِرَ اللّٰہُ الْحَقَّ فِی الْقَائِمِ مِنْ وُّلْدِ لَاوِیْ بْنِ یَعْقُوْبَ یہاں تک کہ خدا حق کو لاوی بن یعقوب کی اولاد میں سے قائم کے ہاتھ پر ظاہر کرے گا۔ اور اسی کے ذریعہ سے تمہیں ان کے ہاتھ سے نجات دے گا اس کا نام موسےٰ بن عمرانؑ ہے وہ ایک مرد دراز قد گندم گوں رنگ ہے۔ اس کے بال گھونگر یالے ہیں۔ اور حضرت موسےٰ کے اوصاف و علامات بیان فرمائے۔ لوگوں نے اس کو حفظ و ضبط کیا۔ اور بعد حضرت یوسف علیہ السلام۔ بنی اسرائیل پر شدت ہونے لگی۔ اور حجۃ اللہ کے لئے غیبت واقع ہوئی۔ اور پھر لوگ چار سو برس تک قیام قائمؑ اولاد یعقوبؑ کا انتظار کرتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت قریب آیا۔ اور فرعون کو نجومیوں نے خبر دی۔ کہ ایک بچہ۔ بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والا ہے۔ اور تیری اور تیری قوم کی ہلاکت اسی کے ہاتھ پر ہے۔ اس نے حاملہ عورتوں کے شکم چاک کرنے اور لڑکوں کو قتل اور ذبح کرنے کا حکم جاری کردیا۔ اور بنی اسرائیل اس نئی مصیبت میں گرفتار ہوئے۔ حضرتؑ کا حمل قائم ہوا۔ اور خدا نے اس حمل کو مثل حضرت ابراہیمؑ پوشیدہ رکھا۔ اور ظاہر نہ ہونے دیا۔ جب پیدا ہوئے۔ تو دریا میں ڈالے گئے۔ اور فرعون کی گود میں پرورش پائی۔ اور وہیں جوان ہوئے۔ ادھر بعض لوگ اپنے بیٹے کا نام عمران رکھتے۔ اور اس کے جو لڑکا ہوتا اس کا نام موسےٰ رکھتے۔ اور کتنے ہی موسےٰ بن عمران ہے۔ یہاں تک کہ جناب موسےٰ بن عمران پیغمبر برحق کے ظہور تک۔ پچاس جھوٹے مدعیان موسویت گزرے۔ آخر کار شیعیان و موالیان حضرت موسےٰ بن عمران کے انتظار میں شدائد فرعون سے تنگ آکر ایک چاندنی رات میں اپنے ایک عالم و فقیہ کے پاس حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ ہم کب تک ان مصائب میں گرفتار رہیں گے۔ فرمایا۔ برابر انہی شدائد میں مبتلا ہوگے۔ تا ایں کہ لاوی بن یعقوبؑ سے ایک لڑکا خروج کرے جس کا نام موسےٰ بن عمران ہے۔ یہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ موسےٰ ایک جوان رعنا کی صورت میں ان کے پاس سے گزرے۔ خچر پر سوار تھے۔ اس

عالم نے جو سر اُٹھا کر دیکھا۔ تو اوصاف و علائم سے جن کا وہ عالم تھا حضرت موسیٰؑ کو پہچان لیا۔ اور سوال کیا۔ خدا تجھ پر رحم کرے تیرا نام کیا ہے۔ فرمایا۔ موسیٰؑ۔ دریافت کیا۔ باپ کا کیا نام ہے۔ فرمایا۔ عمرانؑ۔ وہ شخص حضرتؑ کے ہاتھ چومنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ حمد ہے اس خدا کے لئے جس نے مرنے سے پہلے مجھے تجھ کو دکھلایا۔ الحمد لله الذی ما صاحبنا هکذا قبل هوتنا اور تمام لوگ دوڑے اور پاؤں پر گر پڑے۔ اور حضرتؑ نے ان کو اپنا شیعہ بنا لیا (پس حجت اللہ کے ظہور سے پہلے علائم حجتؑ اور ظہور حجتؑ کا جاننا ہر مومن کے لئے نہایت ضروری ہے)۔ اور ایک مدت اسی حال میں رہے۔ اور حضرت موسیٰؑ پھر غائب ہو گئے اور فرما گئے۔ کہ عنقریب خدا تمہارے لئے فرج عطا کرے گا۔ اور پہلی غیبت ختم ہو کر دوسری غیبت شروع ہوئی۔ ان سے غائب ہو کر حضرت موسیٰؑ فرعون کے ایک شہر میں داخل ہوئے۔ اور وہاں اپنے ایک شیعہ کو ایک قبطی سے لڑتے دیکھا۔ اس نے فریاد کی۔ حضرتؑ نے اس کو مارا اور وہ مر گیا۔ اور یہ خبر پھیل گئی۔ دوسرے دن پھر یہ قصہ پیش آیا اور اس شیعہ نے پھر فریاد کی۔ اور موسیٰؑ نے اس کو سرزنش کی۔ اور پھر ارادہ کیا کہ حملہ کریں۔ تب اس قبطی نے کہا۔ کیا کل کی طرح آج مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ تم چاہتے ہو کہ زمین پر فساد برپا کرو۔ اور تم مصلحین میں سے بننا نہیں چاہتے۔ اتنے میں ایک شخص دور سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور حضرتؑ کو خبر دی۔ کہ لوگ تمہارے قتل کا مشورہ کر رہے ہیں یہاں سے نکل جاؤ۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ وہاں سے ڈرتے ہوئے منتظر حکم الٰہی نکل کھڑے ہوئے۔ نہ کوئی سواری تھی نہ کوئی خادم۔ پھرتے پھراتے شہر مدینؑ میں پہنچ گئے۔ حضرت شعیبؑ کی گوسفندوں کو سیراب کیا اور انجام کار ان کی بیٹی صفورا سے عقد ہو گیا۔ دس سال وہاں رہے اور اپنی بیوی کو لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دور سے آگ دیکھی۔ آگ لینے گئے۔ اور کلام الٰہی سنا معجزہ عطا ہوا۔ اور ید بیضا کے ساتھ واپس آئے۔ اور ان دو نشانیوں کے ساتھ فرعون کے پاس پہنچے۔ ایک رات میں تمام کام درست ہو گئے اور مبعوثؑ برسالت ہو کر واپس آئے۔ اور یہ غیبت حضرت موسیٰؑ اٹھائیس سال رہی۔ اس موقع کو شاعر نے یوں ادا کیا ہے۔ ؎

خدا کے دین کا موسیٰؑ سے پوچھئے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

حضرت صاحب الامرؑ کے لئے بھی مثل حضرت موسیٰؑ چند غیبتیں ہیں۔ اور بہت سے حالات بالکل حضرت موسیٰؑ سے مشابہ ہیں۔ حضرتؑ آل فرعون کے قتل کے خوف سے شہر سے نکلے۔ حضرت صاحب الامرؑ مدینہ نبویؐ سے یہ تلاوت فرماتے ہوئے مکے روانہ ہوں گے۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ جبکہ لشکر سفیانی حضرتؑ کے قتل کو مدینہ پہنچے گا۔ اور اسی طرح سے ایک رات میں خدا حضرت صاحب الزمانؑ کے معاملہ کو درست کرے گا۔

اور تمام اصحاب خاص حضرت حجتؑ جو تین سو تیرہ بقدر عدد اصحاب بدر ہیں۔ ایک شب میں مکہ معظمہ میں جمع ہوجائیں گے۔ اور درمیان رکن و مقام حضرتؑ سے بیعت کریں گے۔ آسمانی نشان تلواریں اتر رہی ہیں۔ اور حضرتؑ خروج فرمائیں گے۔ جیسا کہ آئندہ مفصل معلوم ہوگا۔

غیبت اوصیاءِ موسےٰؑ

جب حضرت موسےٰؑ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو ملک الموت حاضر ہوا۔ اور کہا السلام علیک یا موسےٰؑ۔ فرمایا۔ وعلیک السلام۔ تو کون ہے؟ کہا۔ میں ملک الموتؑ ہوں۔ فرمایا۔ کیوں آئے ہو۔ عرض کیا۔ قبض روح کو۔ فرمایا۔ کہاں سے قبض کرو گے۔ کہا منہ سے۔ فرمایا۔ یہ کیوں کر ممکن ہے۔ حالانکہ میں نے اس منہ سے خدا سے کلام کیا ہے۔ کہا۔ ہاتھ سے۔ فرمایا۔ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ حالانکہ اس سے میں نے توریت اٹھائی ہے۔ کہا پیروں سے۔ فرمایا۔ کیوں کر ممکن ہے حالانکہ میں ان سے کوہ طور پہ چلا ہوں۔ کہا۔ آنکھوں سے۔ فرمایا۔ کس طرح؟ حالانکہ وہ ہمیشہ خدا کی طرف امید میں لگی رہی ہیں۔ کہا۔ کانوں سے۔ فرمایا۔ کیوں کر۔ حالانکہ ان سے میں نے کلام خدا سنا ہے۔ تب وحی ہوئی۔ اے ملک الموتؑ اس کی روح قبض نہ کرو۔ جب تک وہ خود نہ چاہے۔ جناب موسےٰؑ کی یہ رد و بدل ملک الموتؑ کے ساتھ حکم الٰہی سے اعراض نہ تھا۔ بلکہ دراصل خدا کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں تھیں۔ اور جانتے تھے۔ کہ ملک الموتؑ ان کی قبض روح پر اختیار نہیں رکھتا ہے۔ جب تک کہ خود راضی نہ ہوں۔ اور ان کو قبض روح پر اختیار دیں۔ قدر یہ حضرت موسےٰؑ اس کے بعد ایک مدت تک زندہ رہے۔ اور حضرت یوشعؑ بن نونؑ کو بلایا۔ اور ان کو وصیت کی۔ اور اپنے امر کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ اور حضرت موسےٰؑ پھر اپنی قوم سے غائب ہو گئے۔ اور اس غیبت کے زمانے میں پھرتے ہوئے ایک شخص کے پاس سے گزرے جو قبر کھود رہا تھا۔ فرمایا۔ لا میں بھی تیری مدد کر دوں۔ قبر کھود کر لحد درست کی۔ اور اس میں لیٹ کر دیکھا۔ تو خدا نے پردے اٹھائے اور ان کے مقامات دکھلائے۔ اس وقت خواہش کی۔ کہ میری روح قبض کر لی جائے۔ فوراً روح قبض ہو گئی۔ اور اسی قبر میں جو میدان تیہ میں تھی دفن ہو گئے۔ اور آسمان سے ندا آئی۔ مَاتَ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰهِ وَاَیُّ شَیٍٔ لَمْ یَمُتْ۔ موسےٰؑ کلیم اللہ مر گئے۔ اور کون ہے جو نہ مرے گا۔ اور یہ قبر کھودنے والا ملک الموتؑ تھا۔ وَتَقْضِی الْاَمْرُ۔ حضرت موسےٰؑ کی اس غیبت کے زمانے میں اور وفات کے بعد حضرت یوشعؑ وصی رہے۔ اور ان پر گمراہ و جباران زمانہ نے طرح طرح کے ظلم و ستم کئے۔ اور آپ برابر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ تین طاغوت زمانہ گزر گئے۔ اور اس کے بعد حضرت یوشعؑ کچھ غالب ہوئے۔ کہ اس عرصے قوم موسےٰؑ کے دو منافقوں نے حضرت کی بیوی صفورا بنت

شیعیثؑ کے ساتھ آپؑ پر خروج کیا۔ اور ایک لاکھ لشکر کے ساتھ یوشعؑ سے لڑے۔ بڑی سخت لڑائی ہوئی۔ اور حضرت یوشعؑ نے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔ اور باقی کو شکست دی۔ اور صفوراء بنت شعیبؑ زوجہ موسےٰؑ کو قید کر لیا۔ اور عزت سے اسیر کر کے لے گئے۔ اور فرمایا۔ میں نے معاف کیا اس وقت تک کہ میں نبی اللہ موسےٰ بن عمران سے ملاقات کروں۔ اور تیری اس حرکت کی شکایت کروں گا۔ وہ فریاد کرنے لگیں اور کہتی تھیں۔ اگر مجھے بہشت بھی دیا جائے۔ تو شرماؤں گی اس حالت سے کہ نبی اللہ سے ملاقات کروں۔ در آنحالیکہ میں نے اس کی پردہ دری کی۔ اس کے پیچھے گھر سے نکلی۔ اور اس کے وصی سے لڑائی کی۔ بعینہٖ یہی واقعہ صاحب منزلت ہارونی حضرت علیؑ ابن ابی طالب وصی خاتم النبیینؐ کو بھی پیش آیا۔ بعد وفاتِ رسول خداؐ اور بعد گزرنے خلافت خلفا حضرتؑ کو فی الجملہ سلطنت حاصل ہوئی۔ اسی وقت دو شخصوں نے (طلحہ و زبیر) بہکانے سے اُمّ المومنین زوجہ رسول خداؐ حضرت عائشہ بنت حضرت ابی بکرؓ حضرتؑ سے لڑنے آئیں۔ بصرہ میں عظیم الشان جنگ ہوئی۔ بہت سے لوگ قتل ہوئے اور باقی نے شکست کھائی۔ اور جناب اُمّ المومنین کو وصیٔ رسولؐ نے عزت سے قید کر کے مدینہ پہنچا دیا۔ اس واقعہ کو یاد کر کے اُمّ المومنین اکثر سخت تاسف فرمایا کرتی تھیں۔ سبحان اللہ کس قدر مشابہ ہیں اس امت کے حالات اُمم سابقہ سے۔ وصدق اللّٰہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے۔ ہو بہو اس امت میں واقع ہو گا۔ (کما سیجئی)؛

غرض بعد حضرت یوشعؑ حجج اللہ پھر ایک مدت غائب رہے۔ یہاں تک کہ چار سو سال کے بعد حضرت داؤدؑ ظاہر ہوئے۔ اور اس عرصے میں گیارہ اوصیاء گزرے۔ مومنین ان سے وقتاً فوقتاً معالم دین سیکھتے رہے۔ اور آخرین نے داؤد کی بشارت دی۔ حضرت داؤدؑ کے چار بھائی تھے۔ اور یہ سب سے چھوٹے تھے۔ اور کسی کو عام و خاص کو گمان بھی نہ تھا۔ کہ یہی داؤدؑ حجت منتظر ہیں۔ جو زمین کو جالوت اور اس کے لشکر سے پاک کریں گے۔ اور شیعہ یہ اعتقاد رکھتے تھے۔ کہ حجت منتظر پیدا ہو چکے ہیں اور بالغ ہو گئے ہیں۔ ان کو دیکھتے تھے مگر پہچانتے نہ تھے۔ کیوں کہ وہ حالتِ غیبت میں تھے۔ اور اپنے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ لشکر جالوت سے جنگ ہوئی۔ ان کے بھائی لڑنے گئے۔ جب یہ اس طرف کھانا لے کر گئے۔ تو ایک پتھر سے آواز آئی۔ اے داؤدؑ مجھے لو۔ اور جالوت کو قتل کر دو۔ کہ میں اسی لئے خلق کیا گیا ہوں۔ اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ حضرتؑ نے جالوت کو قتل کر دیا۔ اور شجاعت آپ کی معلوم ہو گئی۔ اسی سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے۔ کہ خدا نے طالوت کو وحی کی تھی۔ کہ جالوت کو سوائے اس شخص کے کوئی قتل نہ کرے گا جس پر تمہاری زرہ پوری آئے۔ حضرت داؤدؑ کے ارادے

برزہ آپؑ کو پہنائی گئی۔ اور وہ پوری اتری۔ اسی طرح سے زرہ رسول خداؐ آپؐ کے وصی جناب علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پوری آئی تھی۔ اور حضرتؑ ہی کے ہاتھ پر لڑائیاں فتح ہوتی تھیں۔ اس فتح کے بعد تمام بنی اسرائیل حضرت داؤدؑ پر جمع ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر زبور نازل فرمائی۔ لوہے کو آپ کے لئے نرم کر دیا۔ کہ بلا کسی سبب ظاہر محض ہاتھ سے موڑ کر زرہ بنا لیتے تھے۔ اور پہاڑوں اور پرندوں کو حکم دیا۔ کہ آپؑ کے ساتھ تسبیح خدا بجا لائیں۔ اور ایسی آواز آپؑ کو عطا ہوئی۔ جو کسی کو نہ ہوئی تھی۔

حضرت صاحب الامر علیہ السلام مثل جناب داؤدؑ ایک مدت تک گمنامی کی حالت میں رہیں گے۔ لوگوں میں چلتے پھرتے ہوں گے اور لوگ ان کو نہ جانتے ہوں گے۔ پھر جب ان کے خروج کا وقت آئے گا۔ تو آپؑ کے پاس ایک علم محمدیؐ رایت الاسلام ہو گا۔ اس کا پھریرہ خود بخود کھل جائے گا۔ اور خدا اس کو گویا کرے گا۔ اور وہ ندا کرے گا۔ اُخْرُجْ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ فَاقْتُلْ اَعْدَآءَ اللّٰہِ اے ولی خدا خروج کر اور دشمنان خدا کو قتل کر۔ اور ان کی ایک تلوار ہو گی۔ جو خود بخود میان سے نکل آئے گی۔ اور خدا اس کو گویا کرے گا اور وہ پکارے گی۔ اُخْرُجْ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ فَلَا یَحِلُّ لَکَ اَنْ تَقْعُدَ عَنْ اَعْدَآءِ اللّٰہِ اے ولی خدا خروج کر۔ اور تیرے لئے اب حلال نہیں کہ دشمنان خدا کے جہاد سے بیٹھا رہے۔ حضرتؑ خروج فرمائیں گے اور دشمنان خدا کو جہاں پائیں گے قتل کریں گے۔ عجل اللہ فرجہ وسھل مخرجہ۔ چونکہ یہ خروج مہدیؑ آخر الزمانؑ قیامت صغریٰ ہے۔ بہت مشابہ ہے قیامت کبریٰ سے۔ قیامت کبریٰ میں انسان کے اعضاء و جوارح کلام کریں گے اور گنہگاروں کے برخلاف شہادت دیں گے۔ جب وہ یہ سوال کریں گے۔ کہ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ تم نے ہمارے برخلاف گواہی کیوں دی۔ تو اعضائے انسانی ان سے گویا ہوں گے اور کہیں گے۔ اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ ہمیں اسی خدا نے گویا کیا ہے جس نے کہ ہر ایک شے کو نطق عطا کیا ہے۔ اور نطق تمام اشیاء محققین کے نزدیک مسلم ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ ہر شے ایک زبان باطنی ملکوتی رکھتی ہے۔ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ ہر ایک شے خدا کی تسبیح بالحمد کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِیْحَهٗ ہر ایک اپنی صلوٰۃ اور تسبیح کا علم رکھتی ہے۔ وقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِكُلِّ ذَرَّةٍ لِسَانٌ مَلَكُوْتِیٌّ نَاطِقٌ بِالتَّسْبِیْحِ ہر ہر ذرہ ایک زبان باطن ملکوتی رکھتا ہے۔ جو اس کی تسبیح میں گویا ہے۔ اور مسلم ہے۔ کہ نطق انسان ایک قوۃ ملکوتی روحانی کا اثر ہے۔ اور وہ قوۃ ملکوتی ہر شے میں ہے۔ پس عقلاً بھی تکلم اشیاء محال نہیں ہے۔ تفصیل کشف الاسرار میں دیکھنی چاہئے۔

حضرت داؤدؑ نے اپنی وفات کے وقت حضرت سلیمانؑ کو وصی بنانا چاہا۔ معاندین و منافقین نے اعتراض کیا۔ کہ ایک نوجوان کو ہم پر حاکم اور خلیفہ بناتے ہو۔ حالانکہ ہم میں وہ لوگ موجود ہیں۔ جو ان سے سن میں بڑے ہیں داہل اسلام میں بھی یہ اعتراض جناب امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے استخلاف پر کیا گیا ہے۔ اور کیا جاتا ہے۔ والمنہاج واحد) حضرت داؤدؑ نے اسباط بنی اسرائیل کو جمع کرکے ایک ایک عصا دیا اور فرمایا۔ کہ ان کو زمین پر گاڑ دو۔ جس کے عصا میں پھل لگ جائیں۔ وہی خلیفہ ہوگا۔ اس امتحان الہٰی میں حضرت سلیمانؑ ہی کامیاب ہوئے۔ پھر حضرتؑ نے بنی اسرائیل کے سامنے ان کا علمی امتحان لیا۔ اور فرمایا۔ کون چیز سب سے زیادہ سرد ہے۔ فرمایا۔ عَفْوُ عَنِ النَّاسِ لوگوں کو معاف کرنا۔" فرمایا۔ کون چیز شیریں تر ہے۔ فرمایا محبت۔ کیونکہ وہی روح خدا ہے۔ حضرت داؤدؑ بہت خوش ہوئے۔ اور بنی اسرائیل میں اعلان کیا۔ کہ یہ میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔ معیار خلافت علم ہے۔ اور خلیفہ رسولؑ کے لئے صاحب معجزہ ہونا ضروری ہے۔ پھر حضرت سلیمانؑ غائب ہو گئے۔ اور لوگوں سے پوشیدہ ہو کر کہیں چلے گئے اور ایک عورت سے شادی کر لی۔ اور وہیں رہے۔ اور اسی غیبت میں خاتم سلیمانی لے کر واپس آئے۔ شیعہ خوش ہوئے اور غیبت کی حیرت سے نجات پائی اور فرج حاصل ہوئی۔ حضرتؑ نے آصفؑ بن برخیا کو وصی بنایا۔ پھر خدا نے آصفؑ کو بھی غائب کر دیا۔ اور بعد مدت دراز ظاہر کیا۔ اور پھر قوم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ وَاشْتَدَّتِ الْبَلْوٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ بِغَیْبَتِهٖ۔ اور بخت نصر بنی اسرائیل پر مسلط ہوا۔ اور ان کو قتل کرنے لگا۔ اور ان کی ذریت کو قید اور اہلبیت نبوت سے چار شخص اسیروں میں سے انتخاب کئے۔ جن میں سے ایک دانیالؑ تھے۔ اور اولاد ہارونؑ میں سے عزیزؑ تھے۔ حضرت دانیالؑ کو پھر کوئیں میں قید کر دیا۔ کیوں کہ خبر ہو گئی تھی۔ کہ مومنین دانیالؑ کے خروج کے منتظر ہیں۔ یہ زمانہ بھی شیعوں کے لئے نہایت سختی اور بلا کا تھا۔ آخرکار قدرت خدا ظاہر ہوئی! اور بعض معجزات دانیالؑ کا بخت نصر کو علم ہوا۔ اور شرمندہ ہو کر ان کو کوئیں سے نکلوایا۔ اور ان سے عذر خواہی کی۔ اور قضا اور فیصلے کے لئے امور سلطنت ان کے سپرد کر دئے۔ اور بنی اسرائیل نے ان شدائد سے نجات پائی۔ اور جو پوشیدہ مومن تھے ظاہر ہونے لگے۔ مگر حضرت دانیالؑ نے تھوڑے ہی عرصے میں رحلت کی۔ اور حضرت عزیزؑ کو وصی قرار دیا۔ پھر سو سال کے لئے خدا نے حضرت عزیزؑ کو غائب کر دیا اور پھر مبعوث کیا۔ الخ)۔ حضرت یحیٰیؑ بن حضرت زکریا بہت سے حجج اللہ غائب رہے۔ حضرت یحیٰیؑ سات سال کی عمر میں درجہ بعثت پر فائز ہوئے۔ ایک خطبہ میں ان واقعات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہم بندگان صالحین

ہیں۔ اور یہ جو کچھ سختیاں اور شدتیں بنی اسرائیل کو پہنچتی ہیں۔ ان کے گناہوں کا اثر اور نتیجہ ہیں۔ اور ایام اللہ کی یاد دلا کر حضرت مسیح کے آنے کی بشارت دی۔ اور اس کے بعد تقریباً بیس سال یا اس سے کچھ زائد عرصے میں مسیح بن مریمؑ ظاہر ہوئے۔ اور قصہ ولادت حضرت عیسٰیؑ قرآن میں مفصل ہے۔ اور باب ولادت میں مذکور بھی ہو چکا ہے۔ حضرت مسیح کا زمانہ نہایت ہی نازک تھا۔ اور سلاطین جبابرہ و طغاۃ و طواغیت ہر طرف غالب ہوئے۔ مومنین بنی اسرائیل پر اور سختیاں ہونے لگیں حتٰی کہ خود حضرت عیسٰیؑ ان سے محفوظ نہ رہ سکے۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں ان کے ہاتھ سے اٹھائیں۔ یہاں تک کہ وہ جبار ان کے قتل کے درپے ہوئے۔ اور خدا نے ان کے شر سے آپ کو محفوظ رکھا اور اپنے پاس اٹھا لیا۔ (اصل مبحث باب شبہات میں دیکھنا چاہئے) حضرت عیسٰیؑ نے جناب شمعونؑ بن حمون الصفاء کو وصی کیا اور جناب محمد مصطفٰے احمد مجتبٰے پیغمبر اُمی خاتم النبیینؐ کے آنے کی بشارت دی۔ حضرت شمعونؑ ظالموں کے ظلم سے تنگ آکر پوشیدہ ہو گئے۔ اور شیعیان حضرت عیسٰیؑ ایک مدت تک مصائب میں مبتلا رہے۔ حضرت عیسٰیؑ اس عرصے میں چند مرتبہ اپنی قوم سے غائب ہوئے۔ اور بلاد خدا میں پوشیدہ پھرتے رہے۔ اور آخری غیبت کے بعد حضرت شمعونؑ کو اپنا وصی بنایا تھا۔

ظہور حضرت عیسٰیؑ سے تا ظہور حضرت محمد مصطفٰےؐ سلاطین جبابرۂ بنی اسرائیل کے کمال علو و عروج کا زمانہ تھا۔ اور اس عرصے میں فساد عظیم روئے زمین پر برپا کیا ہوا تھا۔ اور عالم پہ ہر طرف سے تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ احکام دیانت مٹتے چلے جاتے تھے۔ اور ہیئت ربانی بالکل متغیر ہو گئی تھی۔ اور آخر الزمان میں کوئی تمیز دینی باقی نہ رہی تھی۔ کہیں بُت پوجے جاتے تھے اور کہیں چاند سورج و آتش پرستی کا دور دورہ تھا۔ کہ نور محمدی نے کوہ فاران کی چوٹیوں سے طلوع کیا۔ اور آفتاب رسالت کی ترچھی شعاعیں جزیرہ نمائے عرب کے پہاڑوں سے اطراف عالم میں پھیلیں۔ اور جب وہ اپنے مقام عروج پر پہنچا۔ تو تمام اقطار زمین نور محمدی سے روشن ہو گئے۔ اور اہل اسلام ایک وقت تمام عالم میں گھس گئے۔ اور تمدن و تہذیب نے ہر طرف ان کے طفیل اپنے قدم جمائے۔ جا بجا علوم کا چرچا ہوا۔ جہال عرب چند سال میں بہترین متمدن قوم بن گئے۔ اور موجودہ تمدنی ترقی اسی کا اثر اور نتیجہ ہے۔ مگر اسلام کا اصلی ظہور بہت تھوڑے دنوں رہا۔ اور ترقی معکوس کرنے لگا۔ اور چند ہی دنوں میں یعنی حضرتؐ کی آنکھیں بند ہوتے ہی آپ کے اس فرمان واجب الاذعان کی تصدیق ہو گئی۔ بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا "اسلام ایک غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ظاہر ہوا۔ اور عنقریب اسی حالت کی طرف لوٹ جائے گا" جس قدر مبدء بعثت سے دور ہوتے گئے، دل سیاہ ہوتے گئے۔ اور قسی القلب بن گئے۔ چنانچہ حضرت خلیفہ اول ہی کے زمانے میں جب

یمن کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قرآن ان کے سامنے تلاوت کیا گیا۔ تو وہ آیاتِ الٰہی سن کر رونے لگے۔ کیونکہ اہلِ دل اور اہلِ ایمان کی یہی نشانی ہے۔ اِذَا یُتْلٰی عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّیَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَیَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَیَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا "جب ان پر کتاب خدا پڑھی جاتی ہے۔ تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا پروردگار بیشک اس کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔ اور روتے ہوئے منہ کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں۔ اور ان کا خشوع و خضوع اور بڑھ جاتا ہے"۔ مگر حضرت خلیفہ صاحب کو اس وقت رونا نہ آیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ كُنَّا كَذٰلِكَ ثُمَّ قَسَتِ الْقُلُوْبُ۔ "کبھی ہم بھی ایسے ہی تھے۔ آیاتِ الٰہی سن کر نرم ہو جاتے تھے۔ خوفِ خدا طاری ہو جاتا تھا۔ خشوع و خضوع بڑھ جاتا تھا۔ پھر اس کے بعد دل سخت ہو گئے۔ اور قسی القلب بن گئے۔ انتہیٰ" وقال عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِیَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ ترجمہ یعنی بعد ازیں ہوا تھا کہ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے۔ اور ان کا اثر جاتا رہا۔ پس وہ مثل پتھر کے بے اثر ہو گئے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت اور بے تاثر۔ اس لئے کہ پتھروں میں سے تو بعض ایسے بھی ہیں جن سے نہریں پھوٹ نکلتی ہیں۔ اور بعض پھٹ جاتے ہیں اور ان سے پانی نکلتا ہے اور بعض وہ ہیں جو خوفِ خدا سے گر پڑتے ہیں۔ اور جب قلوبِ انسانی میں یہ بات نہ پائی جائے ایام اللہ کے ذکر سے نہ پسیجیں۔ آیاتِ الٰہی کے ڈر سے نرم نہ ہوں۔ متاثر نہیں اور آنکھوں سے ایک قطرہ نہ ٹپکے۔ تو بیشک وہ پتھروں سے سخت تر ہیں۔ تا اینکہ مسلمانوں نے اپنے اعمال کا وہی نتیجہ دیکھا جو بنی اسرائیل نے دیکھا تھا۔ شاہانِ جبار مسلط ہوئے۔ اور خلافتِ رسولؐ ملوکِ جبابرہ سے تبدیل ہو گئی۔ ایک نہیں بہت سے بخت نصر پیدا ہوئے۔ ایک ایک یزیدِ زماں نے بخت نصر کے نام کو بھلا دیا۔ ایک ایک دربار میں چار چار سر قلم ہو کر آئے۔ ایک فرزندِ رسولؐ کے قتل سے مسلمانوں میں خونریزی کا بازار گرم ہو گیا! ور رہا اور رہے گا اور پھر دوسرے لوگوں کو ان پر غلبہ دیا گیا۔ اور مسلمان اپنے اعمالوں کی کرتوت کو پہنچے۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَیْدِیْكُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۔ پھر ان کا علو و عروج ہوا۔ اور ایک عالم پر غالب آ گئے۔ دنیا میں قسادات پر پلٹے۔ اور یہ وعدہ الٰہی بھی پورا ہوا۔ تا اینکہ پھر اسی نورِ محمدی کا صورتِ مہدیؑ میں ظہور ہو۔ الہ مشرق و مغرب تک اس کی شعاعیں پھیلیں۔ اور یہ وعدۂ الٰہی ہے۔ وہ کبھی خلاف نہیں ہو سکتا۔ ضرور ایک دن پورا ہو کر رہے گا۔ اور اسی کا خدا ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِیْرًا فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَیْكُمْ

عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ ۚ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ لِيَسُوءُوا وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا مَا عَلَوْا تَتْبِيرًا ۔

بنی اسرائیل کی نسبت حکم لگا دیا تھا۔ کہ تم ضرور زمین میں دو مرتبہ فساد برپا کرو گے اور بہت علو و ترقی حاصل کرو گے۔ پھر جب پہلے وعدے کا وقت آیا اور فساد اوّلی برپا ہوا۔ تو ہم نے تم پر اپنے خاص قوت والے بندے بھیج دئے۔ جو ایک دفعہ تمام ملک میں گھس گئے۔ اور پہلا وعدہ پورا ہو کر رہا۔ پھر ہم نے ان اپنے بندوں پر تم کو غلبہ دیا۔ اور مال و دولت و اولاد اور فوجوں اور جماعتوں سے تمہیں مدد دی۔ پس اگر تم نیکی کرو۔ تو تمہارے ہی لئے مفید ہے اور اگر تم بدی سے پیش آؤ۔ تو اس کا ضرر بھی تمہارے ہی لئے ہے۔ جب دوسرے وعدے کا وقت آئے گا۔ تو وہی لوگ پھر تمہارے منہ بگاڑ دیں گے۔ اور مسجد میں داخل ہو جائیں گے۔ جس طرح کہ پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے۔ اور اتنا قتل کریں گے جو حق کرنے کا ہے۔ یہ وعدہ بھی ضرور پورا ہونے والا ہے۔ "إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ خدا کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔" اور پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ کہ اس آیت کا نزول بنی اسرائیل میں ہے اور تاویل اسلام کے فرقہ طغاۃ میں۔ جنہوں نے اوّل اوّل فساد برپا کیا۔ اور قتل و خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ اور لفظ مسجد بھی بظاہر اسی پر دال ہے۔ کہ اب اس کی تاویل اہل اسلام میں ظاہر ہو گی۔ اور جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہ اسلام میں ہو کر رہے گا۔ سُنَّةَ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِكُمْ۔ فَانتَظِرُوا إِنَّا مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ۔

بشارتِ محمدی

عبداللہ سلیمان سے جو کتب عتیق و جدید توریت و انجیل وغیرہا کا عالم اور قاری تھا۔ روایت ہے۔ کہ اس نے کہا۔ میں نے انجیل میں پڑھا ہے۔ کہ خدا حضرت عیسٰے سے فرماتا ہے۔ اے عیسٰے میرے امر میں سعی کر اور کمزور نہ بن۔ اے اس طاہر مطہر بتول عذرا کے بیٹے جو بلا شوہر ہوئی میری بات سن اور اطاعت کر۔ میں نے تجھے تمام لوگوں کے لئے اپنی آیت بنایا ہے پس میری ہی عبادت کر اور مجھی پر توکل کر۔ میری کتاب کو قوت کے ساتھ لے۔ اور اہل سوریا کے پاس جا اور میری طرف سے ان کو پیغام پہنچا دے۔ کہ میں ہی خدائے قدیم ازلی ہوں۔ اور ان کو کہو کہ نبی اُمّی کی تصدیق کرو۔ جو صاحب جمل و صاحب زرہ و صاحب تاج (عمامہ) و صاحب نعلین و عصاء ہے۔ "اَلْأَنْجَلُ الْعَيْنَيْنِ الصَّلْتُ الْجَبِينِ الْوَاضِحُ الْخَدَّيْنِ الْأَقْنَى الْأَنْفِ مُفَلَّجُ الثَّنَايَا كَأَنَّ عُنُقَهُ إِبْرِيقُ فِضَّةٍ كَأَنَّ الذَّهَبَ يَجْرِي فِي تَرَاقِيهِ لَهُ شَعَرَاتٌ مِنْ صَدْرِهِ إِلَى سُرَّتِهِ لَيْسَ عَلَى بَطْنِهِ وَلَا عَلَى صَدْرِهِ شَعْرٌ أَسْمَرُ اللَّوْنِ دَقِيقُ الْمَسْرُبَةِ شَثْنُ الْكَفِّ وَالْقَدَمِ إِذَا الْتَفَتَ الْتَفَتَ جَمِيعًا وَإِذَا مَشَى فَكَأَنَّمَا يَتَقَلَّعُ مِنَ الصَّخْرِ وَيَنْحَدِرُ مِنَ الصَّبَبِ وَإِذَا جَاءَ مَعَ الْقَوْمِ بَذَّهُمْ عَرَقُهُ فِي وَجْهِهِ كَاللُّؤْلُؤِ وَرِيحُ الْمِسْكِ يَنْفَحُ مِنْهُ لَمْ يُرَ قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ مِثْلُهُ طَيِّبُ الرِّيحِ نَكَّاحُ النِّسَاءِ ذُو النَّسْلِ الْقَلِيلِ إِنَّمَا نَسْلُهُ مِنْ مُبَارَكَةٍ لَهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيهِ وَلَا نَصَبَ يَكْفُلُهَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ كَمَا كَفَلَ زَكَرِيَّا أُمَّكَ لَهَا فَرْخَانِ مُسْتَشْهَدَانِ كَلَامُهُ الْقُرْآنُ وَدِينُهُ الْإِسْلَامُ وَأَنَا السَّلَامُ طُوبَى لِمَنْ أَدْرَكَ زَمَانَهُ وَشَهِدَ أَيَّامَهُ وَسَمِعَ كَلَامَهُ"

اَلْمِسْكُ يَنْفَحُ عَنْهُ لَمْ يُرَ قَبْلَهُ مِثْلُهُ وَلَا بَعْدَهُ طَيِّبُ الرِّيْحِ نَكَّاحٌ لِلنِّسَآءِ ذُو النَّسْلِ الْقَلِيْلِ اِنَّمَا نَسْلُهُ مِنْ مُبَارَكَةٍ لَهَا بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ لَا صَخَبَ فِيْهِ وَلَا نَصَبَ تَكْفُلُهَا فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ كَمَا كَفَلَ زَكَرِيَّا اُمَّكَ لَهَا فَرْخَانِ مُسْتَشْهَدَانِ كَلَامُهُ الْقُرْاٰنُ وَدِيْنُهُ الْاِسْلَامُ وَاَنَا السَّلَامُ طُوْبٰى لِمَنْ اَدْرَكَ زَمَانَهُ وَشَهِدَ اَيَّامَهُ وَسَمِعَ كَلَامَهُ۔ یعنی وہ روشن آنکھوں والا۔ کھلی صاحب جبین والا۔ کھلے چمکتے رخساروں والا۔ بلند بینی۔ کھلے دانت۔ گردن مثل ابریق نقرہ (چاندی کے لوٹے کی گردن کی طرح) گویا سونا اس کی ہنسلیوں سے جاری ہوتا ہے (جلد باریک اور روشن اور خوبصورت ہونے کی علامت ہے کہ خون چلتا ہوا نظر آنے لگتا ہے) سینے سے لے کر ناف تک بال ہیں۔ اور پیٹ اور سینے کے اوپر کوئی بال نہیں ہے۔ رنگ گندمی، ہونٹ پتلے ہاتھ پیر بھرے ہوئے جب مڑتا ہے تو ایک دفعہ ہی مڑتا ہے۔ اور چلتا ہے تو جیسا کہ پتھر پر سے اکھڑ گیا اور جیسے نشیب کو اترتا چلا جاتا ہے۔ یعنی بہت سبک رفتاری جلد اور چھریرے بدن سے۔ اور جب لوگوں کے ساتھ آتا ہے تو ان سے سبقت کر جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر پسینہ کے قطرے مثل تازہ موتیوں کے معلوم ہوتے ہیں، اور مشک کی خوشبو اس سے مہکتی ہے۔ اس کی مثل نہ اس سے پہلے دیکھا گیا اور نہ اس کے بعد دیکھا جائے گا۔ اس کی بو پاکیزہ ہے۔ وہ عورتوں سے بہت نکاح کرنے والا ہے (مثل تمہارے حضور ویسے زن نہ ہوگا)۔ اور قلیل نسل والا ہے۔ اور اس کی نسل ایک دختر مبارکہ سے ہے۔ جس کے لئے بہشت میں گھر ہے جس میں کسی قسم کا شور و شغب اور رنج والم نہ ہوگا۔ ایک ماہ امامت اس کی کفالت کرے گا جس طرح زکریا نے تمہاری والدہ کی کفالت کی۔ اس کے دو بچے ہیں جو شہید ہوں گے۔ اس نبی کا کلام قرآن ہے۔ اور دین اسلام۔ اور میں سلام ہوں۔ طوبیٰ ہے۔ اس کے لئے جو اس کے زمانہ کو پائے اور ایام کو دیکھے اور اس کے کلام کو سنے۔" حضرت عیسےٰ نے دریافت کیا۔ کہ "طوبیٰ کیا ہے؟" فرمایا: ایک درخت ہے جس کو میں نے خود لگایا ہے۔ اصل اس کی رضوان سے ہے۔ اور پانی اس کا تسنیم سے ہے۔ جس نے اس چشمہ سے پانی پیا۔ وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔" حضرت عیسےٰ کی خواہش پر فرمایا۔ کہ "جب تک وہ نبی اس سے نہ پئے۔ کوئی نہیں پی سکتا۔ اور جب تک اس کی امت نہ پئے۔ کسی کی امت نہیں پی سکتی میں تجھے اپنے پاس اٹھاؤں گا اور آخر الزماں میں تجھے اتاروں گا۔ تاکہ تو اس امت کے عجائبات دیکھے اور ان کی مدد کرے گا۔ اور دجال کو قتل کرے گا۔ میں تجھے نماز کے وقت اتاروں گا۔ تاکہ تو ان کے ساتھ نماز پڑھے۔ کہ وہ امت مرحومہ ہے۔" یہ پیشگوئی حضرت خاتمؐ کی انجیل میں تھی۔ اور حضرت عیسےٰ نے اسی کے اظہار میں فرمایا۔ کہ "میں بشارت دینے والا ہوں ایک نبی کی جو میرے بعد آئے گا۔ اور اس کا نام احمد ہے۔" اور اس کی تصریح آئندہ آئے گی حلیہ مبارک دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا۔ کہ یہ حلیہ جناب مہدی آخر الزمانؑ سے بہت مشابہ ہے! اور اسی واسطے حضرت نے

فرمایا تھا۔ کہ وہ مہدی خلق اور خُلق میں میرا شبیہ ہے۔ اور اسی کی محققین علماء اہل سنت اور شیعہ نے تصریح کی ہے۔

حضرت عیسٰے کی وفات سے جناب خاتمؐ کے ظہور تک پانچ سو سال کا عرصہ ہوتا ہے۔ اس میں سے دو سو پچاس سال تک تو اوصیاء جناب عیسٰے کبھی کبھی ظاہر ہوتے رہے۔ اور لوگ ان سے احکام دین اخذ کرتے تھے اور معارف لیتے تھے۔ مگر آخری دو سو پچاس سال میں کوئی وصی عیسٰے اور عالم ربانی ظاہر نہیں رہا۔ تمام غائب رہے۔ اور جو مومنین تھے وہ دین عیسوی پر قائم تھے۔ اور یہی ان کی تکلیف تھی۔ اور یہی زمانہ زمانہ فترت کہلاتا ہے۔ اس زمانہ فترت میں وہ لوگ جو ایمان رکھتے تھے۔ برابر جناب محمد مصطفٰےؐ کے منتظر تھے۔ اور تلاش میں پھرتے تھے۔ جیسا کہ جناب سلمان فارسیؓ چار سو برس اس انتظار میں رہے۔ اور آخر کار زیارت سے فائز ہوئے۔ بحیرا راہب بھی قبل بعثت زیارت سے فائز ہوا۔ اور علائم معلومہ و مذکورہ سے حضرتؐ کو پہچان لیا۔ حق اور رحمت خدا کبھی اہل ایمان پر مشتبہ نہیں رہتے۔ والجنس یمیل الی الجنس۔ ایمان ایمان کی طرف اور حق حق کی طرف بالفطرۃ کشش رکھتا ہے۔ اور ہمیشہ ایک سلسلہ اتحاد روحانی باطنی اس میں قائم ہے۔ وکل شیءٍ یرجع الی اصلہ ہر شے اپنے اصل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ کفار باوجود آیات بینات و معجزات باہرات دیکھنے کے کفر و کفار ہی کی طرف اور طاغوت ہی کی طرف جھکتے ہیں۔ جو لوگ پہلے سے حجۃ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ اور ان کے دلوں میں پہلے ہی سے نور ایمان روشن نہیں ہے۔ وہ بعد ظہور و بعد بعثت اور بعد خروج ہرگز اس پر ایمان نہیں لا سکتے اور ہرگز تسلیم نہیں کر سکتے۔

سُنَّتِ سَابِقِهِمْ وَلَاحِقِهِمْ

یہ مختصر حال غیبت حجۃ اللہ کا ہے۔ اور یہ مسلّم و محقق ہے۔ اور خدا صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ (بقرع ۲۶) کیا تمہارا یہ گمان ہے۔ کہ تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ اور تم میں ان لوگوں کی مثال نہ پائی جائے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ کہ ان کو سختیاں اور شدتیں پہنچیں اور وہ خوب ہلائے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور مومنین کہہ اٹھے۔ کہ کب نصرت خدا آئے گی آگاہ رہو کہ نصرت خدا قریب ہے۔ جب تک وہی حال اس امت میں نہ ہو گزرے جو پہلی امت میں ہو چکی ہے۔ اس وقت تک دخول بہشت محال ہے۔ ضرور اس امت میں بھی ہوتا ہے جو پہلی امتوں میں ہوا ہے۔ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا (کہف) اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا۔ یہ منافقین جہاں کہیں ہاتھ آئیں گے پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے یہ سنت ہے

ان لوگوں میں جو پہلے ہو چکے ہیں۔ الغرض ہر گز سنتِ الٰہی میں تبدیلی نہ پاؤ گے)۔ فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا پھر کیا یہ لوگ سوائے سنت اوّلین کے کچھ اور دیکھیں گے پس تو سنتِ خدائی میں تبدل نہ پائے گا۔ اور ہر گز سنتِ الٰہی میں تغیر نہ دیکھے گے۔ سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلًا یہ سنت ہے ان رسولوں کی جو تجھ سے پہلے بھیجے جا چکے ہیں۔ اور ہر گز ہماری سنت میں تغیر نہ پاؤ گے۔" جو کچھ سنن انبیاءؑ ہیں۔ وہ سب ملت محمدی میں پائی جائیں گی۔ وَقَالَ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا خلاصہ مطلب ان آیات کا ظاہر و ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ اُمم انبیاءؑ و انبیاءؑ میں گزرا ہے۔ وہ اس امت اور اس رسولؐ کے ساتھ بھی ضرور ہونا ہے جو کافرین نے کیا اور کافرین کے ساتھ ہوا۔ وہ اس اُمت کے کافرین سے ہو گا۔ جو منافقین نے کیا اور منافقین کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی ہونا ہے۔ اور جو مومنین نے کیا اور مومنین کے ساتھ ہوا۔ وہ بھی ضرور ہوتا ہے۔ خصوصاً امتحان و اختیار مومنین کو اس سے کسی طرح مفر نہیں ہے فَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَن يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں، کہ وہ صرف اس کہنے پر چھوڑ دئے جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور ان کا امتحان نہ کیا جائے گا۔ حالانکہ ہم نے امتحان کیا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں۔ اور ضرور جان لے گا اللہ ان لوگوں کو جو سچے ہیں اور ان کو جو جھوٹے ہیں۔ اور کیا وہ لوگ جنہوں نے بدیاں کی ہیں۔ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے؟ (ہر گز نہیں)۔ بہت بُرا ہے جو یہ حکم لگاتے ہیں۔" صادق اور کاذب میں تمیز کر دینے کے لئے امتحان ضروری ہے اور تمام اُمم کا امتحان کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ہر زمانے میں غیبت حجت اللہ سے بھی سچے اور جھوٹے لوگوں میں تمیز کی گئی ہے۔ اور اس سے ان کے ایمان کا امتحان لیا گیا ہے۔ چنانچہ قصہ حضرت ادریسؑ و نوحؑ و صالحؑ وغیرہم سے ظاہر ہو چکا ہے۔ کہ اس امتحان سے سچوں اور جھوٹوں میں تمیز ہوئی۔ جو سچے تھے زمانہ غیبت اور زمانہ شدائد میں بھی ویسے ہی مومن رہے۔ جیسے کہ زمانہ ظہور میں۔ اور جو منافق اور ضعیف الاعتقاد تھے۔ ان غیبات اور شدائد و مصائب کے زمانے میں مرتد ہو کر دین سے خارج اور مومنین سے جدا اور ممتاز ہو گئے۔ پس اس حالت اور اس امتحان اور اس غیبت کا وقوع امتِ محمدی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ اور یہ وہ سنتِ الٰہی ہے۔ جس میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ ضرور اس امت میں بھی حجت اللہ کے لئے غیبت ہے چنانچہ بعض احادیث صحیحہ میں آچکا ہے اور حضرتؐ صاف فرما چکے ہیں۔ کہ اس امت کے امام دوازدہم کے لئے

غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ دین سے پھر جائیں گے۔ اور بطور تشبیہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کا حال ہوا۔ اسی طرح ان کا بھی ہوگا۔ اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ جو کچھ بنی اسرائیل میں ہوا ہے وہی اس امت میں بھی ہوگا۔ حذو النعل بالنعل والقذۃ بالقذۃ۔ بالکل برابر سرابر۔ اور اسی طرح ہوگا۔ وہ ساری باتیں ہوں گی۔ فرق صرف تشخص زمانی میں ہوگا۔ نہ نفس حقیقت میں۔ فتامل فیہ۔

یہ مسئلہ غیبت انبیاءؑ یہاں تک مشہور تھا۔ کہ حضرت عمرؓ بھی جناب رسول خداؐ کی وفات کے وقت فرمانے لگے۔ کہ "رسول اللہ نہیں مرے بلکہ وہ غائب ہو گئے ہیں۔ اور پھر غیبت سے ظہور فرمائیں گے اور لوٹیں گے۔ جو شخص کہے گا کہ رسول اللہ مر گئے ہیں۔ میں اس کی گردن ماروں گا" کہ جناب ابی بکرؓ آگئے۔ اور آیۂ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ تلاوت کی۔ تب آپ خاموش ہو گئے۔ علاوہ ازیں اس میں شک نہیں ہے۔ کہ شریعت محمدی جامع ہے۔ شرائع سابقہ کو مع شے زائد۔ کما قال عزوجل شَرَعَ لَکُمْ مِّنَ الدِّیْنِ مَا وَصّٰی بِہٖ نُوْحًا وَّالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہٖٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمُوْسٰی وَعِیْسٰٓی اَنْ اَقِیْمُوا الدِّیْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا اور کتاب محمدی مصدق جمیع کتب سابقہ ہے۔ اور محمد مصطفےٰؐ مصدق جمیع حجج اللہ السابقین۔ اور تصدیق صرف قولی نہیں ہے۔ بلکہ تصدیق فعلی بھی۔ اسی واسطے جتنے معجزات انبیاء سابقین رکھتے تھے سب کا نمونہ جناب رسول خداؐ رکھتے تھے۔ اور یہودیوں اور نصاریٰ کے سوالات پر کر کے دکھلائے ہیں۔ اور پھر آپؐ کے وصیؑ نے ان سب کی تصدیق قولی و فعلی کی ہے۔ پس تصدیق غیبت حجج اللہ قولاً و فعلاً اس امت میں ضروری ہے۔ اور جب غیبت حجج اللہ شرائع انبیاءؑ میں ثابت ہے۔ اور یہ شریعت ان تمام شرائع کو جامع ہے۔ تو ضرور اس شریعت میں غیبت مشروع رہے گی۔ اور ضرور اس کا وجود پایا جائے گا۔ رہا یہ امر کہ یہ غیبت کس حجت خداؐ کے لئے ہے۔ تو یہ دو دلیلوں سے ثابت ہے۔ کہ یہ غیبت صرف آخر خلفاء رسولؐ و آخر اوصیاء کے لئے ہے۔ اول یہ کہ خلفاء رسولؐ و اوصیاء رسولؐ بارہ ہیں اور یقیناً ان میں گیارہ گزر چکے ہیں۔ اور اب صرف بارھواں باقی ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ان گیارہ میں سے کسی کے لئے غیبت ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا اسی سے مخصوص ہو گئی ہے جواب موجود ہے۔ دوم احادیث میں آچکا ہے۔ اور تصریح ہو چکی ہے۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ میں سنن انبیاءؑ ثابت ہیں۔ سنت ادریسؑ۔ سنت نوحؑ۔ سنت ابراہیمؑ۔ سنت موسےٰ۔ سنت عیسےٰ۔ سنت محمد مصطفےٰؐ۔ اور یہ مسلم ہو چکا ہے۔ کہ ان انبیاءؑ میں سے اکثر کو غیبت حاصل ہوئی ہے۔ پس لابد جناب مہدی آخر الزمانؑ کے لئے غیبت ضرور ہے۔ چنانچہ اس کی تصریح ابھی آچکی ہے۔ پھر

خاص تشریح کے ساتھ اسلام میں بہت سی احادیث و روایات غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ کے
باب میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں ابواب سابقہ میں وجود اور ولادت مہدی آخر الزمانؑ ثابت ہو چکی ہے
اور یہ مشاہد و محسوس ہے۔ کہ آپ ظاہر نہیں ہیں۔ اور جب موجود ہیں اور ظاہر نہیں ہیں۔ تو لابد غائب
موجود ہیں۔ اور غیبت ان کے لئے مسلم و محقق ہے۔ اور حدیث منقول یہودی میں مذکور ہو چکا ہے۔ کہ
مہدی مثل لاوی بن برخیا غائب ہوگا۔ اور اسی طرح حدیث جندل میں کہ مہدیؑ غائب ہوگا۔ اور سعید ابن
جبیر عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میرا وصی ہے۔ اور اسی کی اولاد
سے قائم مہدی منتظرؑ ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے پر کر دے گا بعد اس کے ظلم و جور سے پر ہو گئی ہو گی۔
اور مجھ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھ کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔ کہ جو لوگ اس کے زمانہ غیبت میں
اس کی امامت کے قائل رہیں گے۔ وہ کبریت احمر سے زیادہ عزیز الوجود ہیں۔ اس وقت جابر بن عبداللہ الانصاری
نے عرض کیا۔ یا رسول اللہؐ کیا مہدی قائم کے لئے غیبت ہے۔ فرمایا۔ ہاں خدا کی قسم۔ تاکہ خدا
مومنین کو چھانٹے اور کافرین کو ہلاک کرے۔ نیز رسول خداؐ نے فرمایا ہے۔ کہ مہدی میری اولاد سے
ہے۔ اس کے لئے غیبت ہے۔ جب وہ ظاہر ہوگا۔ تو زمین کو عدل و داد سے پر کر دے گا (دیکھو فرائد السمطین
نیز حضرتؐ نے مہدی آخر الزمانؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ وہی وہ حجت خدا ہے۔ جس
کی ولادت میں شک کیا جائے گا۔ اور وہ صاحب غیبت ہے (اور یہ آپ کے اسماء خاصہ سے
ہے)۔ جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور یہی امام شافعی حموینی جناب
رضاؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؑ سے دعبل خزاعی نے روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے مہدی آخر الزمانؑ
کی تشخیص میں فرمایا۔ فرزند حسن عسکری حجت قائم ہے۔ جو منتظر ہے اپنی غیبت میں اور مطاع ہے۔
اپنے ظہور کے وقت۔ اور مناقب میں اسی جنابؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے تاسف کرتے ہوئے
فرمایا۔ سَیِّدِیْ غَیْبَتُکَ نَفَتْ رُقَادِیْ ج۔ اے میرے سردار تیری غیبت نے میری نیند کھو دی ہے۔
اور دل کا چین چھین لیا۔ راوی حدیث سدیر صیرفی فرماتے ہیں۔ کہ ہم نے عرض کیا۔ خدا آپ کو کبھی نہ رلائے
آپ کس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ آپؑ نے ایک آہ کھینچی اور فرمایا۔ کہ میں نے آج ہی کتاب جفر جامع میں
دیکھا۔ اور وہ وہ کتاب ہے۔ جو ہم اہل بیتؑ سے مخصوص ہے۔ میں نے اس میں مولد قائم مہدیؑ اور
ان کی طول عمر اور طول غیبت اور لوگوں کے امتحان اور دلوں میں شکوک و شبہات پیدا ہونے اور بہت سے
لوگوں کے مرتد ہو جانے کے حالات میں غور کیا۔ اور میں بے اختیار رونے لگا۔ اور فرمایا۔ کہ خدا نے ان کی
ولادت کو مثل ولادت موسیٰؑ مقرر کیا ہے۔ اور غیبت غیبت عیسےٰؑ۔ اور تاخیر تاخیر نوحؑ اور عمر خضرؑ کو ان کی

طولِ عمر کی دلیل قرار دیا ہے۔ . . . . جس طرح فرعون قتلِ موسٰیؑ کی تلاش میں تھا۔ تو خدا نے ان کے مولد کو پوشیدہ رکھا۔ اسی طرح بنی امیہ اور بنی عباس جب واقف ہوئے۔ کہ انقطاعِ ملک جبابرہ مہدیؑ کے ہاتھ پر ہے۔ اس کے قتل کے درپے ہوئے۔ تو خدا نے مثل موسٰیؑ ان کے مولد کو بھی پوشیدہ کر دیا۔ اور غیبت مثل غیبت حضرت عیسٰیؑ ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نے اتفاق رکھتے ہیں۔ کہ حضرتؑ قتل ہو گئے۔ اور خدا ان کی تکذیب کرتا اور فرماتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ اسی طرح سے غیبتِ قائمؑ ہے۔ لوگ اس کو طولِ مدت کی وجہ سے منکر جانتے ہیں۔ پس بعض لوگ تو جہالت کی وجہ سے ولادت کا انکار کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہوا۔ اور مر گیا۔ اور بعض جہال کہتے ہیں۔ کہ ہمارے گیارھویں امام جناب امام حسنؑ عسکری عقیم تھے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ امامت بارہ سے تجاوز کر گئی ہے۔ اور بارہ میں منحصر نہیں ہے۔ وَقَائِلٌ يَقُوْلُ اِنَّ رُوْحَ الْقَائِمِ يَنْطِقُ فِيْ هَيْكَلِ غَيْرِهٖ وَكُلُّهَا بَاطِلٌ اور بعض یہ کہیں گے۔ کہ مہدی قائمؑ کی روح کسی دوسرے شخص کے جسم میں بولے گی اور بروز و ظہور کرے گی۔ اور یہ سب باتیں باطل ہیں۔ اور آپ کی تاخیر تاخیر حضرت نوحؑ ہے۔ کہ جب حضرتؑ نے چاہا۔ کہ طلب عذاب کریں۔ تو حکم باری ہوا۔ اور جبرئیلؑ نے آکر عرض کیا۔ کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔ کہ یہ میری مخلوق اور میرے بندے ہیں۔ اور میں ان کو ہلاک نہ کروں گا مگر بعد مکمل اور مؤکد دعوت اور اتمام حجت کے۔ اور کھجوریں بونے کا حکم ہوا۔ . . . . . الخ

اس عرصے میں تمام ضعیف الایمان لوگ مرتد ہو گئے۔ اس طرح طولِ مدت غیبت مہدیؑ آخر الزمان میں ہوگا۔ اور عمر حضرت خضرؑ صرف طولِ عمر مہدی آخر الزمانؑ کے لئے دراز کی گئی ہے۔ اور کتاب غیبت ابی غانم الخادم میں مروی ہے۔ کہ امام حسن عسکریؑ نے اس مولود مسعود کو دکھلا کر فرمایا۔ کہ میرے بعد تمہارا امام اور میرا خلیفہ یہی مہدی قائمؑ ہے۔ جس کی انتظار میں آنکھیں لگی رہیں گی الخ۔

حدیث امام رضا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس طرح ثبوت تشخیص مہدیؑ اور غیبت مہدیؑ کی بیّن دلیل ہے۔ اسی طرح یہ ان کے عالم علم لدنی ہونے اور ان کے اخبار بالغیب اور ان کی امامت کی نہایت روشن اور واضح دلیل ہے۔ کیونکہ اس میں جو امام زمانؑ کے متعلق پیشگوئی فرمائی ہے۔ وہ حرف بحرف اس وقت مشاہدے میں آ رہی ہے۔ یعنی اس زمانے میں امام مہدیؑ کے متعلق یہ خیالات ہیں جو امامؑ نے فرمائے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ پیدا ہی نہیں ہوئے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہوئے تھے مگر مر گئے۔ اور بعض سلسلۂ امامت کو بارہ سے متجاوز قرار دیتے ہیں۔ اور برابر امام بنائے چلے جاتے ہیں اسمٰعیلیہ تو چالیس سے زائد امام ہو چکے ہیں۔ اور بعض یہ کہتے ہیں۔ کہ امام مہدیؑ کی روح نے ایک قادیانی میں

بروز کیا ہے اور وہی مہدی ہے۔ اور اب کوئی مہدی نہ آئے گا۔ اور یہ کل اعتقادات اور خیالات باطل محض ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں۔ کہ امام مہدی ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے۔ وہ بھی غلطی پر ہیں۔ چنانچہ ابواب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور جو کہتے ہیں۔ کہ پیدا ہو کر مر گئے۔ ان کا بھی محض قیاس فاسد ہے۔ کوئی دلیل اس پر نہیں ہے۔ محض لغو خیال ہے۔ جو سلسلۂ امامت کو بارہ سے متجاوز قرار دیتے ہیں۔ وہ صحیح مسلم اور متواتر احادیث نبویؐ کے منکر یا مکذب ہیں۔ حالانکہ یہ ضروریات دیانت اسلامیہ سے ہے۔ اور ظہور و بروز روح مہدوی کسی شخص میں تو بدیہی البطلان ہے۔ اور عقلاً و نقلاً کتاب و سنت سے باطل ہے۔ اور امام ثامن سلسلۂ اہل البیتؑ نے ایک ہزار برس پہلے اس فتنہ اور ادعاء باطل کی خبر دے دی ہے۔ اور یہ پیشگوئی آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ اور اگر انسان ذرا سی عقل اور کچھ ایمان رکھتا ہو۔ تو اس مرزائیت کے بطلان کے لئے یہی کافی ہے۔ اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں نہ ہو۔ انہی کی شان میں تو رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کہ ہونے والی بات کو ہونے سے پہلے ہی جان لیتے ہیں۔ فاولئک ھم الصادقون۔ یہی سچے امامؑ ہیں۔ کونوا مع الصادقین ان سچوں کے ساتھ رہو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔

جناب سید ابن محمد الحمیریؒ نے بعد رجوع از اعتقاد امامت محمد حنیفہ حضرت صادق آل محمدؐ سے غیبت کی بابت دریافت کیا۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ غیبت میرے چھٹے بیٹے کو واقع ہو گی جو سلسلۂ ائمہ اثنا عشرؑ میں بارھواں امامؑ ہے۔ جن کا اول امیر المومنینؑ ہیں۔ آخر وہی قائمؑ بالحق بقیۃ اللہ فی الارض و صاحب الزمانؑ ہے۔ وَاللّٰہِ لَوْ بَقِیَ فِیْ غَیْبَتِہٖ مَا بَقِیَ نُوْحٌ فِیْ قَوْمِہٖ لَمْ یَخْرُجْ مِنَ الدُّنْیَا حَتّٰی یَظْھَرُ فَیَمْلَاءُ الْاَرْضَ قِسْطًا وَّعَدْلًا کَمَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَّجَوْرًا۔ خدا کی قسم اگر وہ اپنی غیبت میں اتنی مدت بھی باقی رہے جتنی مدت نوحؑ اپنی قوم میں رہے۔ تو بھی دنیا سے نہ جائے گا تاآنکہ وہ ظاہر ہو۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے جبکہ وہ ظلم و جور سے پُر ہو گی۔" سید موصوف نے یہ سن کر اپنے اعتقاد باطل سے توبہ کی۔ اور مہدی آخر الزمانؑ پر ایمان لائے۔ نیز حضرت رضا علیہ السلام اپنے سلسلہ ذہبیہ سے جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ قسم ہے اس کی جس نے مجھے بشیر بنا کر بھیجا۔ کہ ضرور بالضرور میری اولاد میں سے امام قائم الزمانؑ غائب ہو گا۔ اور یہ میرا ایک عہد معہود ہے۔ یہاں تک کہ اکثر لوگ یہ کہیں گے۔ کہ خدا کو آل محمدؐ کے وجود کی ضرورت ہی نہیں۔ رہی ہے۔ اور بعض آدمی اس کی ولادت میں شک کریں گے۔ پس جو شخص اس کے زمانہ کو پالے۔ اس کو چاہئے کہ اس سے متمسک ہو

اور زمانہ غیبت میں ایمان لائے۔ اور اس میں شک و شبہ کی طرف شیطان کو راہ نہ دے۔ ورنہ بے شک اس کو
میری ملت سے علیحدہ کر دے گا اور میرے دین سے خارج کر دے گا۔ پس تحقیق کہ اس نے تمہارے باپ
ماں آدمؑ و حواؑ کو جنت سے نکال دیا۔ اور خدا نے شیاطین کو ان لوگوں کا ولی قرار دیا ہے۔ جو ایمان نہیں
رکھتے ہیں۔ اور جابر بن عبداللہ الانصاریؓ جناب رسول خداؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ
مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کا نام میرا نام ہے۔ اور اس کی کنیت میری کنیت۔ اور خلق و خُلق بصورت
سیرت میں سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت
سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔
بعد اس کے کہ ظلم و جور سے پُر ہو گئی ہو گی۔ اور ابو حمزہ بجوالہ صادق آل محمدؐ جناب رسول خداؐ سے روایت
کرتے ہیں۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ خوشا حال اس شخص کا جو میرے قائم اہل بیتؑ کو
پالے در آنحالیکہ زمانہ غیبت میں اس کی امامت کا قائل ہو۔ اور اس کے دوستوں کو
دوست رکھتا ہو۔ اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہو۔ یہی لوگ میرے ساتھی ہیں اور یہی اہل مودت
ہیں۔ اور یہی لوگ روز قیامت میرے نزدیک سب سے مکرم ہیں۔ اور ابو بصیر جناب صادق آل محمدؐ سے
روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اور میرا ہم نام اور ہم کنیت ہے
اور سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں بہت
سی مخلوق اپنے دین سے پھر جائے گی۔ پھر اس وقت مثل شہاب ثاقب آئے گا۔ اور زمین کو عدل و
داد سے پُر کر دے گا۔ اور صالح بن عقبہ نے اپنے باپ سے اور اس نے جناب باقر العلومؑ سے بسلسلہ ذہبیہ
جناب رسول خداؐ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرتؐ نے فرمایا۔ کہ مہدی میری اولاد سے ہے۔ اس کیلئے
غیبت اور حیرت ہے۔ جس میں بہت سے لوگ گمراہ ہو جائیں گے پھر وہ ذخیرہ انبیاءؑ کو
لائے گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔ کہ علیؑ میرے
بعد میری امت کا امام اور میرا خلیفہ ہے۔ اور اسی کی اولاد سے قائم منتظرؑ ہے۔ جو زمین کو عدل و داد سے
بھر دے گا۔ اور بخدا اس کے زمانہ میں اس کی امامت پر ثابت رہنے والے کبریت احمر سے زیادہ نادر الوجود
ہیں۔ اور اصبغ بن نباتہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں جناب امیرؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو حضرتؑ متفکر
زمین کرید رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ کیا آپؑ کو اس کی طرف رغبت ہے۔ فرمایا۔ ہرگز نہیں۔ اور نہ کبھی
دُنیا کی طرف مجھے رغبت ہوئی۔ بلکہ میں ایک مولود کی بابت سوچ رہا ہوں۔ جو میری اولاد سے گیارھویں
امام سے پیدا ہو گا۔ اور زمین کو عدل و داد سے پُر کر دے گا۔ اور اس کے لئے غیبت ہے جس

ہیں کچھ لوگ گمراہ ہو جائیں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ یا امیرالمومنین کیا یہ ہونے والا ہے۔ فرمایا۔ کہ ہاں۔ گویا وہ مخلوق ہو چکا ہے۔ اور تمہیں اس امر کا کہاں علم ہے۔ بہترین امت محمدؐ کی نیک ترین اس امت کے ہمراہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد جو کچھ خدا چاہے گا کرے گا۔ فَاِنَّ لَہٗ اِرَادَاتٍ وَّغَایَاتٍ وَّنِھَایَاتٍ۔ اور کمیل بن زیاد نے جناب امیرؑ سے ایک طولانی حدیث حجت خدا کی غیبت میں روایت کی ہے۔ اور محمد بن مسلم جناب باقر العلومؑ سے بسلسلہ ذہبیہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ خدا نے چار چیزیں چار چیزوں میں پوشیدہ کی ہیں۔ اس نے اپنی رضا کو اپنی طاعت میں پوشیدہ رکھا ہے پس اس کی کسی طاعت کو حقیر نہ جانو۔ نہ معلوم کس طاعت میں خوشنودی خدا ہے۔ اور اس نے اپنے غصہ اور غضب کو اپنی معصیت میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس اس کی کسی معصیت کو حقیر نہ جانو۔ ممکن ہے کہ وہ موافق غضب الٰہی ہو۔ اور اس نے اجابت کو دعا میں پوشیدہ رکھا ہے۔ پس دعا کو حقیر نہ جانو۔ نہ معلوم کس وقت قبول ہو جائے اور کونسی دعا قبول ہو جائے۔ اس سے طلب کئے جاؤ۔ اور اس نے اپنی حجت کو اپنے بندوں میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ پس اس کے بندۂ مومن کو حقیر نہ جانو۔ ممکن ہے کہ وہ بندہ اس کا ولی ہو۔ اور تم نہ جانتے ہو۔ اور اصبغ بن نباتہ نے اس جنابؑ سے یہ بھی روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے قائم آل محمدؑ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ وہ ضرور غائب ہوگا۔ یہاں تک کہ لوگ کہیں گے۔ کہ خدا کو آل محمدؑ کے وجود کی کوئی حاجت نہیں رہی۔ اور روایت کیا ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ صاحب الامر شرید۔ طرید۔ فرید و وحید ہے۔ اور عبد العظیمؓ سے بحوالہ محمد بن علیؑ بن موسیؑ سے بسلسلہ ذہبیہ مروی ہے۔ کہ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ ہمارے قائمؑ کے لئے غیبت ہے۔ اور شیعوں کو دیکھتا ہوں۔ کہ اس کے زمانۂ غیبت میں چوپایوں کی طرح چراگاہ اور جائے پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ اور نہیں پاتے مگر وہ لوگ جو اس کے دین پر قائم ہیں۔ اور طول غیبت سے ان کے دل سیاہ نہیں ہوئے۔ یہ لوگ روز قیامت میرے درجہ میں ہوں گے۔ اور قائم آل محمدؑ جب خروج کرے گا۔ تو کسی کی بیعت اس کی گردن میں نہ ہوگی۔ اسی واسطے اس کی ولادت پوشیدہ رکھی گئی۔ اور وجود شخصی غائب ہوا۔ اور امام حسنؑ نے صلح معاویہ کے وقت فرمایا۔ کہ ہم میں سے کوئی نہیں ہے مگر یہ کہ اس کی گردن میں کسی نہ کسی طاغیہ زماں کی بیعت ہے الّا ہمارا قائمؑ جس کے پیچھے عیسٰیؑ بن مریمؑ نماز پڑھیں گے۔ کیونکہ خدا اس کی ولادت کو پوشیدہ رکھے گا۔ اور اس کے وجود شخصی کو غائب۔ تاکہ کسی طاغیہ زماں کی بیعت اس کی گردن میں نہ ہو۔ اور یہ میرے بھائی امام حسینؑ کی اولاد سے نواں ہے (حسنی سید نہیں ہے) خدا اس کی عمر طولانی کر دے گا۔ پھر اپنی قدرت سے چالیس سے کم نوجوان کی صورت میں ظاہر کرے گا۔ تاکہ لوگ جان لیں۔ کہ خدا ہر شے پر

قادر ہے۔ اور امام حسینؑ نے فرمایا ہے۔ کہ میری اولاد کے نویں امامؑ کو اُس امت میں غیبت ہے۔ اور وہی صاحب غیبت کہلاتا ہے۔ اور وہ وہ ہے جس کی میراث اس کی زندگی ہی میں تقسیم ہو جائے گی (بسبب غائب ہونے کے اس کی میراث اور رشتہ دار تقسیم کریں گے۔ چنانچہ جعفر نے کی)۔ اور جناب علی ابن الحسینؑ فرماتے ہیں۔ کہ بارھویں امامؑ کی غیبت طولانی ہو گی۔ اور اس زمانے میں اس کی امامت کے قائل اور اس کے ظہور کے منتظر ہر ایک زمانے کے مومنین سے افضل ہیں۔ اور حضرتؑ نے وجعلها کلمة باقیة کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ ہماری شان میں ہے۔ اور امامت عقب امام حسینؑ میں ہے قیامت تک۔ اور ہمارے قائمؑ کے لئے دو غیبتیں ہیں اور دوسری کی مدت دراز ہو گی۔ کہ اس عرصے میں بہت سے وہ لوگ جو اس کے قائل ہیں پھر جائیں گے۔ اور نہیں باقی رہے گا دین پر مگر وہی جس کا یقین قوی ہو اور معرفت صحیح۔ اور ہمارے حکم سے دل میں تنگی نہ پائے۔ اور ہم اہلبیتؑ کے امر کو تسلیم کرے۔ اور فرمایا۔ دین خدا عقول ناقصہ آراء باطلہ اور قیاسات فاسدہ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ تسلیم سے حاصل ہوتا ہے۔ جس نے ہم اہلبیتؑ کے امر اور حکم کو تسلیم کر لیا نجات پا گیا۔ اور جس نے قیاس اور رائے پر عمل کیا۔ ہلاک ہو گیا۔ اور جو ہمارے امر اور قضاء سے تنگ دل ہو۔ وہ آیات قرآن سے کافر ہے در آنحالیکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ کافر ہو رہا ہے۔ حضرت باقرؑ نے ائمہ اہلبیتؑ میں سے شخص مہدیؑ کے باب میں فرمایا ہے۔ کہ جس کی ولادت پوشیدہ ہو۔ وہی صاحب الغیبت ہے! اور والخنس الجوار الکنس کی تفسیر میں فرمایا ہے۔ کہ اس سے مراد ایک بچہ ہے جو آخر الزمانؑ میں ہو گا۔ اور وہی مہدی عترت ہے۔ اس کے لئے غیبت و حیرت ہے۔ جس میں کچھ لوگ گمراہ ہوں گے اور کچھ ہدایت پائیں گے۔ خوشا حال اس کا جو اس کو پا لے۔ صادق آل محمدؑ نے فرمایا۔ کہ قائم آخر الزمانؑ ساتویں امامؑ کا پانچواں فرزند ہے۔ جس کا وجود شخصی غائب ہو گا۔ اور اس وقت اس کا نام لینا جائز نہ ہو گا۔ اور ابو بصیر روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ جمیع سنن انبیاءؑ مع غیبات ہمارے قائمؑ میں جاری ہیں۔ برابر برابر۔ بلا کم و کاست۔ عرض کیا۔ قائمؑ کون ہے۔ فرمایا۔ میرے بیٹے موسٰیؑ کی پانچویں اولاد فرزند سردار کنیزان۔ جس کا وجود غائب ہو گا۔ اور مبطلین اس میں شک کریں گے۔ یہاں تک کہ خدا اس کو ظاہر کرے گا۔ اور اس کے ہاتھ پر مشرق و مغرب عالم کو فتح کرے گا۔ اور عیسٰیؑ بن مریمؑ نازل ہوں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے گی۔ اور تمام روئے زمین پر خدا ہی کی عبادت ہو گی۔ جہاں بت خانے ہیں مساجد ہوں گی۔ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ اور کل دین ہی دین رہ

جائے گا اگرچہ مشرکین کو ناگوار گزرے۔ اور محمد بن یمان روایت کرتے ہیں۔ کہ فرمایا۔ امامؑ کے لئے ایک دن غیبت ضرور ہے۔ اور اس زمانے میں دین پر ثابت رہنا نہایت دشوار ہے۔ ضرور امامؑ غائب ہو گا۔ خدا سے ڈرو۔ اور اس کے دین سے متمسک ہو۔ جناب موسےٰ بن جعفرؑ سے مروی ہے۔ کہ آپؑ نے فرمایا۔ کہ جب ساتویں امامؑ کا پانچواں فرزند گم اور غائب ہو جائے۔ خدا سے پناہ مانگو اپنے دینوں میں کہ کوئی ان سے پھیر نہ دے۔ کیونکہ ضرور اس کے لئے غیبت ہے۔ یہاں تک کہ بہت سے معتقد لوگ اس اعتقاد سے پھر جائیں۔ یہ خدا کی طرف سے ایک امتحان ہے۔ جس سے اپنی مخلوق کو آزمایا ہے۔ اگر تمہارے آباء و اجداد اس سے بہتر کوئی دین رکھتے تو اس کی پیروی کرتے۔ دین و مذہب حق یہی ہے۔ علی بن جعفرؑ نے عرض کیا۔ کہ وہ کون ہے۔ فرمایا۔ تمہاری عقلیں اس سے عاجز ہیں۔ اور تمہارے اخلاق اس کے تحمل سے تنگ ہیں۔ لیکن اگر زندہ رہے۔ تو اس کو پالو گے۔ حسین بن خالد روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب امام رضاؑ نے فرمایا۔ جس میں ورع نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔ اور جس میں تقیہ نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں۔ اور خدا کے نزدیک سب سے نیک وہ ہیں۔ جو تقیہ پر عمل کرتے ہیں۔ عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ! کب تک؟ فرمایا۔ اِلیٰ یَومِ الوَقتِ المَعلُومِ اور وہ ہمارے قائمؑ کے خروج کا دن ہے۔ پس جو شخص خروج حضرت قائم آل محمدؑ سے پہلے تقیہ ترک کرے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہؐ! قائمؑ کون ہے؟ فرمایا۔ میری اولاد میں سے چوتھا فرزند سردار کنیزان۔ جس کے ذریعہ سے خدا زمین کو جور سے پاک کرے گا اور ہر ایک ظلم سے طاہر بنائے گا۔ اور وہی ہے جس کی ولادت میں لوگ شک کریں گے اور وہی صاحب غیبت ہے۔ جب وہ خروج کرے گا۔ تو زمین اس کے نور سے چمک اٹھے گی۔ اور لوگوں کے درمیان میزان عدل نصب کرے گا پس کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اور اسی کے لئے طئ الارض ہو گا۔ زمین لپیٹ جائے گی۔ اس کا سایہ نہ ہو گا (جس طرح رسول اللہؐ کا سایہ نہ تھا) اس کی دعوت کے لئے منادی آسمان سے ندا کرے گا۔ اور کہے گا۔ کہ حجت اللہ ظاہر ہو گیا خانۂ خدا کے پاس پس سب اس کا اتباع کرو۔ کیونکہ حق اس کے ساتھ اور اسی میں ہے۔ اور سب لوگ اس کو سنیں گے۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا۔ اِن نَشَاْ نُنَزِّل عَلَیهِم مِنَ السَّمَآءِ اٰیَۃً فَظَلَّت اَعنَاقُهُم لَهَا خَاضِعِینَ "اگر ہم چاہیں۔ تو ان پر ایک آسمانی نشانی نازل کریں۔ کہ سب گردنیں اس کے آگے خم ہو جائیں۔ اور سب تسلیم کر لیں" واقعی حجت خدا کی شناخت کے لئے ایسی ہی خدائی اور آسمانی نشانی ہونی چاہئے۔ جس کے سامنے سب سر تسلیم خم کر دیں۔ اور چون و چرا کا

موقع نہ رہے۔ اور تمام اہتمام خدائی ہو۔ جھوٹے مدعیوں کی طرح اخبار و اشتہار بازی سے لوگوں کو بہکانا نہ پڑے بلکہ حق خود روشن ہو جائے۔ اور جناب امام محمد تقیؑ نے فرمایا ہے۔ کہ قائم آل محمدؐ وہ مہدی ہے۔ کہ واجب ہے اس کی غیبت میں انتظار کیا جائے اور وقت ظہور اس کی اطاعت کی جائے۔ اور ایک روایت میں حضرتؑ نے فرمایا۔ کہ ہم میں سے ہر ایک قائم بامر اللہ ہے۔ لیکن وہ مہدی وقائم جس کے ذریعہ خدا زمین کو اہل کفر و جحود سے پاک کرے گا۔ وہ ہے جس کی ولادت پوشیدہ ہو گی۔ اور اس کا وجود شخصی پوشیدہ رہے گا۔ اور لوگوں پر اس کا نام لینا زمانہ غیبت میں حرام ہو گا۔ اور وہ ہم نام و ہم کنیت رسول اللہؐ ہے۔ اس کے لئے زمین لپیٹی جائے گی۔ اور ہر ایک دشواری اس کے لئے آسان ہو جائے گی۔ اور اس کے پاس اس کے اصحاب جو بقدر اصحاب بدر تین سو تیرہ ہیں اقصاء ارض سے جمع ہو جائیں گے۔ اور یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا۔ اَیْنَمَا تَکُوْنُوْا یَاْتِ بِکُمُ اللّٰہُ جَمِیْعًا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ جب یہ اصحاب جمع ہو جائیں گے تو خدا ان کے امر کو ظاہر کرے گا۔ اور جب دس ہزار جمعیت ہو جائے گی۔ تو وہ خروج کریں گے۔ اور برابر دشمنان خدا کو قتل کریں گے تا اینکہ خدا ان سے خوش ہو جائے۔ جب خدا خوش ہو جائے گا۔ تو ان کے دل میں رحم ڈال دے گا۔ مدینہ منورہ میں داخل ہوں گے۔ اور لات و عزیٰ کو نکال کر جلا دیں گے۔ اور امام علی نقیؑ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد امام میرا بیٹا ہے۔ اور کیا حال ہو گا تمہارا اس کے فرزند کے ساتھ۔ کیونکہ اس کا وجود جسمانی غائب ہو گا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہو گا۔ اور اس کو **الحجۃ** کہہ کر پکاریں گے۔ اور ایک روایت میں فرمایا ہے۔ کہ مہدی قائمؑ اور صاحب الامر وہ ہے جس کی بابت لوگ کہیں گے۔ کہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ اور امام حسن عسکری علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ اے احمد بن اسحاق اس میرے فرزند کی مثال خضر اور ذوالقرنین کی سی ہے۔ واللہ وہ ضرور غائب ہو گا۔ اور غیبت میں ہلاکت سے صرف وہی لوگ بچیں گے۔ جن کو خدا اس کی امامت کے اعتقاد پر ثابت رکھے گا۔ اور تعجیل فرج کی دعا کی توفیق عطا فرمائے گا۔ احادیث غیبت بے شمار ہیں۔ مگر اہل ایمان و ایقان کے نور ایمان کے بڑھنے اور ثابت رہنے کے لئے ہم انہی پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور ان سے بیان سابق کی پوری پوری تصدیق ہوتی ہے۔ اور ثابت ہو جاتا ہے۔ کہ حجت اللہ کے لئے اس امت میں غیبت ضروری ہے۔ اور وہ امام ثانی عشر الحجۃ ابن الحسنؑ مہدی آخر الزمانؑ ہی کے لئے ہے۔ پس غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ پر ایمان لانا واجب ہے۔ اور کوئی مومن مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس جناب پر زمانہ غیبت میں ایمان نہ لائے۔ نجات صرف انہی کے لئے ہے جو مومنین بالغیب ہیں۔ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ اور یہ احادیث بالکل عموم آیات اور دلائل و براہین سابق الذکر ہیں۔ اس لئے ان کے

صحیح ہونے میں ذرا بھی شک نہیں ہوسکتا۔ اور مومنین کا یہ عین ایمان ہے۔ اور جب یہ غیبت حضرت امام مہدی بنص احادیث و بدلائل و نصوص آیات ثابت اور مسلم ہے۔ تو اس کا انکار انکار نبوت حضرت خاتم النبیینؐ اور ان کی تکذیب ہے۔ وَمَنْ كَذَّبَهُ فِي شَيْءٍ فَقَدْ أَنْكَرَ نُبُوَّتَهُ۔ جس نے کسی امر میں آنحضرتؐ کی تکذیب کی۔ اس نے آنحضرتؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ وَمَنْ أَنْكَرَ نُبُوَّتَهُ فَقَدْ كَفَرَ۔ جس نے آپؐ کی نبوت کا انکار کیا۔ وہ کافر ہو گیا۔ اور چونکہ وہ غایت ختم نبوت و وصایت ہے۔ اور ظہور نبوت فعلاً اور اسی طرح کمال ظہور امامت و وصایت اور ظہور دین اسلام اسی جناب پر موقوف ہے۔ اس لئے اس جناب اور اس کی غیبت کا انکار کرنا جملہ اوصیاء رسولؐ اور ائمہ امت کا انکار کرنا ہے۔

وَقَالَ تَعَالٰی عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ أَنْكَرَ وَاحِدًا مِنَ الْأَحْيَاءِ فَقَدْ أَنْكَرَ الْأَمْوَاتَ۔ جس نے کسی زندہ امام کا انکار کیا اس نے تمام گزشتہ اماموں کا انکار کیا۔ اور فرمایا جس نے میرے آباء و اولاد میں سے ہر ایک امام کا اقرار کیا اور مہدیؑ کا انکار کیا۔ وہ ایسا ہی ہے۔ جس نے سارے انبیاء کا اقرار کیا۔ اور جناب محمد مصطفےٰؐ کا انکار کیا۔ جو ساتویں امامؑ کی پانچویں نسل سے ہے۔ جس کا وجود شخصی غائب ہوگا۔ اور اس کا نام لینا حرام ہوگا۔ اور یہی جناب رسول خداؐ نے صاف الفاظ میں فرمایا ہے۔ چنانچہ ہشام بن سالم صادق آل محمدؐ سے بسلسلہ اہل البیتؑ جناب رسولؐ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا۔ "مہدی میری اولاد سے ہے۔ اور وہ میرا ہم نام و ہم کنیت ہے۔ اس کی شمائل میری شمائل ہیں۔ اس کی سنت میری سنت ہے۔ وہ لوگوں کو میری ملت و شریعت پر قائم کرے گا۔ اور میرے پروردگار کی کتاب کی دعوت دے گا۔ جس نے اس کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور جس نے اس کی غیبت کے زمانے میں اس کا انکار کیا اس نے میرا انکار کیا۔ اور جس نے اس کی تکذیب کی اس نے میری تکذیب کی۔ اور جس نے اس کی تصدیق کی اس نے میری تصدیق کی۔ میں خدا سے شکایت کرتا ہوں اُن لوگوں کی جو اُس کے باب میں میرے امر کی تکذیب کرتے ہیں۔ اور اس کی شان میں میرے قول کے منکر ہیں۔ اور میری امت کو اس کے طریق سے گمراہ کرتے ہیں۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔ یقیناً حضرت امام آخر الزمانؑ مہدی امت اور قائم آل محمدؐ کا منکر و مکذب رسول خداؐ ہے۔ اس حدیث نبویؐ میں اس کی بھی تصریح و تصدیق ہے۔ جو کہ محی الدین العربی نے جناب مہدی آل محمدؐ کے باب میں لکھا ہے۔ کہ جس طرح سے جناب رسول خداؐ نے مہدی آخر الزمان حجۃ ابن الحسنؑ قائم آل محمدؐ کی عصمت پر نص کی ہے۔

اور کسی امام وخلیفہ کی عصمت پر ایسی نص نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے اس میں فرمایا ہے۔ کہ اس کی سنت عین میری سنت ہے۔ اور وہ میری ملت و شریعت پر لوگوں کو قائم کرے گا۔ اور اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی معصیت میری معصیت ہے۔ اور عصمت جناب رسول خدا پر دلیل نقلی کے ساتھ دلیل عقلی بھی قائم ہے پس جناب مہدی آخر الزمان کی عصمت میں کسی اہل السنت کو بھی شک نہیں ہو سکتا۔ اور اہل تشیع کے نزدیک تو جملہ ائمہ کی عصمت محقق و مسلم ہے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہے۔ کہ اس امت میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو مہدی آخر الزمان کے باب میں جناب رسول خدا کے منکر اور مکذب ہیں۔ اور اس وقت میں اس کا بہترین مصداق قادیانی نبوت و مہدویت کے قائل ہیں۔ اور اسی وجہ سے اہل اسلام کے نزدیک مسلم ہے۔ کہ یہ حضرات منکر نبوت حضرت خاتم النبیین ہیں۔ اور غیاث بن ابراہیم سے اسی سلسلہ کی روایت ہے۔ کہ حضرت نے فرمایا۔ مَنْ اَنْکَرَ الْقَائِمَ مِنْ وُلْدِیْ فَقَدْ اَنْکَرَنِیْ ابی ذر مقداد اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت نے فرمایا۔ کہ مَنْ مَاتَ وَلَیْسَ لَہٗ اِمَامٌ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً سلمان فارسیؓ نے عرض کیا۔ وہ امام کون ہے۔ فرمایا۔ میرے اوصیاء میں سے اے سلمانؓ جو مر جائے۔ اور ان ائمہ میں سے امام نہ رکھتا ہو۔ اور نہ پہچانتا ہو وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ فَاِنْ جَھِلَہٗ وَعَادَاہُ فَھُوَ مُشْرِکٌ وَاِنْ جَھِلَہٗ وَلَمْ یُعَادِہٖ وَلَمْ یُوَالِ لَہٗ عَدُوًّا فَھُوَ جَاھِلٌ لَیْسَ بِمُشْرِکٍ پس اگر وہ اس امام سے جاہل ہو اور اس کا دشمن۔ تو وہ مشرک ہے (جیسا کہ حضرات قادیانی اس کے ضمن میں ہیں)۔ اور جو جاہل ہو۔ اور اس سے دشمنی نہ رکھے۔ اور اس کے دشمن کو دوست نہ رکھے۔ تو وہ جاہل ہے۔ مشرک نہیں ہے۔ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ۔

قرآن شریف اور مسئلہ غیبت

قَالَ اللہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَجَعَلْنَا بَیْنَھُمْ وَبَیْنَ الْقُرَی الَّتِیْ بَارَکْنَا فِیْھَا قُرًی ظَاھِرَۃً وَّقَدَّرْنَا فِیْھَا السَّیْرَ سِیْرُوْا فِیْھَا لَیَالِیَ وَاَیَّامًا اٰمِنِیْنَ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ فَجَعَلْنٰھُمْ اَحَادِیْثَ وَمَزَّقْنٰھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَیْھِمْ اِبْلِیْسُ ظَنَّہٗ فَاتَّبَعُوْہُ اِلَّا فَرِیْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَمَا کَانَ لَہٗ عَلَیْھِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَۃِ مِمَّنْ ھُوَ مِنْھَا فِیْ شَکٍّ وَرَبُّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ اور ہم نے ان کے اور ان قریوں کے مابین جن کو ہم نے مبارک بنایا ہے کچھ ظاہری قریے بنا دیے ہیں۔ اور ان دونوں قسم کے قریوں میں سیر و آمد و رفت مقدر و مقرر کر دی ہے۔ پس ان میں رات اور دن امن میں سیر کرو (لوگ اس کے شکر گزار نہ ہوئے۔ اور کفران نعمت کیا)۔ اور اپنی زبان حال سے کہا۔ ہمارے ان سفروں میں دوری پیدا کر دی جائے

اور اس کہنے سے انہوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا۔ اور ہم نے ان کو بعد میں رہ جانے والی باتیں بنا دیا۔ اور بالکل جدا جدا اور پارہ پارہ کر دیا۔ اور متفرق و متشتت بنا دیا۔ اور بیشک اس میں ہر ایک صابر و شکر گزار کے لیے نصیحت و عبرت کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور بیشک شیطان نے ان کے باب میں اپنا گمان سچ کر دکھایا پس سب نے اس کی پیروی کر لی سوائے مومنین کی ایک جماعت کے۔ حالانکہ اس کو ان پر کوئی غلبہ حاصل نہ تھا۔ لیکن صرف اس لئے کہ یہ معلوم ہو جائے۔ کہ کون روز آخرت پر کامل یقین رکھتا ہے۔ اور کون اس سے شک میں پڑا ہوا ہے۔ اور ضرور تیرا پروردگار ہر ایک شے پر حفیظ ہے۔ کوئی شے اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور کوئی شے اس سے فوت نہیں ہو سکتی ہے۔" اس آیہ مبارکہ میں یہ امر غور طلب ہے کہ خداوند عالم اس میں دو قسم کے قریوں کا ذکر کرتا ہے۔ ایک مبارک قریے ہیں۔ اور دوسرے اور قریے ہیں۔ جن کو ظاہری قریے کہا گیا ہے۔ لیکن بظاہر ان قریوں کا پتہ نہیں لگتا۔ اور کہیں ایسے گاؤں نہیں معلوم ہوتے۔ کہ جو مبارک قریے ہوں۔ اور ان کے درمیان اور ظاہری قریے بنائے گئے ہوں۔ اور ان کے درمیان آمد و رفت ہو۔ اور پھر ان لوگوں نے کہا ہو۔ کہ خدا ہمارے سفروں کو بعید کر دے۔ اور دور دراز قریے بنا دے۔ کہیں قرآن یا حدیث یا تاریخ و بائبل یا تاریخ دول میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ اور اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ ہاں بعض مفسرین وغیرہ اپنے قیاس سے یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ قریے مکہ اور شام کے درمیان تھے جو برباد کر دئے گئے۔ لیکن کوئی دلیل اس پر قائم نہیں کی گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ دلیل عقلی یہاں قائم نہیں ہو سکتی۔ صرف دلیل نقلی قائم ہو سکتی ہے۔ اور دلیل نقلی تاریخ و قرآن و حدیث ہے۔ اگرچہ سند ہمارے لئے یقیناً قرآن یا حدیث ہی ہے۔ اور کسی مفسر کا قول تب ہی سند ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ کوئی دلیل عقلی یا نقلی کتاب و سنت سے رکھتا ہو۔ ورنہ تفسیر بالرائے میں ہر ایک عالم مساوی ہے۔ بلا دلیل اور مرجح ایک کے قول کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں ہو سکتی۔ اور جب مفسرین کے ان قریوں کے ثبوت میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ تو ان کا قول ہرگز سند نہیں ہو سکتا۔ پھر آیہ مجیدہ میں غور کیا جائے۔ تو ایک بات اور نظر آتی ہے۔ اور صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ ان گاؤں کا کوئی وجود ظاہری نہیں ہے۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ کہ ایک قسم قریہ ظاہریہ ہم نے ان کے درمیان بنائے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ایک قسم قریے جو ان کے مقابل ہیں وہ ظاہری نہیں ہیں۔ اور جب ظاہری نہیں ہیں۔ تو پھر ضروری وہ باطنی ہوں گے۔ کیونکہ ظاہر و باطن کے درمیان کوئی تیسری صورت واسطہ نہیں معلوم ہوتی۔ ورنہ ظاہرۃ کی قید بالکل بے فائدہ ہو گی۔ اور کلام خدا اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ ہے۔ ضرور قریہ ظاہریہ مقابل قرائے باطنیہ ہیں۔ اور وہ مبارک ہیں۔ اور ان قرائے ظاہریہ اور قرائے باطنیہ کے

درمیان سیر و رفتار و رفت مقرر و مقدر کی گئی ہے۔ اور حکم ہے۔ کہ راتوں دنوں ان میں بلا خوف و خطر امن و امان سے سیر و
سفر کریں۔ اور قریٰ باطنیہ یا تو عالم دہری و سرمدی میں ہو سکتے ہیں یا اگر عالم زمانی ہی میں ہوں۔ تو پھر زمین
کے نیچے اور آسمان کے اوپر یا سمندروں کی تہ میں ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے قریوں کا ثبوت جو زمین کے اندر یا آسمان
کے اوپر یا سمندروں کی تہ میں ہوں اور پھر ان کے اور ظاہری قریوں کے درمیان یہ سیر و سلوک بھی جاری ہو۔
کہیں نہیں ملتا۔ اور کوئی دلیل اس پر قائم نہیں ہے۔ پھر لفظ آمنین اور شب و روز کی سیر و سفر صاف دلالت
کرتے ہیں کہ یہ ہمارے معروف گاؤں نہیں ہیں۔ اور مکہ اور شام کے درمیان کے گاؤں میں یہ بات
ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اور جس نے ملک عرب کو دیکھا ہے یا اس کے حالات سے واقف ہے۔ وہ جانتا
ہے کہ عرب میں آج تک بھی کہیں یہ بات ممکن نہیں ہوئی۔ کہ انسان بالکل امن و امان سے سیر و سفر کریں
پھر لفظ سیروا من حیث الظاہر دال ہے۔ کہ ہم بھی اس حکم کے مکلف ہیں۔ کیونکہ اوامر قرآنی جب منسوخ
ثابت نہ ہو جائیں قیامت تک نافذ ہیں۔ اور جب وہ قریے شام اور مکہ کے درمیان نیست و نابود کر دئے
گئے۔ تو اب ہم کس طرح ان کی سیر پر مامور ہو سکتے ہیں۔ غرض یقینی طور پر کوئی شخص ایسے قریوں کا پتہ اور
ثبوت نہیں دے سکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہمیں دکھلائے۔ یا اب ان کا پتہ جغرافیہ میں دے۔ بلکہ ہم صرف
کتاب و سنت سے ثبوت چاہتے ہیں قیاسات اور تفسیر بالرائے کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اور جب
یہ صورت ہے۔ تو ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم حقیقی مفسرین قرآن اور مبین قرآن اور خدا کی بولتی ہوئی کتاب
اور رسالت کی طرف رجوع کریں۔ اور اس کی تاویل معلوم کریں۔ پس یہ امر تو خود قرآن شریف سے معلوم ہے
کہ ان گاؤں سے گاؤں مراد نہیں ہیں بلکہ لوگ مراد ہیں۔ چنانچہ اسی آیہ مبارکہ میں ان کی نسبت خدا فرماتا ہے
وَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا۔ انہوں نے کہا۔ کہ پروردگار ہمارے سفروں میں دوری ڈال
دے۔ یہ قول لوگوں کا ہے۔ اور قرآن شریف میں ایسا کئی مقام پر ہے۔ کہ قریہ سے اہل قریہ اور لوگ مراد
لئے گئے ہیں چنانچہ سورہ یوسف میں ہے۔ وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا۔ پوچھ لو اس قریہ سے جس
میں ہم تھے۔ اور سورہ یونس میں ہے۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ آمَنَتْ وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً
أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ہم جب چاہتے ہیں۔ کہ کسی
قریہ کو ہلاک کریں۔ تو اول دول سے اپنی توفیقات خیر سلب کر لیتے ہیں پس وہ اس میں فسق و فجور کرنا شروع
کر دیتے ہیں پس ان پر عذاب ثابت ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہم ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ وَحَرَامٌ عَلَىٰ قَرْيَةٍ
أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا۔ ہم نے بہت سے قریے ہلاک کر دئے۔
وَإِنْ مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا عَذَابًا شَدِيدًا کوئی قریہ

نہیں ہے۔ مگر یہ کہ ہم قبل یوم قیام اس کو ہلاک کریں گے یا اس کو سخت تکلیف دیں گے۔ ان تمام آیات مبارکہ میں قریہ سے اہل قریہ اور لوگ ہیں۔ اور یہ مجاز تسمیۃ الشی باسم محلہ وظرفہ مستعمل و معروف ہے۔ اور جب یہ ثابت ہے۔ کہ قریہ سے اہل قریہ یعنی کچھ اشخاص و وجود مراد ہیں۔ تو اب آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ظاہریہ اور وہ باطنیہ وجود کون ہیں۔ جن کے درمیان سیر قائم ہے۔ اور شب و روز امن سے گزرتے رہتے ہیں۔ یقیناً کچھ مبارک وجود ہیں۔ اور وہ باطنی اور پوشیدہ وجود ہیں۔ ہر شخص مبارک اور صاحب برکت ہونے کا مدعی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن شریف سے جن صاحب برکت وجودوں کا پتہ لگتا ہے۔ وہ یہ بزرگوار ہیں۔ رَحْمَتُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ۔ اگر کسی کے صاحب برکت پاک۔ مطہر و مقدس ہونے پر نص ہے اور دلیل قائم ہے۔ وہ اہل بیت نبوت ہی ہیں۔ اور جب یہ معلوم ہو گیا۔ کہ وہ مبارکہ قریہ اہل بیت نبوت ہیں۔ تو اب یہ دیکھنا ہو گا۔ کہ وہ ظاہری قریہ کون ہیں۔ قرآن شریف ان بابرکت اشخاص کو بیوت بھی کہتا ہے۔ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یعنی نور خدا کچھ بیوت (گھر) میں ہے۔ جن میں خدا نے اذن دے دیا ہے۔ کہ وہ بلند کئے جائیں۔ اور ان میں خدا کا نام لیا جائے۔ ان میں صبح و شام اس کی تسبیح کی جاتی ہے۔ یہ کچھ مرد ہیں۔ جن کو ذکر خدا اور اقامہ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت کوئی امر دنیاوی ان کے لئے دین میں حارج نہیں ہو سکتا۔ اور احادیث میں خود آنحضرتؐ نے اپنے کو مدینہ فرمایا ہے۔ انا مدینۃ العلم میں شہر علم ہوں۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قرآن شریف سے جن وجودوں کا مبارک ہونا ثابت ہے وہ وارثان نبوت و رسالت ہیں۔ اور شک نہیں۔ کہ مابہ النبوۃ علم ہے۔ چنانچہ الباب سابقہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مابہ الامامت و مابہ النبوۃ ایک ہی ہے۔ اور اس امت آخری میں نبوت صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہے۔ اور اہل بیت وارثان نبوت و رسالت امام ہیں۔ اور اس لئے مابہ المبارکیت اور مابہ الامامت ایک ہے۔ پس یہ قرائے مبارکہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ اور مابہ المبارکیت علم ہے۔ اور وہ حضرات علم الٰہی کے شہر و قریہ ہیں۔ یہ بھی یاد رہے۔ کہ قریہ اور مدینہ میں کوئی فرق دراصل نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے کلام اللہ میں تمام ایسے مقام پر خدا نے قریہ ہی استعمال کیا ہے۔ اور مکہ معظمہ کو اُم القریٰ فرمایا ہے۔ بنا بریں یہ شہرہائے علم الٰہی ہیں۔ مگر چونکہ انوار ائمہ طاہرین تمام تر وجود محمدی میں تھے۔ اس لئے بخیال آنحضرت یہ حضرات قریٰ ہیں اور سب کا مجموعہ محمد مصطفےٰ شہر فافہم اور

جب یہ شہرہائے علم الٰہی ہیں۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ وہ ظاہری قریے جن کے درمیان سیر قرار دی گئی ہے وہ وہ علماء ہیں جو علم خدا صرف ان قریوں سے لیتے ہیں۔ اور شب و روز ان دامان سے فیض روحانی حاصل کرتے ہیں۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا۔ کہ یہ قرائے باطنیہ مبارکہ محالِ علوم خدا اور خزائن اسرار الٰہی ہیں۔ اور قرائے ظاہریہ جو اس کے ساتھ سیر و سلوک رکھتے ہیں طالبانِ علم خدا ہیں۔ اور پہلے ثابت ہوچکا ہے۔ کہ ان خزائن علوم الٰہی اور ان محالِ مشیت اللہ اور ان شہرہائے اسرار اللہ میں ایسا قریہ مبارکہ جس کے پاس علماء جاسکیں اور فیض حاصل کرسکیں وہی ہے جو اس وقت موجود ہے۔ کیونکہ نہ اس کا کوئی قائل ہے اور نہ یہ ثابت ہے کہ جو ائمہ اہل بیتؑ اس عالم سے دوسرے عالم میں جاچکے ہیں۔ ان کے پاس علماء جاتے ہیں۔ بلکہ یقیناً ایسا وجود وہی ہوسکتا ہے جو اس عالم میں موجود ہو۔ اور جو اس وقت صاحب الزمان ہو۔ اور ضرور چاہیئے کہ ایک فرد ان میں سے ایسا موجود ہو۔ جس کے پاس طالبانِ علم خدا جاسکیں علم حاصل کرسکیں۔ اور جب وہ موجود ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہے۔ تو ضرور موجود غائب ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ایک امامؑ از اہل بیتؑ بدلیل قرآن مجید موجود و غائب ہے۔ وھو المطلوب ۔ اس مطلب کی آیت کے آخری حصے سے بھی تائید ہوتی ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے یہ نعمت ان کو دی۔ اور ان شہرہائے علم اور قرائے مبارکہ اور طالبان علم کے درمیان آمد و رفت قرار دے دی۔ مگر وہ ان کے شکر گزار نہ ہوئے۔ کفرانِ نعمت کیا۔ ان کو جھٹلایا۔ اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے۔ اور اس طرح سے انہوں نے گویا زبان حال سے کہا۔ کہ ہم ان شہروں میں جانا نہیں چاہتے ہمارے اور ان کے درمیان دوری ڈال دے۔ جب ان کی یہ حرکت دیکھی۔ تو ہم نے ان کے اس کفرانِ نعمت کی وجہ سے اپنے شہر علم کو ان کی عام نظروں سے پوشیدہ کردیا۔ اور اس عام سیر و سلوک کو بند کردیا۔ اور ان کو بالکل جدا جدا کردیا۔ اور وہ اس طرح سے علم خدا سے دور ہوکر دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر بیٹھے۔ اور ہر ایک جماعت متفرق اور پریشان ہوگئی۔ بیشک اس میں صابر شکر گزاروں کے لئے خدا کی بڑی نشانیاں ہیں۔ الخ۔ بہتری اہل صبر و شکر ہی کے لئے ہے۔ اور آئندہ ثابت ہوگا۔ کہ ایک علت غیبت امامؑ یہی ناشکر گزاری ہے۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ اس ناشکر گزاری کا اثر کلی انہی ناشکر گزاروں پر ہوگا۔ اور جو صابر و شاکر ہیں۔ وہ اس حالت میں بھی شہر علم سے فیض اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہے۔ علماء و عارفین کاملین سُنی و شیعہ نے اس زمانہ غیبت امامؑ میں فیض اٹھایا ہے۔ اور اٹھاتے ہیں۔ اور اس بیان سے وجود امامؑ۔ غیبت امامؑ۔ علت غیبت امامؑ ثابت ہوگئی۔ اور نیز یہ کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو اب بھی امامؑ کے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں اور صحبت سے فیضیاب ہوتے

ہیں۔ لہٰذا انکارِ غیبت امام یقیناً انکارِ نبوت خاتم النبیین ہے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے۔ اور یہی مضمون معاونِ علوم الٰہی سے مروی ہے۔ چنانچہ عالم اہل البیتؑ فرماتے ہیں۔ عبداللہ الرمانی نے جناب علیؑ بن موسےٰؑ سے روایت کیا ہے۔ کہ ایک مفسر میرے باپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے اس سے پوچھا۔ تو فلاں ہے۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ تو قرآن کی تفسیر کرتا ہے۔ کہا۔ ہاں۔ فرمایا۔ اس آیت کی کیا تفسیر کرتا ہے۔ وجعلنا بینھم وبین القری التی بارکنا الخ کہا۔ یہ مکہ اور منٰی کے درمیان گاؤں ہیں۔ فرمایا۔ کیا ان مقامات میں خوف نہیں ہے اور ڈاکہ نہیں پڑتا ہے اور راہ زنی نہیں ہوتی ہے؟ کہا۔ کیوں نہیں۔ فرمایا۔ پھر آمنین کے کیا معنی ہیں۔ خدا جس کو چاہے امن فرمائے اس میں خوف ہے کیا۔ کہا۔ تو پھر اس کے کیا معنی ہیں۔ فرمایا۔ ذالک نحن اھل البیت یہ ہم اہل بیت ہیں۔ اللہ نے ہم کو ناس کہا ہے اور ہم کو قریٰ کہا ہے۔ عرض کیا۔ کیا قرآن میں اس کا ذکر ہے۔ کہ قریٰ کچھ مرد ہیں؟ فرمایا۔ اللہ نے ہم کو ناس کہا ہے۔ اور ان کو قریٰ۔ کیا خدا نہیں فرماتا ہے۔ واسئل القریۃ التی کنا فیھا اس گاؤں سے پوچھ جس میں ہم تھے۔ کیا یہ سوال دیواروں سے ہوگا۔ یا لوگوں سے۔ اور خدا فرماتا ہے۔ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا الخ ہم ایک قریہ کو ہلاک کر دیں گے۔ کیا دیواریں ہلاک اور عذاب کی جائیں گی یا لوگ؟ قریب قریب یہی سوال قتادہ سے اس آیت کی تفسیر کی بابت ہوا ہے۔ اور حضرتؑ ہی نے کیا۔ پھر یہی سوال حسن بصری سے بھی ہوا ہے جب وہ جواب نہ دے سکے۔ اور اس آیت کی صحیح تفسیر نہ کر سکے۔ تو فرمایا۔ کہ قرائے باطنیہ تو ہم ہیں۔ اور قرائے ظاہرہ شیعہ عالم ہیں جو ہمارے پاس آ کر علم حاصل کرتے ہیں۔ اور سابو بکرؓ سے فرمایا۔ امن کے ساتھ ہمارے قائمؑ کے پاس جاؤ گے۔ اور علم سیکھو گے۔ اور اسی مضمون کی اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اور صاف فرمایا ہے۔ کہ خدا نے ہمیں بطور تمثیل یہاں ذکر کیا ہے۔ اور اس کی تاویل ہم ہی اہل بیتؑ ہیں اور ہر زمانے میں ایسے قریہ اور علم کے شہر موجود رہتے ہیں۔

بہرکیف ان بیانات اور ان دلائل و براہین سے بخوبی واضح ہو گیا۔ کہ غیبت حجج اللہ حضرت آدمؑ سے ثابت ہے۔ اور سنت انبیاءؑ و اوصیاءؑ ہے۔ اور یہی سنت اس امت میں یقیناً جاری ہے۔ ہرگز اس میں تغیر نہیں ہو سکتا۔ اور غیبت امام مہدی آخر الزمانؑ بنص آیات و احادیث محقق و مسلم ہے۔ اور اس کا انکار انکارِ قرآن و حدیث ہے۔ اور غیبت پر ایمان لانا ضروریاتِ دین سے ہے۔ ہمیشہ مومنین غیبت پر ایمان لاتے ہیں۔ اور بہترین ایمان و افضل ترین

ایمان ایمان بالغیب ہی ہے۔ اور قرآن سے ہدایت پانے والے صرف وہی لوگ ہیں۔ جو مومنین بالغیب ہیں۔ اور انہی کے لئے نجات ہے۔ اور غیب سے مراد اس آیہ مبارکہ میں ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ ۔ حجت خدا ہے۔ اور اس وقت حجت غائب امام مہدی آخرالزمانؑ ہے۔ اور وہی غیب کا مصداق ہے۔ اور اسی جناب کا نام غیب ہے اور اس سے معلوم ہو گیا۔ جو لوگ غیبت حجت خدا کا انکار کرتے ہیں۔ ان کے انکار کی وجہ یا محض جہالت ہے اور دیانت اسلام اور تاریخ دیانت قرآن و حدیث سے لاعلمی اور ناواقفیت ہے۔ یا عداوت و عصبیت۔ ورنہ عالم شریعت اسلامیہ سے محال ہے۔ غیبت حجت خدا کا انکار کرنا حضرت آدم سے لے کر تا خاتم دیانت اسلامیہ کا انکار اور انبیاء اللہ و حجج اللہ کی تکذیب ہے۔ اور یہ سچ ہے بَلۡ كَذَّبُوۡا بِمَا لَمۡ يُحِيۡطُوۡا بِعِلۡمِهٖ جس چیز پر لوگوں کا علم محیط نہیں ہوتا۔ وہ اس کی تکذیب کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ بہتیرے افضل ترین اور حقیقت دیانت اسلامیہ یعنی غیبت حجۃ اللہ سے انکار کرتے ہیں۔ اور اس پر مذاق اڑاتے ہیں۔ یستھزؤن اللہ و اللہ یستھزء بھم یہ لوگ خدا سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ٹھٹھا اڑاتے ہیں۔ اور خدا ان کی اس حالت پر ہنستا ہے۔ اور اس کی ذات ہنسی سے بری ہے۔ وہی خود اس استہزاء کے وبال کو بھگتتے ہیں۔ اور اس کی جزا دیکھتے ہیں۔ اور خدا ان کی طرف نظر رحمت نہیں کرتا۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو کہا جا سکتا ہے۔ کہ ان منکرین کا انکار انکار جحودی ہے۔ و جحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم دل ان کے یقین کرتے ہیں۔ مگر وہ دیدہ و دانستہ انکار کرتے ہیں۔ قاتلھم اللہ انی یوفکون ۔ افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب اقفالھا کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے ہیں یا ان کے دلوں پر ان کے قفل لگے ہوئے ہیں۔ اتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کیا بعض آیات قرآن پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض پر نہیں رکھتے وما اللہ بغافل عما یعملون خدا ان کے عملوں سے غافل نہیں ہے۔ آیا ہم خدا کو یاد کرو۔ اور ان سے غافل نہ ہو۔ ان ربی لبالمرصاد ۔

حال غیبت امام مہدی آخرالزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ

حالات ولادت باسعادت سے بعض حالات مرقوم ہو چکے جن سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک غیبت عمومی جناب مہدی آخرالزمانؑ کے لئے ہمیشہ سے ثابت ہے چنانچہ وقت ولادت کے بعد ہی حضرت روح القدس کے سپرد ہوئے جس طرح کہ حضرت موسیٰ نے تحت عرش الٰہی پرورش پائی۔ روایت جناب حکیمہ خاتون جو اکثر

اہل سنت اور اہل تشیع علماء سے نقل ہو چکی ہے۔ اسی میں مذکور ہے۔ کہ فرماتی ہیں۔ ولادت کے تیسرے روز میں پھر آئی۔ اور سوسن کے کمرے میں گئی۔ مولود مسعود کا کوئی اثر و نشان نہ دیکھا اور کوئی ذکر نہ تھا تعجب ہوئی اور شرم کی وجہ سے تفحص احوال نہ کر سکی۔ اور حاضر خدمت امام حسن عسکری ہوئی۔ حضرت نے خود ابتداء کی اور فرمایا۔ اے پھوپھی ولی خدا حفظ و امان خدا میں ہے۔ جس وقت دیکھو کہ میرے وجود کو خدا نے دنیا سے غائب کر دیا۔ اور میری اجل آگئی۔ لوگ اختلاف کریں گے۔ کوئی کچھ کہے گا اور کوئی کچھ۔ اس وقت معتمدین و موثقین کو خبر دینا۔ اور امر ولی خدا کو اپنے اور ان کے درمیان راز مخفی رکھنا۔ کیونکہ خدا اپنے ولی کو غائب رکھے گا۔ اور نظروں سے پوشیدہ کرے گا۔ جب تک جبرئیل اسے کر حاضر خدمت ولی خدا ہوں۔ احمد بن حسن بن اسحاق قمی نے روایت کی ہے۔ کہ میرے دادا اسحاق کے پاس جناب امام حسن عسکری کا اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا خط پہنچا۔ اور اس میں حضرت نے لکھا تھا " میرے ایک فرزند پیدا ہوا ہے۔ اس امر کو پوشیدہ رکھنا۔ میں نے اپنے قریبی رشتہ داروں کو بھی اطلاع نہیں دی ہے۔ اور تجھے اس لئے اطلاع دی ہے۔ کہ تو اس خبر سے خوش ہو جائے جس طرح کہ خدا نے مجھ کو خوش کیا ہے"۔ شیخ صدوق یعقوب بن منقوش سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دن جناب امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ اپنے گھر میں ایک دکان پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ان کے دائیں جانب ایک مکان تھا۔ جس پر پردہ لٹکا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا۔ صاحب الامر (امام) کون ہے؟ فرمایا۔ یہ پردہ اُٹھا میں نے پردہ اُٹھایا۔ تو ایک لڑکا جس کا کوئی پانچ بالشت قد ہو گا نکلا۔ جو آٹھ دس سال یا اس کے قریب قریب عمر کا ہو گا۔ سفید چہرہ۔ کھلی جبیں۔ روشن آنکھیں۔ بھری ہتھیلیاں۔ مڑے ہوئے گھٹنے۔ دائیں رخسار میں تل اور سر پر زلفیں۔ اور وہ امام حسن عسکری کی ران پر بیٹھ گیا! ور امام نے فرمایا۔ صاحب الامر یہی ہیں۔ پھر حضرت سٹ پٹائے۔ اور فرمایا اے بیٹے وقت معلوم تک کے لئے اندر داخل ہو جاؤ۔ وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ اور میں دیکھتا رہا۔ اور پھر حضرت نے فرمایا۔ اے یعقوب دیکھو۔ اندر کون ہے۔ میں اندر گیا۔ تو کچھ نہ دیکھا۔ ان روایات۔ حالات ولادت اور نیز اسی قسم کی اور روایات و احادیث سے جو باب شہادات میں مذکور ہوں گی ثابت ہے۔ کہ غیبت حضرت کے لئے روز اوّل سے ثابت ہے۔ اور حیات جناب امام حسن عسکری میں بھی خاص معتمدین و موثقین ہی نے دیکھا تھا۔ اور ان سب کو کتمان امر کا حکم تھا۔ اور حضرت کو پوشیدہ ہی رکھا جاتا تھا۔ بلکہ حالات امام حسن عسکری دیکھنے سے معلوم ہو گا۔ کہ حضرت ہی نے مومنین کو غیبت کا عادی بنانا شروع کر دیا تھا۔ اور حضرت اکثر خود بھی محجوب رہنے لگے تھے۔

سنہ ۲۶۰ ہجری نبوی میں امام حسن عسکریؑ نے وفات پائی۔ اور یہ آٹھویں ربیع الاول تھی۔ لہذا جناب صاحب العصر علیہ الصلوٰۃ والسلام ۹ ربیع الاول سنہ ۲۶۰ ہجری کو امام ناطق قرار پائے اور ظاہری خلافت الٰہیہ پر مسند نشین ہوئے۔ اور اس وقت روایات مشہورہ کے موافق جناب کی عمر پانچ سال چھ مہینے تیئس دن کی تھی۔ اسی وجہ سے کہ ۹ ربیع الاول کو جناب صاحب الامر علیہ السلام مسند نشین خلافت الٰہیہ ہوئے۔ یہ دن امامیہ اثنا عشریہ فرقے میں بہت بڑی عید اور خوشی کا دن شمار ہوتا ہے۔ اور خوشی کی جاتی ہے۔ مجالس جشن منعقد ہوتی ہیں۔ اور چونکہ اسی دن سردار لشکر یزید قاتل امام حسینؑ و فرزندان حسینؑ و دیگر ذریت رسولؐ و اصحاب حسینؑ عمر فی النار ہوا ہے۔ اس دن کی مسرت دوچند ہو جاتی ہے۔ اور امام حسین علیہ السلام پر یکم محرم الحرام سے آٹھ ربیع الاول تک رونے والے اس دن جشن کرتے ہیں۔ لباس سوگ اُتار دیتے ہیں۔ اور یہ ان تمام اہل اسلام کے لئے نہایت مسرت کا دن ہے۔ اور جو شخص امام حسینؑ سے ذرا بھی قلبی محبت رکھتا ہے۔ وہ ضرور اس دن خوش ہوگا۔ جہال نے اس دن کو عمر بن الخطاب کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ اور اس وجہ سے اہل سنت بلا تحقیق شیعوں کو سرزنش کرتے ہیں۔ اور اس خوشی کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں اور طعن و تشنیع سے پیش آتے ہیں۔ یہ صرف دُنیا طلب مُلاؤں نے شیعہ سنیوں میں نفرت پیدا کرنے کے لئے مشہور کیا ہے۔ اور طرح طرح کی جھوٹی باتیں منسوب کر دی ہیں۔ جیسا کہ بعض اور اعیادِ شیعہ کے موقع پر طرح طرح کی ناشائستہ اور ناگفتہ بہ باتیں یہ حضرات مُلا شیعوں کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور عوام و جہال کو نفرت دلاتے ہیں۔ اور اتفاق و معاشرت اسلامی میں حارج ہو کر فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں۔ جیسا کہ عید غدیر۔ حالانکہ واقعہ خم غدیر مسلم واقعۂ اسلام ہے۔ اور احادیث و روایات سے کتب اہل اسلام سُنی اور شیعہ پُر ہیں۔ اور یقیناً وہ اہل اسلام کی خوشی اور بڑی خوشی کا دن ہے۔ احادیث یوم الغدیر ابواب سابقہ خصوصاً فصل اہل البیتؑ میں مذکور ہو چکی ہیں۔ اور سابقی واقعات سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ جناب رسول خداؐ کے اس جلسہ خم غدیر اور اعلان ولایت جناب امیر علی بن ابی طالبؑ بقول من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ الخ پر مومنین حاضرین نے خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اور حضرت عمر بن الخطابؓ نے سب سے پہلے بخ بخ لک یا علی اصبحت مولای و مولی کل مومن و مومنۃ کہہ کر مبارکباد دی تھی۔ تہنیت میں قصیدے لکھے گئے جن سے تواریخ و سیر و کتب احادیث پُر ہیں۔ بنا بریں اس دن کی عید اور خوشی اور جلسہائے مسرت و جشن ہائے سرور برپا کرنا جناب امیرؑ اور رسولؐ کی تعریف میں قصائد پڑھنا سنتِ رسولؐ و اصحاب رسولؐ ہے اسی سنت کے

موافق شیعہ بالکل ایسا ہی کرتے ہیں۔ اور جشن و قصیدہ خوانی کے جلسے مقرر کرتے ہیں۔ مگر جہال نے ان کو شیعوں سے مخصوص کر دیا ہے۔ اور حضرات عمّا طرح طرح کی نفرت آمیز باتیں ان کی بابت مشہور کرتے ہیں۔ اور یہی حال اور امور شیعہ میں ہے۔ خدا انہیں ہدایت دے۔ جہالت کی وجہ سے بعض شیعہ بھی نویں ربیع الاوّل کو عید اور خوشی کی اصلی علت سے غافل اور بے خبر ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ دونوں فرقوں میں انتہائی تنافر کا سبب صرف جہالت اور مُلّاؤں کی بد دیانتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے۔ کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں اتنی نفرت فی مابین نہیں ہوتی ہے۔ اور جتنی جہالت دور ہوتی جائے گی۔ اتنا ہی اتفاق و اتحاد اہل سنت اور اہل تشیع میں بڑھتا جائے گا۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ ہماری یہ کتاب بھی بعض اختلافات کے دور کرنے کا قوی سبب ثابت ہو گی بشرطیکہ رُوح دیانت رکھتے ہوں۔ رَبِّ اِهْدِ قَوْمِي أَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ۔

بہرحال یہ جملہ معترضہ تھا۔ جناب صاحب الامر علیہ السلام ۹ ربیع الاوّل سنہ ۲۶۰ ہجری کو مسند نشین خلافت ہوئے۔ اور اسی دن سے غیبت صغریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ یہاں سے یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ زمانہ غیبت صغریٰ اس دن سے اسی وجہ سے شمار کیا جاتا ہے۔ کہ آج ہی سے آپ صاحب حکم اور امام ناطق اور ظاہری خلیفۃ اللہ و خلیفۂ رسولؐ قرار پائے۔ گویا بزبان عام بر آپ کی زمانۂ امامت کی پہلی اور چھوٹی غیبت کا زمانہ ہے۔ اور تا غیبت کبرےٰ غیبت صغریٰ کے نام سے مشہور ہے۔ اور زمانہ وجود امام حسن عسکری علیہ السلام کی غیبت کی مثال جناب موسیٰ کی وہ غیبت ہے۔ جس میں وہ صندوق اور دریا میں رہے ہیں۔ اور خانۂ فرعون میں پرورش پائی ہے۔ اور اس کے بعد غیبت صغرےٰ و کبرےٰ ہیں۔ اسی طرح صاحب الامر علیہ السلام ہیں۔ اس زمانۂ غیبت صغرےٰ میں حضرت کا طرز معاشرت یہ رہا۔ کہ عام لوگوں بلکہ خواص میں بھی ظاہر نہیں ہوتے تھے اور ما خص خواص اصحاب میں سے کسی ایک شخص کو اپنے امور کا متولی و قیم قرار دیتے تھے۔ اور یہی وکلاء امام زمانؑ کہلاتے تھے۔ یہ وکلاء مومنین کے مسائل میں وکیل ہوتے تھے۔ لوگ ان کے پاس مسائل لاتے۔ اور یہ امامؑ سے جواب لے کر دے دیتے تھے۔ بعض تحریراً بعض تقریراً۔ اور یہی لوگ اموال خمس و زکوٰۃ لوگوں سے لیتے اور امام علیہ السلام کو پہنچا دیتے تھے۔ اکثر یہ لوگ جناب صاحب الامرؑ سے بالمشافہ جواب لیتے تھے۔ اور بعض اوقات تحریراً بھی۔ جناب حکیمہ خاتون بھی اپنی حیات میں واسطۂ مسائل رہیں چنانچہ حالات ولادت میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ اور باب شہادت میں اور مذکور ہوگا۔ لیکن وکلاء مخصوصین جن کو نواب خاص امام زمانؑ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے چار بزرگوار

ہیں۔ اوّل عثمان بن سعید۔ دوم ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید۔ سوم ابوالقاسم الحسین بن روح۔ پھر حسین بن روح نے ابوالحسن علی بن محمد السمری کو وصیت وکالت کی اور وہ وکیل چہارم ہیں۔ اور ان سے جب سوال کیا۔ کہ اب کس کو وصایت وکالت دی جائے گی۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا۔ اللہ امر ھو بالغہ اور ان کے بعد غیبت تامہ کبرےٰ واقع ہوئی۔ اور بنا بر روایات صحیحہ مشہورہ ۳۲۹ ہجری سے غیبت کبرےٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔ اور اس لئے ۱۳۲۹ھ میں پورے ایک ہزار سال غیبت کبرےٰ کو ہو جاتے ہیں۔ اور معلوم ہے۔ کہ ایام ربوبیتی میں ایک دن ہزار سال کا ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ ثُمَّ يَعْرُجُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ أَلْفَ سَنَةٍ مِمَّا تَعُدُّونَ (سجدہ ۲) "پھر اس کی طرف رجوع کرتا ہے ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے حساب سے ایک ہزار سال کی ہے" اور ۱۳۲۹ھ کے بعد دوسرا دن شروع ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا دن کچھ اور آثار اور واقعات و حوادث طلوع کرتا ہے۔ ولا يخفى على المتامل یہ وکالت و نیابت خاصہ امام زمان علیہ السلام محض دعوے سے ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ نص صریح امام علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہے۔ جناب علامہ مجلسی سیزدہم بحار میں لکھتے ہیں۔ کہ محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری اپنے باپ سے اور وہ محمد بن صالح ہمدانی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے جناب صاحب الزمان علیہ السلام کی خدمت میں لکھا۔ کہ میرے کنبے والے مجھے اذیت دیتے ہیں۔ اور اس حدیث سے جو آپ کے اجداد طاہرین سے مروی ہے خُدّامُنا وَقُوّامُنا شِرارُ خَلْقِ اللهِ" ہمارے خادم اور ہمارے امور کے متولی بدترین مخلوقات ہیں، مجھے طعن کرتے ہیں۔ جواب میں فرمایا۔ کہ تم ان لوگوں میں داخل نہیں ہو۔ خدا تمہیں خیر دے۔ کیا تم نے یہ نہیں سنا ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ وجعلنا بينهم وبين القرى التي باركنا فيها قرى ظاهرة وقدرنا فيها السير خدا کی قسم قریہ ہائے برکت و رحمت ہم ہیں۔ ہم پر خدا نے اپنی برکت و رحمت نازل کی ہے۔ اور تم لوگ قریہ ہائے ظاہری ہو۔ اس سے ثابت ہے۔ کہ امامؑ کے درمیان سیر و سلوک و سلسلہ سفارت نص قرآنی ہے۔ اور اسی آیہ مبارکہ سے ثابت ہے۔ کہ تصریح امامؑ بھی ضروری ہے۔ چنانچہ عثمان بن سعید عمری جناب امام علی النقیؑ و امام حسن عسکریؑ کے منسوبین معتمدین وکلاء میں سے تھے۔ اور بعد امام حسن عسکریؑ وہی وکیل صاحب الزمانؑ مقرر ہوئے۔ بہ طائفہ بنی اسد سے ہیں۔ آپ کا نام عثمان بن سعید عمری ہے اور کنیت ابو عمرو۔ اور اپنے دادا جعفر بن عمری کی طرف منسوب ہو کر اسدی سے عمری مشہور ہوئے۔ اور عسکری بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قریہ عسکر سر من رائے

کے رہنے والے تھے۔ اور چونکہ بغرض اخفاء امر روغن فروشی کی دکان کر لی تھی۔ سمان بھی کہے جاتے تھے
چنانچہ جو مال شیعہ لاتے تھے وہ روغن کے مشک میں رکھ کر حضرت خفیہ جناب امام حسن عسکریؑ کو پہنچاتے
تھے۔ بحار میں احمد بن اسحاق بن سعد قمی کی روایت ہے۔ کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں امام علی النقیؑ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا۔ کہ اے مولا میں کبھی یہاں ہوتا ہوں اور کبھی یہاں نہیں ہوتا۔ اور جب یہاں
ہوتا ہوں۔ پھر بھی اکثر شرف خدمت نصیب نہیں ہوتا۔ پس ایسی صورت میں کس کی بات مانیں اور
کس کی اطاعت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ ابو عمر ثقہ و امین ہے۔ جو کچھ تم سے کہتا ہے اور جو
کچھ تم کو پہنچاتا ہے میری طرف سے پہنچاتا ہے۔ آنحضرتؑ کے بعد میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ اور یہی سوال اس جناب سے کیا۔ آپؑ نے فرمایا۔ یہ شخص معتمد و امین ہے میری زندگی
میں بھی اور میرے بعد بھی۔ جو کچھ یہ کہے ہماری طرف سے کہتا ہے۔ اور چند حدیثیں ان کی امانت و
ثقاہت و وکالت امامؑ کے باب میں محقق و مسلم ہیں۔ اور تمام شیعوں میں ان کی جلالت قدر مشہور و
معروف تھی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے فرمایا۔ کہ یہ ہمارا ثقہ اور
امین اور وکیل ہے۔ اور اس کا فرزند بھی میرے بیٹے کا وکیل ہوگا۔ عثمان بن سعید عمری کی قبر بغداد
میں دروازہ جبلہ کے نزدیک مسجد میں دائیں جانب کو واقع ہے۔ ابو نصر ہبۃ اللہ بن محمد سے مروی
ہے۔ اور شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ [illegible] میں میں نے اس قبر کی زیارت کی۔ وہیں
پائی جہاں ابو نصر نے بیان کی ہے۔ اور تقریباً چالیس سال تک ہم زیارت کرتے رہے۔ اور اکثر
اہل محلہ اس کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور ایک مرد صالح جانتے تھے۔ اب اس کی اصل حالت سابقہ
باقی نہیں رہی ہے۔ عثمان بن عمری کی وفات کے بعد ان کے فرزند محمد بن عثمان بن سعید عمری حضرت
امام حسن عسکریؑ اور توقیع امام زمانؑ سے نائب خاص اور وکیل مقرر ہوئے چنانچہ امام زمانؑ کی تصریح
باب شہادات و توقیعات میں آئے گی۔ چنانچہ اس جناب نے توقیع تعزیت عثمان بن سعید عمری میں
فرمایا ہے اور ایک توقیع میں یوں ہے۔ وفات ابو عمر کے بعد خدا اس کے پسر کو اپنی حفاظت میں
رکھے۔ وہ لپٹ باپ کی زندگی میں بھی ہمارا معتمد تھا۔ خدا اس کے باپ سے خوش ہو اور اس کو خوش کرے
اس کا فرزند ہمارے نزدیک مثل اپنے باپ کے ہے اور اسی کی جگہ اور اس کا قائم مقام ہے۔ جو کچھ
وہ کہتا ہے ہماری طرف سے کہتا ہے۔ اور جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل کرتا ہے۔ خدا اس کا صاحب ہو
اور مدد کرے۔ اس کی بات کو قبول کرو۔ ہماری نزدیک اس سے بچاؤ۔ ابو نصر روایت کرتے ہیں کہ
ابو جعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری نے ۳۰۴ھ یا ۳۰۵ھ میں وفات پائی۔ اور تقریباً پچاس سال

وکالت امامت میں رہے (چند سال زمانہ امام حسن عسکری علیہ السلام اور باقی زمانہ امام صاحب الزمانؑ)۔
اور ان کی قبر سرراہ دروازہ کوفہ میں اپنی مادر گرامی کے پاس اپنے ہی مکان میں ہے۔ ان کی وفات کے
بعد ابوالقاسم الحسین بن روح قائم مقام اور وکیل امام ہوئے۔ چنانچہ جعفر بن محمد مدائنی سے مروی
ہے۔ کہ میں اموال خدمت ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید کی خدمت میں لے جایا کرتا تھا۔ اور عرض کرتا تھا۔ کہ
یہ مال امام علیہ السلام ہے۔ وہ کہتا۔ ہاں۔ اور ان کو رکھ لیتا۔ ایک مرتبہ میں مال لے کر حاضر ہوا۔ اور میں نے
مال امام پیش کیا۔ تو کہا۔ حسین بن روح کے پاس لے جاؤ اور اس کے سپرد کر دے۔ میں نے کچھ اصرار کیا۔
تو کہا۔ جو کچھ کہا گیا ہے اس پر عمل کر۔ پھر باہر گیا۔ مگر دل میں شک رہا۔ آخر پھر واپس آیا۔ نہایت غضبناک
صورت میں فرمایا۔ کہ میں نے حسین بن روح کو اپنی جگہ مقرر کیا ہے۔ اور اپنے منصب پر قائم کیا ہے عرض
کیا۔ کیا حکم امامؑ سے ایسا کیا ہے۔ فرمایا۔ جو کچھ میں کہتا ہوں ٹھیک ہے۔ خدا تجھے سلامت رکھے جا
میں حسین بن روح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ماجرا سنایا۔ حسین بن روح نے سجدۂ شکر ادا کیا۔
اور مال کو وصول کیا۔ یہ بزرگوار زمانہ ابوجعفر میں ان کے اصحاب خاص میں سے مشہور و معروف تھے
اور وہ انہی پر اعتماد رکھتے تھے۔ اور نیز ابوجعفر محمد بن علی اسود سے مروی ہے۔ اور ان سے ابوجعفر
محمد بن عثمان نے فرمایا۔ کہ مال ابوالقاسم کے سپرد کرو۔ جو اسے پہنچا وہ مجھے پہنچ گیا۔ اور جعفر بن احمد
بن متیل سے مروی ہے۔ کہ وقت احتضار ابوجعفر میں حاضر تھا۔ اور ابوالقاسم حسین بن روح پائنتی
بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھ سے مخاطب ہو کر ابوجعفر نے فرمایا۔ کہ میں مامور ہوا ہوں کہ ابوالقاسم حسین بن
روح نوبختی کو وصیت کروں اور معاملات کو اس کے سپرد کروں۔ میں یہ سن کر اٹھا۔ اور ان کو اپنی جگہ
بٹھایا اور خود پائنتی بیٹھ گیا۔ اور اسی قسم کی روایات ابوابراہیم جعفر بن احمد نوبختی وغیرہ سے مروی ہیں
اور ان میں یہ بھی تصریح ہے۔ کہ ابوالقاسم الحسین بن روح نوبختی میرا قائم مقام ہے۔ اور تمہارے اور
امامؑ کے درمیان واسطہ اور ایلچی اور ثقہ و امین ہے۔ اور اسی کی تصدیق دختر ابوجعفر سے بھی ہوئی ہے
اور اس لئے حسین بن روح کے وکیل امامؑ ہونے میں شک نہیں۔ اور یہ جناب بطور تقیہ سیر کرتے تھے۔
اور اہل سنت و شیعہ دونوں کے نزدیک معتمد و ثقہ و صالح مشہور تھے۔ اور لوگ ان کی بڑی تعظیم کرتے
تھے۔ شعبان ۳۲۶ھ میں وفات پائی۔ اور بغداد کے محلہ نوبخت میں دفن ہوئے۔
حسین بن روحؒ کے بعد ابوالحسن علی بن محمد سمری وکیل امامؑ و باب صاحب العصرؑ قرار پائے۔
چنانچہ احمد ابو عبداللہ احمد بن محمد صفوانی سے مروی ہے۔ کہ ابوالحسن علی بن محمد سمری نے امورات ابوالقاسم
پر اقدام کیا اور ان کے قائم مقام ہوئے۔ جس وقت ان کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو لوگوں نے خواہش

کی۔ کہ کسی کو اپنا قائم مقام و باب صاحب الزمانؑ مقرر کرو۔ فرمایا۔ خدا کا ایک امر ہے جو بالغ ہے۔ میں مامور نہیں ہوں کہ کسی کو مقرر کروں۔ اور ابو محمد حسن بن مکتب کہتے ہیں۔ کہ میں بغداد میں سمری کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ناگاہ میں نے دیکھا۔ کہ ایک توقیع نکال کر لوگوں کو دکھلاتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يَا عَلِيَّ ابْنَ مُحَمَّدٍ السَّمُرِيَّ أَعْظَمَ اللّٰهُ أَجْرَ إِخْوَانِكَ فِيْكَ فَإِنَّكَ مَيِّتٌ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ سِتَّةِ أَيَّامٍ فَاجْمَعْ أَمْرَكَ وَلَا تُوْصِ إِلٰى أَحَدٍ يَقُوْمُ مَقَامَكَ بَعْدَ وَفَاتِكَ فَقَدْ وَقَعَتِ الْغَيْبَةُ التَّامَّةُ فَلَا ظُهُوْرَ إِلَّا بَعْدَ إِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى ذِكْرُهُ وَذٰلِكَ بَعْدَ طُوْلِ الْأَمَدِ وَقَسْوَةِ الْقُلُوْبِ وَامْتِلَاءِ الْأَرْضِ جَوْرًا وَسَيَأْتِيْ مِنْ شِيْعَتِيْ مَنْ يَدَّعِي الْمُشَاهَدَةَ أَلَا فَمَنِ ادَّعَى الْمُشَاهَدَةَ قَبْلَ خُرُوْجِ السُّفْيَانِيِّ وَالصَّيْحَةِ فَهُوَ كَذَّابٌ مُفْتَرٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ يعنی اے علی بن محمد سمری تیرے بھائیوں کو تیری مصیبت میں خدا اجر عظیم عطا فرمائے کیونکہ تو چھ دن کے اندر اندر مرنے والا ہے بس تیار ہو جا۔ اور کسی کو اب وصیت نہ کر کہ وہ تیرا قائم مقام ہو۔ کیونکہ غیبت تامہ کبریٰ واقع ہو گئی۔ پس اب میں ظاہر نہ ہوں گا۔ مگر بعد اذن خدا۔ اور یہ ایک طولانی مدت کے بعد ہو گا۔ جبکہ لوگ قسی القلب ہو جائیں گے اور زمین جور سے بھر جائے گی۔ اور عنقریب بعض شیعہ مشاہدہ کا دعوے کریں گے۔ آگاہ ہو کر جو خروج سفیانی اور صیحہ آسمانی سے پہلے مشاہدہ کا مدعی ہو۔ وہ کاذب و مفتری ہے۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اور آخری الفاظ وکیل موصوف یہ ہیں "للہ امر ھو بالغہ" اور ابو الحسن علی بن محمد سمری نے ۳۲۹ھ ہجری میں ۱۵ ماہ شعبان کو وفات پائی۔ اور یہی ابتداء غیبت کبریٰ ہے اور اس لحاظ سے اس وقت غیبت عمرِ آنجناب ۴۰ برس ہوتی ہے۔ اور زمانہ غیبت صغریٰ تقریباً ۶۹ برس۔ کما لا یخفی علی المتامل باقی حالات باب توقیعات وغیرہ میں ملاحظہ ہوں۔

تبصرہ

اور دفع بعض شبہات

ناظرین کتاب سے مخفی نہیں ہے۔ کہ بیان ابواب سابقہ و حاضرہ میں ثابت ہو چکا ہے۔ کہ وجود امامؑ ہمیشہ اور ہر زمانے میں عقلاً و نقلاً ضروری ہے۔ اور ضرورت امامؑ و ضرورت نبیؐ ایک ہی ہے۔ کہ وہ حجت اللہ

وتعلیم خدا ہیں۔ اور علت وجود و بقاء حجت و خلافت الٰہیہ یکساں ہے۔ اور اسی لئے وجود امامؑ سے انکار
نفس نبوت کا انکار اور وجود نبوات کی تکذیب ہے۔ اور یہ کہ اوصاف امامت صرف ذریت پیغمبرؐ میں ثابت
ہیں۔ اور مہدی آخر الزمانؑ عترت و ذریت نبویؐ سے ہے۔ اس لئے نہیں ہے امامؑ موجود مگر از عترت و
ذریت رسولؐ و اولاد علیؑ و بتولؑ سے۔ اور یہ کہ امامؑ از ذریت رسولؐ و عترت رسولؐ و اہل بیت نبوت و رسالت
غیر از حجۃ ابن الحسن العسکری اور کوئی نہیں۔ پھر باحادیث کثیرہ متواترہ اہل سنت و شیعہ ثابت ہو چکا ہے کہ
مہدیؑ موعود یہی حجتؑ ابن الحسنؑ ہیں۔ اور یہ بھی تصدیق و تحقیق فریقین سے ثابت ہے۔ کہ وہ جنابؑ پیدا ہو چکے ہیں۔
اور یہ کہ غیبت ان کے لئے مسلّم ہے۔ لہٰذا ان براہین عقلیہ و نقلیہ اور ان تفصیلات و تشریحات کے بعد
کسی مسلمان اہل دیانت کو اس کے قبول کرنے میں تامل نہیں ہو سکتا۔ کہ مہدی موعود آخر الزمانؑ جس کے
ہاتھ پر نور محمدیؐ کا ظہور ہوگا اور تمام روئے زمین عدل و داد سے پُر ہو جائے گی وہی ہیں جس کے امامیہ قائل ہیں
اور علمائے محققین اہل سنت تائید و تصدیق فرماتے ہیں۔ خصوصاً بہت سے صوفیائے کرام اور کسی اہل علم
کو اس کے قبول کئے بغیر چارہ کار نہیں۔ مہدی آخر الزمانؑ از اولاد رسولؐ کا آنا اہل اسلام میں مسلّم ہے۔ اور
اس کے اوصاف احادیث میں مروی و مذکور ہیں۔ اور وہ اوصاف سوائے اس جنابؑ کے اور کسی پر بھی صادق
نہیں۔ اور غیبت اس جنابؑ کی مثل غیبات حجج اللہ امم سابقہ آیات و احادیث سے مبرہن و محقق و مسلّم ہے
اور اگر باوجود اس قدر دلائل و براہین قاطعہ امامت و مہدویت جناب م ح م د ابن الحسنؑ العسکری اہل اسلام
کے نزدیک ثابت نہیں ہے۔ تو پھر کوئی امر دین بھی ان کے نزدیک محقق و مسلّم نہیں ہو سکتا۔ اور اگر
یہ دلائل اثبات امامت مہدی میں کافی نہیں ہیں۔ تو کوئی دلیل اثبات نبوت خاتم النبیینؐ میں یہود و
نصاریٰ و مشرکین کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔ اگر باوجود ان دلائل و براہین معاذ اللہ بقول ابن حجر وغیرہ
امامت حجتؑ ابن الحسنؑ باطل ہے۔ تو نہ صرف نبوت خاتمؐ بلکہ جمیع نبوات باطل ٹھیرتی ہیں۔ کیونکہ
طریق اثبات ایک ہی ہے۔ اور اس کے تسلیم کرنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ بعد تحقیق مسئلہ
جناب مہدی آخر الزمانؑ معہ جمیع جزئیات متفق علیہ اہل اسلام ہے۔ اور جو بعض جزئیات میں اختلاف
مشہور ہے مبنی بر جہالت بعض اصول و احادیث و روایات وغیرہ دیانت دیانت اسلامیہ ہے۔ پس جب
ان دلائل و براہین سے وجود و بقاء و ضرورت و غیبت و ظہور و خروج امام مہدی آخر الزمانؑ محقق ہے۔
تو کسی شبہ یا کسی استبعاد عقلی یا قیاسات سے اس میں مومنین کو شک نہیں ہو سکتا۔ یہ یقینی نقلی مسئلہ قیاسات
سے باطل نہیں ٹھیر سکتا۔ اور مسلّم ہے۔ کہ کسی امر کی علت کا نہ جاننا یا بعض مصالح الٰہی کا نہ پہچاننا اس کے
عدم اور نفی کی دلیل نہیں ہے۔ تو غیبت امام مہدیؑ کی علت کو نہ پہچاننا ان کے وجود کے منافی نہیں ہو سکتا۔

فان عدم الوجدان لیس یا لدلیل العدم۔ کسی امر کو نہ پہنچنا یا نہ جاننا ان کے عدم کی دلیل نہیں ہے۔
مسلم ہے۔ کہ ہم بہت سے احکام عبادتی وغیرہ کی علت کا علم نہیں رکھتے۔ اور اکثر امور میں مصالح الٰہیہ کو
نہیں پہچانتے۔ پس اگر علت و مصلحت کا نہ جاننا اس کے نہ ہونے اور اس پر اعتقاد نہ رکھنے اور اس پر
عمل نہ کرنے کی دلیل ہو۔ تو اکثر و بیشتر بلکہ تمام عبادات کا انکار لازم آئے گا۔ اور اگر مکلف علت معلوم کرنے
پر مامور ہو۔ تو عبادات و تکلیفات الٰہیہ کا تعطل لازم آئے گا۔ اور نیز وقتیکہ علت کا علم نہ ہو۔ کسی حکم کی
تعمیل نہ ہوگی۔ اور اس صورت میں نہ صرف تعطل عبادات بلکہ تعطل نظام عالم لازم آئے گا۔ اور نظام
تمدن و تدین دونوں بیکار و درہم و برہم ہو جائیں گے۔ درآنحالیکہ یہ ممکن بلکہ یقینی ہے۔ کہ اگر ہم ایک
امر کی علت و مصلحت کو نہ جانتے ہوں۔ تو یہ ضروری نہیں کہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور اس سے یہ ہرگز
لازم نہیں آتا ممکن ہے کہ صاحب حکم اس کی علت سے عالم ہو۔ یا واسطہ علم و حکم اس کے واقف ہوں
نہ ممکن بلکہ یقینی اور محقق ہے۔ اور ہر حکم خدا اور رسول مبنی بر حکمت و مصلحت ہے۔ کیونکہ وہ حکیم ہے۔
وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ وہ علیم ازلی اور علیم بالذات ہے۔ اور علیم بالذات عالم جمیع
کلیات و جزئیات ہے۔ فھو عالم لا یجھل۔ پس ہماری تکلیف حکم کا علم حاصل کرنا ہے نہ
مصلحت و علت حکم کا۔ علت و مصلحت حاکم و آمر سے متعلق ہے۔ نہ محکوم و مامور و مکلف سے۔

پس جس وقت یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ خدا موجود اور وحدانیت برحق ہے۔ اور محمد مصطفٰیؐ سچے پیغمبر خدا ہیں۔
اور قرآن کتاب خدا ہے۔ تو تمام احکام کا ماننا ہم پر واجب ہے۔ اور جو کچھ پیغمبر فرمائے۔ اس کا
تسلیم کرنا ہمارا فرض ہے۔ اور یہی اسلام و ایمان ہے۔ وکما قال عزّ وجلّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَالْکِتَابِ الَّذِیْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ اے
مسلمانو! ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے رسولؐ پر اور اس کتاب پر جو اس پر نازل کی ہے۔ اور اس کتاب پر
جو اس سے پہلے نازل کی ہے۔ وقال اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوات بھیجتے ہیں۔ اے ایمان
والو! اس پر درود بھیجو۔ اور اس کو تسلیم کرلو جو حق تسلیم کرنے کا ہے۔ اور جو کچھ وہ کہے اس کو سے لو۔
کیونکہ وہ لَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی" ہے۔ قول رسولؐ قول خدا ہے۔ وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ
فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ رسول کی اطاعت عین اطاعت خدا ہے۔ وقال مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ
وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو کچھ رسولؐ تمہیں کہے اس کو لے لو۔ اور جس سے روکے اس سے
باز رہو۔ پس حبیب وجود مسعودی آخر الزمانؑ کی پیغمبرؐ نے خبر دے دی۔ اور نجاست سے مطلع فرمایا۔ اور یہ

ثابت ومحقق ہے۔ تو پھر علت غیبت وغیرہ نہ جاننے سے وجود امام باطل نہیں ہو سکتا۔ اور کسی مسلمان اور مومن متدین کو حق نہیں ہے کہ اس کے متعلق سوال کرے۔

مگر چونکہ تقلید نے عوام کی آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ وحب الشی یعمی ویصم۔ اور ہواجس طبعیہ ووساوس العادات وتقلید نوامیس الامثال سے دل سیاہ ہو گئے ہیں۔ اور بہت سے لوگ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوبِهِمْ کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔ اس لئے مناسب ہے۔ کہ یہاں بعض شبہات کا جواب دیں۔ جو اس بات سے تعلق رکھتے ہیں۔ تاکہ جاحدین ومنکرین پر حجت تمام ہو۔ اور شاکین کے شکوک رفع اور اہل ایمان کے یقین اطمینان سے مبدل ہو جائیں:

شبہ اوّل۔ عوام کے خیال میں اہم شبہ امام مہدی آخر الزمانؑ کے متعلق طول عمر آنجنابؑ ہے۔ اور وہ اس کو خلاف عادت بلکہ اپنے زعم میں محال جانتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر مہدی آخر الزمانؑ حجۃ ابن الحسن العسکری ہیں اور وہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ تو اس وقت ان کی عمر ہزار سال سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ اور آج مثلاً ۱۳۳۵ھ میں تقریباً ایک ہزار اسی سال ہو جاتی ہے۔ اور اتنی عمر تک کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور نہ اس کے قوے وجوارح کام دے سکتے ہیں۔ پس بقائے مہدی اتنی مدت تک محال ہے۔ اور اس لئے حجت ابن الحسن علیہ السلام کا مہدی موعود ہونا محال ہے لاکن اہل عقل واہل بصیرت سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ شبہ اور استبعاد اور یہ استحالہ وہی شخص پیدا کر سکتا ہے۔ جو موجودات میں کسی خارجی قوت کا قائل نہیں ہے۔ اور ممکنات کے وجود اور بقاء میں کسی علت واجبہ کو مؤثر نہیں جانتا ہے۔ یا اگر جانتا ہے تو اس علت کو قادر مطلق نہیں جانتا ہے۔ بلکہ عاجز قصور کرتا ہے۔ ورنہ جو شخص قائل ہے۔ اور اعتقاد رکھتا ہے۔ کہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (بیشک خدا ہر ایک شے ہر ایک امر پر قادر ہے)۔ اس کے وہم وگمان میں بھی یہ شبہ اور یہ اعتراض نہیں آ سکتا۔ اس طرف کبھی اس کا ذہن دتصور بھی نہیں جا سکتا چہ جائیکہ اس پر یقین ہو۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کہنا اور اعتقاد رکھنا اور یہ کہنا کہ ایک وجود کا ہزار سال تک رہنا محال ہے خدا کسی وجود کو اتنی مدت باقی نہیں رکھ سکتا۔ ایک دوسرے کے بالکل متناقض ہے خدا ایک وجود کو لاکھ برس تک باقی رکھ سکتا ہے۔ اور وہ قادر ہے۔ کہ ایک لاکھ بلکہ ایک کروڑ برس بلکہ کروڑہا برس ایک وجود کو ایک ہی حالت پر باقی رکھے اور رکھتا ہے۔ اور وجود ملائکہ اس کی حسی دلیل ہے۔ اور پھر جس کو جس حالت میں پیدا کیا ہے اُسی حالت پر باقی ہے۔ جو رکوع میں ہے۔ وہ رکوع میں ہے۔ جو سجود میں ہے وہ سجود میں ہے۔ جو قیام میں ہے وہ قیام میں ہے۔ اور ان کے لئے قطعاً

ترقی طولی نہیں ہے جس فطرت پر خلق ہوئے ہیں۔ اسی پر باقی ہیں۔ وما منا الا له مقام معلوم ان کا مقولہ قرآن میں مذکور ہے۔ اور اسی کی تعبیر میں سر اللہ فی العالمین امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں۔ فَتَقَ مَا بَيْنَ السَّمٰوَاتِ الْعُلٰى فَمَلَأَهُنَّ اَطْوَارًا مِنْ مَلَائِكَتِهِ مِنْهُمْ سُجُوْدٌ لَا يَرْكَعُوْنَ وركوع لا ينتصبون وصافون لا يتزايلون ومسبحون لا يسأمون لا يغشاهم نوم العيون ولا سهو العقول ولا فترة الابدان ولا غفلة النسيان الخ۔ پھر خدا نے بلند آسمانوں کو چیر اور ان کو بدرجاتِ مختلفہ ملائکہ سے پُر کر دیا۔ پس بعض فرشتے تو سجدے میں ہیں، کبھی رکوع نہیں کرتے۔ اور بعض رکوع میں ہیں۔ کبھی سیدھے نہیں ہوتے۔ اور بعض صف بستہ برابر کھڑے ہوتے ہیں۔ ذرا جنبش نہیں کرتے اور اپنی جگہ سے نہیں ہٹتے۔ اور بعض ہمیشہ تسبیح خدا میں مشغول ہیں۔ کبھی تنگ دل اور ملول نہیں ہوتے۔ نہ ان کو نیند آتی ہے اور نہ کبھی ان کی عقول کو سہو عارض ہوتا ہے۔ نہ ان کے بدن کبھی سست اور ضعیف ہوتے ہیں۔ اور نہ انہیں غفلت نسیان عارض ہوتی ہے ہمیشہ ایک ہی حالت میں ہیں۔ اور جب تک خدا چاہے گا رہیں گے وهو على كل شئ قدير۔ و قال الله تبارك و تعالى فان استكبروا فالذين عند ربك يسبحون له بالليل والنهار وهم لا يسأمون اگر یہ لوگ میری عبادت سے استکبار کرتے ہیں۔ تو کریں۔ پس وہ لوگ جو تیرے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات اور دن اس کی تسبیح کئے جاتے ہیں۔ اور تنگ نہیں ہوتے ہیں۔ جس وقت سے پیدا ہوئے ہیں آج تک باقی ہیں۔ اور ان کے قویٰ میں کوئی فرق نہیں۔ جن ابو البشر سے پہلے سے موجود ہیں۔ اور ابلیس حضرت آدمؑ سے ہزاروں برس پہلے خلق ہوا ہے۔ اور قرآن شریف میں اہل بہشت و دوزخ کا ذکر ہے۔ اور بہشتی ایک حالت میں ہمیشہ ہمیشہ بہشت میں زندہ و سلامت رہیں گے۔ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّهُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَهُمْ فِيْمَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ وہ اپنی تمام خواہشات اور نعمتوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کوئی چیز متغیر اور متبدل نہ ہوگی۔ جب ایک انسان لاکھوں برس بلکہ کروڑوں برس باقی رہ سکتا ہے تو ہزار دو ہزار برس باقی رہنا کیا مشکل ہے۔ اور کونسی عقل اس کو مستبعد جان سکتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہم خدا کی قدرت میں شک نہیں کرتے۔ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ بلکہ بقاء وجود انسانی کو بعید از عقل سمجھتے ہیں۔ تو ہم کہیں گے۔ ہم کب اس کے قائل ہیں۔ کہ وہ وجود خود بخود بنفسہ باقی ہے۔ بلکہ

باقی بہ ابقاء اللہ ہے۔ خدا اس کو اپنی قدرت کاملہ سے باقی رکھتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ بقاء اہل بہشت اور ہے اور بقاء اہل دنیا اور۔ اور ایک کا دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ تو ہم کہتے ہیں۔ کہ ہم اہل بہشت کا اہل دنیا پر قیاس نہیں کرتے۔ بلکہ ذکر قدرتِ خدا کا ہے۔ کہ وہ ہر شے پر قادر ہے اور ایک وجود کو لاکھوں برس زندہ رکھ سکتا ہے۔ اور اہل بہشت کی مثال محض خصم کے مشاہدے کے لئے دی ہے۔ نہ بغرض قیاس بر اہل دنیا۔ اور قدرت من حیث ہو قدرت میں کوئی فرق نہیں ہے ثبوت یہیں یہاں صرف اس کا دینا ہے۔ کہ ایک وجود کا لاکھوں برس زندہ رہنا ممکن ہے۔ ایک انسان لاکھوں برس زندہ رہ سکتا ہے۔ اور خدا قادر ہے۔ کہ ایک وجود کو کروڑوں برس زندہ رکھے اور ایک ہی حالت میں رکھے۔ اور اس لئے اس لحاظ سے بقاء وجود امام مہدی میں اہل ایمان کے نزدیک کوئی استحالہ نہیں ہے۔ اور ہرگز قابل ایراد و اعتراض نہیں ہے۔ اور وقوع کے لئے دلائل آچکی ہیں۔ اور آئندہ آتی ہے۔ اور نظائر پیش نظر مشاہد و محسوس ہیں۔ اور خلاصہ یہ ہے۔ کہ خدا کی قدرت مطلقہ تامہ کاملہ کا قائل کبھی یہ اعتراض نہیں کر سکتا۔ اور اب ہم بدلائل عقلیہ اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ اوّل اگر موجودات و مکونات عالم میں غور کیا جائے اور دیکھا جائے۔ کہ بعض اجسام تو ایسے نظر آتے اور پائے جاتے ہیں۔ کہ وہ بہت تھوڑے دنوں میں فناء ہو جاتے ہیں۔ اور بعض بظاہر نازک و ضعیف جسم دیر تک باقی رہتے ہیں۔ بڑی بڑی پتھر کی سلیں کہ کچھ عرصے میں نیست و نابود ہو جاتی ہیں۔ اور ذرا ذرا سے الماس کے ٹکڑے مدتہا باقی رہتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ پھر ہم نباتات میں مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض نازک اور ضعیف الخلقت پودے اور بوٹے شدید سردی کی برداشت کر لیتے ہیں۔ اور بعض جسیم اور قوی پودے سردی میں جل جاتے ہیں۔ بعض اوقات بڑے بڑے آم کے بوٹے برف سے جل جاتے ہیں۔ اور بعض نازک زراعتیں برف کے نیچے سرسبز رہتی ہیں اور پرورش پاتی ہیں۔ و بالعکس نباتات میں بعض کی عمر چند دن کی اور بعض کی چند ماہ کی اور بعض کی برسوں کی اور بعض کی ہزار برس کی ہوتی ہے۔ بعض درخت ہزارہا برس باقی رہتے ہیں۔ جیسے برگد وغیرہ۔ اور بعض دوسرے اسی جسامت و قد و قامت کے تھوڑے عرصے میں فناء ہو جاتے ہیں۔ یہی حال حیوانات کا ہے۔ اور ان تمام مکونات میں غور کرنے سے ایک عاقل اس میں شک نہیں کر سکتا۔ کہ بقاء اشیاء صورت جسمانی ظاہری پر موقوف نہیں ہے۔ اگر جسمانیت ظاہری اور صورت ظاہری پر دار و مدار حیات و بقا ہوتا۔ تو چاہیے تھا۔ کہ ہر ایک وجود جو بظاہر قوی الجثہ ہو دیر تک باقی رہے۔ اور ہر ایک جسیم آدمی کی عمر زیادہ ہو۔ حالانکہ مشاہدہ بالکل اس کے خلاف ہے۔ پس یقیناً بقا و حیات اشیاء قوتِ باطنی

پر موقوف ہے۔ اور ہم باب معیار امامت اور معجزات میں ذکر کر چکے ہیں۔ کہ ہر ایک شے ایک قوتِ باطنی ملکوتی رکھتی ہے۔ وَبِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اور مابہ القوام ومابہ الوجود وہی قوتِ ملکوتی باطنی ہے۔ اور جب مابہ القوام اور مابہ الحیات والبقاء قوتِ باطنی ملکوتی ہے۔ تو جس شے میں قوتِ ملکوتی قوی تر اور اشد واکد ہوگی۔ وہ زیادہ دیرپا اور قائم و باقی ہوگی۔ اور یہی وجہ ہے کہ بعض نباتات ضعیفہ دیر تک باقی رہتی ہیں۔ اور سردی وگرمی کی متحمل ہوتی ہیں۔ اور بعض بڑے بڑے درخت اس کے متحمل نہیں ہو سکتے اسی طرح حیوانات میں پس ممکن ہے۔ کہ ایک انسان کی قوتِ ملکوتی بہ نسبت دوسرے انسان کے قوی ہو۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ نبی اور امام حجتِ خدا اور خلیفہ کی قوت ملکوتی دوسرے انسانوں سے بڑھی ہوئی ہو۔ اور جب اس کی قوتِ ملکوتی باطنی جو مابہ الحیات اور مابہ البقاء اور مابہ القوام والقیام ہے دوسرے انسانوں سے بڑھی ہوئی ہو۔ تو تمام دوسرے انسانوں سے اس کی عمر کا زیادہ ہونا اور دیر تک باقی رہنا بھی ممکن ہے۔ اور جب ہم باب مذکور میں ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قوتِ ملکوتی نبی و امام تمام بنی نوع انسان سے اقوےٰ واکمل ہوتی ہے۔ بلکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ قوتِ ملکوتی خاتم النبیینؐ اور امام مطلق تمام مخلوقات سے اقوےٰ واکمل واشد واکد ہے۔ بلکہ مظہرِ قدرت و مرکزِ قوتِ ملکوتی باطنی یہی ہیں۔ تو ان کی بقاء اور ان کے قوام وقیام میں شک وشبہ محض جہالت ہے۔ وہ تمام افرادِ امت سے زیادہ عمر پا سکتے ہیں۔ بلکہ تمام موجودات سے زیادہ عمر تک باقی رہ سکتے ہیں۔ اور عوام سے خواص کا قیاس نہیں ہو سکتا ہے۔ اور عام کا ہر ایک حکم ہر خاص کو شامل نہیں ہے۔ اور نہ ہر خاص کا ہر ایک حکم عام کے لئے ثابت ہے۔ فافہم۔ اور مسلّم ہے اور ہم ثابت بھی کر چکے ہیں کہ حجج اللہ اور خلفاء اللہ و اولیاء کا دوسرے لوگوں پر قیاس نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ دارائے روح قدس ہوتی ہیں جو فوق ارواح ہے۔ اور بقاء و حیات ان کی غیر بقاء و حیات عامۂ ناس ہے۔ خصوصاً حجت مطلق و خلیفہ مطلق و ولی مطلق کا قیاس کسی دوسرے شخص پر نہیں ہو سکتا۔ ع

این زمین را آسمانے دیگر است

خصوصاً جبکہ وہ وجہ اللہ وجنب اللہ ویداللہ وعین اللہ ونفس اللہ وروح اللہ ہوں۔ اور خداوند عالم فرماتا ہے۔ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ " ہر ایک شے جو زمین پر ہے وہ فنا ہونے والی ہے مگر وجہ اللہ کہ صاحب جلال و بزرگی ہے "۔ وجہ اللہ کو فنا نہیں ہے۔ اور یہاں سے واضح ہے۔ کہ یہاں خدا موجوداتِ ارضی کا ذکر فرماتا ہے کہ فناء ہو جانے والی ہیں۔ اور پھر ان تمام موجودات ارضی میں سے وجہ اللہ کو مستثنےٰ فرماتا ہے۔ پس ضرور یہ وجہ اللہ انہی موجودات

ارض سے ہے۔ ورنہ کوئی وجہ صحیح استثناء کی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ غیر ارضی اس حکم میں پہلے ہی داخل نہیں ہیں۔ ان کو مستثنےٰ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور کلام حکیم میں کوئی لفظ بلا علت نہیں ہو سکتا۔ اور یقیناً ذاتِ خدا کی شان اس سے بزرگ و برتر ہے۔ وہ نہ ارضی ہے نہ سماوی۔ وہ "مَنْ عَلَيْهَا" میں داخل نہیں ہے۔ اور جب وہ "مَنْ عَلَيْهَا وَمَنْ عَلَى الْاَرْضِ" میں داخل نہیں ہے۔ تو اس کا استثناء محض بے فائدہ اور لغو ہے۔ اور کلامِ خدا اس سے ارفع ہے۔ پس لابدیہ وجہ اللہ موجوداتِ ارضی سے ہے۔ اور اس کو فناء نہیں ہے۔ اور فناء تفرق اجزاء مادیہ کا نام ہے۔ پس معلوم ہوا کہ وجہ اللہ تفرق اجزاء مادیہ سے مستثنےٰ ہے۔ اور یہ وجہ اللہ وہ وجود مبارک ہیں۔ جو مابہ التوجہ الی اللہ ہیں۔ جن کے ذریعہ سے اور جن کی وجہ سے خدا تک پہنچا جاتا ہے۔ اور جن کی طرف توجہ کرنا خدا کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ اور ایسے وجود محمد و آل محمد ہیں۔ کہ واسطہ مطلقہ ہیں۔ پس وہ وجہ اللہ ہیں۔ اور اسی لئے فرماتے ہیں۔ نَحْنُ وَجْهُ اللّٰهِ الْبَاقِيْ بَعْدَ فَنَاءِ كُلِّ شَيْءٍ۔ ہم ہی وہ وجہ اللہ ہیں۔ جو تمام اشیاء کی فناء کے بعد بھی باقی رہنے والے ہیں۔ اور امام زمانؑ کے لئے زیارت میں آیا ہے۔ وَجْهُ اللّٰهِ الَّذِيْ يَتَوَجَّهُ اِلَيْهِ الْاَوْلِيَآءُ۔ وہ وجہ خدا ہے جس کی طرف اولیاء اللہ متوجہ ہوتے ہیں۔ تاکہ خدا تک پہنچیں اور قرب خدا حاصل کریں۔ وَقَالَ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ۔ ہر ایک شے ہلاک ہونے والی ہے مگر وجہ اللہ کو ہلاکت نہیں ہے۔ اور وجود وجہ اللہ بعدِ فناء و ہلاکت اشیاء ضروری ہے۔ کیونکہ اسی کے ساتھ حشر و نشر ہونا ہے۔ وَيَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ۔ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ۔ اور اسی واسطے فرمایا ہے۔ کہ حجتِ خدا وہ ہے۔ جو قبل خلق بھی موجود ہو۔ اور بعد خلق بھی موجود رہے۔ اور خلق کے ساتھ بھی موجود ہو۔ پس ان وجودوں کا قیاس جو وجہ اللہ ہوں اور جو فناء ہلاکت سے مستثنےٰ ہوں دوسرے لوگوں پر کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور ان کی بابت ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ کہ وہ بصورت ظاہری جسمانی اتنی مدت ہزار سال یا دو ہزار سال زندہ نہیں رہ سکتے۔ بلکہ جب تک بھی خدا چاہے اسی صورت میں باقی اور زندہ رہیں گے۔ درآنحالیکہ ان کے قویٰ میں بھی فرق نہ آئے۔ وھو الحق۔ ثانیاً علم مافوق الطبیعہ و فلسفہ الٰہیہ میں ثابت ہے۔ کہ ممکن من حیث ہو ممکن کا عدم و وجود مساوی ہے۔ اور احد الطرفین کو دوسرے پر ترجیح نہیں ہے۔ اور اس لئے اپنے وجود میں محتاج علتِ موجدہ ہے۔ اور جس طرح وہ اپنے وجود میں محتاج علت ہے۔ اسی طرح اپنی بقاء میں محتاج علت ہے۔ اور یہ بھی مسلم و محقق ہے۔ کہ علتِ موجدہ اور علتِ مُبقیہ واجب الوجود ہے۔ اور بقاء جمیع ممکنات معیتِ قیومیہ سے وابستہ ہے۔ واجب حی قیوم تمام ممکنات کو باقی و قائم رکھنے والا ہے۔ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔ هُوَ۔ واجب ہے کہ

مقام ممکن اور مع معیت واجب قیوم۔ اگر ایک چشم زدن کے واسطے معیت قیومیہ ممکن کے ساتھ نہ رہے ممکن فناء ہو جائے۔ پس جب بقاء وقیام ممکنات نہ بنفس وجود اشیاء ہے بلکہ بمعیت واجب قیوم تو یہ ممکن ہے۔ کہ جب تک معیت قیومیہ کا اس سے تعلق رہے۔ وہ شے باقی رہ سکتی ہے۔ اور وہ ہرگز فناء نہیں ہو سکتی۔ اور ثابت ہے۔ کہ جس شے کا ملکوت اشد واقوی واکد ہو۔ اسی قدر معیت قیومیہ اشد واقوی واکد ہو گی۔ اور وجود حجۃ اللہ ایسا ہی ہے۔ لہٰذا جو معیت قیومیہ حجت اللہ سے ہے وہ کسی سے نہیں ہے اور اس لئے ان کی بقاء سب سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ اور درباب نبوت قول حکماء ہے۔ کہ عَنَایَۃُ اللّٰہِ بِہٖ اَکْثَرُ۔ توجہ وعنایت الٰہی اس کے ساتھ سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ بخصوصاً وہ وجود جن کے اور خدا کے درمیان میں کوئی اور واسطہ نہ ہو۔ اور وہی درمیان خالق ومخلوق واسطہ ہوں۔ ان کی معیت قیومیہ کا کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے ان کی بقاء اور قیام اور قوام کا بھی کوئی اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اور خصوصاً جب کہ ثابت ہو۔ کہ وہ موجود مقام امکان ذاتی سے گزر کر مقام وجوب غیری پر پہنچا ہوا ہو۔ اس صورت میں کیوں کر ممکن ہے۔ کہ اس کی بقاء وفناء کا دوسرے وجودوں سے قیاس کیا جائے۔ درآنحالیکہ ثابت ہو۔ کہ ان کا وجود بنفسہ ولنفسہ نہیں ہے۔ بلکہ وجود لغیرہ ہے۔ اور وجود حجۃ اللہ وجود لنفسہ ہے نہ لغیرہ۔ اس لئے کہ اصل غرض وغایت وہی ہیں نہ مخلوق۔ وہی خلیفہ مظہر کمال صانع ہیں۔ اور غایت ذی الغایت سے افضل ہے۔ اور موجود لنفسہ کا قیاس موجود لغیرہ پر باطل۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ ایسے وجود محمد وآل محمد ہیں۔ اور وہی غرض وغایت خلقت ہیں۔ ولولاک لما خلقت الافلاک۔ وہ بقاء کے واسطے خلق کئے ہیں نہ فناء کے واسطے۔ اور ان کی فناء ظاہری بھی دوسروں کے وجود بقاء سے بہتر ہے۔ ان کی حیات غیر حیات عامہ ناس ہے۔ ان کی بقاء غیر بقاء عامہ ناس ہے۔ اور تعلق صانع و خالق چشم زدن کے واسطے ان سے منقطع نہیں ہے۔ بلکہ رشتہ حیات عالم وہی ہیں۔ اور شیرازہ عالم انہی سے وابستہ ہے۔ اگر وہ زمین سے اٹھ جائیں۔ زمین درہم وبرہم ہو جائے۔ بلکہ زمین مع اہل زمین نیست ونابود ہو جائے۔ ان کے لئے ہزار سال اور دو ہزار سال زندہ رہنا مساوی ہے۔ بہرحال بقاء و قیام اشیاء ممکنہ معیت قیومیہ پر ہے۔ اور معیت قیومیہ کے تعلق کے لئے کوئی حد اور کوئی وقت ہم مقرر نہیں کر سکتے۔ اور ہرگز نہیں بتلا سکتے۔ کہ فلاں وجود سے کب معیت قیوم جدا ہو جائے گی۔ اور فلاں وجود سے کب تک باقی رہیں گی۔ جب تک وہ باقی رہے۔ وہ باقی رہ سکتا ہے۔ اور یہ کہنا محض نادانی اور علوم عقلیہ واصول فطریہ ومقام ومرتبہ حجۃ اللہ وخلافت الٰہیہ سے ناواقفیت پر موقوف ومبنی ہے۔ کہ ایک وجود کا ایک ہزار سال یا اس سے کم وزیادہ مدت تک باقی رہنا محال ہے۔ اور اس لئے امام مہدی

اتنی مدت زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی وجہ سے اوّل معرفت امام واجب ہے۔ اور صرف علم اجمالی۔ اور
صرف اس کا نام جان لینا کافی نہیں ہے مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً
الْجَاهِلِيَّةِ مِيْتَةَ كُفْرٍ وَشِرْكٍ وَنِفَاقٍ ؛

ثالثاً۔ اس میں شک نہیں کہ اجسام و ابدان مرکب ہیں عناصر اربعہ آب و آتش و خاک و باد سے
اور ان سے جو کیفیت اتحادیہ پیدا ہوتی ہے۔ اس کو اصطلاح میں مزاج کہتے ہیں۔ یعنی ہر ایک دوسرے
کی سورت اور تیزی کو توڑ دیتا ہے۔ یعنی پانی آگ کی تیزی۔ خاک کی یبوست اور ہوا کی حرارت کو توڑتا
اور کم کرتا ہے۔ آگ پانی کی برودت کو اور خاک اس کی رطوبت کو۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور اس طرح سے
پانی کی برودت و رطوبت ہوا کی حرارت خاک کی یبوست اور آگ کی سوزش کم ہو کر سب میں ایک
حالت امتزاجی اتحادی اعتدالی پیدا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حکما نے مزاج کی یہ تعریف کی ہے ان البسائط اذا
تصغرت واجتمعت فی المرکب وفعل بعضها فی بعض بقواها وکسر کل واحد منها
سورة کیفیة الاخری تحصل کیفیة متوسطة توسطا ما بین الکیفیات المتضادة الخ
یعنی بسائط اربعہ پانی۔ ہوا۔ آگ اور خاک جب چھوٹے چھوٹے ہو جائیں۔ اور کسی مرکب میں جمع ہو جائیں
جیسے جسم انسان مثلاً۔ اور ہر ایک دوسرے میں اپنی طبعی قوتوں سے اثر کرے اور ہر ایک دوسرے
کی کیفیت کی تیزی کو توڑ دے۔ اور کم کر دے۔ مثلاً پانی آگ کی سوزش کو اور آگ پانی کی برودت کو جیسا کہ
گزرا۔ تو ان کیفیات متضادہ کے درمیان ایک کیفیت متوسطہ (درمیانی درجہ) پیدا ہو جائے گی اس کا نام مزاج
ہے۔ جیسے مزاج حیوان و مزاج نبات وغیرہ۔ اور شیخ ابو علی ابن سینا شیخ الرئیس نے کلیات قانون میں
یہ تعریف کی ہے۔ المزاج کیفیة تحدث من تقابل کیفیات متضادة موجودة فی عناصر
مصغرة الاجزاء لتماس اکثر کل واحد منها اکثر الآخر اذا تفاعلت بقواها بعضها فی
بعض حدث من جملتها کیفیة متشابهة فی جمیعها هو المزاج ولان القوی الاولیة
فی الارکان المذکورة اربع هی الحرارة والبرودة والرطوبة والیبوسة فتبین ان المزاجات
فی الاجسام الکائنة الفاسدة انما یکون عنها یعنی مزاج ایک کیفیت ہے۔ جو کیفیات متضادہ موجودہ
عناصر مصغرۃ الاجزاء کے تقابل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس طرح پر کہ اکثر حصہ ہر ایک کیفیت کا دوسرے
سے مماس ہو جائے اور مل جائے۔ کہ جب وہ ایک دوسرے میں اپنے قوے سے اثر کریں۔ ان
سب سے ایک کیفیت امتزاجیہ متشابہ پیدا ہو جائے یہی مزاج ہے۔ اور چونکہ قوائے ارکان اربعہ
(خاک و آب و آتش باد) چار ہیں۔ حرارت۔ برودت۔ رطوبت اور یبوست۔ اس سے ظاہر ہوا۔ کہ مزاج

ان اجسام کائنہ فاسدہ ارضیہ ہیں انہی قوئے سے پیدا ہوتے ہیں۔ یعنی مزاج حرارت۔ برودت۔ رطوبت اور یبوست کے تماس وتفاعل یکدیگر سے پیدا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ شیخ نے جو یہاں مزاج کی تعریف اور اس کی بحث کی ہے۔ وہ بلحاظ بدن انسانی اور انسانی مزاج کے ہے۔ کیوں کہ موضوع طب بدن انسان ہی ہے بحیثیت صحت وسقم۔ جیسا کہ آئندہ عبارت شیخ سے اس کی تصریح ہوتی ہے۔ لیکن صدق مطلق تعریف مطلق مزاج پر مخفی نہیں ہے۔ آدر صاحب شرح الموجز تعریف مزاج میں فرماتے ہیں۔

المزاج ھو کیفیۃ متوسطۃ بین الکیفیات الاربع توسطا ملحادثۃ عن العناصر اذا تصغرت اجزائھا وتماست حصل بینھا فعل وانفعال اور حکماء واطباء کے نزدیک بقاء طبعی جسم و بدن کی اس وقت تک ہے جب تک یہ مزاج اپنے حد اعتدال میں باقی ہے۔ جہاں احد القوئے کا غلبہ ہوا۔ موت طبعی واقع ہو جائے گی۔ اور جسم باقی نہ رہے گا۔ اگر حرارت باقی قوئے پر غالب ہو جائے۔ تو موت واقع ہو جائے گی۔ اگر یبوست غالب ہو جائے۔ تب موت واقع ہو جائے گی۔ اگر رطوبت غالب آجائے تب موت واقع ہو جائے گی۔ اور اکثر حرارت کے کم ہونے اور دیگر قوئے کے غالب آجانے سے موت و فناء واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی عبارت شیخ سے ظاہر ہوتا ہے۔ جہاں کہ لکھتے ہیں ثم

یجب ان یعلم ان الحرارۃ بعد مدۃ من الوقوف تاخذ فی الانتقاص لانتشاف الھواء المحیط مادتھا التی ھی الرطوبۃ ولمعاونۃ الحرارۃ الغریزیۃ التی ھی ایضا من داخل ومعاضدۃ الحرکات البدنیہ والنفسانیۃ الضروریۃ فی المعیشۃ لہ بعجز الطبیعۃ عن مقاومۃ ذلک دائما فان جمیع القوی الجسمانیۃ متناھیۃ وبین ذلک فی العلم الطبعی فلا یکون فعلہا فی ایراد المواد دائما ولو کانت ھذہ القوی ایضا غیر متناھیۃ وکانت دائمۃ الایراد لبدل ما یتحلل علی السواء بمقدار واحد ولکن کان التحلیل لیس بمقدار واحد بل یزداد دائما کل یوم لما کان البدل یقادم التحلل ولکان التحلل یفنی الرطوبۃ فکیف والامران کلاھما متظاھران علی ھیئۃ النقصان والتراجع

پھر یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ بعد سن وقوف قوت حرارت کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ہوائے محیط اس کے مادہ یعنی رطوبت کو خشک اور جذب کرتی ہے۔ اور حرارت غریزیہ اس کی داخل جسم سے معین ہوتی ہے۔ اور حرکات بدنیہ ونفسانیہ ضروریہ اس کی معاضد اور طبیعت اس کے مقابلہ اور مقاومت سے عاجز۔ کیونکہ تمام قوائے جسمانیہ متناہی ہیں۔ اور علم طبعی میں یہ بیان ہے۔ پس ان کا فعل ایراد مواد میں دائمی نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ غیر متناہی بھی ہوتیں۔ اور بدل ما یتحلل بمقدار مساوی برابر وارد کرتی

رہتیں۔ لیکن تحلیل بدنی ہمیشہ ایک مقدار میں نہیں ہے۔ بلکہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ تو بدل تحلل کا
مقابلہ و مقاومت نہ کر سکتا۔ اور تحلل رطوبت کو فنا کر دیتا کیونکہ سن شیخوخیت کی جانب تحلل بدنی بڑھتا
ہے۔ اور جسم گھلتا جاتا ہے۔ اور اس کی تلافی نہیں ہوتی) پھر جب یہ دو امر بھی تہیہ نقصان پر معاون
ہوں۔ کیونکہ بدل و تحلل مساوی رہے گا اور رطوبت قائم رہے گی۔ ولذا کان کذالک وجب ضرورۃ
ان تفنی المادۃ فتنطفی الحرارۃ خصوصا اذا یعین علی انطفائھا بسبب عون المادۃ سبب
آخر والرطوبۃ الغریبۃ التی تحدث دائما لعدم الغذاء الحضم فتعین علی اطفائھا
من وجھین احدھما بالخنق والغمر والآخر بمضادۃ الکیفیۃ لان تلک الرطوبۃ تکون
بلغمیۃ باردۃ وھذا ھو الموت الطبعی المؤجل لکل شخص بحسب مزاجہ الاول الی تحفظ
القوۃ فی حفظ الرطوبۃ ولکل واحد منھم اجل مسمی وھو مختلف فی الاشخاص لاختلاف
الامزجۃ فتلک ھی الاجال الطبیعیۃ رب ایسا ہی ہے۔ تو یہ ضروری ہوا۔ کہ حرارت بجھ جائے۔
خصوصاً جبکہ اس کے انطفاء پر سوائے مادہ اور کوئی دوسرا سبب بھی معین ہو۔ اور وہ رطوبت غریبہ
ہے۔ جو غذا کے خوب ہضم نہ ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ رطوبت دو طرح سے اس کے
اطفاء پر مدد دیتی ہے۔ ایک تو اس طرح پر کہ غالب آکر اس پر محیط ہو جاتی ہے۔ اور اس کو اپنے میں جذب و
غرق کر لیتی ہے۔ اور دوسرے اس طرح پر کہ کیفیت متضادہ پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ یہ رطوبت سرد بلغمی
ہوتی ہے۔ اور یہی موت طبعی ہے۔ جو ہر شخص کے لئے مقرر ہے۔ بلحاظ مزاج اول اس حد تک جہاں تک
کہ قوت حفظ رطوبت کو متضمن ہے۔ اور ہر ایک شخص کی ایک اجل معین ہے۔ اور وہ ہر ایک شخص
کے مزاج کے موافق مختلف ہے۔ (کسی کی ایک دن۔ کسی کی ایک سال کسی کی دس اور کسی کی بیس۔ کسی کی
سو سال اور کسی کی دو سو اور کسی کی تین سو اور کسی کی ہزار سال وغیرذالک) ہمیں یہاں مسائل طب پر بحث
منظور نہیں۔ اور نہ یہاں ہمارا یہ منصب ہے۔ یہاں صرف یہی دکھلانا ہے۔ کہ از روئے طب بقاء اجسام
و ابدان بقاء مزاج پر موقوف ہے۔ اور حسب اختلافات امزجہ اجل ہر ایک انسان کی جداگانہ ہے۔ اور
زیادتی کا ہر ایک میں امکان ہے۔ اور اصول و قوانین حکمیہ ہرگز اس کے امکان کی حد معین نہیں کر سکتے۔
اور جو عمر طبعی انسانی ہر زمانے میں قرار دی گئی ہے۔ وہ محض استقرائی ہے نہ برہانی نہ لمی نہ انی۔ پس بیشک ثبت
ہر ایک کے لئے ایک علیحدہ اجل مسمیٰ ہے۔ مگر کوئی شخص کسی کی بابت اس کی اجل اور عمر کی حد مقرر نہیں کر سکتا
کیونکہ اجل مسمیٰ ضرور ہے اور وہ مختلف ہے۔ اور ہمارا علم اس کو محیط نہیں۔ بلکہ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ اجل مسمیٰ
عنداللہ اور علم خدا میں ہے۔ وَقَالَ الْمُتَکَلِّمُوْنَ اَجَلُ الْحَیَوَانِ ھُوَ الْوَقْتُ الَّذِیْ عَلِمَ اللہُ تَعَالٰی بُطْلَانَ

حَیَاتِہٖ فِیْہِ اجل ہر ایک ذی حیات کی وہ وقت ہے جس میں خدا کے نزدیک اور خدا کے علم میں اس کی حیات باطل ہونے والی ہے۔ وَلَایَعْلَمُہٗ اِلَّا ھُوَ۔ للہٰذا یہ کہنا کہ کوئی انسان اتنی مدت زندہ نہیں رہ سکتا اور اس قدر طول عمر جو صاحب الزمانؑ کے لئے ثابت کی جاتی ہے محال ہے محض جہالت پر مبنی ہے اور اصول سے نا واقفیت کا نتیجہ ہے ؛

اب یہ یاد رکھنا چاہئے کہ حکماء و اطباء جو اجسام میں درمیان عناصر متضادہ و قوائے متباینہ ایک کیفیت اتحادیہ اعتدالیہ کے قائل ہیں اور اس کو مزاج کہتے ہیں۔ اس اعتدال سے مراد ان کی اعتدال حقیقی نہیں ہے۔ بلکہ اعتدال اضافی ہے۔ بلکہ تمام اطباء اعتدال حقیقی کے وجود کے قائل نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ خارج میں اس کا وجود ہی نہیں ہے۔ چنانچہ عبارت نفیسی یہ ہے۔ وَذَالِكَ الْمُعْتَدِلُ الْحَقِیْقِیُّ لَا وُجُوْدَ لَهٗ فِی الْخَارِجِ الخ۔ اور اس معتدل یعنی معتدل حقیقی کا خارج میں کوئی وجود نہیں ہے۔ اور کوئی موجود ایسا نہیں ہے جو مزاج معتدل حقیقی رکھتا ہو۔ اور شیخ کا بیان یہ ہے جو مزاج کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ وذالك اما بحسب ما یوجبہ القسمۃ العقلیۃ بالنظر المطلق غیر مضاف الی شیء فهو علی وجھین فی احد الوجھین ان یکون المزاج معتدلا علی ان یکون المتقادیر من الکیفیات المتضادۃ فی الممتزج متساویۃ متقاومۃ و یکون المزاج کیفیۃ متوسطۃ بینھا بالتحقیق والوجہ الثانی ان لا یکون المزاج بین الکیفیات المتضادۃ وسطا مطلقا ولکن یکون امیل علی احد الطرفین اما فی احد المتضادتین ھی البرودۃ والحرارۃ والرطوبۃ والیبوسۃ و اما فی کلتیھما لکن المعتبر فی صناعۃ الطب بالاعتدال والخروج عن الاعتدال لیس ھذا ولا ذلك بل یجب ان یتسلم الطبیب من الطبیعی ان المعتدل علی ھذا المعنی المحال لا یجوز ان یوجد اصلا فضلا ان یکون مزاج انسان او عضو انسان ثم ان تعلم ان المعتدل الذی یستعملہ الاطباء فی مباحثھم مشتق لا من التعادل الذی ھو التوازن بالسویۃ بل من العدل فی القسمۃ و ھو ان یکون قد توفر فیہ علی الممتزج بدنا کان بتمامہ او عضوا من العناصر بکمیاتھا وکیفیاتھا القسط الذی ینبغی لہ فی المزاج الانسانی علی اعدل قسمۃ ونسبۃ لکنہ قد یعرض لہ ان یکون ھذہ القسمۃ التی یتوفر علی الانسان قریبۃ جدا من المعتدل الحقیقی الاول وھذا الاعتدال المعتبر بحسب ابدان الناس۔ انتہی

ان عبارات سے صاف ثابت ہے کہ معتدل حقیقی کا وجود ہی نہیں۔ بلکہ شیخ کے قول سے ثابت ہے کہ اس کے

نزدیک کوئی معتدل حقیقی موجود ہی نہیں ہو سکتا۔ اور اسی بیان سے یہ بھی ثابت ہے۔ کہ علم طب میں
اعتدال اضافی معتبر ہے۔ اور اضافت کے لحاظ سے اس کے بہت سے درجات ہو سکتے ہیں۔ اور اس
لئے جو مزاج جس قدر اعتدال حقیقی سے قریب تر ہوگا۔ اسی قدر وہ معتدل تر ہوگا۔ اور وہ اشرف واعلے اور
اکمل ہوگا۔ اور اس میں شک نہیں ہے۔ کہ انسان آخر درجہ مکونات ہے۔ اور درجہ ششم مکونات میں واقع
ہے۔ اور وہ اشرف مخلوقات شمار ہوتا ہے۔ پس مزاج انسان یا اعتدال مزاجی انسانی سب سے اشرف
ہوگا۔ ولذا قال الحکماء اعدل الامزجة ای اقربها الی الاعتدال الحقیقی مزاج الانسان فانّ مزاج
کل نوع معتدل بالنسبة الیه لکن اذا اعتبرت امزجة الانواع کان اقربها الی الاعتدال
الحقیقی مزاج الانسان لان النفس الناطقة التی تتعلق به اشرف واکمل ولا بخل
فی افاضة المبدء بل هی بحسب استعداد القوابل فدل ذلک علی ان استعداد الانسان
بحسب مزاجه اشد فیکون مزاجه الی الاعتدال الحقیقی اقرب لان اشرف الامزجة ما
کانت فیه الاضداد وتباطلت علی السویة وهو المعتدل الحقیقی لکنه لم یکن موجودا
فان الاشرف ما یکون اقرب منه فمزاج المعدن لبعده عن الاعتدال تفیض علیه
صورة تحفظ عناصره من الانفکاک ومزاج النبات بکونه قریبا من الاعتدال
الحقیقی قریبا ما تفیض علیه نفس هی مبدء حفظ العناصر والاحتراز والنشو والنماء
وتولید المثل ومزاج الحیوان بکونه اقرب الی الاعتدال منه تفیض علیه نفس هی
مبدء لما ذکر من النبات والحس والحرکة الارادیة ومزاج الانسان بکونه اقرب
الی الاعتدال الحقیقی من الکل تفیض علیه نفس هی مبدء لما ذکر فی الحیوان وللتعقلات
واعدل اصنافه سکان خط الاستواء انتهیٰ یعنی معتدل ترین مزاج یعنی اقرب الی الاعتدال حقیقی مزاج انسان
ہے۔ اس لئے کہ ہر نوع کا مزاج بالنسبة اپنے معتدل ہے۔ لیکن جب تمام انواع کے مزاجوں کا اعتبار
اور لحاظ کیا جائے۔ اور ان کا مقابلہ کیا جائے۔ تو سب سے زیادہ اعتدال حقیقی سے قریب مزاج انسان
ہے۔ کیونکہ نفس ناطقہ جو اس انسان سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ سب سے اشرف واکمل ہے۔ اور
مبدء فیاض میں بخل نہیں۔ خالق وصانع عالم فیاض مطلق وجواد مطلق وغنی مطلق ہے۔ اس کی طرف
سے سب کے لئے فیض موجود ہے۔ لیکن استعداد اور قابلیت کی ضرورت ہے۔ اور اس لئے
حسب استعداد وقابلیت فیضان ہوتا ہے۔ اور یہ بات دلالت کرتی ہے۔ کہ انسان کی استعداد
اپنے مزاج کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے۔ پس اس کا مزاج اعتدال حقیقی سے قریب تر ہوگا کیونکہ

شریف ترین مزاج وہ ہے۔ جس میں تمام اضداد ہو جائے۔ اور ہر ایک کا استقلال مساوی حالت میں باطل ہو جائے۔ اور حکم استقلال کسی کا باقی نہ رہے۔ نہ آگ کی حرارت اپنی اصلیت پر باقی رہے۔ اور نہ پانی کی برودت نہ رطوبت وغیرہ ذالک۔ اور یہی اعتدال حقیقی ہے لیکن چونکہ وہ موجود نہیں ہے۔ تو اس صورت میں اشرف الامزجہ وہی ہے۔ جو اس سے قریب تر ہو۔ پس مزاج معدن (جماد) چونکہ اعتدال سے بعید ہے۔ اس پر صرف ایک ایسی صورت کا فیضان ہوتا ہے۔ جو عناصر کو انفکاک سے محفوظ رکھتی ہے (اور اس کو نفس جمادی کہتے ہیں)۔ اور مزاج نبات چونکہ کچھ اعتدال سے قریب تر ہے اس پر ایسے نفس نباتی کا فیضان ہوتا ہے جو حفظ عناصر کے ساتھ اغتذاء اور نشوونما اور تولید مثل کا مبدء ہے۔ اور مزاج حیوان چونکہ اس سے بھی زیادہ اعتدال سے قریب تر ہے۔ اس پر ایسے نفس کا فیضان ہوتا ہے۔ جو ان امور کے علاوہ حس وحرکت ارادی کا بھی مبدء ہے۔ اور مزاج انسان چونکہ سب سے زیادہ اعتدال حقیقی سے قریب ہے۔ اس پر ایسے نفس کا فیضان ہوتا ہے۔ جو ان اوصاف کے علاوہ تعقلات کا بھی مبدء ہے معتدل ترین اصناف انسانی خط استواء کے رہنے والے ہیں۔ اس سے واضح ہوا۔ کہ فیضان الٰہی حسب استعداد اور اشرف امزجہ مزاج انسان ہے۔ اور وہی اقرب الی الاعتدال الحقیقی ہے۔ اور تمام موجودات ارضی کے مقابلہ میں معتدل تر ہے۔ اور ہر نوع کا مزاج جدا جدا ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعتدال مزاج قوائے باطنیہ اشیاء پر موجود ہے۔ نفس جمادی کے لئے اور مزاج ہے۔ اور نفس نباتی کے لئے اور۔ اور نفس حیوانی کے لئے اور۔ اور نفس انسان کے لئے اور ہے۔ یا یوں کہئے۔ کہ جیسا مزاج ہے ویسا ہی اس کے لئے قوائے باطنیہ کا فیضان ہے۔ اور چونکہ مزاج انسان معتدل تر ہے۔ اس لئے نفس انسانی سب سے افضل ہے جو اس کو عطا ہوا ہے۔ لیکن حقیقت الامر صورت اول ہے۔ کیوں کہ اصل اشیاء میں قوت باطنی ہے۔ مثلاً انسان کی انسانیت روح انسانی یا باصطلاح عام نفس ناطقہ انسانی پر ہے۔ بلکہ نفس ناطقہ انسانی ہی دراصل انسان ہے۔ اور جسم اس کے لئے ظرف ومکان ہے۔ اور اس لئے وہ عوارض سے ہے۔ ذات انسان نفس ناطقہ انسانی ہے۔ اور اس کو تقدم ذاتی یقیناً حاصل ہے۔ پس چونکہ نفس ناطقہ انسانی تمام ماتحت نفوس وارواح مثل نفس جمادی یا روح جمادی ونفس نباتی ونفس حیوانی سے اشرف واکمل ہے۔ اس کے لئے حسب استعداد معتدل ترین امزجہ مزاج عطا کیا گیا اور جب یہ ثابت ہے۔ اور یہ بھی مسلم ہے۔ کہ مبدء فیاض میں بخل نہیں ہے۔ بلکہ فیض حسب استعداد مستفیض ہے۔ پس اگر کسی وجود میں عام نفس ناطقہ انسانی سے بھی زیادہ استعداد ہو۔ تو یقیناً فیض مبدء فیاض اس پر اس سے زیادہ ہوگا۔ اور پھر اس کا مزاج عامۃ الناس سے زیادہ معتدل تر ہوگا۔ اور جب وہ عامۃ الناس سے زیادہ

معتدل تر ہوگا۔ اور اعتدال حقیقی سے اور زیادہ قریب۔ تو یقیناً اس کی بقاء وحیات عامۃ الناس سے بہت زیادہ ہوگی۔ اور جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ اور ابواب سابقہ میں آچکا ہے۔ کہ روح و نفس حجت اللہ و خلیفۃ خدا نفوس عامہ کی صنف سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ عام ارواح سے کہیں افضل و اشرف و اکمل ہے۔ تو یقیناً مزاج نبی و امام تمام انسانوں سے بہت زیادہ معتدل تر ہوگا۔ اور جب اس کا مزاج تمام لوگوں سے زیادہ معتدل تر ہوگا۔ تو یقیناً اس کی بقاء اور حیات عامۃ الناس سے کہیں زیادہ اور کامل ہوگی۔ اور اس کی حیات و بقاء کا عامۃ الناس پر قیاس کرنا درست نہ ہوگا۔ خصوصاً جبکہ ایک روح ایسی ہو۔ کہ فوق مخلوق و تحت خالق ہو۔ اور اس کے اور خالق کے درمیان میں کوئی مخلوق فاصلہ نہ ہو۔ تو پھر اس کا مزاج وجود تمام مخلوقات سے اعدل اور اقرب بمبدء عدل و عدل مطلق ہوگا۔ بلکہ وہ بحد اعتدال حقیقی ہوگا۔ اور روح نورانی اولیاء مطلق محمدؐ و آل محمدؑ ایسی ہی ہے۔ اور جب مزاج اعتدال حقیقی کے درجہ میں ہو۔ تو پھر یقیناً فناء طبعی اس کے لئے محال ہوگی۔ کیونکہ اعتدال حقیقی وہی ہے کہ جس میں چاروں قوتیں درجہ مساوی میں متباطل ہو جائیں۔ اور کوئی عنصر کوئی قوت اپنے درجہ استقلال میں باقی نہ رہے۔ اور کوئی حکم استقلالی اس کے لئے حاصل نہ ہو۔ بلکہ سب مل کر ایک حالت اتحادی اعتدال حقیقی میں ممتزج ہو جائیں اور جب یہ حالت اتحادی اعتدالی پیدا ہو جائے۔ تو پھر جملہ قوتوں واحد الارکان واحد الاخلاط کو دوسرے پر غلبہ ناممکن ہوگا۔ کیونکہ دوئی ہی نہیں رہی ہے۔ یعنی حکم استقلالی ہر فرد کے لئے باقی نہیں رہا ہے۔ اور جب حکم استقلالی او ساثر استقلالی کسی فرد کے لئے باقی نہیں ہے۔ تو اس کو دوسرے پر غلبہ یقیناً محال ہے الا بالقسر۔ اور جب یہ نہیں۔ تو پھر فناء طبعی اس کے لئے محال۔ اور فی الحقیقت یہی وجہ ہے کہ حکماء نے معتدل حقیقی کے وجود کا انکار کیا ہے۔ کیوں کہ اگر معتدل حقیقی کا وجود پایا جائے۔ تو ضرور اس کے لئے فناء طبعی محال ہوگی۔ اور ان کے خیال و اعتقاد اور مشاہدے میں ایسا وجود نہ تھا۔ بلکہ سب فانی ہیں۔ اور فناء طبعی اور اجل طبعی رکھتے ہیں۔ اور وہ حقیقت خلافت الٰہیہ و حجت خدا سے واقف نہ تھے۔ اس لئے انہوں نے حکم کر دیا۔ کہ معتدل حقیقی کا وجود جائز ہی نہیں ہے۔ اور اطباء نے جو معتدل حقیقی کے موجود ہونے پر دلیل دی ہے وہ برہانی نہیں ہے۔ اور قابل اعتماد و اعتبار نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ لِاَنَّ الْعَنَاصِرَ الْمُتَضَادِیَۃَ فِی الصُّوَرِ اِنْ یَکُنْ کَرَّقَاسِرٍ یَجْمَعُھَا حَتّٰی مَیْلِھَا اِلٰی اَحْیَازِھَا لَمْ یَحْصُلْ مِنْھَا تَرْکِیْبٌ لِاَنَّھَا بِالطَّبْعِ یَمِیْلُ اِلٰی اَحْیَازِھَا وَاِنْ لَمْ یَمِلْ اِلٰی اَحْیَازِھَا لَزِمَ اَنْ یَکُوْنَ الْمُضْطَرِبُ بِالطَّبْعِ مَتْرُوْکًا بِالطَّبْعِ وَھُوَ مُحَالٌ وَاِمْکَانُ

لَهَا قَاسِرٌ فَلَا يَخْلُوْا اِمَّا اَنْ يُمْسِكَهٗ فِيْ مَكَانِ اَحَدِ الْبَسَائِطِ وَذٰلِكَ تَرْجِيْحٌ بِلَا مُرَجِّحٍ اَوْ فِيْ مَكَانٍ اٰخَرَ غَيْرِ مَكَانِ الْبَسَائِطِ وَذٰلِكَ يُوْجِبُ الْخَلَاءَ قَبْلَ وُجُوْدِ ذٰلِكَ الْمُرَكَّبِ یعنی اس لئے کہ اگر عناصر متساویہ فی الصور کے لئے اگر کوئی قاسر اور مانع جو ان کو اپنے حیز (مکان وجود) کی طرف مائل ہونے سے روکے۔ تو ان سے ترکیب ہی حاصل نہ ہو گی اور جسم ہی نہ بنے گا۔ کیونکہ وہ بالطبع اپنے حیز کی طرف میل رکھتے ہیں۔ اور اگر ان میں باوجود قاسر نہ ہونے کے ان میں اپنے حیز کی طرف میلان نہ ہو۔ تو خلاف فرض لازم آئے گا۔ اور انقلاب طبیعت ہو جائے گا۔ اور شے مطلوب بالطبع متروک بالطبع ہو جائے گی۔ اور یہ محال ہے۔ اور اگر کوئی قاسر ہے۔ تو دو حال سے خالی نہیں۔ یا وہ قاسر اس کو کسی عنصر کے حیز میں رکھے گا۔ تو یہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ اور اگر کسی اور مکان میں رکھے۔ تو قبل وجودِ مرکب خلاء لازم آئے گا۔ اور یہ بھی محال ہے۔ کیوں کہ اہل بصیرت پر پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ یہی اعتراض وجود معتدل اضافی پر بھی لازم آ سکتا ہے۔ اور اگر احدالبسائط کے حیز میں روکنے کے لئے غلبۂ احدالارکان کو مرجح قرار دیا جائے۔ تو کیوں نہیں ممکن ہے۔ کہ معتدل حقیقی احدالارکان کی طبیعت میں متحدالارکان ومتحدالصورہ ہو کر تحقق پیدا کرے۔ اور یہی مرجح اس کے حیز میں ہونے کے لئے کافی ہے۔ فتامل فیہ۔ اور ایراد وجود خلاء قبل وجود مرکب بھی دفع ہو جاتا ہے۔ اگر کسی موجود کی خلقت آنی فرض کی جائے۔ اور بسائط کو مرکب پر تقدم زمانی حاصل نہ ہو۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ عالم دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک عالم خلقی اور ایک عالم امری آنی۔ وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَاِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ دیکھو باب حقیقت امامت۔ وجود خلقت آنی بعض آیات قرآنی محقق و مسلم ہے۔ فافہم وتدبر۔ فانہ دقیق وبالاعتقاد حقیق؛

پس یہ محقق و مبرہن نہیں ہے۔ کہ وجود اعتدال حقیقی قطعاً محال ہے۔ بلکہ حقیقت امر یہی ہے۔ جو ہم نے ذکر کیا ہے۔ اور جس کا مدرک علم لدنی اور عقل کل ہے۔ نہ قیاسات رکیک اور توہمات فلاسفہ جن میں سے اکثر خدا کے بھی منکر ہیں۔ چہ جائیکہ وجود حجت اللہ و خلیفہ کے معتقد اور اس کی حقیقت سے واقف ہوں۔ اور اگر انسان تقلید کو چھوڑ کر عقل سے کام لے۔ تو یقین کرے گا۔ کہ اگر دنیا میں کوئی معتدل حقیقی موجود ہو۔ تو وہ فنائے طبعی سے مستثنیٰ ہو گا۔ اور یہ کہ مبدءِ فیاض میں بخل نہیں ہے۔ اور فیض الٰہی کی کوئی حد نہیں ہے۔ اور عدم الوجدان دلیل عدم نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ دنیا میں کچھ نفوس ایسے ہوں۔ جو از روئے خلقت و باستعداد کمال روحانیت و نفسانیت درجۂ اعتدال میں خلق کئے گئے ہوں اور اس لئے ان پر حوادث طبعیہ و عوارض مادیہ اثر نہ کر سکتے ہوں۔ بلکہ بنصوص قرآنی یہ بات

محقق و مبرہن ہے نہ محض قیاس۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ یَا اَیُّھَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ الَّذِیْ خَلَقَکَ فَسَوّٰکَ فَعَدَلَکَ فِیْ اَیِّ صُوْرَۃٍ مَّا شَآءَ رَکَّبَکَ ... اے انسان تجھے کس چیز نے تیرے اس پروردگار کی بابت دھوکہ دے دیا ہے اور مغرور کر دیا ہے۔ جس نے تجھے خلق کیا۔ پھر تیرا تسویہ کیا۔ اور پھر تیری تعدیل کی۔ اور حد اعتدال میں بنایا۔ اور پھر جس صورت میں چاہا مرکب کر دیا۔ اوّل مرتبہ خلق کیا۔ دوم مرتبہ تسویہ۔ سوم مرتبہ تعدیل۔ چہارم مرتبہ ترکیب صورت ظاہری پس خدا نے انسان کو حالتِ عدل میں خلق کیا ہے۔ اور ہر فرد اس کی تعدیل کی گئی ہے۔ اور اس میں شک نہیں۔ کہ تعدیل کامل تعدیل حقیقی ہے۔ اور یہ محقق ہے۔ کہ صانع مطلق کامل مطلق ہے۔ اور کمال مصنوع دلیل کمال صانع۔ اور نقص مصنوع دلیل نقص صانع۔ پس اگر کوئی موجود ان انسانوں میں سے حد اعتدال حقیقی اور تعدیل کامل حقیقی میں نہ ہو۔ یہ خلقت ناقص ہے۔ اور نقص مخلوق دلیل نقص خالق۔ اور اس کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے۔ پھر اگر کوئی وجود تعدیل حقیقی میں نہ ہو۔ تو آیت اپنے حقیقی معنی میں صحیح نہ ہو گی۔ کیونکہ تعدیل اصلی تعدیل کامل و تعدیل حقیقی ہے۔ اور انصراف مطلق کا فرد کامل کی طرف ہوتا ہے۔ اور تبادر ذہن ہمیشہ فرد کامل کی طرف ہے۔ پس لابد تبادر ذہن فرد کامل تعدیل کی طرف ہو گا۔ اور فرد کامل تعدیل حقیقی ہے۔ اور اسی کی طرف مطلق منصرف ہو گا۔ لہٰذا اگر کوئی موجود نہیں۔ کوئی انسان معتدل حقیقی نہ ہو۔ تو ہرگز معنی حقیقی میں آیت صحیح نہ ہو گی۔ وَلَا یَعْلَمُ تَاْوِیْلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ۔ لہٰذا ضرور چاہیے کہ دنیا میں کوئی انسان حد اعتدال حقیقی میں ہو۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو چکا ہے۔ کہ مصنوع اوّل کامل ترین مصنوعات ہوتا ہے۔ اور اس لئے ضروری ہوا۔ کہ مصنوع اوّل معتدل حقیقی ہو۔ ورنہ ناقص ہو گا۔ اور نقص مصنوع اوّل دلیل نقص صانع۔ اور بنا بریں کہ ضرور مخلوق اوّل محمدؐ و آل محمدؑ ہیں۔ اور نوران سب کا ایک ہی ہے۔ چاہئے کہ وہ مقام اعتدال حقیقی اور عین حد وسط میں خلق ہوئے ہوں۔ اور افراط و تفریط سے بالکلیہ مبرا ہوں۔ اور غلبۂ احد الارکان ان میں ہرگز نہ پایا جائے۔ چنانچہ اسی کی طرف اشارہ کرتے خدا فرماتا ہے وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا یہی امت وسط ہیں۔ جیسا کہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور یہی عین وسط خلقی و تحقیقی میں خلق ہوئے ہیں۔ اور اس لئے مخلوق پر شہید اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ اور عین وسط اور حد اعتدال حقیقی میں خلق ہوئے ہیں۔ اور یہی معنی فی الحقیقت وجہ البشر کے ہیں۔ اور جب وہ اعتدال حقیقی میں خلق ہوئے۔ تو ضرور فنا طبعی ان کے لئے نہیں ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے خود بالتصریح فرمایا ہے۔ مَا مِنَّا اِلَّا مَسْمُوْمٌ اَوْ مَقْتُوْلٌ

مَقۡتُوۡلٌ ۔ ہم فناء طبعی جسمانی سے مبرا ہیں ۔ ہم میں ہر ایک یا زہر سے مارا جاتا ہے یا قتل کیا جاتا ہے ۔ ان کی حیات جسمانی باطل کرنے کے لئے علاوہ طبیعت مادیہ وطبیعت ارکان وعناصر وقوائے عناصر کسی سبب خارجی کی ضرورت ہے ۔ اور اسی واسطے احادیث میں آیا ہے اوران حضراتؑ نے فرمایا ہے ۔ اِنَّھُمۡ لَا یَمُوۡتُوۡنَ اِلَّا بِاخۡتِیَارِھِمۡ ۔ یہ نہیں مرتے ہیں مگر اپنے اختیار سے ۔ طبیعتؔ وحوادث وعوارض طبعیہ ان میں مؤثر نہیں ہوسکتے ۔ اور سبب خارجی بھی ان میں جب تک اثر نہیں کرسکتا جب تک وہ خود نہ چاہیں ۔ خاصان خدا خلفاء اللہ اور حجج اللہ کی شان کچھ اور ہی ہے ۔ ؎

ایں زمین را آسمانے دیگر است

اور یہ سابقاً ثابت کیا جاچکا ہے ۔ کہ مہدی آخر الزمانؑ جزو نور محمدی ولی خدا خلیفہ خدا وحجت اللہ ووجہ اللہ ہیں ۔ اور ان کی اصلیت وحقیقت اصلیت وحقیقت محمدی ہے ۔ اور وہ یقیناً اسی امت وسط میں سے ہیں پس وہ اعتدال حقیقی جسمانی رکھتے ہیں ۔ اور جب وہ اعتدال حقیقی جسمانی رکھتے ہیں ۔ اور پھر روح ان کی فوق ارواح ہے ۔ اور فوق عالم حوادث ہے ۔ تو پھر فناء طبعی ان کے لئے کیوں کر ہو سکتی ہے ۔ اور کیوں کر ان میں تغیر طبعی واقع ہوسکتا ہے ۔ اور کیوں کر ان کی حیات طولانی اور بقاء میں شک وشبہ کیا جاسکتا ہے ۔ کس طرح اس جزو نور محمدی کو عامۃ الناس پر قیاس کیا جاسکتا ہے ۔ اس کے لئے بلاشبہ ہزار سال اور دس ہزار اور ایک لاکھ سال بقا کے لئے مساوی ہیں ۔ ہر گز اتنی طولانی عمر محال نہیں ہے ۔ اور اصول حکمیہ وطبیہ ہر گز اس کی نفی نہیں کرسکتے ۔ بلکہ تماماً مؤید ہیں ۔ پھر آیات قرآنی میں عام انسانوں اور خلیفۂ خدا کی خلقت کا فرق بیّن وواضح ہے ۔ کیوں کہ خدا نے جہاں عام انسانوں کی خلقت کا ذکر کیا ہے وہاں فرمایا ہے ۔ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ فِیۡۤ اَیِّ صُوۡرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۔ اور چار درجے خلقت کے قرار دئے ہیں ۔ اور جہاں خلیفۂ خدا کی خلقت کا ذکر ہے وہاں یوں ہے ۔ اِنِّیۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنۡ طِیۡنٍ فَاِذَا سَوَّیۡتُهٗ وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِیۡنَ یہاں نہ تعدیل کا ذکر ہے نہ ترکیب کا نہ خلق کا ۔ بلکہ صرف تسویہ ہے ۔ اور تسویہ کے ساتھ نفخ روح ہے ۔ اسی نفخ روح پر خلقت کے چاروں درجے خود مکمل ہوجاتے ہیں ۔ جن سے صاف ظاہر ہے ۔ کہ تعدیل ارکان واخلاط وقوائے کی علیحدہ ضرورت نہیں ہے ۔ نفس روح نبوتی خود معتدل ہے ۔ اور جب خود معتدل قوئے وارکان واخلاط ہے ۔ تو اعتدال قوئے ومزاج سب تابع روح ہوگا نہ تابع جسم طبعی ۔ اور اس لئے اس کی فناء وبقاء میں عامۃ الناس کی فناء کا حکم جاری

نہیں ہو سکتا۔ ان کے لئے فنا طبعی نہیں ہے۔ طبیعت وہاں مؤثر نہیں ہے۔ بلکہ خود مؤثر ہے۔ اور وہی معتدل ہے۔ اور اسی پر اعتدال موقوف ہے۔ اور یہ خلقت عام حجج اللہ کے لئے ہے۔ بلکہ روح ولی مطلق خلفاء جزئی سے کہیں افضل ہے۔ اور اس لئے اس میں عوارض و حوادث طبعیہ مؤثر نہیں ہو سکتے۔ آدم اگر دو ہزار برس زندہ رہے۔ تو ولی عالم دس ہزار برس زندہ رہ سکتا ہے ایضاً ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ نفس مادۂ جسمانی انبیاء و حجج اللہ مادۂ عرشی ہے نہ مادۂ جسمانی ظلمانی ارضی۔ اور یہ جو کچھ حکماء واطباء کی تحقیق ہے۔ اور ان کے احکام ہیں۔ یہ مادۂ جسمانی ارضی اور اس کے خواص کے متعلق ہیں نہ مادۂ سماوی عرشی کے متعلق۔ اس کا حکم اس سے جدا ہے۔ مادۂ سماوی عرشی میں یہ حوادث مادیہ ارضیہ کب مؤثر ہو سکتے ہیں۔ اور وجود عرشی کو وجود ارضی پر کیوں کر قیاس کیا جا سکتا ہے وہ یقیناً تأثرات ارضی و مواد ارضی سے بالا ہے اور ان سے مبرا۔ اس کے لئے فنا طبعی نہیں ہو سکتی۔ چونکہ یہ وجود وجود عرشی تھا۔ اور تأثرات ارضی و موجودات سے بالا و مبرا تھا۔ تمام کرات ارضی کرۂ نار و زمہریر وغیرہا سے گزر گیا۔ اور عرش تک جا پہنچا اور یہ اشیاء اس میں اثر نہ کر سکیں۔ اور اسی طرح زمانۂ ظہور میں مہدی آخر الزمان مع بعض اصحاب معراج کو تشریف لے جائیں گے۔ اور عرش تک پہنچیں گے۔ اللھم عجل فرجہ وارزقنا مقتہٗ۔

رابعاً۔ یہ جو کچھ بیان ہوا۔ عام طور پر اس کے اعتقاد کے لئے جو خداوند عالم کے وجود کے قائل ہیں۔ اب ان حکماء کے اصول مسلمہ سے ثابت کرتے ہیں جو وجود خدا کے بھی قائل ہیں۔ اور تمام انواع و موجودات کو اثرات مادیہ بتلاتے ہیں۔ کہ ایک انسان کا ہزار دو ہزار سال باقی رہنا ہرگز محال یا خرق عادت نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے اول چار اصول ہیں۔ جن کو نوامیس اربعہ کہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ خلاء اجزاء فردیہ مادیہ سے پر تھا۔ اور ان اجزاء مادیہ میں چار باتیں پائی جاتی ہیں۔ اوّل وہ متحد الذات و مختلف الصفات ہیں۔ دوسرے وہ ایک حرکت و کشش طبعی رکھتے ہیں۔ تیسرے وہ حرارت طبعی رکھتے ہیں۔ چوتھے ان میں سے ہر ایک، قوی جزو ضعیف کو فنا و مضمحل کرتا جاتا ہے۔ اور اسی کو تنازع لبقاء کہتے ہیں۔ ان چاروں اصولوں کی بناء پر ترکیب عالم ہوئی ہے۔ اور تنوع انواع عالم انہی پر موقوف ہے۔ اور ان میں سے بعض کی رائے ہے۔ کہ اوّل اوّل حرکت و تجاذب طبعی و تنازع لبقاء سے اجزاء مادیہ جمع ہونے شروع ہوئے۔ تو جوں جوں اجزاء جمع ہوتے گئے۔ حرکت بڑھتی گئی۔ اور ایک کروی شکل میں حرکت کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ایک بہت بڑا کرہ بن گیا۔ اور چونکہ حرکت سے حرارت بڑھتی ہے۔ تو جب حرکت اس کرہ کی بہت زیادہ بڑھی۔ تو حرارت زیادہ

ہو کر مشتعل ہو گئی۔ اور وہ کرہ روشن ہو گیا اور چمک اُٹھا۔ اور یہ پہلا کرہ آفتاب ہے۔ پھر اس میں سے اجزاء کثیفہ ثقیلہ جن میں رطوبت تھی علیحدہ ہو کر اس کے گرد گھومنے لگے۔ اور اسی طرح زمین میں بُخطے ہذا القیاس اور چونکہ ان اجزاء مادیہ میں ایک خاصیت یہ ہے۔ کہ وہ سب متحد الذات مختلف الصفات ہیں۔ ان کی حرکت و تجاذب و اضمحلال اجزاء ضعیفہ سے وقتاً فوقتاً مختلف زمیں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اب جو کچھ عالم میں موجودات با انواع مختلفہ متفاوتہ نظر آ رہے ہیں۔ یہ سب انہی خاصیات مادہ کا نتیجہ ہیں سب (پراپرٹیز آف میٹر) ہیں۔ اور کوئی قوت خارجی ان میں مؤثر نہیں ہے۔ وجود انسان وجود حیوان و وجود نبات ان کی نشو و نما ان کے نتائج و اثرات سب خاصیاتِ مادہ ہیں۔ اور جب یہ سب خاصیات مادہ ہیں۔ اور کوئی خارجی علت اور مؤثر نہیں ہے۔ تو پھر ضرور ان کی بقاء میں بھی کوئی علت خارجی مؤثر نہیں ہے۔ جب تک بھی ان اجزاء فردیہ مادیہ کی صورت ترکیبی و امتزاجی باقی رہے۔ ایک جسم خواہ جسم نبات ہو یا حیوان یا انسان باقی رہ سکتا ہے۔ جب تک کسی جسم کے اجزاء فردیہ مادیہ میں تجاذب اور کشش باقی ہے موجود اور زندہ رہ سکتا ہے۔ خواہ ہزار برس رہے یا دو ہزار برس یا لاکھ برس۔ خود یہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور خود ہی جب تک ان میں یہ ترکیب یہ صورت اور یہ جذب رہے باقی رہتے ہیں۔ اور اصول فلسفہ جدیدہ کے موافق کسی جسم نباتی۔ حیوانی اور انسانی کی عمر معین اور محدود نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ان کے ان اصول کے موافق اگر ایک انسان ہزار برس یا دو ہزار برس یا دس ہزار برس زندہ رہے۔ تو ان کو تعجب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ان کے نزدیک کوئی شے اس امتزاج جسمانی کو توڑنے والی نہیں ہے۔ کوئی فرد اس کو مارنے والا نہیں ہے۔ عالم میں مشاہدہ ہے۔ کہ بعض اجسام نباتی وغیرہ ہزاروں برس باقی رہتے ہیں اور یہی خود یہ کرات عالم ہی اجسام ہیں۔ اور اسی طرح بنتے ہیں۔ اور ہزاروں برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اور جسم بحیثیت جسم ایک ہی حکم رکھتا ہے۔ اور اس لئے بہت ممکن ہے۔ کہ ایک انسان ہزار برس یا دو ہزار برس باقی رہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ استقراء کے طور پر بہت سے یا کچھ وجودوں کو دیکھ کر یہ کہہ دیا جائے۔ کہ یہ وجود عام طور پر اتنے دنوں باقی رہتے ہیں۔ لیکن یہ کہ کوئی خاص وجود اس سے زائد عرصے تک باقی نہیں رہ سکتا۔ ہرگز نہیں کہہ سکتے۔ مثلاً کسی وجود انسانی کا ہزار برس باقی رہنا فلسفیان حکماء کے نزدیک بھی محال نہیں ہے۔ جو خدا کے وجود کے بھی قائل نہیں ہیں۔ نہ وہ کسی طرح اس کو محال جان سکتے ہیں چہ جائیکہ خدائے قادر مطلق کے وجود کے قائل اور معتقد۔ حالانکہ قادرِ مطلق وہ ہے۔ اگر چاہے کروڑ برس ایک جسم کو ایک ہی حالت میں رکھے۔ کیا نہیں سُنا قول خدائے تعالےٰ فرعون کے باب میں۔ کہ

جب وہ غرق ہونے لگا اور ایمان کا اقرار کیا۔ تو فرمایا۔ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک آیۃ وان کثیرا من الناس عن آیتنا لغافلون یونس، تخریم پس آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے اور سالم رکھیں گے۔ تاکہ تیرے پیچھے آنے والوں کے لئے یہ ہماری آیت اور نشانی ہو۔ اور بیشک بہت سے آدمی ہماری آیات سے غافل ہیں"۔ اس وعدے کو پورا کیا۔ اور ہزاروں برس ایک مردہ لاش کو اسی حال میں باقی اور سالم رکھا۔ اہرام مصر میں رہی۔ اور اب حال میں نکالی گئی۔ اور عجائب خانہ مصر میں اسی طرح موجود ہے۔ تو خدا ایک دشمن کی لاش مردہ ہزاروں برس ایک حال میں صحیح و سالم باقی رکھ سکتا ہے۔ اور ایک اپنے ولی کی صورت جسمانی کو ایک ہزار برس باقی نہیں رکھ سکتا۔ جس کا باقی رکھنا اس کی مصلحت میں ضروری ہے۔ اور بقاء عالم اسی پر موقوف ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ نہ معلوم یہ استحالۂ طول عمر ولی زمان کے سوال کس جہالت خانہ سے نکلے ہیں۔ مسلمان اور ایسے سوال۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

خامساً۔ حکماء قدیم یونان قائل تھے۔ اور اب بھی بعض اس خیال کے حکماء ہیں خصوصاً حکما منجمین۔ کہ عالم جسمانی زمانی تماماً حرکات وادوار واطوار و قرانات افلاک اور سیارات و کواکب و نجوم کا اثر ہیں۔ ہر ایک شے جو اس عالم زمانی میں ہوتی ہے ہر ایک موجود جو وجود میں آتا ہے۔ وہ خاص اوضاع افلاک و سیارات وغیرہ پر موقوف ہے۔ اور ہر وضع فلکی ایک خاص وجود کو چاہتی ہے۔ بعض اوضاع فلکی ایک وقت میں وجود پیغمبر کو چاہتی ہیں۔ اور بعض اوضاع وجود ولی خدا غیر پیغمبر کو۔ بعض اوضاع وجود کاہن و ساحر کو۔ بعض وجود کاذب کو۔ بعض اوضاع وجود صادق کو۔ اور یہ بھی لکھا ہے۔ کہ قبل ظہور نبوت جب تک وہ وضع فلکی جو وجود پیغمبر کو چاہتی ہے پوری مکمل نہ ہو۔ تو کوئی جھوٹا مدعی پیدا ہوگا۔ اور اس لئے نبوت کے ظہور سے پہلے جھوٹے نبی ضرور ہوتے ہیں۔ علامہ ابن خلدون نے بھی اس کا اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے بہرحال جو کچھ یہاں ہوتا ہے۔ ستاروں کے قران اور آپس میں ملنے اور قریب ہونے آسمان کی وضع اور کواکب و نجوم کی حرکات اور ان کے اطوار و ادوار پر موقوف ہے۔ اور خدا نے انہی کو اسباب قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح بقاء عمر بھی انہی کا اثر ہے۔ اور انہی اوضاع فلکی وغیرہ پر موقوف ہے۔ بعض قرانات اور اوضاع ایسے ہیں۔ کہ وہ طول عمر کو چاہتے ہیں۔ اس میں جو بچہ پیدا ہوگا۔ بہت دیر تک باقی رہے گا۔ اور بعض قصر عمر کو چاہتے ہیں۔ اور اس اقتضا کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ اور بعض علماء علم نجوم و ہیئت بچے کی ولادت اور اس کے طالع اور اس کو دیکھ کر بتلا دیتے ہیں۔ کہ یہ اتنے عرصے تک زندہ رہے گا۔ اور بعض اوقات یہ باتیں صحیح بھی ہوتی ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ نہ فی الحقیقت علم نجوم کے عالم نہیں ہیں۔ صرف بعض باتیں جانتے ہیں خصوصاً ان کے یومیہ تغیرات سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں۔ حقیقت اس علم کی

انہی لوگوں کے پاس ہے۔ جو صاحب علم لدنی ہوا۔ چنانچہ شریعت محمدی میں اس کے بہت سے اصول لئے ہوئے ہیں۔ اور بہت سے قواعد موجود ہیں۔ اور یہ بھی احادیث میں موجود ہے۔ کہ ان حرکات اور اوضاع کو اس عالم کے موجودات میں ضرور دخل ہے۔ اور اسی واسطے مباشرت عورت و مرد کے لئے اوقات خاصہ مقرر کئے گئے ہیں۔ اور ساعات کے لحاظ کا حکم دیا گیا ہے۔ افسوس ہے۔ کہ اس جگہ کتاب کے طول ہو جانے کا خوف ہے۔ ورنہ یہاں اس میں سے چند باتوں کا ذکر کرتے۔ اور بعض لطائف دکھلاتے۔ یہاں صرف اتنا ہی کہتے ہیں۔ کہ ان حکماء کے نزدیک بھی کسی وجود انسانی کا ہزار یا دو ہزار برس زندہ رہنا محال نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ ایسا جانتے ہیں۔ ان کے نزدیک ممکن ہے۔ کہ کوئی بچہ ایسے وقت اور ایسی ساعت اور ایسی وضع فلکی میں پیدا ہو۔ جس کا اقتضاء طول عمر ہو۔ اور جس میں وہ بچہ ہزار سال زندہ رہ سکے۔ ان اصول کے موافق کوئی دلیل اس کے خلاف پر قائم نہیں ہو سکتی۔ درآنحالیکہ یہاں ہر امر خرق عادت رکھتا ہے۔ اور ہر ایک امر عالت اعجازی ہے۔ اور خاصان خدا کی شان ہی نرالی ہے۔ طالع محمدی کو دیکھو۔ کیا ہے اور ان کی عمر اور بناء اور بقاء دین کو۔ تواریخ و سیر میں مذکور ہے۔ کہ بعض علماء علم نجوم آئے۔ اور اس پیغمبر کا حال دریافت کیا۔ وقت اور ساعت ولادت دریافت کیا۔ جو ساعت بتلائی گئی۔ اس کو سن کر کہنے لگے۔ کہ جو بچہ اس ساعت میں پیدا ہو۔ وہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا اور تم مسلمان کہتے ہو۔ کہ وہ موجود رہا۔ جب ان کو یقین دلایا گیا۔ کہ ضرور یہ بچہ اسی ساعت میں پیدا ہوا اور زندہ رہا۔ تو انہوں نے کہا۔ وہ ضرور کوئی پیغمبر ہے۔ ورنہ ہرگز زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور بعض ان نجومیوں سے مسلمان ہو گئے۔ کیونکہ یہ جناب محمد مصطفٰےؐ کا کھلم کھلا معجزہ تھا۔ اور جب ان خاصان خدا کی یہ حالت ہو کہ طالع ان کے خلاف پر مؤثر ہو اور ان کی ہلاکت پر دال۔ پھر بھی یہ زندہ رہتے ہیں۔ اور یہ تاثیرات ان میں اثر نہیں کر سکتیں۔ پھر جب طالع بھی موافق اور اوضاع فلکی کے اقتضاءات بھی موافق ہوں۔ تو پھر ان صاحبان اعجاز کے ہزاروں برس زندہ اور موجود رہنے میں کیا تعجب اور کون شبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ممکن ہوا۔ تو طالع محمدی آخر الزمان ابواب آئندہ میں کہیں ذکر کریں گے اور نیز طالع مہدی ؑ۔

شبہ دوم یہ ہے۔ کہ جب وجود امامؑ اور حجت خدا ضروری ہے اور کبھی اس سے زمین خالی نہیں ہو سکتی۔ اور اب بھی امامؑ موجود ہے اور وہ باقی و زندہ ہے۔ اور یہ بھی مان لیا۔ کہ ایک وجود ہزاروں برس زندہ رہ سکتا ہے۔ لیکن ایسا ضروری وجود لوگوں سے غائب کیوں ہے۔ جس کے وجود پہ دارو مدار دین ہو۔ وہ غائب رہے۔ اس کی کیا علت ہے؟ ہم اس شبہ کے جواب میں اوّل یہ کہتے ہیں۔ کہ جب ثابت ہے کہ وجود امامؑ ہمیشہ ضروری ہے اور زمین اس سے خالی نہیں ہے۔ اور یہ بھی ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بہت سے

حجج اللہ و انبیاء اللہ غائب رہے ہیں۔ اور نیز آیات اور احادیث نبویہ سے ضرورت غیبت امام مہدی آخر الزمان ثابت ہو چکی ہے۔ تو اعتقاد کے لئے صرف یہی کافی ہے۔ اور اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ کیوں؟ ورآنحالیکہ مسلّم ہے۔ اور ہم مکرر ذکر کر چکے ہیں۔ کہ کسی حکم کی علت کا نہ جاننا اس کے عدم تعمیل کی علت نہیں ہے۔ اور کسی شئے کو نہ سمجھنا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ مکلف کا فرض حکم حاصل کرنا ہے نہ علت معلوم کرنا۔ قرآن میں مومنین کی صفت میں يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ آیا ہے۔ نہ يَعْلَمُونَ عِلَّتَهُ۔ اور اگر کوئی قائل امام غائبؑ علت غیبت نہ بتلا سکے۔ تو اس سے وجود امام پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ کون شخص ہے جو تمام حکم و مصالح الٰہیہ کو جان سکے؟ اور اس لئے یہ شبہ محض بیجا ہے

ثانیاً ہم اجمالاً کہتے ہیں کہ علت غیبت امام آخر الزمانؑ وہی ہے۔ جو علت غیبت حجج اللہ سابقین ہے وہی علت ہے جس کی وجہ سے حضرت ادریسؑ غائب ہوئے۔ جس کی وجہ سے حضرت صالحؑ پوشیدہ ہوئے۔ جس کی وجہ سے حضرت ابراہیمؑ نے اعتزال اور لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کی۔ جس کے باعث حضرت موسیٰؑ ایک مدت غائب رہے۔ جو علت غیبت وہاں تجویز کی جائے۔ وہی یہاں ہے۔ کیونکہ منہاج حجج اللہ ایک ہی ہے۔ ثالثاً ہم کہتے ہیں کہ بلاشک و شبہ وجود امامؑ اور حجت خدا ایک نعمت خدا ہے۔ اور ایک لطف و کرم و تفضیل الٰہی ہے۔ اور ثابت بھی کر چکے ہیں۔ کہ امامؑ نعمت بلکہ عظیم ترین نعم الٰہی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہے۔ اور تمام نعم اس کے تحت اور اس کے تابع اور طفیل میں ہیں۔ پس لابد علت غیبت خدا کی طرف عائد نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خدا جواد و کریم و غنی و سخی۔ لطیف اور رؤف و رحیم ہے۔ اس کے لطف و کرم اور جود و سخا اور اس کی رحمانیت اور رحیمیت کے یہ بالکل خلاف ہے۔ کہ وہ ایک نعمت دے کر بلاوجہ خود ہی چھین لے۔ ایسا تو کوئی سخی انسان بھی نہیں کرتا۔ چہ جائیکہ خدائے رحمان۔ ورآنحالیکہ خود فرماتا ہے۔ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ خدا کسی قوم کی کسی حالت کو تغیر نہیں دیتا۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنی حالت اپنے افعال و اعمال و کردار سے نہ تغیر کر دیں۔ اور فرماتا ہے۔ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ۔ یہ اس لئے کہ خدا ہرگز ایسا نہیں ہے۔ کہ کسی قوم سے اپنی دی ہوئی نعمت بدل دے۔ تاوقتیکہ وہ خود اپنی حالت کو بدلیں۔ اور اپنے افعال سے کفران نعمت کر کے اس کو ضائع کر دیں۔ یہ کفران نعمت ہی کا اثر ہے۔ کہ خداوند روز بروز نعم دنیا کو کم کرتا جاتا ہے۔ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا (رعد ع ۶) کیا انہوں نے نہیں دیکھا۔ کہ ہم اطراف و آفاق زمین سے اپنی نعمتوں کو کم کرتے جاتے ہیں۔" اور نہ یہ علت خود امامؑ کی طرف عائد ہو سکتی ہے

کہ وہ خود بخود بلاوجہ غائب ہو گیا ہو۔ اور تبلیغ دین اور اقامہ حدود و اجرار احکام اور ہدایت خلق سے اعراض کرتا ہو۔ اور خدائی فرض کو ادا نہ کرتا ہو۔ اور یہ محال ہے۔ اگر ایسا ہو۔ تو خدا اس کو امام ہی نہ بنائے گا۔ خدا اس کو اپنے اسرار کا امین قرار نہ دے گا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ امام معصوم مطلق ہے۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہ تابع مشیت الٰہی ہے۔ بلکہ محل مشیت الٰہی ہے۔ ممکن نہیں۔ کہ وہ حکم خدا اور مشیت خدا سے ایک ذرہ برابر تخطی کرے۔ پس ضرور علت غیبت مخلوق کی طرف عائد ہوتی ہے۔ اور خود انسان اس غیبت کا سبب ہیں۔ وَمَا اَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ۔ جو کچھ تم پر مصیبت پڑی ہے۔ یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کرتوت کا نتیجہ ہے۔ اور خدا بہت کچھ معاف کر دیتا ہے!! (اگر معاف نہ کرتا۔ تو روئے زمین پر ایک متنفس نظر نہ آتا)۔ سبب غیبت امامؑ وہی لوگوں کی سرکشی۔ ظلم و جور و فسق و فجور اور کفران نعمت الٰہی و تکذیب آیات خدا وندی حجج اللہ اور ان کفار کا غلبہ ہے۔ چنانچہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ تمام حجج اللہ جو غائب ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے ہوئے ہیں۔ جہاں لوگوں کا کفران نعمت اور تکذیب آیات الٰہی اور ظلم و جور اور عدوان و طغیان حد سے بڑھا۔ خدا نے ان کو یہ سزا دی کہ اپنے ولی اور اپنی حجت کو ان سے غائب کر دیا۔ اور شاہان جابرہ ان پر مسلط ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے۔ کہ خدا نے آفتاب عالمتاب کو روئے زمین روشن کرنے اور فیض پہنچانے کے لئے پیدا کیا ہے۔ تو کبھی تو اس کی غیبت کا باعث یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ ایک قطعۂ زمین سے گزرتا ہوا دوسرے قطعۂ زمین پہنچ جاتا ہے۔ اور ہمارے افق سے گذر جاتا ہے تو ہم سمجھتے ہیں۔ کہ وہ ہم سے غائب ہے۔ حالانکہ وہ موجود ہے۔ اپنے کام میں مشغول ہے۔ اور برابر حرکت کرتا ہے۔ جس کے لئے وہ خلق کیا گیا ہے۔ اور بعض اوقات اس طرح سے ہم سے غائب ہو جاتا ہے۔ کہ زمین کا دھواں۔ غبار اور بخار اٹھ کر بادل بن جاتا ہے۔ اور آفتاب کو حائل ہو جاتا ہے اور ہمیں نظر نہیں آتا۔ اور یہ بخار تربیت عالم کے لئے ضروری ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ ہم خود ایک غبار فتنہ و فساد برپا کر کے ایک حجاب اپنے اور آفتاب عالمتاب کے درمیان حائل کر لیتے ہیں۔ جیسا کہ شاعر اپنے شاعرانہ لہجے میں اس کو ظاہر کرتا ہے۔ ؎

زسُم ستوراں دراں پہن دشت زمیں شش شد و آسماں ہشت گشت

گھوڑوں کی ٹاپوں سے میدان جنگ کا غبار اتنا اٹھا۔ کہ ایک طبق زمین اُڑ کر ساتوں آسمانوں کے نیچے ایک اور آٹھواں آسمان گرد و غبار بن گیا۔ کبھی خود ایک تنگ تاریک جگہ میں چھپ کر اور مکان کے ایک گوشۂ تاریک میں بیٹھ کر فیض آفتاب سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اور کبھی ہماری ضعف بصارت ہمیں نور آفتاب

دیکھنے سے مانع ہوتی ہے۔ اور جب ہم یہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ علت غیبت امامؑ خلق کی طرف عائد ہے نہ خالق کی طرف اور نہ واسطۂ فیضان خلق امامؑ کی طرف۔ تو معلوم ہوگیا۔ کہ لوگوں کے اوہام باطلہ، عقائد فاسدہ اور ان کے اعمال، فسق و فجور اور کفران نعمت اور تکذیب آیات اللہ کے بادل ان کے اور اس آفتاب امامت کے درمیان حائل ہیں۔ لوگ ان کرتوتوں سے اس کے فیض سے محروم ہیں۔ اپنے ضعف بصیرت اور نقص نور عقل اور نور ایمان کی وجہ سے اس آفتاب ولایت و خلافت کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور اپنے نقص ایمان اور ضعف عقیدہ کی وجہ سے مثل اس جاہل کے جو ابر میں آفتاب کے وجود کا منکر ہو۔ وجود امام ع سے انکار کرتے ہیں۔ "از ماست کہ بر ماست"! ؎

ہر چہ ہست از قامت ناساز بے اندام ماست ورنہ تشریف تو بر بالائے کس کوتاہ نیست

نہ خدا کا قصور ہے نہ حجت خدا کا۔ بلکہ کفران نعمت خدا کا۔ اگر یہ اس کے شکر گزار رہتے۔ برابر فیض پہنچتا رہتا۔ یعنی فیض ظاہری۔ ورنہ فیض باطنی سے تو کبھی خالی نہیں۔ ولئن شکرتم لازیدنکم اگر تم شکر گزار ہو گے۔ تو ہم اپنے انعامات اور احسانات کو اور زیادہ کر دیں گے۔ وقلیل من عبادی الشکور شکر گزار بندے تو بہت ہی کم ہیں۔"

صریح الفاظ میں خصوصیت کے ساتھ غیبت امام زمانؑ کو یوں سمجھئے۔ کہ امامؑ سلسلہ مقدسہ مطہرہ میں گیارہ حجت اللہ ظاہر ہوئے۔ علیؑ ابن ابی طالبؑ ظاہر رہے۔ ان کے ساتھ کیا کیا۔ کہاں تک لوگوں نے ان سے فیض اٹھایا۔ کتنے علوم و فنون عام مسلمانوں نے ان سے سیکھے۔ کس نے ان کی اطاعت کی۔ اور وصیت رسولؐ گران کے اور ان کی اہلبیتؑ کے باب میں پورا کیا۔ حتیٰ کہ جنگ و جدال سے مسلمانوں نے مہلت نہ دی۔ اور آخر کار شہید کر دیا۔ پھر حسنؑ بن علیؑ ظاہر ہوئے۔ تبلیغ کی ہدایت کی۔ نصیحت کی۔ کس نے سنی؟ اور کس طرح اس نعمت الٰہی کا شکر کیا؟ مجبور ہو کر گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور آخر کار زہر سے شہید کر دئے گئے۔ حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ظاہر ہوئے۔ خیر خواہی اور نصیحت قوم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گوشہ نشینی میں بھی چین نہ دیا۔ حرم خدا میں پناہ نہ لینے دی۔ اور آخر کار مسلمانوں نے اس نعمت عظمائے الٰہی اور اس حجت خدا فرزند رسولؐ اور جگر گوشۂ بتولؑ کے ساتھ وہ کیا۔ جو کبھی کسی قوم نے نہ کیا تھا۔ اور جس روسیاہی کا داغ مسلمانوں کی پیشانی سے تا قیامت نہ جائے گا۔ علیؑ ابن الحسینؑ کے ساتھ کیا کیا کیسے کیسے ظلم انہوں نے سہے۔ کیسی کیسی قید کی تکلیفیں اٹھائیں۔ اور آخر شہید کر دیے گئے و علیٰ ہذا القیاس کسی حجت خدا اور فرزند رسول اللہؐ کو ہدایت کا امن و امان کے ساتھ موقع نہ دیا۔ جب تک زندہ رکھا۔ قید اور ذلت و خواری میں رکھا۔ اور جب مصلحت حکومت مقتضی قتل و ہلاکت ہوئی۔ زہر دے دیا۔ یا

قتل کر دیا۔ کبھی ان سے فیض نہ اٹھایا اور کبھی اس نعمتِ خدا کا شکریہ نہ کیا۔ نہ عملاً بلکہ قولاً بھی ان کی بابت تکذیب کرتے رہے۔ اب اگر یہ ظاہر ہوتے۔ تو ان کے ساتھ کیا کرتے؟ وہی کرتے جو ان کے آباء و اجداد اور نیز دیگر حجج اللہ کے ساتھ ہمیشہ کیا گیا۔ بلکہ اوروں کو تو کچھ عرصہ مہلت بھی دی۔ اور قتل نہ کیا تو قید ہی کر دیا۔ حضرت مہدی آخر الزمانؑ اگر ظاہر ہوتے ایک دن بلکہ ایک منٹ زندہ نہ چھوڑے جاتے۔ کیوں؟ اس لئے کہ جو خوف طاغیانِ زمانہ اور شاہانِ وقت اور ملوک جبابرہ یا خلفائے جور کو ان سے تھا کسی سے نہ تھا۔ اس واسطے کہ سن چکے تھے۔ احادیث موجود تھیں۔ کہ ان جبابرہ اور ان کی سلطنت کا قلع قمع اسی مہدی آخر الزمانؑ امام دوازدہمؑ کے ہاتھ پر ہے۔ وہ زمین کو عدل و داد سے پُر اور ظلم و جور سے پاک اور صاف کرے گا۔ اور یہ پیشگوئی کسی اور امامؑ کی بابت نہ تھی۔ اور اس لئے ان سے اتنا خوف نہ تھا۔ مہدی آخر الزمانؑ سے ان شاہانِ جبار اور سفاکانِ روزگار کو وہی خوف تھا۔ جو نمرود کو حضرت ابراہیمؑ سے اور فرعون کو حضرت موسےٰ بن عمرانؑ سے۔ چنانچہ ذکر آئے گا۔ بادشاہ وقت اس مولود کی تلاش اور فکر میں تھا۔ جاسوس بھیجے ہوئے تھے۔ مگر خدا نے ابراہیمؑ اور موسےٰؑ کی طرح اس کے امر کو پوشیدہ رکھا۔ اور اس کے شر سے محفوظ۔ اور اسی وجہ سے علل غیبت میں یہ مذکور ہوا ہے۔ کہ خوفِ قتل سے وہ جناب غائب کئے گئے ہیں جیسا کہ زرارہ بن اعین سے حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ اور یہی حضرت باقر العلومؑ سے مروی ہے اور یہ امر محتاج بیان اور دلیل نہیں ہے۔ سامنے مثال موجود ہے۔ گیارہ امامؑ از آباء و اجداد مہدی آخر الزمانؑ شہید کئے گئے۔ پس مزید اس کے قتل کے در پے ہوئے اور تھے۔ اور جب سنیں گے اور معلوم کریں گے۔ سب سے پہلے مسلمان ہی اس کے قتل کے در پے ہوں گے۔ علماء اس کے قتل کے فتوے دیں گے۔ پس ان لوگوں کے ظلم و جور نے امامؑ کو غائب کیا ہے: "خود کردہ را علاجے نیست" لیکن یہاں یہ سوال بعض جہاں کو پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ مانا۔ کہ لوگ اور خصوصاً شاہانِ اسلام اس کے دشمن تھے یا ہیں۔ لیکن وہ خلیفہ خدا ہے۔ حجت خدا ہے۔ ولی خدا ہے۔ اور خدا قادر مطلق ہے۔ وہ غائب رکھ کر بھی اس کی حفاظت کر سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو کسی کو اس پہ قدرت قتل نہ دے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا بھی ان سفاک اور جبار بادشاہانِ اسلام بنی امیہ اور بنی عباس سے ڈر گیا۔ اور اپنے ولیؑ اور حجت کو غائب کر دیا؟ ہم کہتے ہیں: "سخن شناس نۂ دلبرا خطا اینجا ست": خدائی مصلحت اور خدائی احکام اور لوگوں کے قیاسات میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ ۔ اور لوگ اس کی تکذیب کرتے ہیں جس پر ان کا علم محیط نہیں ہوتا۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا ظاہر رکھ کر ان کو قتل سے نہیں

بچا سکتا تھا۔ کیوں؟ اس لئے کہ بچانے کی یہی صورت ہے۔ کہ کسی ظالم اور جابر کو اس پر قدرت نہ دے۔ اگر کوئی قتل کرنے آئے۔ تو اس کو قبل از ارتکاب قتل ہلاک کر دے۔ اور خدا ایسا نہیں کرتا۔ کیونکہ اس نے انسان کو اپنے افعال میں فاعل مختار بنایا ہے۔ وہ اس طرح مجبور نہیں کرتا۔ اگر ایسا کرتا۔ تو دنیا میں کوئی کافر و مشرک نہ ہوتا۔ جو کفر کرتا۔ اس کو ہلاک کر دیتا۔ یا اس کو اسباب ہی نہ دیتا۔ موقع ہی نہ دیتا۔ اور اس صورت میں صریح جبر لازم آتا۔ حالانکہ وہ فرماتا ہے۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔ ہم اپنی عطا سے ہر ایک کی مدد کرتے ہیں۔ ان کی بھی اور ان کی بھی۔ اور تیرے پروردگار کی عطا کسی کے لئے ممنوع نہیں ہے۔ اگر ایک کو نہ دیں اور اسباب سلب کر لیں قوت سلب کر لیں۔ تو وہ مجبور ہو جائے گا اور حق و باطل میں تمیز نہ رہے گی۔ مستحق اور غیر مستحق ثواب و عقاب معلوم نہ ہوگا۔ مومن خالص اور منافق میں تمیز نہ ہو گی۔ شکر گزار اور کافرین نعمت نہ پہچانے جائیں گے اور وہ فرماتا ہے۔ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ خدا نے دو نوں راستے دکھلا دیئے ہیں۔ اور لوگوں کو اختیار ہے کہ راہ حق پر چل کر شکریہ اس نعمت خدا کا قولاً و فعلاً ادا کریں۔ یا راہ ناحق اختیار کر کے کفران نعمت خدا کر کے کافر بنیں۔ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا۔ اس لئے اگر خدا جبر کرکے ان کے ظلم و جور مہدی آخر الزمان سے روکتا۔ تو اپنے وعدے کے خلاف کرتا۔ اور خدا کبھی ایسا نہیں کر سکتا۔ لہذا خدا یہ نہیں کرتا۔ کہ ظاہر رکھ کر ان کو محفوظ رکھے۔ اور کسی کو ظلم نہ کرنے دے۔ علاوہ ازیں اگر وہ ہر ایک ظالم و جابر کو ہلاک کر دیتا۔ تو بہت سے مومن بھی ضائع ہوتے۔ کیونکہ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ۔ خدا کافر سے مومن پیدا کرتا ہے۔ اور مومن کے صلب سے بعض کافر پیدا کرتا ہے۔ اگر ان تمام کفار اور ظالمین کو ہلاک کر دیتا۔ تو ہزاروں مومنین جو اس وقت ان کے صلب سے پیدا ہوئے ہلاک کر دیتا۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ تب تک کفار کو مہلت دیتا ہے۔ جب تک کہ مومن و کافر جدا نہ ہو جائیں۔ اور اس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ اور اگر یہ کرتا کہ ان کو ظلم کرنے دیتا جو قتل کرآتا۔ اس کو نہ روکتا۔ جو زہر دیتا اس کو ہلاک نہ کرتا۔ لیکن زہر کی تاثیر بدل دیتا اور تلوار کا اثر روک دیتا۔ اس صورت میں ایک اور بہت بڑی خرابی لازم آتی۔ وہ یہ کہ لاکھوں آدمی اس جرم کے مرتکب ہو کر حجت اللہ کو زہر دے کر اس پر تلوار چلا کر یقیناً عذاب میں گرفتار ہوتے۔ اور اس کے وبال میں وہ اور ان کے لاکھوں اتباع اور اشیاع اور انصار پھنستے۔ اور یہی سلسلہ جاری رہتا۔ کروڑوں آدمی اس طرح سے ہلاک ہوتے۔ اس لئے خدا نے اپنے حجت کو غائب کر کے رحمۃ للعالمین کی امت پر لطف کیا۔ اور ان کو اس ارتکاب سے ایک زمانہ تک کے لئے بچا دیا۔ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ وَمَا كَانَ

اللہ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ جب پیغمبر یا جزو پیغمبر اور نفس پیغمبر یہاں موجود ہے۔ ان کو عذاب نہیں کرسکتا۔ اور اگر امامؑ کو یہ حکم دے دیتا۔ کہ وہ ظالموں اور کاذبوں سے لڑیں اور مقابلہ کریں اور سب کو قتل کر دیا کریں۔ تو تمام عالم میں ہمیشہ معرکہ صفین و نہروان جاری رہتا اور مقصد ہدایت خلق پر بھی پورا نہ ہوتا۔ جیسا کہ سابقہ حوالات سے ظاہر ہے۔ حق و باطل میں تمیز بیّن نہ ہوتی۔ اور اگر امامؑ کو مثل حسینؑ شہید ہو جانے دیتا۔ تو حجتِ خدا سے زمین خالی ہو جاتی۔ اور عالم تباہ۔ کیونکہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ یہ آخری حجتِ خدا ہے۔ اور اگر زمین حجتِ خدا سے خالی ہو جائے۔ اور امام زمین سے بالکلیہ اُٹھ جائے تو زمین مع اہل زمین منخسف ہو جائے۔ پس ایسی حالت میں کوئی صورت ممکن نہیں تھی الا یہ کہ موافق سنتِ قدیمہ اپنے حجت اور امامؑ کو نظروں سے غائب کر دے اور امامؑ کو قتل اور ظلم سے اور ان لوگوں کو فوری عذاب سے بچائے۔ وَإِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ وَهُوَ لَطِيفٌ بِعِبَادِهِ نیز اگر خدا اپنے حجتِ آخری کو ظاہر رکھتا۔ تو لامحالہ اس کو مثل جناب امیرؑ و جناب امام حسنؑ و مثل امام حسینؑ تا واقعہ کربلاء وغیرہم من الائمۃ المعصومینؑ کسی نہ کسی طاغیہ زمان کی حکومت میں دینا پڑتا۔ اور چونکہ تا انقضاء اجلِ معیّنہ مقابلہ و جہاد نہیں کر سکتے۔ ضرور ان سے معاہدہ صلح کرنا پڑتا۔ کہ ہم تمہاری مخالفت نہ کریں گے اور تم سے نہ لڑیں گے۔ تم پر خروج نہ کریں گے۔ اور ایسی معاہدے کو بیعت کہا گیا ہے۔ اور بیعت بیع سے ہے۔ اور ایک معاہدۂ خاص ہی کا نام ہے۔ اور ایسے معاہدے سے اطاعتِ مطلقہ یا اس کی حقیقت لازم نہیں آتی۔ جس کی ایسی بیعت کی گئی ہے۔ لیکن حضرت حجت عجل اللہ فرجہ مہدی آخر الزمانؑ کو ضرور ایک دن ان جملہ خلفاءِ جور پر خروج کرنا ہے۔ اور ان کے مقابلہ پر آنا ہے۔ لہٰذا خدا نے اس وجود مقدس کو نظروں سے غائب کر دیا۔ تاکہ کسی طاغیہ زمان کی بیعت آپ کی گردن میں نہ ہو۔ تاکہ وقتِ خروج خلاف معاہدہ لازم نہ آئے۔ اور یہ خصوصیات امامِ زمانؑ سے ہے۔ جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ چنانچہ احادیث میں آیا ہے۔ اور جمیل بن صالح حضرت صادق آل محمدؑ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرتؑ نے فرمایا يُبْعَثُ الْقَائِمُ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ لِأَحَدٍ۔ حضرت قائمؑ آل محمدؐ اس حال میں مبعوث ہوں گے۔ کہ کسی کی بیعت ان کی گردن میں نہ ہوگی۔" اور یہی ہشام بن سالم نے بیان کیا ہے۔ اور علی بن فضال نے اپنے باپ سے اور انہوں نے حضرت علی بن موسیٰ الرضاؑ سے روایت کی ہے۔ کہ فرمایا۔ میں اپنے تیسرے فرزند کے بیٹے کے غائب ہونے کے وقت شیعوں کو دیکھتا ہوں۔ کہ وہ چوپایوں کی طرح حیران پھرتے ہوں گے۔ اور کہیں ٹھکانا اور آرام نہ پائیں گے۔ کیونکہ ان کا امامؑ ان سے غائب ہوگا۔ راوی نے عرض کیا۔ کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ

جس وقت تلوار سے خروج کرے۔ تو اس کی گردن میں کسی کی بیعت نہ ہو کہ امامؑ کبھی خلافِ معاہدہ نہیں کرتا)۔ اور حنان بن سدیر اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابوعبداللہؑ نے فرمایا۔ کہ ہمارے قائمؑ کے لئے غیبت ضرور ہے۔ جس کی مدت دراز ہوگی۔ اور علت کے سوال پر فرمایا۔ تاکہ خدا اس میں باب غیبات تمام سنن انبیاء کو جاری کرے۔ اور اس کے لئے انتہاء مدت غیبات ضروری ہے۔ کہ خدا فرماتا ہے۔ لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ۔ اَیۡ سُنَنَ مَنۡ کَانَ قَبۡلَکُمۡ۔ یعنی پہلوں کی سنتیں حذو النعل بالنعل اس میں ضرور واقع ہوں گی۔ اور اس سے معلوم ہے۔ کہ علتِ مطلق غیبت اور علت منفقلہ وہی ہے۔ جو تمام انبیاء میں ہے۔ نیز خداوند عالم نے اپنے اس ولی کو معاشرتِ عوام سے، پاک وصاف اور علیحدہ رکھا ہے۔ اگر ظاہر رکھتا۔ اور ان سے میل جول اور معاشرت کرنے دیتا۔ لوگ ان کو بُرا بھلا کہتے۔ اور یہ صبر پہ مامور ہوتے۔ لوگ انہیں ستاتے۔ اور یہ بوجہ نہ ہونے حکم خدا کچھ نہ کہتے۔ تو ان کی ہیبت جاتی رہتی اور دلوں سے عزت کم ہو جاتی۔ اور وقت ظہور رفاص رعب نہ ہوتا۔ اور اس طرح سے لوگ ظہور کے مشتاق بھی نہ رہتے اس لئے ان کو عوام کی صحبت اور معاشرت سے علیحدہ رکھا گیا۔ کما سیجئے۔ اور تفاصیل اور جزئیات جمیع علل ومصالح الٰہیہ کو کوئی شخص احاطہ نہیں کر سکتا۔ ممکن ہے۔ کہ اور بہت سی علتیں غیبت امامؑ میں ہوں۔ چنانچہ اس امر کی طرف بھی حضرت ابوعبداللہؑ نے اشارہ فرمایا ہے۔ اور عبداللہ بن الفضل الہاشمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرتؑ کو فرماتے سُنا۔ کہ صاحب الامرؑ کی غیبت ضروری ہے۔ جس میں باطل پرست تنگ کرنے لگیں گے۔ میں نے عرض کیا۔ میں آپ پر فدا ہوں کیوں ایسا ہوگا؟ فرمایا۔ لِاَمۡرٍ لَمۡ یُؤۡذَنۡ لَنَا فِی کَشۡفِہٖ لَکُمۡ۔ ایک ایسے امر کی وجہ سے جس کے انکشاف کی تمہارے لئے اجازت نہیں دی گئی ہے (اجمالی علل بیان کر دی گئی ہیں۔ جس کو عام لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر خاص اسرار الٰہی جو اس غیبت ولی زمانؑ میں پوشیدہ ہیں۔ ان کی پوری پوری تشریح اور توضیح اور انکشاف کی اجازت نہیں دی گئی) میں نے (راوی) سوال کیا۔ حضرتؑ پھر کیا حکمت ہے غیبت امامؑ میں؟ فرمایا۔ وہی حکمت ہے جو حجج اللہ و انبیاء اللہ سابقین کی غیبت میں ہے (علت مستقلہ عمومی ایک ہی ہے۔ اس میں فرق نہیں)۔ اور جو اصل وجہ حکمت ہے۔ وہ بعد ظہور ہی منکشف ہوگی۔ جس طرح کہ حضرت خضرؑ کے کشتی توڑنے۔ بچے کو قتل کرنے اور دیوار کو کھڑا کرنے کی علت حضرت موسیٰؑ کو نہ معلوم ہوئی۔ مگر اس وقت جب دونوں جدا ہونے لگے اور ہو گئے (یہاں سے معلوم ہوا۔ کہ اس کی حقیقت پر چونکہ ہمارا علم محیط نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس کے انکشاف پر صبر نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ ان اسرار پر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ اور حضرت خضرؑ ان سے فرماتے تھے۔ اِنَّکَ لَنۡ تَسۡتَطِیۡعَ مَعِیَ صَبۡرًا۔۔۔۔ تم میرے ساتھ رہنے اور

اسرارِ الٰہی دیکھنے کی استطاعت ہی نہیں رکھتے ہو۔ اور حضرت موسٰی کے اصرار پر فرمایا۔ كَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا۔ تم کس طرح اس شے پر صبر کر سکتے ہو جس پر تمہارا علم محیط نہیں ہے۔ اور تم اس کو نہیں جانتے ہو۔ جب تک ہم ان حقائق و اسرار پر احاطۂ علمی پیدا نہ کرلیں۔ اسرار علت غیبت امامؑ کو کماحقہٗ ہرگز نہیں سمجھ سکتے۔ فَلَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ۔ اے مفضل۔ هٰذَا الْاَمْرُ اَمْرٌ مِّنْ اَمْرِ اللّٰهِ سِرٌّ مِّنْ سِرِّ اللّٰهِ وَغَيْبٌ مِّنْ غَيْبِ اللّٰهِ۔ یہ امر خدا کے امر میں سے ایک امر ہے۔ اور اس کے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے۔ اور اس کے غیب میں سے غیب ہے۔ وَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ۔۔۔۔ اس اپنے غیب پر سوائے اپنے مرتضاے رسولؐ اور کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ اور جب ہم نے یہ جان لیا۔ کہ خدا حکیم ہے۔ اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ تو اتنا ہی ایمان اور اعتقاد کافی ہے۔ کہ اس غیبت میں بھی ضرور کوئی حکمت اور مصلحت ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ اے ایمان والو! اس نبیؐ پر حق کے لئے رحمت طلب کرو۔ اور اس کے ہر ایک حکم کو مان لو۔ جو حق ماننے کا ہے۔ اور غیبت پر بحکم آیات و احادیث نبویؐ ایمان لاؤ۔ وذالك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب .... واولئك هم المفلحون۔

شبہ سوم یہ ہے۔ کہ یہ مان لیا۔ کہ امامؑ کا وجود ضروری ہے۔ اور اس کی غیبت بھی ضروری۔ اور اس پر دلائل قائم ہو سکتی ہیں اور قائم ہیں۔ لیکن ایسے امام غائبؑ کے وجود سے مخلوقات کو کیا فائدہ ہے۔ جس کو نہ ہم دیکھ سکتے ہیں۔ نہ جس کے پاس جا سکتے ہیں۔ اور نہ جس سے مسائل پوچھ سکتے ہیں۔ اور نہ اپنی حاجت روائی کرا سکتے ہیں۔ اور نہ نصرت و امداد لے سکتے ہیں؟ پس ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں۔ کہ **اوّل** جب ثابت ہو گیا۔ کہ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں رہتی۔ اور امام مہدی آخرالزمانؑ بنص آیات و احادیث موجود ہیں۔ اور ضرور وہ غائب ہیں۔ اور ان کا اقرار عین ایمان ہے۔ تو پھر اگر ہمیں اس کے فوائد کا علم نہ ہو۔ تو اس کے وجود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ در آنحالیکہ حکماء کے نزدیک محقق اور مسلم ہے۔ اور کلام حمیدہ مجیدہ بھی اس پر شاہد ہے۔ کہ نفس وجود شے خیر ہے اور عدم شر۔ وجود نور ہے اور عدم ظلمت۔ اور بعض موجود مقصود بالذات ہوتے ہیں نفس وجود ان کا مقصود بالذات ہوتا ہے۔ ان سے کسی دوسرے کو فائدہ مقصود نہیں ہوتا۔ اور اگر ہوتا ہے تو بالعرض نہ بالذات۔ اور در آنحالیکہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ بہت سے انبیاء۔ اکثر ایسے گذرے ہیں۔ جو کسی مخلوق اور کسی قوم پر مبعوث نہ ہوئے تھے۔ بلکہ محض اپنے ہی نفس پر نبی تھے۔ اور یہ ثابت ہے۔ کہ نفس غایت خلقت انبیاءؑ

ہدایت اور تبلیغ نہیں ہے۔ بلکہ غایت بعثت انبیاء ہدایت اور تبلیغ ہے۔ اور غایت خلقت انبیاء نفس اظہار کمال کامل مطلق۔ وَقَالَ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي اے موسےٰ میں نے تجھے اپنے لئے بنایا ہے۔ حجت خدا نبی اور امام نمونۂ کمالات خالق و صانع ہوتا ہے۔ نہ کہ محض دوسروں ہی کے لئے خلق کیا جاتا ہے۔ پس ممکن ہے کہ نفس وجود مہدی آخر الزمان مقصود بالذات ہو۔ نہ کہ ہدایت خلق بمعنی عام جیسا کہ وہ انبیاء اللہ جو کسی قوم پر مبعوث نہیں ہوئے تھے اور پوشیدہ جزیروں میں عبادت خدا کرتے تھے۔ ثانیاً فائدہ امام غائبؑ کا وہی ہے۔ جو حضرت آدمؑ کی خلافت کا ملائکہ کے سامنے۔ اور امام غائبؑ کے وجود کا دینی فائدہ مخلوق کے لئے ہے۔ جو حضرت ادریسؑ کے وجود کا زمانۂ غیبت میں۔ اور حضرت صالحؑ کے وجود کا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کے وجود کا۔ اور حضرت موسےٰؑ کے وجود کا اپنے اپنے زمانۂ غیبت میں تھا۔ اور جو فائدہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کے وجود کا تھا۔ جب کہ آپ شعب ابی طالبؑ میں چھپے ہوئے تھے یا اسی چالیس برس کی عمر کے عرصے میں تھا۔ جس میں آپ نے اظہار نبوت نہیں کیا تھا۔ اور اپنے کو نبی نہ کہا تھا۔ اور لوگوں کو دعوت حق نہ دی تھی۔ تبلیغ نہ کی تھی۔ وہ فائدہ ہے۔ جو حضرت آدمؑ کے وجود سے اس وقت تھا۔ جبکہ کوئی مخلوق ہدایت کے لئے نہ تھی اور آدمؑ کے اولاد بھی پیدا نہ ہوئی تھی۔ اور وجود امام غائبؑ سے وہ فائدہ ہے۔ جو اولاد حضرت آدمؑ کے ان اوصیاء کے وجود کا تھا۔ جو تا زمانہ حضرت ادریسؑ اور پھر تا زمانہ حضرت نوحؑ ظاہر نہ ہوئے تھے۔ اور کسی قوم کو تبلیغ نہ کرتے تھے۔ اور پوشیدہ جزیروں میں رہتے تھے۔ ثالثاً امام کا فرض صرف ہمیں مسئلے مسائل بتانا اور نہ ہماری اپنی دل بخواہانہ حاجتیں علی الظاہر بوجود شخصی پوری کرنا۔ لوگوں سے ملنا اور اپنی صورت دکھانا اور ان کی دیکھنا یا مریدوں کے یہاں دعوتیں کھانا اور ان کے لئے علی الظاہر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا نہیں ہے۔ بلکہ باب اول میں مفصل ثابت ہو چکا ہے کہ امامؑ مربی عالم ہے۔ اور تدبیر امور الٰہی ولی زمانؑ ہی سے متعلق ہوتی ہے۔ اور تربیت عالم اور تدبیر امور الٰہی از قسم تصرفات عالم امور خلق و رزق و حفاظت و حمایت خلق میں اس وجود ظاہری جسمانی اور اس کے ظہور پر موقوف نہیں ہے۔ اس پر مبنی نہیں ہے کہ ہم بھی اس کو دیکھتے ہوں۔ اول مؤید عالم اور مربی کل عالمین خدائے رب العالمین ہے۔ جو نہ یہاں بصورت ظاہری موجود ہے اور نہ وہاں۔ اور وہ اپنی قدرت کاملہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ اور تربیت عالم کرتا ہے۔ حالانکہ نہ یہاں ہماری آنکھیں اس کو دیکھ سکتی ہیں اور نہ وہاں۔ صرف دل کی آنکھوں سے پہچانا جاتا ہے۔ اور پہچان کر اس پر ایمان لاتے ہیں۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ کوئی چیز اس کی مثل نہیں۔ اور کسی شے سے اس کو مشابہت نہیں دے سکتے۔ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ مگر وہ وہ

ذات ہے۔ جو سب کی سُنتا ہے اور سب کچھ دیکھتا ہے۔ اور ایک ذرہ اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ آنکھ اس کو ہرگز نہیں دیکھ سکتی مگر وہ ہر ایک نظر کو دیکھتا ہے۔ اور بہت ہی باریک بین اور باخبر عالم ہے۔ امام اس کا خلیفہ اور جانشین اور اس کی ولایت مطلقہ کا مظہر کامل متصرف فی العالم ہوتا ہے۔ اور عین اللہ و اذن اللہ و ید اللہ و جنب اللہ و وجہ اللہ و لسان اللہ اس کے خطاب اور القاب ہیں۔ اور شہید علی الناس اس کی صفت ہے۔ وہ چشم الٰہی سے دیکھتا ہے۔ اور اسی کان سے سُنتا ہے اور اسی زبان سے بولتا ہے۔ اور دستِ قدرت سے عالم میں تصرف حاصل کرتا ہے۔ اور دنیا اس نورانی آنکھ کے سامنے مثل ہاتھ کی ہتیلی کے ہے۔ کمالاتِ خدائی اس سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اور وہ ہی ان سب کا مظہر ہے۔ اس کے لئے وجود شخصی کسی تصرف میں شرط نہیں ہو سکتا۔ اس کا فائدہ ہمارے علم اور احاطہ پر موقوف نہیں ہے۔ وہ ہمیشہ کار خدائی انجام دیتا ہے۔ خواہ ہم اس کو دیکھیں یا نہ دیکھیں اور اس کے کام کو جانیں یا نہ جانیں۔ عدم الوجدان لیس بدلیل العدم۔ رابعًا امام غائب کے وجود کا یہ فائدہ ہے جو ہم کو پہنچ رہا ہے۔ کہ ہم اس کی طفیل زندہ اور روزی پا رہے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ دُنیا اصلاً ان کے لئے خلق ہوئی ہے۔ اور ہم سب اس کے طفیلی ہیں۔ جیسا کہ ثابت ہو چکا ہے۔ دُوسرے اس لئے کہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ وہ واسطہ فیضان الٰہی ہے۔ جو فیض مخلوق کو خالق کی طرف سے پہنچتا ہے۔ وہ بواسطہ خلیفہ خدا و ولی خدا پہنچتا ہے۔ پس اس وقت بھی ہم اس واسطہ فیض کے سبب سے فیض الٰہی سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور یہ جو کچھ ہم کھا پی رہے ہیں اسی کا چشمہ فیض ہے۔ جو جاری ہے۔ کیونکہ رب العالمین کا مظہر اور رحمۃ للعالمین کا جانشین ہے۔ حتیٰ کہ فیض وجود بھی اس کے واسطہ اور وسیلہ سے ہم کو پہنچتا ہے۔ اگر یہ واسطہ فیض ہمارے اور واجب الوجود کے درمیان نہ ہو۔ تو انقطاعِ فیض جاری لازم آئے۔ خامسًا خداوند عالم فرماتا ہے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ اگر خدا لوگوں کے گناہوں اور ان کے ظلم کا مواخذہ اور بازپرس کرتا۔ تو ان کے گناہ اور ظلم اتنے ہیں کہ ان کی سزائیں ان کو بالکل تباہ و برباد کر دیتیں۔ اور ایک متحرک زمین پر باقی نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ ایک میعاد معین تک کے لئے ان کو مہلت دیتا ہے۔ جس وقت وہ مہلت کی میعاد پوری ہو جائے گی اس وقت وہ ان سے مواخذہ کرے گا۔ اور پھر وہ ایک گھڑی اس سے آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے۔ اور فرماتا ہے۔ وَلَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ

لَنْ یَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا (کہف ع ۸) اگر خدا ان کی کرتوتوں کا مواخذہ کرتا۔ تو ابھی ابھی ان پر عذاب نازل کرتا۔ لیکن ان کے لئے ایک وقت موعود مقرر ہے۔ اس سے بچ کر کہیں نہیں جا سکیں گے۔
ان آیات سے ثابت ہے۔ کہ لوگوں کا ظلم اور ان کے گناہ اور ان کا فسق و فجور اور کفران و طغیان حد درجہ اتنا بڑھ گیا ہے۔ کہ اگر ان کے اعمال کی باز پرس اب کی جائے۔ تو فوراً عذاب نازل ہو۔ اور ایک متحرک ایک متنفس زمین پر زندہ نہ چھوڑا جائے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ کہ کسی پر عذاب نازل نہیں ہوا۔ سب عیش و راحت میں بسر کر رہے ہیں۔ یہ کیوں؟ اس لیے کہ وہ وعدۂ خدا ہے مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ۔ پیغمبر ہم اس وقت تک ان پر عذاب عمومی نہ بھیجیں گے جب تک تو ان میں ہے۔ اب اگرچہ خود رسول نہیں ہے مگر نفس رسول اور جزو رسول اور جانشین رسول اور عترت رسول موجود ہے۔ اور اسی کے بطفیل عذاب مرتفع ہے۔ سزائے دنیا سے محفوظ ہیں۔ اور مہلت ملی ہوئی ہے۔ اور یہ اجل مسمّٰی اسی کا وقت ظہور ہے۔ وہ خود انہیں سزا دے گا اور عذاب کرے گا۔ اور تیغ کے گھاٹ اتارے گا۔ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ وہ روز فتح ایسا ہوگا۔ کہ اس دن کسی کافر کو اس کا ایمان لانا فائدہ نہ بخشے گا۔ اور نہ اس وقت ان کو مہلت دی جائے گی۔ مہلت کا وقت ختم ہو جائے گا۔ اب اس امام معصوم کے طفیل گناہ گار بھی عذاب دنیا سے بچے ہوئے ہیں۔ اور عذاب اسی کے ہاتھ پر موقوف ہے۔ اور یہ امام غائب کے وجود کا فائدہ ہے جو سب کو پہنچ رہا ہے۔ ورنہ زمین تباہ ہو جاتی۔ اور اسی طرف اشارہ کرکے خدا فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ اگر خدا بعض وجودوں کی طفیل دوسرے لوگوں سے عذاب دفع نہ کرتا۔ تو کنیسے گرجے۔ مندر اور دوسرے دینوں کے عالموں کی عبادت گاہیں اور مساجد جن میں ذکر خدا ہوتا ہے سب منہدم ہو جاتیں۔ سا و سما زمین و آسمان وجود حجت اللہ اور خلیفۂ خدا اور وجہ اللہ سے قائم ہیں۔ اور احادیث امان میں آ چکا ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ کہ میرے اہل بیت زمین کے لئے امان ہیں جس طرح ستارے آسمان کے لئے امان ہیں۔ اور یقیناً مہدی آخر الزمان اہل بیت نبوت و رسالت سے ہیں۔ اور وہ امان زمین ہیں۔ وَلَوْلَا دَفْعُ الْاِمَامِ لَسَاخَتِ الْاَرْضُ بِاَهْلِهَا۔ ... اگر امام زمین سے اٹھ جائے تو زمین مع اہل زمین دھنس جائے اور منخسف ہو جائے۔ اور اس لئے خود وہ جنابؑ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ لَاَمَانٌ لِّاَهْلِ الْاَرْضِ كَمَا اَنَّ النُّجُوْمَ اَمَانٌ لِّاَهْلِ السَّمَآءِ اور اشارہ ہو چکا ہے۔ اور خطبہ جناب امیرؑ میں ذکر ہے۔ کہ بقائے ارض و سما وجود امام ہی سے ہے۔ اور یہی وجہ اللہ وہ عمود آسمان ہیں۔ جو دکھلائی نہیں دیتے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا اللہ ہی وہ ذات ہے۔ جس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں پر قائم کیا ہوا ہے۔ جن کو تم نہیں دیکھتے ہو۔ کیونکہ یا وہ غائب ہوئے ہیں۔ یا اگر ظاہر بھی ہوئے ہیں تو ان کا تصرف دراصل تصرف رُوحانی ہے نہ تصرف جسمانی ظاہری۔ اور خلافت الٰہیہ روح نبی و امام پر موقوف ہے نہ جسم پر۔ بلکہ درحقیقت امام اور خلیفہ اور ولی وہی روح ہے نہ جسم۔ پس اس وجود مقدس سے بقاء زمین و آسمان ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو نہ زمین ہو اور نہ آسمان۔ پھر وجود اور حیات انسان کہاں۔ تَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ وَلَا تَكْفُرُوْهَا سَابِقًا جب یہ ثابت ہے۔ کہ فیض امام موقوف جسم پر نہیں ہے۔ اور نیز یہ محقق اور مسلم عقلاء ہے۔ کہ فیض دو قسم پر ہے۔ ایک جسمانی دوسرا رُوحانی۔ تو حالتِ غیبت امامؑ میں اگر لوگ فیض جسمانی سے محروم ہو سکتے ہیں تو فیض رُوحانی سے محروم ہونا ضروری نہیں ہے۔ فیض رُوحانی ان کو پہنچ سکتا ہے خواہ امام کہیں ہوں۔ مشرق میں ہوں یا مغرب میں۔ لیکن چشم بصیرت وا ہو۔ نور عقل موجود ہو اور دل میں شمع ایمان روشن۔ وہ ضرور اپنے دوستوں کو فیض رُوحانی پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور ایک بڑا فیض یہ ہے۔ کہ وہ مظہر خدا۔ مومنین کے دلوں سے وساوس شیطانی اپنی قوتِ تصرف سے دفع کرتے رہتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ بیشک خدا مومن اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ اور وساوس اور اغوا شیطان کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ اس تصرف کا ظہور ولی متصرف اور ولی زمانؑ سے ہوتا ہے۔ اور مہدی آخر الزمانؑ ہی مومنین کے دلوں سے وساوس کو دور کر کے روح ایمان کو تازہ کرتے رہتے ہیں۔ ورنہ نہایت دشوار تھا۔ کہ اس زمانہ غیبت میں باوجود دشمنان خدا کی کثرت کے ان کے حملوں اور اغواء اور اضلال سے مومنین محفوظ رہتے۔ اگر کوئی مومن کامل ہے تو انشاءاللہ کبھی کسی اعتقاد باطل اور وسوسہ شیطانی کو اس کے دل میں دخل نہ ہوگا۔ اور اگر کبھی کسی فعل کے اثر سے کوئی وسوسہ پیدا بھی ہوگا۔ تو جس وقت اس ولی زمانؑ کی طرف رجوع کرے گا۔ فوراً رفع ہو جائے گا۔ اور ہم ثابت کر چکے ہیں۔ کہ اس مُغوی اور مُضل شیطان کے مقابل ایسے متصرف امام اور حجتِ خدا اور ولی زمانؑ کا وجود ہمیشہ ضروری ہے۔ جو ان شبہات اور وساوس کو دفع کرتا ہے۔ پس یہ اس کا رُوحانی فیض ہمیشہ جاری ہے۔ خواہ اس کو کوئی سمجھے۔ یا نہ سمجھے۔ جس طرح کہ جب آفتاب کے نیچے ابر آ جائے۔ تو آفتاب غائب ہو جاتا ہے۔ اور نظر نہیں آتا۔ مگر جو اس کا کام ہے یعنی اپنی حرارت سے اور روشنی سے تربیت عالم کرنا۔ مواد کو پکانا اور پختہ کرنا اور اشیاء کو نشوونما دینا۔ اس میں وہ ہمیشہ مصروف ہے۔ وہ آفتاب امامت

اس حالتِ غیبت میں بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ اور اس کا فیض پہنچ رہا ہے۔ خواہ کوئی جاہل اس کو محسوس کرے یا نہ کرے۔ اس طرح اس امام برحق کا فیض رُوحانی قلوب مومنین کو پہنچ رہا ہے۔ وہ ان کی رُوح کی رُوحانی پرورش کر رہے ہیں۔ خواہ ان کو کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔ اور اس فیض اور اس فائدہ کا احساس کرے یا نہ کرے۔ چنانچہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں۔ وَاَمَّا الْاِنْتِفَاعُ بِیْ کَالْاِنْتِفَاعِ بِالشَّمْسِ اِذَا غَیَّبَتْهَا السَّحَابُ۔ یعنی حالتِ غیبت میں مجھ سے انتفاع اور فائدہ اُٹھانا ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ لوگ ابر کی حالت میں آفتاب سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ ورنہ جو عالم ہوتے ہیں۔ اور اس کو جانتے ہیں۔ وہ اس فائدہ کو محسوس کرتے اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح جو فیض امام علیہ الصلوٰۃ والسلام سے واقف ہیں۔ علم رکھتے ہیں۔ اور ان کی رُوحانیت اور نورانیت قلب اس کے احساس کے قابل ہو چکی ہے۔ وہ اس کا احساس کرتے ہیں۔ اور اقرار رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آئندہ ثبوت بھی دیں گے۔ اور علماء عارفین کے اقوال دکھلائیں گے۔ ثامناً اس سے مخفی مسائل کا دریافت کرنا اور علم حاصل کرنا۔ یہ بھی۔ وجود ظاہری پر موقوف نہیں ہے کیونکہ علم کا تعلق رُوح اور نفس ناطقہ انسانی سے ہے۔ اور عالم رُوحانی اور نفسانی غیر عالم جسمانی زمانی ہے۔ اور تحصیل علم صرف کان اور آنکھ پر موقوف نہیں ہے۔ کہ کسی کتاب یا تحریر میں دیکھ کر یا کسی زبان سے سُن کر ہی حاصل کریں۔ بلکہ تعلیم قلبی و رُوحانی بھی ہوتی ہے۔ اور نیز ظاہری بھی صرف وجود ظاہری جسمانی پر موقوف نہیں ہے بلکہ معلم بھی رُوح ہے۔ اور متعلم بھی رُوح۔ پھر بلا ظہور جسمانی بھی یہ تعلیم ممکن ہے اور اس طرح مومنین امام غائب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تعلیم رُوحانی پا سکتے ہیں۔ علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اور مسائل لے سکتے ہیں۔ ہاں معرفت اور نور ایمان کی ضرورت ہے چنانچہ بعض عارفین نے اس زمانۂ غیبت کبریٰ ہی میں اس جناب سے تعلیم پائی ہے اور علوم حاصل کئے ہیں۔ معرفت تحصیل کی ہے۔ جیسے کہ قطب مدار وغیرہ عارفین۔ اور ان کا انشاء اللہ باب ہشتم میں ذکر کیا جائے گا۔ اور کتنے معصوم اہل اسلام سُنّی عارفین اور شیعوں میں گزرے ہیں۔ جنہوں نے امام غائب علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ سے فیض حاصل کیا ہے۔ کیونکہ ثابت کر چکے ہیں۔ کہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام عجل اللہ فرجہ دراصل غائب نہیں ہے۔ دُنیا سے معدوم نہیں ہے۔ لوگوں نے خود اعتقاداتِ باطلہ

اور اوہام فاسدہ اور فسق و فجور کے پردے اپنے نورِ بصیرت و بصارت پر ڈال دیتے ہیں۔ اور خود اس کے فیض سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور اس لئے جو شخص اس سے مستثنےٰ ہو۔ اور یہ حجاب اس پر نہ چڑھے ہوں۔ معرفت اور دل میں نور رکھتا ہو۔ اور گناہوں کی آلودگی سے پاک ہو تاکہ ساحتِ قدسِ امام علیہ السلام سے تعلق پیدا کر سکے۔ نمازِ طاہرین جا سکے مقدسین سے مل سکے۔ وہ خدمتِ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچ سکتا ہے۔ امام علیہ السلام کو دیکھ سکتا ہے۔ وہ سوال کر سکتا ہے۔ مسائل پوچھ سکتا ہے۔ اور بہت سے مومن ہیں۔ جو بصورتِ جسمانی خدمتِ امام علیہ السلام میں پہنچے ہیں۔ زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور فیض پایا ہے۔ اور اب بھی جو شخص چاہے۔ کوشش کرے۔ باشرائط اس کا امتحان کر سکتا ہے۔ اور خدمتِ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچ سکتا ہے۔ اور ان شرائط میں اوّل صدقِ دل سے اس پر ایمان لانا اور فسق و فجور کا ترک کرنا اور اس کی فی الجملہ معرفت حاصل کرنا ہے۔ باب شہادات میں ان لوگوں کی ایک فہرست آئے گی۔ جو خدمتِ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچے ہیں۔ اور ایسے ہی نصرتِ امام علیہ السلام بھی ظہورِ جسمانی پہ موقوف نہیں ہے۔ وہ تصرفِ روحانی ہیں۔ اور برابر مومنین کی نصرت کرتے رہتے ہیں۔ فریاد کو پہنچتے ہیں۔ اور حفظِ ثغور و نصرتِ ظاہری اور اجرائے بعض حدود ساقط ہے۔ تو یہ ہمارا قصور ہے۔ یہ گناہ ہمارا ہے۔ کہ ہم نے اپنے افعال سے اس نعمت کو کھو دیا ہے۔ "تا صحًا حجتِ خدا پیغمبرؐ یا امامؑ سے ہدایت پانا۔ احکام سیکھنا اور علمِ نبی حاصل کرنا۔ معرفتِ خدا حاصل کرنا حضوری پہ موقوف نہیں ہے۔ کہ بالمشافہ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ نہ یہ پیغمبرؐ کا فرض ہے۔ کہ وہ ہر ہر شخص کے گھر جائے۔ اور مسائل بیان کرے۔ اور نہ ہر ہر فردِ انسان کا یہ فرض ہے۔ کہ مقام اور مرکزِ نبوت پہ پہنچ کر بالمشافہ احکام حاصل کرے۔ بلکہ علم ان احکامِ پیغمبریؐ کا ضروری ہے۔ جن کی تبلیغ پر وہ مامور ہے۔ اور وہ بلاواسطہ و بالواسطہ دونوں طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر ممکن ہے خود انسان جائے۔ اور پوچھے اور سنے۔ ورنہ اس سے دریافت کر سکتا ہے۔ جو جانتا ہو۔ اور جس کو اس کا علم ہو۔ اور اسی طرح معرفتِ پیغمبرؐ اور اس پر ایمان لانا اس پہ مبنی نہیں ہے۔ کہ انسان پیغمبرؐ کو آنکھ ہی سے دیکھے۔ بلکہ معرفت قلب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور احکام سماع سے تحصیل کئے جا سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے زمانے

میں نہ خود سب کے گھر جاتے تھے۔ اور نہ تمام رُوئے زمین پر پھرتے تھے۔ اور نہ ہر قطعۂ زمین سے ہر ایک شخص حاضر خدمت ہونے پر مامور تھا۔ بلکہ بہت سے لوگ دور دراز کے ملکوں میں رہتے تھے۔ اور حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہوئے تھے۔ اور معرفت رکھتے تھے۔ اور حضرتؐ جب کوئی بات بیان فرماتے تھے۔ تو اکثر فرمادیا کرتے تھے کہ حاضرین غائبین کو پہنچا دیں۔ اگر تحصیلِ احکام نبوئی فرض ہے۔ تو فرض کفائی ہے۔ کہ ہر شہر یا ہر قوم میں سے ایک جماعت جائے۔ اور احکام سیکھ آئے۔ دین حاصل کرکے واپس ہوئے پر دوسرے بھائیوں کو بتلائے اور تبلیغ کرے۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ کہ لَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ۔ ہر ایک فرقے سے کیوں ایک جماعت نہیں جاتی۔ جو دین کو سیکھے اور واپس ہوکر اپنی قوم کو ہدایت کرے۔ پس ہر شخص حضوری حجت اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر مامور نہیں ہے۔ بلکہ ہر حال میں عوام کو ان علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ جو احکام دین سے واقف ہوں۔ آج اس وقت میں بھی ہم پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے ہیں۔ ان کی معرفت حاصل کی ہے۔ ان کے احکام سیکھے ہیں۔ حالانکہ ہم میں سے ایک نے بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود نہیں دیکھا۔ ہاں تعلیم حضرتؐ حاصل کی ہے۔ جو قرآن اور احادیث میں موجود ہے۔ اور علماء سمجھانے والے ہیں۔ اسی طرح امام غائبؑ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تعلیم کا حاصل کرنا اور اس پر ایمان لانا واجب ہے نہ حضوری۔ اور یہ تعلیم بذریعہ علما حاصل ہو سکتی ہے۔ اور تعلیم امام زمان علیہ الصّلوٰۃ والسّلام وہی ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے گیارہ آباء طاہرین علیہم الصّلوٰۃ والسّلام بیان فرما گئے ہیں۔ وہی ہم علماء سے حاصل کریں۔ اگر کوئی مسئلہ ایسا ہو۔ جس کی اصل بالفرض علماء کو نہ ملے۔ تو ان علماء میں بعض ممکن ہے کہ ایسے ہوں۔ کہ وہ امام علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی طرف رجوع کریں۔ اور ظاہراً حاضر خدمت ہوکر یا باطناً اس جنابؑ سے اس مسئلہ یا کم اس اصل کو حاصل کریں۔ اور ہمیں بتلا دیں۔ اور یہی فائدہ امام غائب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر ایمان لانے کا ہوگا۔ اور حوادث یومیہ کے لئے خود حضرتؑ نے دستور العمل دے دیا ہے۔ کہ ہماری احادیث کے رواۃ کی طرف رجوع کریں۔ اور اس زمانۂ غیبت کی تکلیف خود بیان فرمادی ہے۔ کہ اس وقت کیا کرنا چاہئے۔ اور اس لئے ہمیں اس جنابؑ کا دیکھنا ضروری نہیں ہے

غرض وجود امام غائبؑ ہرگز فائدہ سے خالی نہیں ہے۔ اور ہم پر فرض معرفت اور ایمان و اعتقاد ہے
تعطیل احکام ہرگز لازم نہ آئے گی۔ چنانچہ مشاہد ہے۔ عاشراً۔ وجود امام غائبؑ اور اس پر
ایمان لانے کا عظیم الشان فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص امامِ برحق امام غائبؑ پر ایمان رکھتا ہوگا۔ وہ
اپنے ایمان میں اُن لوگوں سے پختہ اور مستقیم ہوگا۔ جو کسی پر ایمان نہیں رکھتے اور کسی پر اعتقاد نہیں
رکھتے۔ وہ شک و شبہ میں نہ پڑے گا۔ اور وہ ہرگز کسی جھوٹے مدعی نبوت اور امامت کا قائل نہ
ہوگا۔ اور وہ کسی فرضی عیلے۔ مُوسٰے۔ کرشن پر ایمان نہ لائے گا۔ اور معجونِ مرکب مہدویت اور عیسویت
پر معتقد نہ ہوگا۔ وہ مسئلہ امامت میں ہرگز گمراہ نہ ہوگا۔ کسی کے بہکانے سے نہ بہکے گا۔ تا ایں کہ
اس کے ایمان میں ضعف نہ آجائے۔ یا وہ اوصاف امامؑ سے بالکل بے خبر اور جاہل ہو۔ جیسا
کہ بعض جہال ایران باب کے دام تزویر میں آگئے تھے۔ اور علماء اور سلطنت نے ان کو
قتل کراکر قلع قمع کر دیا۔ چنانچہ یہاں دیکھو کہ جو لوگ امامِ غائبؑ پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہیں
اور اس کے عارف ہیں۔ وہ ہرگز کسی جھوٹے نبی یا امام یا عیلے یا مہدی کے پیچھے نہیں ہو گئے
امامِ غائبؑ کا قائل اگرچہ کوئی اس کو اور فائدہ نہ پہنچتا ہو مگر یہ ضرور پہنچے گا۔ کہ وہ حیرانی میں نہ ہوگا۔
اس کے قلب کو ایک اطمینان اور استقلال حاصل ہوگا۔ اس کے دل کو ایک قسم کی تسلی ہو گی۔ کہ
اس کا حامی اور پیشوا موجود ہے جو اس کے حال سے بے خبر نہیں ہے۔ اور دُنیا و عقبےٰ میں کام آئے گا۔
جیسا کہ وہ شخص جو اس خدائے قادر مطلق پر ایمان رکھتا ہے جو نہ دکھائی دیتا ہے اور نہ دیکھنے کے
قابل ہے۔ اور نہ جس کی ذات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ اور وہ نہیں جانتا کہ اس خدا سے اس کو کیا
فائدہ پہنچ رہا ہے۔ کیونکہ وہ اس کی تربیت کر رہا ہے۔ کیونکہ اس کو علم و معرفت عطا کرتا ہے۔ اور
ایمان کا فیض پہنچاتا ہے۔ خدائے غائب اور غیر مرئی پر ایمان لانے سے ایک اطمینانِ قلب رہتا ہے
بھروسہ ہوتا ہے۔ اور کہیں ایسا شخص حیران اور مضطرب نہیں ہوتا کٹھن سے کٹھن مصیبت میں اس
پر توکل کر کے صابر اور ثابت قدم اور مستقیم و مستقل القلب رہتا ہے۔ بخلاف اس کے جو خدا کا
قائل نہیں اور دہریہ ہے۔ وہ ہمیشہ حیرت میں رہے گا۔ اور کبھی اس کو اطمینانِ قلب اور استقلال حاصل
نہ ہوگا۔ اور بلاء و مصیبت کے وقت کسی چیز پر بھروسہ نہ کر سکے گا۔ اور یہ ایک بہت ہی بڑا فائدہ امام غائبؑ
کے وجود اور اس پر ایمان لانے کا ان لوگوں کو حاصل ہے جو خدائے غائب و حاضر و ناظر پہ ایمان رکھتے ہیں۔
یہ جو روز بروز نئے نئے مذہب نکل رہے ہیں اور مہدی اور امام پیدا ہو رہے ہیں۔ امامِ غائبؑ پہ ایمان
نہ لانے کا نتیجہ ہیں۔ ذٰلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ ہاوا بشر

امام غائبؑ پر ایمان لانے اور اس کے وجود کا یہ فائدہ ہے۔ کہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ کسی
بڑے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اور ایک بادشاہ اور جائے پناہ چاہتا ہے۔ ضرور کسی کو خلیفہ اور اولے الامر
مانتا اور اس کی بیعت کرتا ہے اور اس کی تلاش میں رہتا ہے۔ اور جب اسے اولے الامر کی بیعت کر چکتا اور
اس کو خلیفہ یا اولے الامر مان لیتا ہے۔ تو اس کے حکم اور فتوے پر چلتا ہے۔ اور اگر وہ بادشاہ اسلام یا اولے
الامر یا خلیفہ اس کو حکم دے۔ تو لڑنے اور جہاد کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن جو شخص امام غائبؑ
پر ایمان رکھتا ہے اور ہر ایک امر میں اسی امام غائبؑ کے حکم کو واجب التعمیل جانتا ہے۔ وہ ہرگز کسی
کی بیعت نہیں کر سکتا اور کسی کو دینی بادشاہ اسلام نہیں مان سکتا۔ اور کسی کے فتوے پر جہاد کے لیے میں
شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بلا حکم امامؑ اس کا مجاز نہیں ہے۔ اور امامؑ اس کا غائبؑ
ہے۔ اور اس لئے ایسا شخص جو امام غائبؑ پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہو، کبھی کسی فتنہ و فساد اور
جنگ و جدال میں شریک نہ ہوگا۔ بغاوت نہ کرے گا۔ کیونکہ اس کے امام غائبؑ کا حکم نہیں ہے۔ کسی
جنگ کو دینی جنگ نہ سمجھے گا کیونکہ امامِ غائبؑ کے حکم سے نہیں ہے۔ بلکہ وہ ضرور امن پسند ہوگا۔ چنانچہ
دیکھا جاتا ہے اور ہمیں مشاہدے میں آ رہا ہے۔ **ثانی عشر**۔ امام غائبؑ کے وجود کا ایک اہم بالشان
فائدہ یہ ہے۔ کہ جو شخص اس پر ایمان لائے گا۔ وہ جملہ انبیاء و اولیاءؑ و حجج اللہؑ اور پیغمبر آخر الزمانؐ
اور اس کے اوصیاء کرامؑ پر ایمان لائے گا۔ کیونکہ یہ تمام سلسلہ ذریت انبیاء متصل ہے۔ اور امام مہدیؑ
آخر الزمان سب کی علتِ غائی ہیں۔ اس لئے وہ شخص کامل الایمان ہوگا۔ اور ایسے اشخاصؑ میں جو امام
آخر الزمانؑ کے قائل ہوں کبھی اختلاف نہ ہوگا۔ جو اس کے قائل نہ ہوں ان میں اوپر ہر ایک امامؑ کے
ساتھ اختلاف ہو سکتا ہے۔ اور فرقے پیدا ہو سکتے ہیں۔ مگر جو بارھویں امامؑ کے قائل ہوں گے اور
اثنا عشری ہوں گے۔ ان میں ایک ہی فرقہ پیدا ہوگا۔ کیونکہ انہوں نے اس سلسلے کی آخری لڑی کو پکڑ لیا ہے
جو تا حضرت آدم علیہ السلام متصل ہے۔ اور اس لئے فرقہ اثنا عشری صرف ایک ہی ہے۔ اور بالفرض محال
کوئی فائدہ بھی وجود امام غائبؑ کا نہ ہو۔ تو یہ فائدہ ضرور ہے۔ کہ وہ وقتِ ظہور اس سے انتفاع حاصل کرے
گا۔ کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ یَوۡمَ یَاۡتِیۡ بَعۡضُ اٰیٰتِ رَبِّکَ لَا یَنۡفَعُ نَفۡسًا اِیۡمَانُہَا لَمۡ تَکُنۡ اٰمَنَتۡ مِنۡ
قَبۡلُ اَوۡ کَسَبَتۡ فِیۡۤ اِیۡمَانِہَا خَیۡرًا۔ جس وقت بعض آیات الٰہی ظاہر ہوں گی۔ اس وقت کسی ایسے شخص کو
ایمان لانا فائدہ نہ دے گا۔ جو اس سے پہلے ایمان لایا ہوا نہیں ہے۔ یا اس نے اپنے ایمان میں کسب خیر
نہیں کیا ہے"۔ یہ بیان ہو چکا ہے۔ کہ یہ بعض آیات یہی آیۂ عظمیٰ مہدی آخر الزمانؑ ہے۔ اسؑ کے ظہور
کے وقت انہی لوگوں کو فائدہ ہے جو پہلے سے اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہی فوراً اطاعت کریں گے

اور تعمیل حکم بجالائیں گے۔ جس طرح ملائکہ جو قبل خلقت حضرت آدم علیہ السلام ایمان لاتے ہوئے تھے۔ پس اگر کسی بدنصیب کو اس وقت فائدہ نہ بھی پہنچے جو محال ہے۔ تو اگر ایمان رکھتا ہے تو وقتِ بعثت اور ظہور امام علیہ السلام تو ضرور اس ایمان کا فائدہ اٹھائے گا۔ ورنہ محروم ہی رہے گا۔ نجات انہی کے لئے ہے جو پہلے سے ایمان لاتے ہیں۔ اور "یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ" ہیں۔ اور اگر انتظار ظہور میں مر گیا۔ تو بھی مثل ان مومنین کے ہوگا۔ جو قبل ظہور ابراہیمؑ و موسیٰؑ و جناب محمد مصطفٰےؐ انتظار میں مر گئے۔ وہ ضرور نجات پائیں گے۔ کیونکہ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ تھے۔ یہ ہیں بارہ فائدے وجود امام دوازدہم اہل بیتؑ و امام غائبؑ کے۔ جن میں تمام دنیا بلکہ تمام عوالم من حیث المجموع شریک ہیں۔ اور اگر غور کیا جائے۔ تو اور بہت سے فوائد مل سکتے ہیں۔ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا۔

اب ہم اس حصے کو ختم کرتے ہیں۔ اور باقی شبہات انشاء اللہ باب شبہات میں ذکر کریں گے۔ یعنی جلدِ دوم میں۔ جس میں باب اوّل شہادات وجود امامؑ میں ہوگا۔ اور باب دوم علائم آخر الزمان و علائم ظہور امامؑ میں۔ باب سوم حالات ظہور امامؑ میں۔ باب چہارم خصائص امام زمانؑ میں۔ باب پنجم دفع شبہات میں۔ باب ششم تکالیف اہل اسلام در زمانِ غیبت اور اعمالِ مخصوصہ کے بیان میں۔ خدا اسی طرح سے اس دوسرے حصے کے اختتام کی بھی توفیق رفیق عطا فرمائے۔ اور مومنین کو اس کے مطالعہ کی۔ آمین۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ لَاسِیَّمَا خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَعِتْرَتِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

۲۶ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۵ھ ہجری

احقر الفقراء سید محمد سبطین سرسوی عفی عنہ

علّامہ مجلسی علیہ الرحمہ کی مشہور کتاب کا نہایت سلیس عام فہم اردو ترجمہ

حیات القلوب جلد دوم

مترجمہ جناب مولوی سیّد بشارت حسین صاحب کامل مرزا پوری

جس میں حضرت خاتم الانبیاءؐ اور ان کے اہلبیتؑ کے فضائل۔ آنحضرتؐ کے جمادات و نباتات و حیوانات و جن و انس اور ارضی و سماوی سے متعلق بے شمار معجزات۔ تمام غزوات و سرایا۔ مفصّل ذکر معراج و مباہلہ۔ مباہلہ سے قبل علمائے نصاریٰ کا آنحضرتؐ کی رسالت پر مناظرہ۔ فتح مکّہ۔ حجۃ الوداع۔ مقامِ غدیر میں حضرت علیؑ مرتضیٰ کی ولیعہدی آں حضرتؐ کا مفصّل خطبہ مخصوصہ کہ ابتدائے خلقتِ نور سے آنحضرتؐ کی ولادت تا وفات کے تمام صحیح واقعات اور آپ کے اصحابِ خاص جناب سلمان مقداد و ابوذر و عمار یاسر رضوان اللہ علیہم کے ایمان افروز حالات بالتفصیل درج ہیں۔ ایسی جامع کتاب کہ اس کے بعد آنحضرتؐ کے حالات میں کسی دوسری کتاب کی ضرورت نہیں رہتی۔ ترجمہ نہایت سلیس۔ عبارت عام فہم جس کو عورتیں بچے سب ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اتنی ضخیم کتاب کی اس قدر کم قیمت اس لئے رکھی گئی ہے کہ عام مومنین بآسانی خرید کر مستفید ہو سکیں۔ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ سائز ۲۶×۲۰/۸ حجم ۱۰۴۰ صفحات۔
قیمت قسم اول سفید کاغذ مجلد بیس ۲۰ روپے۔ قسم دوم اخباری کاغذ مجلد ۱۵ روپے۔

ملنے کا پتہ

امامیہ کتب خانہ مغل حویلی۔ موچی دروازہ حلقہ ۲۷ لاہور ۸

ص ۱۹۴ ۔ اللہ کی طرف سے علم و ایمان

ص ۲۱۷ اللہ کی طرف سے ۔ آخر لیف مومن

ص ۲۲۴ نفس رسولؐ و مساوات

ص ۲۲۷ خلافت تحت ولایت مطلقہ ہے ۔
منصب آنحضرتؐ نبوت و رسالت و امامت و ولایت و خلافت الٰہیہ ۔ اور آیۃ سے فقط
نبوت و رسالت کا ختم ہونا ثابت ہے ۔ باقی عہدہ سب باقی ہیں ۔
خلافت اتصاف باوصاف الٰہی کا نام ہے ۔

ص ۲۴۰ ایک نبی یا وصی نبی کا قتل کرنا گویا تمام لوگوں کا قتل کرنا ہے ۔

ص ۲۵۴ دین میں جھگڑا ، تفسیر قرآن بالرائے ، بلا علم فتویٰ

ص ۲۵۶ شہادت ولایت علیؑ و دیگر ائمہؑ

ص ۲۶۴ بیعت یعنی معاہدہ ۔۔ عقل و فہم و معرفت اس قدر کی ہو کہ امامؑ کی غیبت بمنزلہ حضور و شہود ہو
یہی تخلیص ہوگا ۔۔ اقوال اہلبیتؑ سے تنگ دل نہ ہوگا ۔

ص ۲۶۸ امت وسطیٰ کا حلالزادہ ص ۲۶۹ رستحق عند اللہ مکرم

ص ۲۷۰ آیت میں داخل کرنا حامل کتاب ، حاتمی ، خاصتی ، خصوصی تقربین ص ۳۰۰

ص ۲۷۳ اہلبیت سے مراد اہل نسب ، شرکت صاحب بیت ، شرعیا شرف و طہارت و عصمت ص ۲۸۸ معصوم
ص ۳۰۳ محبوب و رسیت اللہ

ص ۲۷۴ و ص ۲۷۵ بے ربط و بے جوڑ آیات کی مثال

ص ۲۷۶ حق تطہیر ۔ ہر قسم کے عیب اور رجس ، شک و شبہ ، نقص و آلودگی [illegible] جہالت [illegible] ظاہری
و باطنی [illegible] نجاست سے پاک ۔

ص ۲۷۷ آیہ تطہیر میں یرید یعنی [illegible] ارادہ تکلیفی نہیں بلکہ تکوینی ہے ۔ وقت تکوین الحادث

ص ۲۸۱ رحمت و برکت خاص سے مراد نبوت و امامت [illegible] کی مادی اسباب کے ۔

ص ۲۹۳ علی ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین

ص ۲۹۷ شان الوہیت میں آیت

ص ۳۰۲ عترت عام ہے اور اہلبیت خاص ۔ ایک ہی اصل ہے ص ۳۱۶

ص ۳۱۶ علیؑ قرآن سے افضل ۔

ص ۳۲۱ تمسک با کتاب کے معنی

ص ۳۲۳ رسولؐ کو ساتھ اہلبیتؑ کی فکر تھا ۔

ص ۳۲۴ عترت کے معنی اصل و حسب

ص ۳۲۶ امام زمانہؑ کے دشمن علماء و مجتہدین ہونگے ۔

ص ۳۸۱ اجسام انبیاء عالم امر و عالم عرش سے ہے ما فوق لطیف و نورانی ہے ۔

ص ۱۹۹ دین میں سوائے نفس فانی کی پیروی کرنا ظلم ہے اور اللہ ظالم کی مدد نہیں کرتا

ص ۳۸۵ ۔ مساوات نبیؐ و ائمہؑ

ص ۳۹۳ جناب شہربانو زوجہ امام حسینؑ کا ایمان لانا